4

سُورۃ الحج تا سُورۃ سبا

مولانا محمد آصف قاسمی
امیر جامعہ اسلامیہ کینیڈا

مکتبہ بصیرت قرآن
S-T-4 بلاک K، نارتھ ناظم آباد کراچی پاکستان

فہرست

فہرست

پارہ نمبر ۱۷

اقترب للناس

سورۃ نمبر ۲۲

اَلْحَجّ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الحج

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	22
کل رکوع	10
آیات	78
الفاظ وکلمات	1283
حروف	5432

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعمیر بیت اللہ کے وقت تمام دنیا کے انسانوں کو حج کے لیے اذن عام دیا تھا۔ باہر سے زیارت کے لیے آنے والوں اور مکہ کے رہنے والوں کو حقوق میں برابر قرار دیا تھا۔ لیکن ان کفار نے اس مقدس ومحترم سرزمین کو اپنی ذاتی جاگیر بنالیا تھا۔

اللہ کا وہ گھر جو اس کی عبادت وبندگی کے لیے بنایا گیا تھا اس میں تین سو ساٹھ بت رکھ کر غیر اللہ کی عبادت وبندگی کی جارہی تھی اور جس طرح تمام انبیاء کرامؑ نے اپنی ہر حاجت کو اللہ کے سامنے پیش کر کے اس سے مدد مانگی تھی یہ لوگ ابراہیمی ہونے کے دعویدار ہونے کے باوجود غیر اللہ سے اپنی حاجتیں مانگا کرتے تھے۔

سورۃ الحج کی ابتدائی آیات مکہ مکرمہ میں اور کچھ آیات مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں چونکہ مدینہ منورہ میں نازل ہونے والی آیات خاص طور پر کفار کے خلاف جہاد کی اجازت وغیرہ کے لیے ہیں اس لیے اس سورۃ کو مدنی سورۃ شمار کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ کفار کے غلبہ اور قوت وطاقت سے نہ گھبرائیں وہ وقت دور نہیں جب ان کفار کی کمر ٹوٹ جائے گی اور اللہ کا گھر قیامت تک صرف اسی کی عبادت وبندگی کے لیے مخصوص ہوجائے گا اور جہاد کے ذریعہ اہل ایمان کو ان کفار پر غلبہ حاصل ہوجائے گا۔ فتح ونصرت ان کے قدم چومے گی اور آج جو لوگ اہل ایمان کے راستے کا پتھر بن گئے ہیں وہ سخت ناکام ہوں گے اور ان کی اجارہ داری ٹوٹ کر رہ جائے گی۔

مکہ مکرمہ میں تیرہ سال تک جس طرح اہل ایمان پر ظلم کے پہاڑ توڑے گئے۔ ان کو اس زمانہ میں اور مدینہ منورہ کے ابتدائی دوسالوں میں اس بات کا حکم تھا کہ وہ ہر طرح کے مظالم برداشت کرتے رہیں اور طاقت ہونے کے باوجود اس کا کوئی جواب نہ دیں لیکن اس سورۃ میں اہل ایمان کو مسلم کا لقب عطا کر کے دنیا بھر میں امن وسلامتی کا پیکر بنایا گیا ہے اور انہیں حکم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک شدید زلزلے کے نتیجے میں یہ ساری کائنات درہم برہم کر دی جائے گی ہر چیز ختم ہو جائے گی۔ انسان دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ قیامت کا وہ دن بڑا دہشت ناک اور ہولناک ہو گا جس میں ہر شخص پر ایک زبردست خوف طاری ہو جائے گا۔ فرمایا کہ ہر شخص کو اس دن کی فکر ہونا چاہیے۔ کسی کو اس دنیا میں ہمیشہ نہیں رہنا ہے ایک وقت وہ آنے والا ہے جہاں ہر انسان کو اپنے ایک ایک لمحہ کا حساب دینا ہے۔ پھر کوئی شخص جزا اور سزا سے بچ نہیں سکتا۔ قیامت کا آنا برحق ہے اس میں شک کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

دیا گیا ہے کہ دنیا بھر میں امن و سلامتی کے راستے میں یہ کفار و مشرکین آڑے آئیں تو ان کے خلاف طاقت استعمال کی جائے اور جہاد کیا جائے۔

علماء و مفسرین نے لکھا ہے کہ قرآن کریم میں پہلی مرتبہ اینٹ کا جواب پتھر سے دینے اور جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کی آیات میں کفار و مشرکین کو سیدھے راستے پر چلنے کی تاکید فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ اگر ان لوگوں نے کفر و شرک، ضد، ہٹ دھرمی اور ظلم و ستم کا راستہ تبدیل نہیں کیا اور وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ ان کا انجام بہت قریب ہے اور ان کا انجام دوسری بدعمل اور بدکردار قوموں سے مختلف نہ ہوگا۔

منافقین سے کہا گیا ہے کہ ابھی وقت ہے کہ وہ اپنی منافقانہ روش کو چھوڑ کر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری قبول کر لیں۔ اگر یہ وقت نکل گیا تو پھر ان کو مہلت اور ڈھیل نہیں دی جائے گی۔

جن لوگوں نے ظلم و ستم کا بازار گرم کر رکھا تھا ان کو نصیحت کی جا رہی ہے کہ وہ بھی اپنے ظلم و زیادتی اور زور زبردستی کے طریقوں کو چھوڑ کر راہ راست اختیار کر لیں۔

قیامت کے ہولناک اور دہشت ناک منظر کو پیش کر کے فرمایا گیا ہے کہ وہ ایسا خوفناک دن ہوگا جب دودھ پلانے والی مائیں اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی۔ حاملہ عورتوں کے حمل ضائع ہو جائیں گے اور ہر شخص اس دہشت سے ایسا محسوس کرے گا جیسے وہ کسی نشہ میں ہے حالانکہ یہ سب کچھ نشہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ کے عذاب اور اس دن کی دہشت سے ہوگا۔ فرمایا کہ اس سخت ترین دن کے آنے سے پہلے پہلے اگر توبہ کر لی جائے تو اسی میں ان کے لیے بہتری ہے۔

کفار مکہ کو سمجھایا گیا ہے کہ وہ جس طرح نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کے لائے ہوئے سچے دین کو جھٹلا رہے ہیں۔ اہل ایمان پر مکہ کی زمین تنگ کر رہے ہیں اور دین کے راستے میں رکاوٹ بن رہے ہیں ابھی وقت ہے کہ وہ اپنے طرز عمل کو بدل

ڈالیں ورنہ وہ وقت دور نہیں ہے جب ان کفار و مشرکین کو دنیا میں بھی ذلت و رسوائی ملے گی اور آخرت میں ان کا بھیانک انجام ہوگا اور وہ ہر طرح کی خیر و فلاح سے محروم رہیں گے۔

فرمایا گیا کہ تم نے جن بتوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے تم ان کی عبادت و پرستش کرتے ہو ان سے اپنی مرادیں مانگتے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ یہ تمہارے خالق و مالک ہیں اور تمہاری ہر ضرورت کو پورا کردیں گے یہ خیال غلط ہے کیونکہ ان بتوں میں کوئی طاقت نہیں ہے۔ ان کی کمزوری اور بے بسی کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنے وجود کے لیے بھی تمہارے ہاتھوں کے محتاج ہیں۔ وہ ایک مکھی بھی نہیں بناسکتے بلکہ اگر اللہ کی پیدا کی ہوئی ایک مکھی بھی ان کی ناک پر بیٹھ جائے تو وہ اس مکھی کو اپنے بدن سے اڑا نہیں سکتے۔ وہ مکھی اگر ان کی کوئی چیز لے کر بھاگ جائے تو اس سے واپس نہیں لے سکتے۔ جو اپنے نفع نقصان اور اختیار کے مالک نہیں ہیں وہ تمہارے نفع نقصان کے کیسے مالک ہوسکتے ہیں؟ فرمایا کہ تمہارا خالق صرف ایک اللہ ہے وہی ہر طرح کی عبادت کا مستحق ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے۔

فرمایا کہ وہ اللہ ہی تمہارا خالق اور پوری کائنات کا مالک ہے۔ ساری قدرت اسی ایک اللہ کی ہے۔ اس نے تمہارے ماں باپ اور تمہیں پیدا کیا ہے۔ اسی نے کائنات کو وجود بخشا ہے وہی اس کے نظام کو چلا رہا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور نہ ہی وہ اس نظام کے چلانے میں کسی کا محتاج ہے۔ وہی اللہ ہے جو اس سارے نظام کائنات کو لپیٹ کر رکھ دے گا تمہیں دوبارہ پیدا کرے گا اور پھر تم سے ایک ایک لمحہ کا حساب لے گا۔

اہل ایمان سے فرمایا جارہا ہے کہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے تمہارا نام ''مسلم'' رکھا ہے۔ تم مسلم ہو۔ ساری دنیا میں امن و سلامتی قائم کرنا تمہاری ذمہ داری ہے۔ اب ان کفار و مشرکین سے اقتدار چھین کر تمہارے حوالے کرنے کا وقت آگیا ہے۔ جب حکومت، اقتدار اور مال و دولت تمہارے حصے میں آئے تو تم اس نظام زندگی کو قائم کرکے دکھا دینا جس میں نمازوں کے قیام اور زکوٰۃ کی پابندی سے تمام انسانوں کے لیے خیر و فلاح کے راستے کھل جائیں گے۔ ہر نیکی کو قائم کرنا اور دنیا سے ہر برائی کو مٹا کر انسانوں کی فلاح و بہبود کے لیے جدوجہد کرنے کو عبادت سمجھنا تاکہ دنیا ظالموں کے پنجوں سے نجات پاکر صالح انسانوں کی قیادت میں آجائے۔

۱

اہل ایمان سے یہ بھی فرمایا جارہا ہے کہ وہ دنیا میں زندگی گزارنے کا سلیقہ اور طریقہ اللہ کے سچے رسول آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے سیکھیں جن کی زندگی کو اللہ نے ایک بے مثال نمونہ زندگی بنایا ہے۔ فرمایا کہ انسانیت کی نجات کا یہی ایک راستہ ہے اور اسی میں ان کی کامیابیاں پوشیدہ ہیں۔

اہل ایمان سے فرمایا جارہا ہے کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کریں جس نے اس ساری کائنات کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے وعدہ کیا ہے کہ اگر وہ ایمان اور عمل صالح اختیار کریں گے تو دین و دنیا کی ساری بھلائیاں اور کامیابیاں ان کو عطا کی جائیں گی۔ قیامت میں انہیں راحت بھری جنتیں دی جائیں گی جہاں ہر طرح سلامتی ہی سلامتی ہوگی اور ان میں ہر طرح کی نعمتیں ہوں گی۔

سورة الحج

بسم الله الرحمن الرحيم

يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ﴿۱﴾
يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ
وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ
وَمَا هُمْ بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ﴿۲﴾ وَمِنَ
النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّبِعُ كُلَّ
شَيْطَانٍ مَرِيدٍ ﴿۳﴾ كُتِبَ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَنْ تَوَلَّاهُ فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ
وَيَهْدِيهِ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ ﴿۴﴾ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ
فِي رَيْبٍ مِنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ
نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ
مُخَلَّقَةٍ لِنُبَيِّنَ لَكُمْ ۚ وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ
أَجَلٍ مُسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ۖ
وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّىٰ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ
لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ۚ وَتَرَى الْأَرْضَ
هَامِدَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ

وَاَنۡۢبَتَتۡ مِنۡ كُلِّ زَوۡجٍۢ بَهِيۡجٍ ﴿۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡحَـقُّ وَاَنَّهٗ يُحۡىِ الۡمَوۡتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۙ﴿۶﴾ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيۡبَ فِيۡهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبۡعَثُ مَنۡ فِى الۡقُبُوۡرِ‏ ﴿۷﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيۡرٍۙ‏ ﴿۸﴾ ثَانِىَ عِطۡفِهٖ لِيُضِلَّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ؕ لَهٗ فِى الدُّنۡيَا خِزۡىٌ‌ وَّنُذِيۡقُهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ عَذَابَ الۡحَرِيۡقِ‏ ﴿۹﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتۡ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَـيۡسَ بِظَلَّامٍ لِّـلۡعَبِيۡدِ ﴿۱۰﴾

ع ۱ / ۱۰ / ۸

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۰

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو بلا شبہ قیامت کا زلزلہ ہولناک ہے۔ جس دن تم دیکھو گے کہ دودھ پلانے والی جس (بچے کو) دودھ پلاتی ہے اسے بھول جائے گی اور ہر حاملہ اپنا حمل گرادے گی۔ اور تم لوگوں کو دیکھو گے جیسے وہ نشے میں ہوں حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب ہی ایسا سخت ہوگا۔ اور بعض لوگ وہ ہیں جو علم (وفکر) کے بغیر ہی اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور سرکش شیطان کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ اس (شیطان) کے بارے میں لکھ دیا گیا ہے کہ اس سے جو بھی دوستی کرے گا وہ اسے گمراہ کر کے چھوڑے گا اور اسے جہنم کی راہ دکھائے گا۔

اے لوگو! اگر تمہیں (قیامت کے دن) دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے میں شک ہے تو (اس پر غور کرو) ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا ہے پھر نطفے سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کی بوٹی

سے شکل وصورت بنی ہوئی اور بغیر شکل وصورت بنی ہوئی (ادھوری) تا کہ ہم تمہیں واضح کر کے بتا دیں۔ اور ہم ماؤں کے رحم میں جس (نطفے کو) چاہیں ایک مدت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں۔ پھر تمہیں بچے کی صورت میں نکال لاتے ہیں۔ تا کہ پھر تم اپنی جوانی (کی عمر) کو پہنچو۔ پھر تم میں سے کوئی تو پہلے ہی بلا لیا جاتا ہے اور بعض تم میں سے اس نکمی عمر تک پھیر دیئے جاتے ہیں جہاں بہت کچھ جاننے کے بعد پھر کچھ نہیں جانتے۔ اور تم زمین کو دیکھتے ہو کہ خشک پڑی ہے۔ پھر جہاں ہم نے اس پر بارش برسائی تو وہ تر و تازہ ہو کر ابھر آتی ہے اور قسم قسم کی نباتات اگ آتی ہیں۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ اللہ ہی ''حق'' ہے وہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور بے شک وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اور بے شک قیامت آنے والی ہے جس میں شک وشبہ کی (گنجائش) نہیں ہے اور بلا شبہ اللہ ان لوگوں کو جو قبروں میں جا چکے ہیں ان کو ضرور اٹھائے گا۔ اور بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کے بارے میں بغیر کسی علم ہدایت اور روشن کتاب کے جھگڑتے ہیں (تکبر سے) اپنی گردن کو اکڑائے ہوئے ہیں۔ تا کہ وہ اللہ کے راستے سے لوگوں کو بھٹکا دیں۔ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم ان کو جلتی آگ کا مزہ چکھائیں گے۔ (فرمائیں گے کہ) یہ ہے وہ عذاب جو تم نے اپنے آگے بھیجا تھا اور بے شک اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۰

اَلسَّاعَةُ قیامت۔ گھڑی۔

تَذْهَلُ غافل ہو جائیگی۔ بھول جائیگی۔

مُرْضِعَةٌ دودھ پلانے والی

تَضَعُ ضائع کر دیگی۔ گرا دیگی۔

ذَاتُ حَمْلٍ حاملہ عورت۔

سُکٰرٰی (سُکْرَانٌ) نشے۔

يُجَادِلُ	جھگڑتا ہے۔
يَتَّبِعُ	اتباع کرتا ہے۔ پیچھے لگ جاتا ہے۔
مَرِيْدٌ	سرکش۔ضدی۔
تَوَلّٰی	دوست ہوا۔
اَلسَّعِيْرُ	آگ۔جہنم۔
رَيْبٌ	شک وشبہ۔
اَلْبَعْثُ	دوبارہ زندہ ہونا۔جی اٹھنا۔
تُرَابٌ	مٹی۔
نُطْفَةٌ	بوند۔
عَلَقَةٌ	جما ہوا خون۔لوتھڑا۔
مُضْغَةٌ	گوشت کا لوتھڑا۔گوشت کی بوٹی۔
مُخَلَّقَةٌ	شکل صورت والا۔
نُقِرُّ	ہم روکتے ہیں۔ہم ٹھہراتے ہیں۔
اَرْحَامٌ(رَحْمٌ)	رحم۔
طِفْلٌ	بچہ۔
اَشَدُّ	قوت۔کمال۔
يُرَدُّ	لوٹا دیا گیا۔

اَرْذَلُ الْعُمُرِ	نکمی عمر۔ پست ترین عمر۔
هَامِدَةٌ	مرجھائی ہوئی۔ دبی ہوئی۔ خشک۔
اِهْتَزَّتْ	تروتازہ
رَبَتْ	اونچی اٹھی ہے۔ پھولتی ہے۔
اَنْبَتَتْ	اگتی ہے۔ اگاتی ہے۔
بَهِيْجٌ (بَهْجَةٌ)	رونق دار۔ شگفتہ۔
يَبْعَثُ	دوبارہ زندہ کرتا ہے۔ اٹھا کھڑا کرتا ہے۔
مُنِيْرٌ	روشن۔ منور۔
ثَانِىَ	پھیرنے والا۔
عِطْفٌ	کروٹ۔ بازو۔ شانہ۔
نُذِيْقُ	ہم چکھائیں گے۔
خِزْىٌ	رسوائی۔ ذلت۔
اَلْحَرِيْقُ	جلتی آگ۔
ظَلَّامٌ	بہت ظلم کرنے والا۔
عَبِيْدٌ (عَبْدٌ)	بندے۔

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۰

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے اے لوگو! اپنے پروردگار سے اور قیامت کے

اس ہولناک دن سے ڈرو جو اچانک ایسا زبردست زلزلہ اور بھونچال آئے گا جس کی شدت سے ہر شخص کے ہوش اڑ جائیں گے۔ اس دن کی دہشت کا یہ عالم ہوگا کہ شفقت ومحبت کرنے والی ماں اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی۔ حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے۔ ہر شخص ایسا لگے گا جیسے وہ نشہ کی حالت میں ہے۔ حالانکہ وہ نشہ نہیں بلکہ اللہ کے عذاب اور قہر کی دہشت کا اثر ہوگا جس سے اس پر بوکھلاہٹ طاری ہوگی۔ اس دن سوائے نیکی، تقویٰ، پرہیزگاری اور خوف الٰہی کے کوئی چیز انسان کے کام نہ آسکے گی۔

حضرت علقمہ اور حضرت شعبی کی وہ روایتیں جن کو بخاری ومسلم نے نقل کیا ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زلزلہ اور بھونچال آنے کے بعد قیامت واقع ہوگی۔ قیامت آنے سے پہلے سورج مخالف سمت سے نکلے گا۔ پھر صور پھونکا جائے گا جس سے ساری مخلوق جو قبروں میں ہے یا جس کے ذرات کائنات میں بکھرے ہوئے ہیں سب کے سب زندہ ہو کر میدان حشر میں جمع ہو جائے گی۔ اور پھر ہر ایک سے اس کی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب لیا جائے گا۔

قیامت کا واقع ہونا ایک ایسی سچائی ہے جس سے انکار ممکن ہی نہیں ہے لیکن بعض لوگ شیطان کے بہکائے میں آ کر یا اپنی جہالت ونادانی کی وجہ سے بغیر کسی علمی دلیل کے قیامت کا انکار کر بیٹھتے ہیں اور ہر مردود شیطان کے پیچھے لگ کر اس کا کہنا مانتے ہیں اور وہ پوری زندگی اسی بحث میں گذار دیتے ہیں کہ قیامت آئے گی یا نہیں؟

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق اور کائنات میں ہونے والی تبدیلیوں کو مثال کے طور پر بتایا ہے۔

فرمایا اگر انسان اپنی تخلیق اور پیدائش پر ہی غور کر لے کہ اس کو کیسے اور کس طرح پیدا کیا ہے؟ تو اس کو یہ حقیقت سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس کا اپنا وجود ہی اس کی بہت بڑی دلیل ہے۔ فرمایا کہ انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ ایک ناپاک قطرہ جس کو نطفہ کہتے ہیں وہ ایک عرصہ تک ماں کے پیٹ میں رہ کر جمے ہوئے خون کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور پھر وہ گوشت کے بے جان لوتھڑے کی شکل بن جاتا ہے جس کی کوئی صورت شکل نہیں ہوتی۔ پھر اللہ جیسی صورت شکل دینا چاہتا ہے ویسی شکل وصورت بن جاتی ہے۔ جس کو رحم مادر میں جتنے دن ٹھہرانا یا رکھنا چاہتا ہے اس کو ٹھہراتا ہے جس کو نہیں چاہتا اس کو نہیں ٹھہراتا۔ پھر ایک مدت مقرر کے بعد وہ بچہ پوری انسانی شکل اختیار کر کے اللہ کے حکم سے اس دنیا میں قدم رکھتا ہے اور آہستہ آہستہ طاقت وقوت حاصل کر کے انسانی معاشرہ کا حصہ بن جاتا ہے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی نطفہ یعنی مادہ ہر چالیس دن میں ایک نئی حالت اور صورت شکل اختیار کرتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ بخاری ومسلم نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے اس روایت کو نقل کیا ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ (۱) انسانی نطفہ ماں کے رحم میں چالیس دن تک ایک جیسی حالت میں پڑا رہتا ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ (۲) پھر چالیس

دن کے بعد یہ نطفہ علقہ یعنی جمے ہوئے خون کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ (۳) پھر چالیس دن کے بعد مضغہ یعنی گوشت کے لوتھڑے جیسا بن جاتا ہے۔ (اس چار مہینے کی مدت کے بعد)۔ (۴) اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس بچے کے جسم میں روح پھونک دیتا ہے۔ (۵) پھر اس کے بعد فرشتے کو چار باتیں لکھوادی جاتی ہیں یا (لکھنے کی ہدایت کی جاتی ہے) اس بچے کی عمر کتنی ہو گی؟ کتنا رزق دیا جائے گا؟ وہ کیسے کام کرے گا؟ وہ بدبخت ہوگا یا سعادت مند؟ اس کے بعد اس بچے کے اعضا مکمل ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور پھر ایک دن وہ مکمل انسانی شکل میں اس دنیا میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ یہ اللہ کا نظام ہے کوئی بچہ ماں کے پیٹ ہی میں مکمل یا نامکمل ہونے کے باوجود پیٹ ہی میں مرجاتا ہے کوئی پیدا ہونے کے بعد بچپن میں مرجاتا ہے کوئی جوانی اور عمر طبعی کو پہنچ کر مرجاتا ہے۔ کسی کو بڑھاپا نصیب ہوتا ہے کوئی جوانی ہی میں مرجاتا ہے۔ کوئی شخص بڑھاپے کی اس نکمی عمر تک پہنچ جاتا ہے جس کو ''ارذل العمر'' کہا جاتا ہے جہاں دیکھنے، سننے، سمجھنے کی طاقتیں کمزور پڑ جاتی ہیں۔ عقل وفہم اور شعور ودانش، علم وتجربہ اور معلومات اس کے ذہن وفکر سے اس طرح مٹا دیئے جاتے ہیں کہ وہ سب کچھ جاننے کے باوجود کچھ بھی نہیں جانتا، ایک ننھے بچے اور اس بوڑھے میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ اس نکمی اور بیکار زندگی سے اللہ کے حبیب ﷺ نے بھی پناہ مانگی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ انسان کی عمر کتنی ہی زیادہ یا مختصر ہو آخر کار اس کو موت کے دروازے سے گذر کر اللہ کے ہاں پہنچنا ہے۔ وہ اس دنیا اور اس کے وسائل اور معاملات کو چھوڑ کر رخصت ہو جاتا ہے اللہ کا یہ نظام ہے جو ازل سے چلا آرہا ہے اور چلتا رہے گا۔ یہ اس کا نظام ہے کہ ایک انسانی وجود بنتا ہے، ابھرتا ہے، رونقیں پیدا کرتا ہے اور پھر موت کی آغوش میں جا کر سو جاتا ہے۔ یہ سب کچھ اس دنیا میں دن رات ہوتا رہتا ہے جس کو ہر ایک اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ یہاں کسی کو ہمیشہ کی زندگی حاصل نہیں ہے۔ فرمایا کہ اسی طرح اس کائنات کا بھی یہی عالم ہے کہ یہ ابھر کر، رونقیں بکھیر کر آخر کار ایک دن ختم ہو جائے گی اسی کو قیامت کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دوسری مثال یہ دی ہے کہ تم کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہو کہ ایک خشک، بنجر اور مردہ زمین ہے جب اس پر بارش برستی ہے تو اس میں ایک نئی زندگی کے آثار پیدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ بارش کے پانی سے زمین پھولتی ہے، ابھرتی ہے، کونپلیں پیدا ہوتی ہیں، قسم قسم کے نباتات، سبزہ، سبزی اور پھل پیدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ ہر طرف سرسبزی وشادابی، حسن وخوبصورتی اور پھبن پیدا ہو جاتی ہے، درخت جھومنے اور کھیت لہلہانے لگتے ہیں۔ پھر اس کے بعد کھیتیاں سوکھنا اور زرد ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ درختوں کے پتے جھڑ کر بے رونق ہو جاتے ہیں اور اسی طرح بہار خزاں سے بدل جاتی ہے۔ فرمایا کہ تم جس طرح اس سارے عمل کو دیکھتے ہو اسی طرح یہ نظام کائنات ہے جو اپنی عمر طبعی کو پہنچ کر اس دنیا کی رونقیں اور خوبصورتیاں ختم ہو جائیں گی اور قیامت قائم ہو جائے گی۔ ان حقائق کی روشنی میں اگر کوئی آنکھوں کا اندھا ہو تو اور بات ہے ورنہ جس شخص میں ذرا بھی عقل وفہم اور بصیرت موجود ہے وہ قیامت

کا انکار کر ہی نہیں سکتا۔ یہ تو اللہ کا نظام ہے جو چلتا رہے گا۔ فکر اس بات کی ہونی چاہیے کہ جب قیامت قائم ہو جائے گی کیا ہم نے اس کی تیاری کر رکھی ہے؟ کیونکہ جو شخص وہاں نا کام ہو گیا اس کو دوبارہ موقع نصیب نہ ہوگا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اِۨطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ اِۨنْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿١١﴾ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿١٢﴾ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ﴿١٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿١٤﴾ مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ﴿١٥﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿١٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ١١ تا ١٦

لوگوں میں تو کوئی ایسا ہے جو ایک کنارے پر اللہ کی عبادت و بندگی کرتا ہے۔ اگر اسے کوئی

بھلائی پہنچ گئی تو اس سے مطمئن ہو گیا اور اگر اسے کوئی آزمائش پہنچ گئی تو پھر وہ الٹا پھر جاتا ہے اور (ایسا آدمی) دنیا اور آخرت میں گھاٹے میں رہتا ہے۔ یہ ایک کھلا ہوا نقصان ہے۔ وہ اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکارتا ہے جو نہ تو اس کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ اسے نفع پہنچا سکتے ہیں۔ یہ انتہا درجہ کی گمراہی ہے۔ وہ ان کو پکارتا ہے جن کا نقصان ان کے نفع سے زیادہ قریب ہے۔ اس کا دوست بدترین دوست ہے اور اس کا ساتھی بھی نہایت برا ہے۔ بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ دنیا اور آخرت میں اللہ اس کی کوئی مدد نہ کرے گا اسے چاہئے کہ وہ ایک رسی کے ذریعے آسمان تک پہنچ کر اس وحی کے سلسلہ کو کاٹ ڈالے پھر یہ دیکھ لے کہ اس کی تدبیر کسی ایسی چیز کو دور کرا سکتی ہے جو اسے گوارا نہ ہو۔ اور ہم نے اس قرآن کو روشن آیتوں کے ساتھ نازل کیا ہے اور بلا شبہ اللہ جس کو چاہتا ہے اسے ہدایت دیتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱ تا ۱۶

حَرْف کنارہ۔

اَصَابَ پہنچ گیا۔

اِنْقَلَبَ پلٹ گیا۔

اَلضَّلَالُ الْبَعِيْدُ دور کی گمراہی۔ انتہا درجہ کی گمراہی۔

اَقْرَبُ زیادہ قریب۔

اَلْمَوْلٰى دوست۔

اَلْعَشِيْرُ ساتھی۔ رفیق

يَظُنُّ	وہ گمان کرتا ہے۔
يَمْدُدْ	وہ باندھتا ہے۔
يَقْطَعُ	وہ کاٹتا ہے۔
كَيْدٌ	تدبیر
يَغِيظُ	غصہ دلاتا ہے۔

تشریح: آیت نمبر ١١ تا ١٦

دنیا میں ہر شخص کسی نہ کسی ڈھنگ سے اچھی یا بری زندگی گذار ہی لیتا ہے۔ وہ زندگی میں کامیاب ہونے کے لئے خوب محنت کرتا ہے۔ بھاگ دوڑ میں لگا رہتا ہے کوئی کامیاب ہوتا ہے اور کسی کو زندگی بھر حسرتوں کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ دیکھا یہ جاتا ہے کہ اس کے ہر عمل کے پیچھے اعتقاد اور یقین کتنا ہے؟ اگر اس کا اعتقاد اور یقین مستحکم، مضبوط اور پختہ ہے تو اس کے عمل کے انداز میں چستی اور پھرتی ہوگی۔ اگر اعتقاد، نیت اور عمل درست نہیں ہے تو وہ ہر کام کو کرے گا مگر اس میں سستی اور کاہلی کا انداز نمایاں نظر آئے گا۔ چنانچہ اگر دین کے معاملہ میں کسی کا اعتقاد اور یقین کامل ہے تو اس کی عبادات، اخلاق وعادات اور معاملات زندگی میں ایک خاص شوق، تڑپ، لگن، اخلاص جوش وجذبہ اور ولولہ ہوگا۔ وہ اللہ کی رضا کے لئے نہایت شوق سے اللہ کی عبادات کا حق ادا کرے گا۔ نماز کا وقت ہوگا تو وہ نہایت ذوق وشوق سے دوڑ کر آئے گا، خشوع وخضوع سے اول وقت نماز ادا کرنے کی کوشش کرے گا۔ جب اللہ کی طرف بلایا جائے گا تو وہ اپنے گھر کے راحت وآرام کو چھوڑ کر مسجد میں حاضر ہو جائے گا۔ جمعہ کا دن ہوگا تو وہ عین اس وقت جب دوپہر کے وقت کاروبار میں زیادہ نفع کمانے کا وقت ہوتا ہے وہ اپنے نفع سے بے نیاز ہو کر جمعہ کی نماز کی طرف لپکتا اور دوڑتا آئے گا۔ کسی کی مدد کرے گا تو اس میں دنیا کے دکھانے کے بجائے محض اللہ کی رضا وخوشنودی کو پیش نظر رکھے گا۔ صدقہ داہنے ہاتھ سے دے گا تو بائیں ہاتھ تک کو خبر نہ ہوگی، حج کو ایک فریضہ زندگی سمجھ کر ادا کرے گا محض خانہ پری یا سیر وتفریح کے لئے نہیں۔ غرضیکہ اس کی زندگی کا ہر کام سچے اعتقاد، یقین محکم اور اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے ہوگا۔ نفع اور نقصان کے وقت ہر حال میں اللہ ہی کو اپنا سب کچھ سمجھے گا۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جن کو ایمان ویقین میں استحکام اور مضبوطی حاصل نہیں ہوتی وہ ایسے مفاد پرست،

لالچی اورخودغرض ہوتے ہیں جودین اسلام کے ایک مکمل ضابطہ حیات کو ماننے کے بجائے محض نفع نقصان کی ترازو سے تولتے رہتے ہیں۔ اگردین اسلام کواپنانے، نیکی اور پرہیزگاری اور بھلائی کے کاموں میں نفع اور فائدہ نظر آتا ہے توان کے نزدیک اس سے اچھا دین اور مذہب کوئی اورنہیں ہوتا لیکن اگران کے معاملات زندگی میں ذرااونچ نیچ ہوجائے انہیں کسی طرح کا نقصان پہنچ جائے تو وہ کہتے ہیں کہ جب سے ہم نے دین داری اورنیکیوں کی زندگی کواختیار کیا ہے ہمیں سوائے نقصان کے اور کیا حاصل ہوا ہے۔ بعض لوگ نمازیں اوروظیفے پڑھتے ہیں جس کا مقصد دنیا کے بعض فائدے حاصل کرنا ہوتے ہیں جب وہ حاصل نہیں ہوتے تو کہتے ہیں کہ اتنے دن ہوگئے ہرطرح کے وظیفے پڑھے نمازیں پڑھیں، حج کئے، صدقات دیئے مگر ہماری ایک تمنا بھی پوری نہیں ہوئی بلکہ نقصان ہی نقصان ہوا ہے اب تو ہماراایمان ہی ہٹتا جارہا ہے وغیرہ وغیرہ۔ گویاایسے لوگوں کے نزدیک عبادات اورنیکیوں کا مفہوم اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ ان کودنیا کے کچھ مفادات حاصل ہوجائیں۔ حاصل ہوگئے تو خوش ہوجاتے ہیں اوراگر حاصل نہ ہوئے تو ان کے ایمان ہل جاتے ہیں اوروہ اسی دین کو برا کہنے لگتے ہیں۔ حالانکہ ایک مومن کا ایمان تواس پر ہونا چاہیے کہ اللہ اس سے راضی ہوجائے اوروہ جوکچھ نیکیاں کررہا ہے اس سے اس کی آخرت درست ہوجائے اوروہ جہنم کی آگ سے بچ جائے۔ دنیا میں اگر فائدہ ملتا ہے تو ٹھیک ہے اوراگراس کواس دنیا میں نہ ملے تو یقیناً آخرت میں اس کواجروثواب ضرور ملے گا۔ اسی بات کوان آیات میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ بعض لوگ کنارے پرکھڑے ہوکر عبادت کرتے ہیں ان کونفع مل جائے تو وہ خوش ہوجاتے ہیں اوراگرکوئی نقصان پہنچ جائے توان کے چہرے بگڑ جاتے ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں تواس زمانہ میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو دیہاتوں اورصحراؤں سے آکر مدینہ میں اسلام قبول کرلیتے۔ اگران کی صحت اچھی ہوتی، اولاد نرینہ پیدا ہوتی اوران کی گھوڑیوں کے ہاں نر پیدا ہوتے اوراولاد خوش حال ہوتی تو کہتے تھے کہ اس سے اچھادین ومذہب کوئی نہیں ہے لیکن اس کے برخلاف اگرکسی کے مال واولاد اورصحت وتندرستی کا نقصان ہوجاتا تو وہ اس دین کو برا بھلا کہنا شروع کردیتے تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک یہودی مسلمان ہوگیا۔ اسلام لانے کے بعداس کی آنکھیں جاتی رہیں۔ اس کا بچہ مرگیا۔ اس کے جان و مال کا بھی نقصان ہوگیا۔ اس نے بے وقوفی سے یہ سمجھا کہ یہ سب کچھ اسلام لانے کی وجہ سے ہوا ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گیااور کہنے لگا کہ مجھے میری بیعت واپس کردو (یعنی میں اسلام کا راستہ چھوڑنا چاہتا ہوں) کہنے لگا کہ میں نے تواس مذہب میں کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔ میری نظر جاتی رہی، میرا بچہ مرگیااور میرے مال کا بھی کافی نقصان ہوگیا ہے (ابن ابی حاتم، بغوی)

ان ہی باتوں کواللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ارشاد فرمایا ہے

بعض لوگ وہ ہیں جو کنارے پر رہ کر عبادت و بندگی کرتے ہیں۔ اگر ان کو کوئی فائدہ پہنچ گیا تو وہ عبادت پر قائم رہتے ہیں لیکن اگر کوئی آزمائش سامنے آگئی تو وہ الٹے پاؤں پھر جاتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا اور آخرت دونوں ہی کو اپنے ہاتھوں برباد کرلیا۔ وہ ایک اللہ کو چھوڑ کر ایسے معبودوں کو پکارتے ہیں جو نہ تو ان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی نفع پہنچانے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ یہ ان کی انتہا درجہ کی گمراہی ہے۔ وہ ایسی چیز کو پکارتے ہیں جس کا نقصان اس کے نفع سے قریب ترین ہے۔ انہوں نے کیسے برے دوست اور بدترین ساتھی بنا رکھے ہیں۔

بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور عمل صالح اختیار کئے ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی (ہر طرح کی راحتیں حاصل ہوں گی) اللہ کی شان یہ ہے کہ وہ جس کام کو کرنا چاہتا ہے کرتا ہے۔ فرمایا کہ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اللہ دنیا اور آخرت میں وحی کے ذریعہ اس کی مدد نہیں کرے گا تو اسے چاہیئے کہ وہ ایک رسی کو آسمان تک تان لے پھر اس کے ذریعہ سے آسمان پر پہنچ کر (اگر ہو سکے تو) اس وحی کے سلسلے کو کاٹ ڈالے (جو ناممکن ہے) پھر دیکھے کہ اس کی یہ تدبیر اور کوشش اس کے غصے کو دور کر سکتی ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ ہم نے قرآن کریم کو کھلی اور واضح دلیلوں کے ساتھ نازل کیا ہے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اس کے ذریعہ سے ہدایت عطا کرتا ہے (لیکن جو ہدایت حاصل نہیں کرنا چاہتا وہ زندگی بھر بدنصیبی کا شکار رہتا ہے)۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ وَالنَّصَارَىٰ وَ
الْمَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ
إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿١٧﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ
فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَ
الْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ ۖ وَكَثِيرٌ حَقَّ
عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۗ وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ

يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۩ ﴿١٨﴾ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ز
فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ط يُصَبُّ مِنْ
فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ج ﴿١٩﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَ
الْجُلُوْدُ ط ﴿٢٠﴾ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿٢١﴾ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ
يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ق وَذُوْقُوْا عَذَابَ
الْحَرِيْقِ ع ﴿٢٢﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ
اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ط وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿٢٣﴾
وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ج وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ
الْحَمِيْدِ ﴿٢٤﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ نِ الْعَاكِفُ
فِيْهِ وَالْبَادِ ط وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ
عَذَابٍ اَلِيْمٍ ع ﴿٢٥﴾

السجدة ٦ — ع ٢/٩ — ع ٣/١٠

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷ تا ۲۵

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے یا وہ لوگ جو یہودی اور ستارہ پرست اور نصاریٰ (مسیحی)
اور آتش پرست اور مشرک بن گئے تو بلاشبہ قیامت کے دن اللہ ان کے درمیان فیصلہ فرما دے گا۔

بے شک اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ، درخت، چوپائے اور بہت سے انسان بھی جن پر عذاب آنا ثابت ہو گیا ہے اس کے سامنے جھکے ہوئے ہیں۔ اور جسے اللہ ذلت دیدے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں ہے۔ بے شک اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ یہ دونوں فریق ہیں جن کے درمیان رب کے معاملے میں جھگڑا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان کے لئے آگ کے لباس کاٹے جا چکے ہیں۔ ان کے سروں پر وہ کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا جس سے ان کے پیٹ میں جو کچھ ہے وہ پگھل جائے گا اور ان کی کھالیں گل جائیں گی اور ان کے لئے لوہے کے گرز ہوں گے۔ جب وہ غم کے مارے اس سے نکلنے کی کوشش کریں گے تو وہ اسی میں دھکیل دیئے جائیں گے اور (کہا جائے گا کہ) تم جہنم میں جلنے کا مزہ چکھو۔ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے ان کے لئے ایسی جنتیں ہوں گی جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ اس میں انہیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے۔ اور اس میں ان کا لباس ریشم کا ہوگا (کیونکہ) انہیں پاکیزہ بات کی طرف ہدایت دی گئی اور ان کی اس اللہ کی طرف رہنمائی کی گئی جو تمام صفات کا مالک ہے۔ بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور وہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے اور مسجد الحرام سے روکتے رہے جسے ہم نے سب لوگوں کے لئے بنایا ہے جس میں مقامی اور باہر سے آنے والوں کے (حقوق) برابر ہیں۔ اور جو شخص بھی راہ راست سے ہٹ کر ظلم کرے گا اسے ہم دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷ تا ۲۵

ھَادُوْا جو یہودی ہو گئے۔ جو یہودی بن گئے۔

اَلصّٰبِئِیْنَ ستاروں کو پوجنے والے۔

اَلنَّصٰرٰی مسیحی۔ عیسائی۔

اَلْمَجُوْسُ	آگ پوجنے والے۔
يَفْصِلُ	وہ فیصلہ کرے گا۔
شَهِيْدٌ	باخبر۔ مطلع۔
دَوَابٌّ (دَابَّةٌ)	زمین پر رینگنے والے جانور۔
يُهِنُ	ذلیل کرتا ہے۔
مُكْرِمٍ	عزت دیا گیا۔
خَصْمٰنِ (خَصْمٌ)	فریق۔ جماعتیں۔
اِخْتَصَمُوْا	وہ لوگ جو جھگڑے۔
قُطِّعَتْ	کاٹی گئی۔ کاٹے گئے۔
ثِيَابٌ (ثَوْبٌ)	کپڑے۔
يُصَبُّ	ڈالا جائے گا۔
اَلْحَمِيْمُ	کھولتا پانی۔ گرم گرم پانی۔
يُصْهَرُ	پگھل جائے گا۔ بہا دیا جائے گا۔
اَلْجُلُوْدُ (جِلْدٌ)	کھالیں۔
مَقَامِعُ	گرز۔ بھاری ہتھوڑے۔
غَمٌّ	گھٹن۔ غم۔
اُعِيْدُوْا	وہ لوٹائے گئے۔ وہ لوٹائے جائیں گے۔

يُحَلَّوْنَ — وہ پہنچائے جائیں گے۔

اَسَاوِرُ (سِوَارٌ) — کنگن۔

ذَهَبٌ — سونا۔

حَرِيْرٌ — ریشم۔

لُؤْلُؤٌ — موتی۔

هُدُوْا — راہ دکھائے گئے۔

اَلْحَمِيْدُ — اللہ تعالیٰ کی صفت۔ تمام تعریفوں والا۔

اَلْعَاكِفُ — رہنے والے۔ مقامی لوگ۔

اَلْبَادُ — باہر سے آنے والا۔

اِلْحَادٌ — مائل ہونا۔ جھکنا۔ ٹیڑھا چلنا۔

تشریح: آیت نمبر ۱۷ تا ۲۵

کچھ لوگ زندگی بھر جائز و ناجائز، اچھے اور برے کی پرواہ کئے بغیر زندگی کی راحتوں کے حاصل کرنے کی جدوجہد میں لگے رہتے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہر طرح کا سکھ چین، راحت و آرام، خوشی اور مسرت مال و دولت کے ذریعہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ان کی تمنا ہوتی ہے کہ ان کے پاس جوانی کی لذتیں راحتیں اور دل موہ لینے والی صدائیں، زیب و زینت کے لئے بہترین ریشمی لباس، کھانے پینے کے لئے سونے چاندی کے برتن، بادشاہوں جیسی شان و شوکت اور ہر چیز میں خود مختاری حاصل ہو جائے۔ اور تاج و تخت سونے چاندی کے کنگن، حسین و جمیل باغات، سرسبز و شاداب باغیچے، بلند و بالا بلڈنگیں، حسین عورتیں شراب و کباب کی بدمست محفلیں اور ہر طرف خوشی ہی خوشی ہو۔ ان ہی تمناؤں اور آرزوؤں کے گرد ان کی پوری زندگی گذر جاتی ہے۔ جب محنتیں اور

تمنائیں کرتے ہوئے بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جاتے ہیں، اعضا کمزور پڑ جاتے ہیں۔ دل میں خواہشیں دم توڑنے لگتی ہیں تو یہ راحت وآرام کے سامان ان کے لئے بے حقیقت بن کر رہ جاتے ہیں اور موت آتے ہی ان تمام چیزوں سے ان کا رابطہ ٹوٹ جاتا ہے۔ وہ تمنائیں جن کے پیچھے وہ دیوانہ وار دوڑتے رہے ہیں اس کا ساتھ چھوڑ دیتی ہیں۔ ایسے لوگ اپنی قبروں میں سوائے حسرت اور افسوس کے اور کچھ بھی نہیں لے کر جاتے۔ دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اس کے برخلاف کچھ وہ لوگ ہوتے ہیں جو زندگی بھر ایمان، عمل صالح، حق وصداقت، نیکیوں اور پرہیزگاریوں کے پیکر بنے رہتے ہیں۔ ان کے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی، اللہ اور رسول کی مکمل اطاعت وفرماں برداری اور نیکیوں کا جذبہ موجزن رہتا ہے۔ وہ ہر کام سے پہلے یہ سوچتے ہیں کہ ہمیں صرف جائز طریقوں پر چل کر راحت وآرام کے اسباب حاصل کرنے ہیں تاکہ زندگی کی راحتیں نصیب ہو جائیں۔

اگر حق وصداقت کی زندگی گذارنے میں انہیں دشواریوں، مصائب اور پریشانیوں سے واسطہ پڑتا ہے تو انہیں اس بات کا پورا یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں انہیں ان تمام باتوں کا بدلہ ضرور عطا فرمائیں گے۔ ایسے لوگوں کی دنیاوی زندگی اور آخرت کی زندگی کامیابیوں سے ہمکنار ہوتی ہے۔ حق وباطل پر چلنے والے یہی دو گروہ ہیں جن کے متعلق ان آیات میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

فرمایا کہ ایک طرف تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کیا ہے اور وہ اس دنیا میں ہر اس بات سے رک گئے ہیں جن سے انہیں منع کیا گیا تھا تو آخرت میں انہیں ہر طرح کی راحتیں عطا کی جائیں گی۔ جو مرد اللہ کے حکم کے تحت ریشمی لباس جس کے پہننے کی ممانعت کی گئی تھی اس سے اس دنیا میں رک گئے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کو ایسے ریشم کا لباس پہنائیں گے جو جنت ہی میں تیار ہوگا۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اہل جنت کا ریشمی لباس جنت کے پھلوں سے تیار کیا جائے گا۔ (نسائی)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک ایسا درخت ہوگا جس سے ریشم پیدا ہوگا اور اہل جنت کا لباس اسی ریشم سے تیار کیا جائے گا۔ (ترمذی)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے (۱) جو مرد دنیا میں ریشم والا لباس پہنے گا اس کو آخرت میں ریشمی لباس نہ دیا جائے گا۔ (۲) جو دنیا میں شراب پیئے گا وہ آخرت میں شراب سے محروم رہے گا۔ (۳) جو شخص دنیا میں سونے

چاندی کے برتنوں میں کھائے گا وہ آخرت میں سونے چاندی کے برتنوں میں نہ کھا سکے گا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ یہ تینوں چیزیں اہل جنت کے لئے مخصوص ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جنت کی راحتیں اور سکون ان لوگوں کو حاصل ہوگا جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا راستہ اختیار کیا ہوگا۔ اس کے برخلاف جن لوگوں نے یہودیت اور عیسائیت، ستارہ پرستی اور آگ پرستی اور کفر و شرک کا راستہ اختیار کیا ہوگا وہ جنت کی راحتوں سے محروم رہیں گے۔ قیامت کے دن اس کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔

جن لوگوں نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کا طریقہ اختیار کیا ہوگا ان کی سزا یہ ہوگی کہ جہنم کی آگ ان کو چاروں طرف سے اس طرح گھیر لے گی جس طرح لباس انسانی بدن کو گھیر لیتا اور ڈھانپ لیتا ہے۔ پھر ہتھوڑوں سے ان کے سر کچل کر ان پر ایسا گرم اور کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا جس سے ان کے نہ صرف بدن جھلس جائیں گے بلکہ ان کے پیٹ کے اندر تک کے حصوں کو جلا کر راکھ کر دیا جائے گا۔ پھر ان کو اصل حالت پر لوٹا کر دوبارہ سزا دی جائے گی اور یہ سلسلہ چلتا ہی رہے گا۔ اگر وہ اس سے نکلنے کی کوشش کریں گے تو ان کو دوبارہ اسی جہنم کی طرف دھکیل دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ تم اپنے کئے کا مزہ چکھو۔

اس کے برخلاف وہ لوگ جو ایمان اور عمل صالح کے راستے پر چلیں گے ان کے لئے ایسی جنتیں ہوں گی جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔ ان کو سونے چاندی اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ ان کا ریشمی لباس ہوگا۔ ہر طرف سے خیر و بھلائی کی صدائیں ہوں گی لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر کی روش اختیار کرتے ہوئے اللہ کے گھر سے لوگوں کو صرف اس لئے روکا ہوگا کہ وہ اس میں اللہ کا نام کیوں لیتے ہیں یا بیت اللہ کی زیارت سے لوگوں کو کسی بھی طرح روکا ہوگا یا مقامی اور باہر سے آنے والے زائرین کے راستے میں رکاوٹیں ڈالی ہوں گی تو ان کو اس کی سزا دنیا اور آخرت میں دی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کے انسانوں کو اس طرف متوجہ فرمایا ہے کہ کیا وہ کائنات میں یہ نہیں دیکھتے کہ زمین و آسمان، چاند، سورج ستارے پہاڑ درخت اور ہر جان دار اسی ایک اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے اس کے سامنے سجدے کی حالت میں ہیں۔

یہ کائنات اور اس کا ذرہ ذرہ اللہ نے انسان کے لئے پیدا کیا۔ کائنات کی ہر چیز تو اللہ کے سامنے جھکی ہوئی ہے لیکن انسان کتنا ناشکرا ہے کہ وہ اپنے اللہ کو بھول کر اس کے سامنے سر جھکانے کے بجائے غرور، تکبر اور کفر و شرک کا راستہ اختیار کئے ہوئے ہے۔

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا
تُشْرِكْ بِیْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِیَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَ
الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا
وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿۲۷﴾ لِّيَشْهَدُوْا
مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ
عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا
وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ
وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾
ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ
وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰی عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا
الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾
حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا
خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِیْ بِهِ الرِّيْحُ فِیْ
مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾ ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ
تَقْوَی الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ
مَحِلُّهَآ اِلَی الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾

ع ۴ / ۸ / ۱۱

ترجمہ: آیت نمبر ۲۶ تا ۳۳

اور یاد کرو جب ہم نے ابراہیم کو بیت اللہ کی جگہ بتادی اور (ہم نے حکم دیا کہ) اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا۔ اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لئے پاک رکھنا۔ اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو۔ وہ تمہارے پاس دور دراز سے پیدل اور دبلی اونٹنیوں پر چل کر آئیں گے تا کہ وہ ان فائدوں کو دیکھیں جو ان کے لئے رکھے گئے ہیں۔ اور وہ (حج کے) مقرر دنوں میں ان جانوروں پر جو ہم نے ان کو دیئے ہیں (ذبح کرتے وقت) اللہ کا نام لیں۔ اس سے خود بھی کھائیں اور تنگ دست کو بھی کھلائیں۔ پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور پھر اپنے واجبات پورے کریں اور قدیم گھر (بیت اللہ) کا طواف کریں۔ یہ ہے (تعمیر بیت اللہ کا مقصد) اور جو شخص شعائر اللہ کی تعظیم کرے گا تو یہ اس کے پروردگار کے نزدیک خود اسی کے لئے بہتر ہے۔ اور تمہارے لئے مویشی حلال کر دیئے گئے ہیں ان کے سوا جو تم پر پڑھ دیئے گے (سنا دیئے گئے)۔ پس تم بتوں کی گندگی سے دور رہو اور جھوٹی بات سے بچو۔ اللہ کے لئے ایک رخ پر ہو جاؤ اور شرک کرنے والے نہ بنو۔ اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا گویا وہ بلندی سے گر گیا (اللہ کو اس کی کوئی پروا نہیں ہے کہ)۔ اب اس کو پرندے اچک کر لے جائیں یا اس کو ہوا ایسی جگہ اٹھا کر پھینک دے جو دور کی جگہ ہو۔ یہ (ایک سچائی) ہے اور جو شخص اللہ کے شعائر کا احترام کرے گا تو وہ دلوں کی پرہیز گاری کی بات ہے۔ ان (مویشیوں میں) ایک مقرر مدت تک فائدے (حاصل کرنا جائز) ہیں۔ پھر ان کی (قربانی) کی جگہ اسی قدیم گھر کے پاس ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۶ تا ۳۳

بَوَّأْنَا — ہم نے ٹھکانہ دیا۔ پناہ دی۔

طَهِّرْ — پاک رکھ۔

قَائِمِيْنَ	کھڑے ہونے والے۔
اَذِّنْ	اعلان کردے۔
رِجَالًا (رَاجِلٌ)	پیدل چلنے والے۔
ضَامِرٌ	دبلی پتلی اونٹیاں۔
فَجٌّ	راستہ۔
عَمِيْقٌ	گہرا۔دور تک جانے والا راستہ۔
لِيَشْهَدُوْا	تاکہ وہ دیکھے۔تاکہ وہ حاضر ہو۔
بَهِيْمَةٌ	مویشی۔
اَلْاَنْعَامُ	جانور۔
اَطْعِمُوْ	کھلاؤ۔
اَلْبَائِسُ	بدحال۔
لِيَقْضُوْا	تاکہ وہ دور کرے۔
تَفَثٌ	میل کچیل۔
نُذُوْرٌ (نَذْرٌ)	منتیں (ارکان حج وقربانی)۔
اَلْعَتِيْقُ	پرانا۔قدیم۔
يُعَظِّمُ	تعظیم کرتا ہے۔احترام کرتا ہے۔
حُرُمَاتُ اللّٰهِ	اللہ کی محترم باتوں کی۔شائراللہ کی۔

اِجْتَنِبُوْا	تم بچو۔
اَلرِّجْسُ	گندگی۔
اَوْثَانٌ	بت۔ بتوں۔
اَلزُّوْرُ	جھوٹ۔ گھڑی ہوئی بات۔
حُنَفَاءُ (حَنِيْفَةٌ)	یکسو ہونے والے۔ ایک رخ اختیار کرنے والے۔
خَرَّ	گر پڑا۔
تَخْطَفُ	اچک لیتی ہے۔
سَحِيْقٌ	دور۔ بہت دور۔ دور دراز۔

تشریح: آیت نمبر ۲۶ تا ۳۳

اعلان نبوت کے وقت مکہ مکرمہ اور آس پاس کے رہنے والے قبیلوں کے اکثر لوگ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا بے حد احترام کرتے اور ان کی طرف اپنی نسبت کرنے پر فخر کرتے تھے لیکن ان تمام محبتوں اور نسبتوں کے باوجود وہ لوگ مشرکانہ اور جاہلانہ عقیدوں کی گندگیوں میں مبتلا تھے۔ جن مشرکانہ عقائد سے دور رہنے کے لئے حضرت ابراہیمؑ نے بے انتہا قربانیاں پیش کیں، جدوجہد کی اور ہر طرح کی تکلیفیں برداشت کیں اور جن باتوں سے وہ زندگی بھر روکتے رہے وہی ساری حرکتیں کرنے میں کفار مکہ سب سے آگے تھے۔

(۱) حضرت ابراہیمؑ بت شکن تھے لیکن ان کے نام پر فخر کرنے والوں نے اللہ کے گھر میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔

(۲) وہ اللہ کے گھر میں اللہ سے مانگنے کے بجائے اپنی حاجتوں، ضرورتوں اور تمناؤں کو (اپنا سفارشی سمجھ کر) بے جان اور بے حقیقت بتوں سے مانگتے تھے۔

(۳) وہ اپنی قربانیوں کے جانوروں کو اللہ کا نام لینے کے بجائے بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے جس کے لئے انہوں

نے طرح طرح کی رسمیں گھڑ رکھی تھیں۔

(۴) حج جیسی عبادت کے بعد وہ عکاظ میں میلے ٹھیلے مناتے جس میں کھیل کود، مشاعرے، ناچ رنگ کی محفلیں اور بے حیائیوں کے انداز اختیار کرتے تھے۔

(۵) انہوں نے اللہ کے گھر کو اپنی ذاتی جاگیر بنا رکھا تھا جس کو چاہتے بیت اللہ کی زیارت سے روک دیتے تھے اور جس کو چاہتے اجازت دیتے تھے۔

(۶) عقیدوں کی لاتعداد گندگیوں میں مبتلا تھے۔

(۷) وہ اللہ کے شعائر (نشانیوں) کا احترام نہ کرتے تھے۔

ان آیات میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ جب طوفان نوحؑ میں بیت اللہ شریف کی دیواریں گر چکی تھیں تو اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے اس گھر کی دوبارہ تعمیر فرمائی تھی انہوں نے اس بات کا کھل کر اعلان کر دیا تھا کہ یہ گھر صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کے لئے ہے جس میں ہر طرح کے مشرکانہ عمل اور کافرانہ رسموں سے مکمل پرہیز کیا جائے گا۔ لیکن کفار مکہ نے حضرت ابراہیمؑ کی قربانیوں، مقصد اور مشن کو قطعاً نظر انداز کر دیا تھا اور جہالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ نے اپنے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد ﷺ کو بھیج کر ان تمام باتوں کی طرف متوجہ کیا ہے جن کو لے کر حضرت ابراہیمؑ بھیجے گئے تھے۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کی زبان مبارک سے یہ کہلایا گیا ہے کہ اے لوگو!

(۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔

(۲) اللہ کے گھر طواف کرنے والوں، وہاں کے رہنے والوں، رکوع اور سجود کرنے والوں کے لئے (بتوں کی ہر گندگی سے) اس گھر کو پاک و صاف رکھو۔

(۳) حج کے لئے اذن عام ہے ہر شخص جس طرح اور جیسے جس سواری پر سوار ہو کر آ سکتا ہے آئے اور اس عبادت کے ہر طرح کے فائدوں کو کھلی آنکھوں سے دیکھے۔

(۴) تمام مویشیوں کو اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے۔ بتوں کے نام پر ذبح نہ کیا جائے۔ ان جانوروں کے گوشت کو خود بھی کھائے (مستحب ہے کہ) غریبوں اور رشتہ داروں کو بھی کھلائے۔

(۵) حج کے بعد اللہ کا ذکر کیا جائے اور ہر طرح کی جسمانی اور روحانی پاکیزگی حاصل کی جائے۔

(٦) جو جائز منتیں مان رکھی ہیں ان کو پورا کیا جائے۔

(٧) حج کے بعد بیت اللہ کا طواف (طواف زیارت) کیا جائے اور خوب دیوانہ وار بیت اللہ کے گرد طواف کئے جائیں۔

(٨) دلوں کا تقویٰ حاصل کرنے کے لئے اللہ کے شعائر (بیت اللہ، صفا، مروہ، منیٰ، عرفات، مساجد، قرآن) کا احترام کیا جائے۔

(٩) بیت اللہ کو ہر طرح کے بتوں سے پاک وصاف رکھا جائے۔

(١٠) ہر طرح کی جھوٹ، من گھرٹ رسموں اور جھوٹی باتوں سے دور رہا جائے۔

(١١) بیت اللہ میں صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

(١٢) حج کی تمام قربانیوں کے جانوروں کو حرم محترم ہی میں (مقرر دنوں میں) ذبح کیا جائے۔

یہی وہ احکامات ہیں جن کو ان آیات میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ ان آیات کے سلسلہ میں چند باتیں وضاحت کے لئے پیش ہیں۔

بخاری و مسلم میں روایت ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر دس مرتبہ ہوئی ہے۔

(١) اللہ کے حکم سے اللہ کے فرشتوں نے سب سے پہلے بیت اللہ کی تجویز کی گئی جگہ پر تعمیر کی۔

(٢) حضرت آدمؑ نے تعمیر فرمائی۔

(٣) حضرت شیثؑ نے۔

(٤) حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ نے۔

(٥) عمالقہ نے۔

(٦) حارث جرہمی نے۔

(٧) قریش کے مورث اعلیٰ قصی نے۔

(٨) قریش مکہ نے۔

(٩) سنہ ٦٤ھ میں حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے

(١٠) اور حجاج ثقفی نے

گیارہوں صدی ہجرت میں مکہ مکرمہ میں زبردست طوفانی بارش ہوئی جس سے بیت اللہ شریف میں پانی بھر گیا۔ پانی اتنا اونچا تھا کہ پانی بیت اللہ کے دروازے (ملتزم) تک پہنچ گیا تھا۔ اس طوفان سے رکن شامی اور غربی دیوار کو زبردست نقصان پہنچا اور دیواریں شکستہ ہوگئی تھیں سلطان مراد کے حکم سے دوبارہ تعمیر بیت اللہ کی گئی۔ موجودہ زمانہ میں بیت اللہ کی یہی عمارت ہے جس پر کوئی اضافہ نہیں ہوا۔

☆ اللہ نے اب حرمین کی حفاظت اور ہر طرح کی عقیدہ کی گندگیوں سے پاک صاف رکھنے کا یہ انتظام فرمادیا کہ حرمین میں کسی غیر مسلم کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ موجودہ سعودی حکومت توحید کے عقیدے پر اس سختی سے قائم ہے کہ اگر یہ سلسلہ جاری رہا (اور انشاء اللہ جاری رہے گا) تو کبھی عقیدے کی گندگی بھی اس گھر تک نہ پہنچ سکے گی۔ کیونکہ حکومت سعودی عربیہ اس بات کی ہر ممکن کوشش کر رہی ہے کہ بیت اللہ شریف اور روضہ مبارک پر کوئی کسی طرح کی فضول رسم جاری نہ ہونے پائے۔ اگر بیت اللہ شریف کا انتظام ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتا جنہوں نے معمولی معمولی قبروں کو سجدہ گاہ بنادیا ہے تو نجانے بیت اللہ شریف اور روضہ مبارک پر کیا کچھ نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ حکومت سعودی عربیہ کو مزید ہمت و طاقت عطا فرمائے اور اللہ کا گھر قیامت تک ہر طرح کی گندگیوں سے محفوظ رہے۔ آمین

☆ فرمایا کہ حج کے فائدوں کو ہر شخص کھلی آنکھوں سے دیکھے۔ اگرچہ بعض دنیاوی فائدے حاصل کرنے کی بھی اجازت ہے لیکن درحقیقت یہ فائدہ ہر شخص کو کھلی آنکھوں سے نظر آتا ہے کہ جو سکون قلب اور تکمیل کا احساس حج کے دوران نصیب ہوتا ہے وہ ساری دنیا کی دولت خرچ کرنے کے باوجود نصیب نہیں ہوسکتا۔ یہ دعاؤں کا مرکز ہے۔ یہاں ہر شخص براہ راست اپنے اللہ سے مانگتا ہے اور ایک خاص سکون حاصل کرتا ہے۔ اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ پھر حج کے بعد اس کی حاضری نبی کریم ﷺ کے روضہ مبارک پر ہوتی ہے یہاں انوارات اور برکتوں کا ایک سلسلہ ہے جو انسان کو کھلی آنکھوں سے نظر آتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس فائدے کے سامنے ہر فائدہ بہت معمولی ہے بلکہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

☆ حج کے دنوں میں اور بعد میں جب تک جانوروں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیا جائے اس وقت تک وہ حلال نہیں ہوتے۔ کفار بتوں کے نام پر جانوروں کو ذبح کرتے تھے ایک مومن کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ہر حلال جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح کرے۔ اللہ کا نام لئے بغیر کسی جانور کا ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ جس وقت جانور کو ذبح کیا جارہا ہے اسی وقت اللہ کا نام لیا جائے۔

☆ اس سفر میں باہمی محبت، خلوص اور ہم آہنگی کی ایک ایسی فضا پیدا ہوتی ہے جس سے اہل ایمان کو ایک خاص

قوت وطاقت حاصل ہوتی ہے۔ ہر ایک کا ایک ہی لباس ہوتا ہے خواہ وہ بادشاہ ہو یا ایک غریب آدمی۔ ایک ہی کلمہ، ایک ہی جذبہ اور ایک ہی رخ ہوتا ہے۔ یہ فائدے بھی ہیں جو انسان کو کھلی آنکھوں سے نظر آتے ہیں۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا
لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ
فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ﴿٣٤﴾
الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ
مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿٣٥﴾
وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ ۖ
فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ ۖ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا
فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا
لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٣٦﴾ لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا
دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ سَخَّرَهَا
لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ ۗ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ ﴿٣٧﴾
إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ
خَوَّانٍ كَفُورٍ ﴿٣٨﴾

الثلثة ع ٥ ١٢

ترجمہ: آیت نمبر ۳۴ تا ۳۸

ہم نے ہر امت کے لئے قربانی مقرر کی ہے تا کہ وہ (ذبح کرتے وقت) اللہ کا نام ان مویشی جانوروں پر لیں جو ہم نے ان کو دیئے ہیں۔ پس تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تم اسی کے فرماں بردار بنو۔ اور اے نبی ﷺ! عاجزی سے گردن جھکانے والوں کو خوش خبری دیدیجئے۔ وہ لوگ کہ جب وہ اللہ کا ذکر سنتے ہیں تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔ جو مصیبت ان پر آتی ہے اس پر وہ صبر کرتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔ اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لئے شعائر اللہ (اللہ کی نشانیاں) مقرر کیا ہے۔ اس میں تمہارے لئے خیر اور بھلائی ہے انہیں کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لو اور ان کو نحر کر دو۔ پھر جب وہ اپنے پہلو پر گر جائیں تو اس میں سے خود بھی کھاؤ۔ ان کو بھی کھلاؤ جو قناعت کئے بیٹھے ہیں اور ان کو بھی کھلاؤ جو سوال کرنے والے ہیں۔ ہم نے ان جانوروں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے تا کہ تم شکر ادا کرو۔ ان جانوروں کا گوشت اور ان کا خون اللہ کو ہر گز نہیں پہنچتا اللہ کو تمہارے (دلوں کا) تقویٰ پہنچتا ہے۔ ہم نے ان جانوروں کو تمہارے بس میں کر دیا ہے تا کہ تم اس اللہ کی بڑائی بیان کرو جس نے تمہیں راہ سمجھائی ہے۔ اور اے نبی ﷺ! نیک کام کرنے والوں کو خوش خبری سنا دیجئے۔ اور بلا شبہ اللہ تعالیٰ (دشمنوں کے ضرر کو) ان لوگوں سے دور کرتا ہے جو ایمان لے آئے ہیں اور بے شک اللہ کو ناشکرا اور دغا باز انسان پسند نہیں ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۴ تا ۳۸

مَنسَكًا قربانی۔

بَهِيمَةُ الْاَنْعَامِ بے زبان چوپائے۔

اَلْمُخْبِتِينَ عاجزی سے گردن جھکانے والے۔

وَجِلَتْ	ڈرگئی۔(ڈرگئے)۔
اَلْبُدْنَ (بُدْنَةٌ)	بڑے بدن والا جانور۔اونٹ۔
شَعَائِرٌ (شَعِيْرَةٌ)	نشانیاں۔
صَوَافَّ	سیدھا کھڑا کرنا۔تین پاؤں پر کھڑا رہا۔
جُنُوْبٌ (جَنْبٌ)	پہلو۔
اَلْقَانِعُ	قناعت کرنے والا۔نہ مانگنے والا۔
سَخَّرْنَا	ہم نے بس میں کر دیا۔مسخر کر دیا۔
لَنْ يَّنَالَ	ہرگز نہ پہنچے گا۔
لُحُوْمٌ (لَحْمٌ)	گوشت۔
دِمَاءٌ (دَمٌ)	خون۔
يُدَافِعُ	وہ دور کرے گا۔
خَوَّانٌ	بے ایمان۔دغاباز۔
كَفُوْرٌ	ناشکرا۔

تشریح: آیت نمبر ۳۴ تا ۳۸

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبیؐ! آپ ایسے نیکو کاروں کو (جنت کی) خوشخبری سنا دیجئے جو لوگ ایمان پر قائم رہتے ہیں ان کی حفاظت خود حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کیونکہ اس کو شکر گذار بندے اور عاجزی کرنے والے پسند ہیں لیکن جھوٹے دغاباز اور ناشکرے لوگوں کو اللہ پسند نہیں فرماتا۔

ان آیات سے متعلق چند باتوں کی وضاحت

☆ اللہ تعالیٰ نے ہر شریعت میں اپنی رضا و خوشنودی کے لئے قربانیوں کو لازمی قرار دیا تھا مگر بعد میں آنے والوں نے اپنے جھوٹے معبودوں پر جانوروں کو قربان کرنا شروع کر دیا اور اس بات کو بھول گئے کہ اللہ نے ان پر مویشیوں کی قربانی کیوں لازمی قرار دی تھی۔ انہوں نے طرح طرح کی رسموں کے ذریعہ قربانی کی اس روح کو فنا کر دیا تھا یہاں تک کہ وہ اپنے جانوروں کی قربانیاں کر کے ان کا گوشت بیت اللہ میں لا کر رکھتے اور ان کے خون کو بیت اللہ کی دیواروں پر مل کر یہ سمجھتے تھے کہ انہوں نے قربانی کا حق ادا کر دیا ہے اور گوشت اور خون اللہ تک پہنچا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عقیدے کی نفی کرتے ہوئے فرمایا کہ مومنوں کے دلوں کا تقویٰ اللہ کو پہنچتا ہے۔ یہ گوشت اور خون اللہ کو نہیں پہنچتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ گذشتہ شریعتوں میں محض جانوروں کو قربان کرنا عبادت سمجھا جاتا تھا لیکن دین اسلام جس قربانی کا ذکر کرتا ہے وہ ان قربانیوں سے بہت مختلف ہے کیونکہ یہ قربانی جس کو نبی کریم ﷺ اور آپ کی امت کرتی آرہی ہے وہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی مخلصانہ قربانیوں کی یادگار ہے۔ لہٰذا یہ قربانی ہر صاحب استطاعت پر واجب ہے اور یہ حکم قیامت تک جاری رہے گا وہ حج کے دنوں کے لئے اور منیٰ تک محدود نہیں ہے بلکہ ساری دنیا کے وہ مسلمان جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں ان پر قربانی کرنا واجب ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ دس سال تک مدینہ منورہ میں رہے اور ہر سال آپ (بڑے اہتمام سے) قربانی کرتے رہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص استطاعت رکھتا ہو اور پھر بھی وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

جس نے عید کی نماز سے پہلے ذبیحہ کر لیا اس کو چاہیے کہ وہ دوبارہ قربانی کرے۔ جس نے نماز کے بعد قربانی کی اس کی قربانی پوری ہو گئی۔ اور اس نے مسلمانوں کا طریقہ پالیا۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں عید الاضحیٰ کی نماز پڑھائی۔ بعض لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ آپ قربانی کر چکے ہیں انہوں نے اپنے اپنے جانور ذبح کر دیئے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ مجھ سے پہلے جس نے قربانی

کرلی ہے وہ دوبارہ کرے۔

یہ روایات جن کو بیان کیا گیا ہے بخاری، مسلم، ابن ماجہ اور مسند احمد کی معتبر ترین احادیث ہیں جن پر علماء امت نے بھرپور اعتماد کا اظہار فرمایا ہے جس سے یہ بات بالکل واضح طریقہ پر سامنے آتی ہے کہ جانوروں کی قربانی کرنا حج کے دنوں میں منیٰ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ پوری دنیا میں جہاں بھی مسلمان آباد ہیں ان کے صاحب استطاعت لوگوں پر ان جانوروں کی قربانی کرنا واجب ہے۔ جس کی شریعت نے جیسے اجازت دی ہے اس پر اسی طرح عمل کیا جائے مثلاً اونٹ میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں اور گائے، بیل میں بھی سات آدمی شرکت کر سکتے ہیں چنانچہ حضرت جابر ابن عبداللہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں قربانی میں شریک ہونے کی اجازت دی ہے اونٹ سات آدمیوں کے لئے اور گائے سات آدمیوں کے لئے (مسلم)

☆ بکرا، بکری، بھیڑ، دنبہ میں صرف ایک حصہ ہے یعنی ایک آدمی ایک بکرا یا ایک بھیڑ قربان کردے تو اس کا واجب ادا ہوجاتا ہے۔

☆ اونٹ کو نحر کیا جائے گا اور بقیہ جانوروں کو ذبح کیا جائے گا۔ اونٹ کو گرا کر اس کا ذبیحہ ناجائز ہے۔ حکم یہ ہے کہ اونٹ کو کھڑا کر کے اس کا بایاں پاؤں باندھ دیا جائے اور اونٹ کو کھڑے کھڑے نیزہ یا تیز تلوار یا تیز اور لمبی چھری حلقوم میں گھونپ دی جائے۔ اس سے خون کا ایک فوارہ نکلتا ہے۔ خون نکلتے نکلتے وہ اونٹ ایک طرف گر جاتا ہے کچھ دیر وہ تڑپتا رہتا ہے پھر وہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ جب اونٹ کی پوری طرح جان نکل جائے اور وہ ٹھنڈا ہوجائے تو اس کی کھال اتار کر اس کا گوشت خود بھی کھائے اور شریعت کے احکامات کے مطابق دوسروں کو بھی کھلائے۔ اونٹ کے علاوہ تمام جانوروں کو ذبح کیا جائے یعنی جانوروں کو لٹا کر تیز چھری سے ان کا گلا اس طرح کاٹا جائے گا کہ اس جانور کا سر بقیہ بدن سے جدا نہ ہو۔

☆ ذبیحہ اور نحر کے وقت اللہ کا نام لینا ضروری ہے کیونکہ اللہ کا نام لئے بغیر ذبح کرنے سے جانور حلال نہیں ہوتا۔ اللہ کا نام لینے کا طریقہ یہ ہے کہ جس وقت جانور ذبح ہورہا ہے اسی وقت ہر جانور پر اللہ کا نام لیا جائے تب وہ جانور حلال ہوگا لیکن موجودہ دور میں مشین کے ذریعہ جو ذبیحہ کیا جاتا ہے وہ حلال نہیں ہے کیونکہ محض مشین کے بٹن پر اللہ کا نام لینا اور یہ سمجھنا کہ ایک مرتبہ اللہ کا نام لے کر جو مشین چلائی گئی ہے اس سے سارے جانور حلال ہوجاتے ہیں یہ ایک غلط فہمی ہے۔ اس کے لئے میرا رسالہ ''مشینی ذبیحہ کی شرعی حیثیت'' پڑھ لیا جائے وہاں آپ کو اس کی تفصیلات اور علماء کے فتاویٰ بھی مل جائیں گے۔

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ
عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝٣٩ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ
اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ
بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ
فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ
عَزِيْزٌ ۝٤٠ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا
الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝٤١

ترجمہ: آیت نمبر ۳۹ تا ۴۱

جن لوگوں کے خلاف جنگ کی جارہی ہے ان کو اذن (جہاد) دیدیا گیا ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔ اور یقیناً اللہ ان کی مدد پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ یہ لوگ بلا وجہ اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے ہیں (اس وجہ سے کہ) وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے۔ اگر اللہ ایک کو دوسرے کے ذریعے ہٹایا نہ کرتا تو راہبوں کی عبادت گاہیں، گرجے، عبادت خانے اور وہ مسجدیں ڈھادی جاتیں جن میں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ یقیناً اللہ ان کی ضرور مدد کرے گا جو اس کی مدد کرتے ہیں بلاشبہ اللہ بڑا طاقت والا اور زبردست ہے۔ وہ لوگ جنہیں اگر ہم زمین میں جماؤ عطا کردیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوۃ ادا کریں گے نیک کاموں کا حکم دیں گے اور ہر برے عمل سے روکیں گے۔ اور ہر کام کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے۔

لغات القرآن آیت ۳۹ تا ۴۱

اُذِنَ — اجازت دے دی گئی۔

يَقْتَلُوْنَ	وہ لڑتے ہیں۔
دِيَارٌ (دَارٌ)	گھر۔مکانات۔
دَفْعٌ	دور کرتا ہے۔
هُدِّمَتْ	ڈھا دیئے گئے۔
صَوَامِعُ (صُوْمَعَةٌ)	ترک دنیا کرنے والوں کی عبادت گاہ۔
بِيَعٌ (بِيْعَةٌ)	نصاریٰ کے گرجا گھر۔
صَلَوٰتٌ	یہودیوں کے عبادت خانے۔
يُذْكَرُ	یاد کیا گیا۔یا کیا جاتا ہے۔
مَكَّنَّا	ہم نے غلبہ دیا۔ہم نے جماؤ عطا کر دیا۔
عَاقِبَةٌ	انجام۔

تشریح: آیت نمبر ۳۹ تا ۴۱

سورۃ الحج کی ان آیات میں چند بنیادی اور اہم مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔ان آیات کی تشریح سے پہلے اگر اس پس منظر کو سامنے رکھا جائے جن حالات میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی منشا کو سمجھنے میں آسانی ہو جائے گی۔پس منظر یہ ہے۔

اعلان نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے جان نثار صحابہ کرامؓ کو مسلسل تیرہ سال تک اس طرح ستایا گیا اور ظلم و زیادتی کی انتہا کر دی گئی جس کے تصور سے روح کانپ اٹھتی ہے۔صحابہ کرامؓ کو مارنا، پیٹنا، گرم تپتے پتھروں اور جسم کو جھلسا دینے والے ریت پر ننگے بدن لٹا کر اوپر سے سینے پر بھاری پتھر رکھ دینا۔کنکریلے پتھروں پر گھسیٹنا، کھانے پینے کی چیزوں کو روکنا، میل جول چھوڑ دینا اور طرح طرح کے طعنے دینا وغیرہ۔ان سنگین حالات میں صحابہ کرامؓ کو حکم تھا کہ وہ کفار کے ہر ظلم و ستم کے جواب

میں تحمل، صبر اور برداشت سے کام لیں۔ دوسری طرف خود نبی کریم ﷺ کو کفار ہر طرح کی اذیتیں پہنچانے میں کسر اٹھا نہ رکھتے تھے۔ جب آپ دین حق کی طرف بلانے کی جدوجہد کرتے تو قریشی نوجوان اور بچے شور ہنگامہ کرتے تاکہ آپ کی بات کسی کے کانوں تک نہ پہنچنے پائے۔ جب آپ طائف تشریف لے گئے تو وہاں آپ کی بات سننے کے بجائے اتنے پتھر برسائے گئے کہ آپ لہولہان ہو گئے۔ جب مکہ کی سرزمین صحابہ کرامؓ کے لئے تنگ ہوتی چلی گئی تو نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ پھر اللہ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے بھی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی جیسے ہی صحابہ کو اس کا علم ہوا تمام جاں نثاران مصطفیٰ مدینہ منورہ پہنچ گئے اور اس طرح تمام مومنین نے مدینہ منورہ کو اپنا مرکز بنا لیا۔ مفسرین نے حضرت صہیب رومی، حضرت ام سلمہؓ اور ان کے شوہر ابو سلمہؓ اور حضرت عباس ابن ربیعہؓ وغیرہ کے واقعات کو نقل کر کے بتایا ہے کہ خاص طور سے ان حضرات کو اس بری طرح ستایا گیا جو ناقابل تصور ہے اور اس طرح وہ اپنا گھر بار چھوڑنے پر مجبور کر دیئے گئے کفار قریش نے مدینہ منورہ میں بھی آپ کو چین سے نہ بیٹھنے دیا اور کئی جنگیں مسلط کر دی گئیں۔

۶ ہجری میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے ساتھ چودہ سو صحابہ کرامؓ ذوالحلیفہ سے احرام باندھ کر عمرہ کی نیت سے روانہ ہوئے تو عرب کے دستور کے مطابق ایک ایک تلوار کے سوا کوئی ہتھیار نہیں لیا گیا۔ آپ کے ساتھ قربانی کے جو جانور تھے آپ نے ان کو قلادے پہنائے اور اونٹ کے کوہانوں کو چیر کر اس بات کا نشان بنا دیا کہ یہ جانور اللہ کے گھر میں قربانی کے لئے جا رہے ہیں۔ جب قریش کو اس بات کا علم ہوا تو وہ بوکھلا اٹھے۔ مجلس شوریٰ منعقد کر کے یہ فیصلہ کیا کہ آپ ﷺ کو اور آپ کے صحابہ کرامؓ کو مکہ میں داخل ہونے سے روکا جائے۔ جب آپ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے عام راستہ چھوڑ کر ایک دوسرا پر پیچ راستہ اختیار کیا جو پہاڑی گھاٹیوں کے درمیان سے ہو کر گذرتا تھا۔ اور اسی طرح آپ ﷺ حدیبیہ کے مقام پر مقیم ہو گئے۔ آپ ﷺ نے اعلان فرمادیا کہ ہم صرف زیارت بیت اللہ کے لئے آئے ہیں لڑنے کے لئے نہیں آئے۔ قریشیوں کی ہر کوشش ناکام ہو گئی۔ قریشیوں نے صورت حال کی نزاکت محسوس کر کے سہیل بن عمرو کو صلح کے معاملات طے کرنے کے لئے روانہ کر دیا اور یہ تاکید کر دی کہ صلح میں لازمی طور پر یہ بات طے کی جائے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ اس سال واپس چلے جائیں اور اگلے سال تین دن کے لئے بغیر اسلحہ لئے ہوئے آئیں۔ عمرہ ادا کریں اور واپس چلے جائیں۔ کافی طویل گفتگو کے بعد کچھ نکات طے پا گئے۔ شرائط یہ تھیں (۱) اس سال مسلمان واپس چلے جائیں اور آئندہ سال آ کر عمرہ ادا کریں۔ (۲) یہ معاہدہ دس سال کے لئے ہوگا جس میں جو جس کے ساتھ ملنا چاہتا ہے وہ مل لے اور ایک دوسرے پر کوئی حملہ نہیں کرے گا۔ (۳) جو شخص اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر بھاگ کر مدینہ آئے گا اس کو واپس کیا جائے گا لیکن جو شخص مدینہ سے قریش کے پاس آ جائے گا وہ واپس نہیں کیا جائے گا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ

سے اس معاہدہ کو تحریر کرایا اس معاہدہ کے بعد آپ ﷺ نے احرام کھول دیا۔ جانور ذبح کئے اور سر منڈایا۔ آپ کے صحابہ اس معاہدہ کو اپنی شکست سمجھ رہے تھے دل ہی دل میں گھٹن بھی محسوس کر رہے تھے مگر جب انہوں نے نبی کریم ﷺ کے عمل کو دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے احرام کھول دیئے۔ اگر ذرا بھی غور کیا جائے تو یہ معاہدہ درحقیقت کفار مکہ کی زبردست شکست تھی۔ وجہ یہ ہے کہ معاہدہ ہمیشہ دو برابر کی طاقت اور حیثیت والوں کے درمیان ہوا کرتا ہے۔ اس معاہدہ کے ذریعہ کفار نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کو برابر کی طاقت تسلیم کر لیا تھا جب کہ اس سے پہلے وہ مسلمانوں کو کوئی اہمیت دینے کو تیار نہ تھے یہی وجہ ہے کہ اس سفر سے واپسی کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح کی آیات نازل کر کے اس کو فتح مبین قرار دیا۔ صلح حدیبیہ درحقیقت اسلام اور مسلمانوں کی زندگی میں ایک نئی اور خوش گوار تبدیلی کا آغاز تھا کیونکہ قریش جو مسلسل جنگیں مسلط کر رہے تھے جب وہ میدان جنگ میں پسپا ہو کر امن و سلامتی کی طرف آ گئے تو بت پرستوں اور یہودیوں کے جذبات ٹھنڈے پڑ گئے اور ان کی طاقت تقسیم ہو کر رہ گئی۔ چونکہ دین اسلام امن و سلامتی کا نظریاتی دین ہے اس لئے امن و سلامتی کا موسم ہی اس کو راس آتا ہے۔ صلح حدیبیہ کے بعد اہل ایمان کو دین اسلام کی دعوت کو پھیلانے اور تبلیغ دین کا ایک اہم موقع ہاتھ آ گیا۔ چنانچہ مدینہ پہنچتے ہی اہل ایمان کی سرگرمیوں میں ایسی تیزی آئی کہ مسلمان افواج جن کی تعداد تین ہزار سے زیادہ نہ ہو سکی تھی محض دو سال میں فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ اس عرصہ میں دو اور زبردست کامیابیاں حاصل ہوئیں۔

(۱) آپ نے دنیا بھر کے حکمرانوں اور بادشاہوں کے نام خطوط لکھ کر دعوت اسلام پیش کی جس کے جواب میں کسی نے اسلام قبول کیا کسی نے نہیں کیا لیکن اس سے یہ فائدہ ہوا کہ کافروں کی توجہ اس طرف ہوگئی اور ان کے نزدیک آپ ﷺ کا دین اور آپ ﷺ کا نام جانا پہچانا بن گیا۔

(۲) دوسرا فائدہ یہ پہنچا کہ خیبر جو مدینہ منورہ سے شمال کی جانب ایک سو میل کے فاصلے پر ہے وہ یہودیوں اور منافقین کی سازشوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ وہ ہر طرف مسلمانوں کے خلاف آگ بھڑکا رہے تھے۔ کفار مکہ کے حملوں کے وقت بنو قریظہ کے یہودیوں نے میثاق مدینہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے غداری کی اور در پردہ کفار کی مدد کی اور غزوہ خندق میں کفار کو مدینہ پر حملہ کی ترغیب بھی بنو قریظہ والوں نے دی تھی۔ وہ مسلسل اس سازش میں لگے ہوئے تھے کہ اگر بنو غطفان اور دیہاتی بدوان کے ساتھ مل جائیں تو وہ مسلمانوں کو گھیر کر ختم کر ڈالیں گے۔ دوسری طرف رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی مسلسل خیبر کے یہودیوں کو اکسارہا تھا کہ وہ مسلمانوں پر حملہ کر دیں اور مسلمانوں کی قوت کو تہس نہس کر دیں۔ یہ وہ تمام حالات ہیں جو نبی کریم ﷺ کے پیش نظر تھے۔ ابھی تک اللہ کی طرف سے اپنا دفاع کرنے کی اجازت تھی لیکن کفر کی طاقت کو توڑنے کے لئے خود سے تلوار اٹھانے کی اجازت نہ تھی

لیکن سورۃ الحج کی ان آیات میں اہل ایمان کی مظلومیت کو دیکھتے ہوئے تلوار اٹھانے کی اجازت دے دی گئی۔ کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے وہ آیات نازل فرمائیں جن مین کفر کو ایک فتنہ قرار دے کر اس کو مٹا ڈالنے کا حکم دیدیا گیا۔ نبی کریم ﷺ جب قریش سے معاہدہ کرنے کے بعد اس سے مطمئن ہو گئے کہ جنوب سے ان پر حملہ نہ ہوگا تب آپ نے پہلی مرتبہ خیبر کی طرف پیش قدمی فرمائی۔ آپ نے حدیبیہ سے واپس آ کر ذی الحجہ اور محرم کے چند دن گذار کر خیبر کی طرف چلنے کا حکم دیدیا۔ یہودیوں اور منافقین کی ساری کوششوں کے باوجود بہت تھوڑے عرصے میں اہل ایمان نے خیبر کے پورے علاقے کو فتح کر لیا اور اللہ نے جس صلح حدیبیہ کو ”فتح مبین“ قرار دیا تھا اس کی حقیقت سب کے سامنے کھل کر آ گئی۔ اگر دیکھا جائے تو در حقیقت صلح حدیبیہ ہی دین اسلام کے فروغ کا ذریعہ بنی ہے جب کہ دین اسلام ایک علاقائی سطح سے ابھر کر عالمی سطح پر آ گیا تھا اور اسلامی سلطنت مدینہ تک نہیں بلکہ ایک سو میل دور تک قائم ہو چکی تھی۔ اب اس پس منظر میں ان آیات کو ملاحظہ کیجئے تو پوری بات نہایت آسانی سے سمجھ میں آ سکے گی۔ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کا خلاصہ یہ ہے

جن لوگوں (صحابہ کرامؓ) پر جنگ مسلط کی گئی تھی ان کو (پیش قدمی کرنے اور تلوار اٹھانے کی) اجازت دیدی گئی ہے کیونکہ ان پر ظلم وزیادتی کی گئی تھی۔ ان کو ان کے گھروں سے نکالا گیا ہے صرف اس لئے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ اللہ ان لوگوں کی مدد کرنے پر پوری قدرت و طاقت رکھتا ہے۔ اللہ بعض لوگوں کو بعض لوگوں کے ذریعہ ہٹاتا نہ رہتا تو راہبوں، خانقاہوں، نصاریٰ کے گرجا گھر، یہودیوں کے عبادت خانے اور وہ مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے وہ ڈھادی جاتیں۔ یقیناً اللہ ان لوگوں کی ضرور مدد کرے گا جو اس (کے دین) کی مدد کریں گے۔ بلاشک وشبہ اللہ بڑی طاقت وقوت والا ہے۔

وہ لوگ جنہیں ہم اگر زمین میں تمکن (طاقت وقوت، حکومت واقتدار) عطا کریں گے تو وہ نمازیں قائم کریں گے۔ زکوٰۃ ادا کریں گے نیک اور بھلے کاموں کا حکم دیں گے اور ہر طرح کی برائیوں سے روکیں گے لیکن ہر کام کا انجام اللہ ہی کے اختیار وقدرت میں ہے۔

ان آیات میں بیان کیے گئے چند مضامین کی وضاحت یہ ہے۔

(١) مظلوم صحابہ کرامؓ کو کفار سے جہاد کرنے کی اجازت دے دی گئی

آپ نے آیات کے پس منظر میں اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ مکہ کے مظلوم مسلمانوں پر ظلم وزیادتی کا کوئی ایسا پہلو نہ تھا جو کفار مکہ نے چھوڑ دیا ہو۔ مکہ مکرمہ کی تیرہ سالہ زندگی اور مدینہ منورہ کی ابتدائی زندگی میں نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ نے اطاعت رسول کے عظیم جذبہ کے تحت کبھی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا ہر طرح کے ظلم وستم کو سہتے رہے۔ انتہائی صبر وتحمل، برداشت اور

اطاعت رسول ﷺ کی عظیم مثال قائم کردی۔ جب کفار مکہ نے اہل ایمان کو مدینہ منورہ میں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا اور سنگین جارحیت کا مظاہرہ کیا اور اپنی سازشوں کا جال مدینہ کے کفار و مشرکین اور یہودیوں تک پھیلا دیا جو میثاق مدینہ کے پابند تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تلوار اٹھانے کی اجازت دیدی اور کچھ عرصہ بعد وہ آیات نازل فرمائیں جن میں قتال و جہاد اور اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کی اجازت دیدی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ

یہ سب سے پہلی آیت ہے جس میں حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرامؓ کو اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ وہ کفار کو منہ توڑ جواب دیں حالانکہ اس سے پہلے ستر آیات میں قتال کی ممانعت فرمائی گئی تھی۔ (ترمذی، مسند احمد)

(۲) دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی کہ اللہ کو اس بات کی پوری قدرت حاصل ہے کہ وہ ان مظلوموں کی مدد فرمادے لیکن اللہ کا یہ قانون ہے کہ اللہ ان کی مدد کرتا ہے جو اس (کے دین) کی مدد کرتے ہیں۔ بتایا یہ گیا ہے کہ قیامت تک آنے والے اہل ایمان اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ اگر انہوں نے اللہ کے دین کی مدد نہ کی یعنی انہوں نے سستی اور کاہلی کا مظاہرہ کیا اور دین کے فروغ سے غفلت اختیار کی تو پھر ان کی مدد نہ کی جائے گی۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے مومنو! تم ہی غالب رہو گے بشرطیکہ تم مومن ہو گے۔

(۳) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی جدو جہد اور مظلومیت کو سند عطا فرمادی ہے اور فرمادیا گیا ہے کہ جن اہل ایمان کو ان کے گھروں سے نکلنے پر مجبور کر دیا گیا تھا یا ان کو نکالا گیا تھا اور اپنا سب کچھ دین اسلام کے لئے مٹا کر ہجرت کر گئے تھے اللہ نے ان کے ایثار و قربانی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمالیا ہے اور ان کی ہر طرح مدد کی جائے گی۔

(۴) چوتھی بات یہ ارشاد فرمائی کہ اہل ایمان کے اس جذبے کو انہوں نے ''جرم'' بنا دیا تھا کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب ایک اللہ ہے۔ وحدانیت کا اقرار کرنے والوں کو انہوں نے جس طرح اپنی ملامت کا نشانہ بنا رکھا تھا وہ بھی ایک طرح کا ظلم ہی تھا کیونکہ کفار قریش جنہیں ابراہیمی ہونے پر بڑا ناز تھا ان کو تو اس توحید کے درس کو سب سے پہلے حاصل کرنا چاہیے تھا کیونکہ حضرت ابراہیمؑ پوری زندگی درس توحید اور عملی جدو جہد کرتے رہے تھے۔ جب انہوں نے ان مشرکین کو ان کے شرک پر آگاہ کیا تو انہوں نے اپنی سی کوشش کر کے حضرت ابراہیمؑ کو ایک زبردست آگ میں جھونک دیا تھا اور سمجھ لیا تھا کہ انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں بھسم کر دیا۔ لیکن اللہ کو ایک ماننے والوں کو اللہ اسی طرح بچا لیا کرتا ہے۔

(۵) پانچویں بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص یا قوم پر خلوص دین داری، پرعزم جدو جہد اور سرفروشی کر کے اپنے آپ

کو سچائی کا پیکر بنالیتی ہے تو وہ اگرچہ کمزور ہی کیوں نہ ہو وہ دنیا میں تنہا اور بے بس نہیں ہوتی بلکہ جب ظالم اپنے ظلم کی انتہاؤں پر پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ مظلوموں کے بازؤں میں وہ طاقت بھر دیتا ہے۔ اور حالات کو ان کے موافق بنادیتا ہے کہ پھر ظالموں کا جینا دوبھر کر دیتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا یہ نظام نہ ہوتا تو دنیا ظلم سے بھر جاتی اور کسی کا اقتدار اور کسی کی مذہبی جگہیں محفوظ نہ رہتیں۔ عیسائی راہبوں کی خانقاہیں، نصاریٰ کے گرجا گھر، یہودیوں کے عبادت خانے اور اللہ کی وہ مسجدیں جہاں بڑی کثرت سے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے سب کے سب برباد ہو جاتے۔ لہٰذا اللہ مظلوموں کے ذریعہ ظالموں کو ختم کرتا رہتا ہے۔ اگر تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو ظالم و مظلوم کی یہ کشمکش ہر دور میں رہی ہے اللہ ایک کو دوسرے کے ذریعہ ہٹاتا رہا ہے۔ ایسے سیکڑوں واقعات تاریخ کے صفحات میں مل جائیں گے کہ جب ظالموں نے ظلم کی انتہا کر دی تو مظلوم اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ظالموں کے ایوانوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ اگر ہم برصغیر ہی کی تاریخ کو سامنے رکھ لیں تو یہ حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ صرف ایک سو سال میں دو بڑی سلطنتوں کا زبردست عروج اور زوال ہوا۔ سلطنت برطانیہ جو یورپ کے ایک چھوٹے سے ملک سے شروع ہوئی اور بتدریج اس نے دنیا کے اہم ملکوں پر قبضہ کر لیا اور وہ دنیا کی عظیم سلطنت اور طاقت بن کر ابھری۔ سلطنت برطانیہ کی وسعت اور پھیلاؤ کا یہ عالم تھا کہ ان کی سلطنت میں سورج ڈوبتا ہی نہ تھا۔ انہوں نے اپنے اقتدار کے لئے اپنی طاقت کے گھمنڈ میں ایسے ایسے ظلم کئے جن کے تصور سے دل دہل جاتے ہیں اور انسانیت تڑپ کر رہ جاتی ہے۔ انسانیت کے نام کی مالا جپنے والے لوگوں کے رنگ سفید تھے لیکن ان کے دلوں کی سیاہی نے ہر طرف اندھیر مچا کر رکھ دیا تھا۔ ہندوستان میں خاص طور پر چونکہ مسلمانوں سے سلطنت چھینی گئی تھی اس لئے مسلمانوں پر وہ ظلم کئے جس کا تصور مہذب دنیا کر ہی نہیں سکتی۔ سات دن تک برابر قتل عام کیا جاتا رہا ایک ایک گھر کی تلاشی لی گئی۔ پھانسیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ عام شاہراہوں سڑکوں پر پھانسی کے تختے لگا دیئے گئے۔ یہ جگہیں جہاں پھانسیاں دی جا رہی تھیں انگریزوں کی تفریح اور دلچسپی کا مرکز بن گئیں تھیں جہاں وہ پھانسی پانے والوں کے سسکنے اور دم توڑنے کا لطف لیا کرتے تھے۔ سگریٹ کا کش لگاتے۔ آپس میں باتیں کرتے۔ جب پھانسی کا کام مکمل ہو جاتا اور وہ مظلوم شخص آخری ہچکی لیتا تو ہنسی اور مسکراہٹ کے ساتھ اطمینان کا اظہار کیا جاتا۔ ان بدنصیبوں میں بڑے بڑے ذی وجاہت اور شان والے لوگ تھے۔ بعض مسلم محلے اس طرح تباہ و برباد کر کے رکھ دیئے گئے کہ پورے محلے میں کوئی ایک شخص بھی زندہ نہ بچ سکا۔

ستائیس ہزار اہل اسلام نے پھانسی پائی۔ عورتوں اور بچوں تک کی لاشیں سڑکوں پر کھینچی گئیں۔ باپردہ خواتین اور شریف خواتین کے ساتھ وہ سلوک کیا گیا جس کا تصور ممکن نہیں ہے اور اس کا خیال کر کے دل دہل جاتا ہے۔ (قیصر التواریخ ص ۴۵۴)

میلی سن لکھتا ہے۔

ہمارے فوجی افسر ہر قسم کے مجرموں کو مارتے پھرتے تھے۔ اور کسی درد اور افسوس کے بغیر انہیں پھانسیاں دے رہے تھے گویا وہ کتے تھے یا گیدڑ یا نہایت ادنی قسم کے کیڑے مکوڑے (میلی سن ص ۱۷۷ ج ۲)

فیلڈ مارشل لارڈ رابرٹس نے ۲۱ جون ۱۸۵۷ء کو اپنی والدہ کو خط لکھا کہ

سزائے موت کی سب سے زیادہ موثر صورت یہ ہے کہ مجرم کو توپ سے اڑا دیا جائے۔ یہ بڑا ہی خوفناک نظارہ ہوتا ہے۔ لیکن موجودہ وقت میں ہم احتیاط پر کاربند نہیں ہو سکتے ہمارا مقصد ان بدمعاش مسلمانوں پر یہ ظاہر کرنا ہے کہ اللہ کی مدد سے انگریز اب ہندوستان کے مالک رہیں گے۔ (ایڈورڈ تھامسن ص ۴۰ ۔ ۱۹۲۶ء)

یہ اور اسی قسم کے وہ بے شمار واقعات ہیں جو ایک انسان کو لرزا کر رکھ دیتے ہیں۔ دوسری طرف انہوں نے برصغیر کے مسلمانوں پر معاش اور روزی کے دروازے بند کر دیئے۔ ان کے اوقاف و جائیدادوں کو بحق سرکار ضبط کر لیا گیا۔ جن علما نے سر اٹھانے کی کوشش کی ان کو زندگی بھر کی سزا دے کر کالے پانی بھیج دیا گیا۔ اسلامی مدارس کو تباہ و برباد کرنے کے لئے ایک زبردست مہم چلائی گئی تا کہ ان کے من پسند اداروں کو ترقی ملتی رہے۔ غرضیکہ کوئی ایسا ظلم نہ تھا جو انگریزوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے خلاف نہ کیا ہو۔ اس ظلم کے بعد دنیا کی مظلوم قوموں نے ایک انگڑائی لی۔ بیداری کی لہر اٹھی جو سلطنت برطانیہ کو بہا کر لے گئی۔ برطانیہ سمٹتے سمٹتے اپنے جزیرے تک محدود ہو کر رہ گیا۔ جس کی سلطنت میں سورج نہیں ڈوبتا تھا آج یہ عالم ہے کہ ان کی سلطنت میں سورج ہی نہیں نکلتا۔

یورپ کے ظلم و ستم کے ردعمل کے طور پر دنیا میں سوشلسٹ انقلاب برپا ہوا جس کے نتیجے میں روس ایک طاقت ور ملک بن کر ابھرا اور وہ دنیا کی عظیم طاقت بن گیا۔ اس نے بھی اپنی طاقت پر گھمنڈ کرنا شروع کیا اور خاص طور پر مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے میں کسر اٹھا نہ رکھی کیونکہ روس درحقیقت اپنے لئے اسلام ہی کو سب سے بڑا حریف سمجھتا تھا لہٰذا اس نے مسلمانوں اور دینی اداروں کو تباہ کرنے میں پوری طاقت جھونک دی۔ دوسری طرف امریکہ بھی ابھر کر سامنے آگیا اور پوری دنیا دو بلاکوں میں تقسیم ہو گئی ایک کمیونسٹ بلاک اور دوسرا سرمایہ دار گروپ۔ دونوں کی کشمکش نے ایک مرتبہ پھر دنیا میں ظلم و زیادتی کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آخر کار امریکی سازشوں سے روس جیسی سپر پاور کو افغانستان میں اس طرح دھنسا دیا گیا کہ روس کی اکانومی اس طرح تباہ و برباد ہو گئی کہ روس کی طاقت کے اور ملک کے ٹکڑے اڑ گئے۔ اب اس وقت دنیا میں صرف امریکہ سپر پاور کے طور پر ابھر چکا ہے مگر اس نے مغربی مزاج کے مطابق پوری دنیا کو اپنے قدموں میں رکھنے کے لئے ساری دنیا کو اپنے جوتے کی نوک پر رکھ لیا ہے۔ پوری دنیا کے حکمران، مملکتیں حتیٰ کہ اقوام متحدہ بے جان ہو کر رہ گئے ہیں۔ اب امریکہ بھی انسانیت کا نام لے کر تباہی و بربادی مچائے ہوئے

ہے۔ افغانستان اور عراق کی جائز حکومتوں کو تباہ و برباد کر دیا گیا ہے۔ اب اس کے بعد اللہ کا نظام کیا ہے وہی بہتر جانتا ہے لیکن امریکیوں کے ظالمانہ رویئے اور اپنی طاقت کے گھمنڈ پر ناز کرنے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اس کی فرعونیت بہر حال رنگ لا کر رہے گی اور قرآنی فیصلہ اس پر نافذ ہو کر رہے گا۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ شاید اب آئندہ ہندو اور یہودی یا چین سپر پاور کے طور پر سامنے آئیں گے۔ ایک دفعہ دنیا پھر سے ظالموں کے ہاتھوں میں پھنس جائے گی۔ مگر افسوس یہ ہوتا ہے کہ صدیوں سے کفار کے ظلم و ستم سہنے کے باوجود مسلم قوم بدستور سو رہی ہے اور وہ آنکھیں کھول کر حالات کا جائزہ لینے کے لئے بھی تیار نہیں ہے۔ اگر ہم اب بھی اپنے خواب غفلت سے نہ جاگے تو آئندہ سو دو سو سال تک مسلمانوں پر کفار و مشرکین کا مکمل غلبہ ہو جائے گا۔ جب سر سے پانی اونچا ہو جائے گا تب ہم اٹھنے کی کوشش کریں گے۔ مگر اس وقت تک گاڑی نکل چکی ہوگی۔ کاش امت مسلمہ ایک دفعہ پھر ابھر کر دنیا کو ظلم سے نجات دلائے اور دنیا میں امن و سکون کا نظام قائم کرے جو صرف قرآن و سنت کے مطابق قوانین ہی سے ممکن ہے۔

(۶) چھٹی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ”تمکن فی الارض“ (حکومت و سلطنت اور اقتدار و قوت) کی پیش گوئی اس وقت فرمائی جب ان کو مدینہ منورہ کے چند علاقوں پر بھی مکمل اقتدار و قوت حاصل نہ تھا۔ ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ اگر ان اہل ایمان کو دنیاوی سلطنت و حکومت اور قوت اقتدار عطا کیا جائے گا تو وہ دنیا کے فاتحین کی طرح غرور و تکبر، نفس پرستی، ظلم و زیادتی، ذاتی شان و شوکت اور عیش پرستی کے بجائے وہ اقتدار اللہ کی امانت سمجھ کر نہایت عاجزی و انکساری سے ہر وہ کام کریں گے جسے ان کا پروردگار پسند کرتا ہے وہ اقتدار و حکومت کے ذریعہ دنیا میں لوٹ کھسوٹ، ظلم و زیادتی اور بے انصافی کے بجائے دنیا کو امن کا گہوارہ بنا دیں گے۔ دین اسلام کو ایک نئی زندگی دینے کے لئے نمازوں کے نظام کو قائم کریں گے اور زکوٰۃ کے عادلانہ نظام کے ذریعہ نیکیوں اور بھلائیوں کو فروغ دیں گے اور ہر برائی اور گناہ کے کاموں کو مٹانے اور دبانے کی بھرپور جدوجہد کریں گے۔ تاکہ دنیا کے بلکتے سسکتے انسانوں کو دین اسلام کے سائے میں امن و سلامتی مل سکے۔

تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ ان آیات کے نازل ہونے کے بہت تھوڑے عرصے میں اسلام کا جھنڈا خیبر اور فتح مکہ سے شروع ہو کر ساری دنیا پر لہراتا چلا گیا۔ اور اس جھنڈے تلے انسانوں کو انسانی ظلم و ستم سے نجات مل گئی۔ اسلام کا عادلانہ نظام دنیا بھر پر چھا گیا اور دنیا کے تمام لوگوں کو حقیقی امن و سلامتی نصیب ہو گئی۔ آج ایک مرتبہ پھر دنیا ظلم و جبر سے بھر گئی ہے۔ ہر طرف دنیا پرستی اور زر پرستی نے انسانی اقدار کو دولت اور لالچ کی بھینٹ چڑھا دیا ہے۔ کیونکہ دنیا کا اقتدار قوت اور حکومت ان مشرکین و کفار کے ہاتھوں کا کھلونا بن گئی ہے جو اس کے اہل نہ تھے۔ اہل ایمان کو پوری طاقت و قوت سے ابھر کر اپنا کردار ادا کرنا ہوگا تاکہ دین اسلام کے سچے اصولوں کی روشنی سے دنیا کی تاریکیاں چھٹ جائیں اور ایک نئی صبح طلوع ہو جائے۔

وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ
وَثَمُودُ ﴿٤٢﴾ وَقَوْمُ إِبْرٰهِيمَ وَقَوْمُ لُوطٍ ﴿٤٣﴾ وَأَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ
مُوسٰى فَأَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِينَ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿٤٤﴾
فَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوشِهَا
وَبِئْرٍ مُعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَشِيدٍ ﴿٤٥﴾ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ
لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ فَإِنَّهَا لَا
تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ﴿٤٦﴾
وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهُ ۚ وَإِنَّ يَوْمًا
عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ ﴿٤٧﴾ وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ
أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ أَخَذْتُهَا ۚ وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿٤٨﴾

ع ۶ / ۱۳

ترجمہ: آیت نمبر ۴۲ تا ۴۸

(اے نبی ﷺ) اگر وہ آپکو جھٹلا رہے ہیں تو (یہ کوئی ایسی نئی بات نہیں ہے بلکہ) وہ ان سے پہلے قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم ابراہیمؑ، قوم لوطؑ اور اہل مدین بھی (رسولوں کو) جھٹلا چکے ہیں اور موسیٰؑ کو بھی جھٹلایا گیا۔ پھر میں نے کافروں کو مہلت دی اور پھر پکڑ لیا۔ تو پھر دیکھئے (میرے انکار کا) انجام کیا ہوا؟ اور کتنی ہی بستیاں تھیں جنہیں ہم نے ہلاک کیا (اس لئے کہ) وہ ظالم تھے جو اب اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور کتنے ہی کنویں بیکار پڑے ہیں اور بہت سے محل کھنڈر بنے ہوئے ہیں۔

کیا یہ لوگ زمین پر چلے پھرے نہیں ہیں کہ ان کے دل ان کے لئے (ایسے) ہو جاتے کہ وہ سمجھنے لگتے یا کان (ایسے ہو جاتے) کہ سننے لگتے۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل جو سینوں میں ہے اندھا ہو جایا کرتا ہے۔ (اے نبی ﷺ) وہ آپ سے جلد عذاب (آنے کا مطالبہ) کر رہے ہیں۔ اور اللہ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہ کرے گا۔ اور بے شک آپ کے رب کے نزدیک اس کا ایک دن تمہارے شمار کے ایک ہزار سال کے برابر ہے جسے تم گنتے ہو۔ اور کتنی ہی بستیاں جس کے رہنے والے ظالم تھے ان کو میں نے مہلت دی پھر ان کو میں نے پکڑ لیا۔ اور (یاد رکھو) میری ہی طرف سب کو لوٹ کر آنا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۲ تا ۴۸

كَذَّبَتْ جھٹلایا گیا۔

اَمْلَيْتُ میں نے مہلت۔ میں نے ڈھیل دی۔

نَكِيْرٌ (میرا) انکار۔

كَاَيِّنْ کتنی ہی۔

قَرْيَةٌ آبادی۔ بستی۔

خَاوِيَةٌ گرنے والی۔

عُرُوْشٌ (عَرْشٌ) چھتیں۔

بِئْرٌ کنواں۔

مُعَطَّلَةٌ بے کار۔

قَصْرٌ محل۔

مَشِیْدٌ	چونے سے بنائی گئی مضبوط عمارت
لَمْ یَسِیْرُوْا	وہ نہ چلے۔
لَاتَعْمٰی	اندھی نہیں ہوتی۔
اَلصُّدُوْرُ (صَدْرٌ)	سینہ۔
یَسْتَعْجِلُوْنَ	وہ جلدی کر رہے ہیں۔
لَنْ یُّخْلِفَ	وہ ہرگز خلاف نہیں کرے گا۔
اَلْفُ سَنَةٍ	ایک ہزار سال
تَعُدُّوْنَ	تم گنتے ہو شمار کرتے ہو۔
اِلَیَّ	میری طرف۔
اَلْمَصِیْرُ	ٹھکانہ۔ لوٹنے کی جگہ۔

تشریح: آیت نمبر ۴۲ تا ۴۸

آپ نے گذشتہ آیات میں پڑھا ہے کہ کفار و مشرکین نبی کریم ﷺ کو طرح طرح سے ستاتے اور آپ کی لائی ہوئی تعلیمات کا مذاق اڑاتے تھے۔ جب آپ ان کو ان کے برے اعمال کے برے نتائج سے ڈراتے اور یہ کہتے کہ اگر تم نے یہی طرز عمل اختیار کیا تو اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکو گے۔ کفار و مشرکین کہتے کہ اگر ہم اسی قدر بدعمل ہیں اور ہم پر اللہ کا عذاب آ کر رہے گا تو پھر دیر کس بات کی؟ وہ عذاب کیوں نہیں آتا؟ کفار کی ان باتوں سے بشری تقاضے کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کو سخت رنج ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آج کفار و مشرکین جس طرح آپ کا مذاق اڑا رہے ہیں اور آپ کی باتوں کو جھٹلا رہے ہیں یہ کوئی ایسی نئی بات نہیں ہے بلکہ آپ سے پہلے بھی اللہ کے ہر نبی اور ہر رسول کا اسی طرح مذاق

اڑایا گیا اوران کی تعلیمات کو جھٹلایا گیا۔ چنانچہ آپ سے پہلے قوم نوحؑ نے حضرت نوحؑ کو قوم عاد نے حضرت ھودؑ کو قوم ثمود نے حضرت صالح کو عراق والوں نے حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کو مدین والوں نے حضرت شعیبؑ کو فرعون اور قوم بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ کو اسی طرح جھٹلایا اوران کا مذاق اڑایا۔ اللہ نے ان کی قوموں کے لوگوں کو سوچنے، سمجھنے اور سنبھلنے کی مہلت اور ڈھیل دی مگر جب وہ اپنی حرکتوں اور گناہوں سے باز نہیں آئے تب اللہ نے ان کے برے اعمال کی وجہ سے ان کی قوموں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

فرمایا کہ ان قوموں کے کھنڈرات کو دیکھئے جن کی چھتیں بھی دیواروں کے نیچے دبی ہوئی ہیں۔ ان کی بلند و بالا عمارتیں ریت کا ڈھیر بن گئی ہیں۔ ان کے کنویں خشک پڑے ہیں۔ اونچے اونچے مضبوط قلعے کھنڈر بن گئے ہیں نہ آج بلند و بالا قلعے محفوظ اور نہ ان کی دولت کی ریل پیل باقی ہے۔ ہر طرف سوائے ایک ویرانی کے کچھ بھی نہیں ہے۔ حالانکہ وہ اپنے اپنے زمانے میں بڑی قوتیں اور عظمتیں رکھتے تھے مگر آج وہ کہاں ہیں؟ اگر واقعی ان کے سینوں میں دھڑکتے دل بے حس اور اندھے نہ ہو گئے ہوں تو قوموں کا یہ برا انجام ان کے لئے اپنے اندر عبرت و نصیحت کا بہت سامان رکھتا ہے۔ ذرا وہ ان کھنڈرات اور ویرانوں میں جا کر دیکھیں کہ جب اللہ کسی قوم کے نافرمانوں پر اپنا عذاب نازل کرتا ہے، ان پر قابو پالیتا ہے۔ اور گرفت کر لیتا ہے تو دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت اس کو بچا نہیں سکتی۔ ان کا یہ کہنا کہ عذاب جلد از جلد آجائے ان کے منہ سے اچھا نہیں لگتا کیونکہ جو اللہ کا وعدہ ہے وہ تو پورا ہو کر رہے گا۔ لیکن جو لوگ اس فرصت سے فائدہ اٹھا کر اپنے اعمال کی اصلاح نہیں کر رہے ہیں وہ سراسر نقصان اور گھاٹے میں رہیں گے۔ کیا ان کے پاس وہ دل نہیں ہیں جن سے وہ سوچ سکیں یا ان کے کان نہیں کہ وہ ان کانوں سے حق و صداقت کی بات سن سکیں۔

واقعی انسان آنکھوں سے اندھا نہیں ہوتا بلکہ اصل اندھا پن دلوں کا اندھا پن ہے جو انسان کے سینے میں دھڑکتا ہے۔ دل ہی اندھا ہو جائے تو انسان کو کوئی بھی صحیح بات نہیں سوجھتی بلکہ سیدھی بات بھی الٹی نظر آتی ہے۔ فرمایا کہ اللہ کے ہاں کا ایک دن تمہارے ہزار سال کے دنوں کے برابر ہے۔ مراد یہ ہے کہ جب اللہ کا عذاب آئے گا تو اس کی انتہا کوئی نہیں ہوگی۔ تمام اہل بصیرت کو اس مہلت عمل سے فائدہ اٹھا کر نیک اعمال اختیار کرنے چاہئیں تا کہ دنیا اور آخرت بہتر ہو سکے۔ علماء مفسرین نے لکھا ہے کہ قیامت میں ایک دن شدت اور سختی کی بنا پر ایک ہزار سال کے برابر ہوگا یا درازی مدت کے لحاظ سے ایک دن ایک ہزار سال کے برابر ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ سچائیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود اس سے نصیحت حاصل نہ کریں وہ اللہ کی نظر میں اندھے ہیں جن کو کوئی سچائی نظر نہیں آتی۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۹﴾ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۵۰﴾ وَالَّذِيْنَ سَعَوْا
فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۵۱﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا
مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ
فِيْۤ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ
اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۲﴾ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ
فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ
اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ
قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾
وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ
السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ﴿۵۵﴾
اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۵۷﴾

ع ۷ ۹ ۱۴

ترجمہ: آیت نمبر ۴۹ تا ۵۷

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تمہیں صاف صاف آگاہ کردینے والا ہوں۔ پھر جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے عمل صالح کئے ان کے لئے بخشش اور عزت کا رزق ہے اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو نیچا دکھانے میں بھاگ دوڑ کی وہ جہنم والے ہیں۔

(اے نبی ﷺ) ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول اور نبی بھیجے ہیں جب بھی انہوں نے کوئی ایسی (حق وصداقت کی) بات کہی تو شیطان نے ان کی بات میں شبہ ڈالنے کی کوشش کی۔ پھر شیطان کے ڈالے ہوئے شبہ کو اللہ مٹا دیتا ہے پھر اپنی بات کو پختہ کر دیتا ہے۔ اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ تاکہ شیطان کی ڈالی ہوئی بات کو ان لوگوں کے لئے آزمائش بنا دے جن کے دلوں میں نفاق اور مرض ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی ضد میں بہت دور جا پڑے ہیں (یہ اس لئے بھی ہے کہ) جنہیں علم دیا گیا ہے وہ اس بات کو جان لیں کہ آپ کے رب کی طرف سے (جو بھی نازل کیا گیا ہے) وہ سچ ہے۔ پھر اس پر ایمان لائیں اور ان کے دل نرم ہو کر اس کے آگے جھک جائیں۔ اور وہ لوگ جو کفر کرتے ہیں وہ ہمیشہ اس سے شک میں رہیں گے یہاں تک کہ یا تو ان پر اچانک قیامت آجائے یا ان پر ایک ایسے دن کا عذاب نازل ہو جائے جس سے جان چھڑانا ممکن نہیں ہے۔ اس دن بادشاہی صرف اللہ کے لئے ہوگی۔ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ پھر جو ایمان لائے ہوں گے ان کے لئے نعمتوں سے بھرپور جنتیں ہوں گی اور جنہوں نے ہماری آیات کے ساتھ کفر کیا ہوگا یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ذلت والا عذاب دیا جائے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۹ تا ۵۷

نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ کھلا ہوا ڈرانے والا۔

رِزْقٌ كَرِيْمٌ عزت کا رزق۔

سَعَوْا	جو دوڑے۔
مُعٰجِزِیْنَ	عاجز کرنے والا۔ نیچا دکھانے والے۔
تَمَنّٰی	اس نے آرزو کی۔ اس نے بات کہی۔
یَنْسَخُ	وہ منسوخ کرتا ہے۔ وہ ہٹاتا ہے۔
یُحْکِمُ	وہ مضبوط کرتا ہے۔
اَلْقَاسِیَۃُ	سخت۔
شِقَاقٌ	ضد۔ ہٹ دھرمی۔
مِرْیَۃٌ	شک وشبہ۔
بَغْتَۃٌ	اچانک۔
عَقِیْمٌ	منحوس۔

تشریح: آیت نمبر ۴۹ تا ۵۷

ان آیات میں نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کہیے اے لوگو! میں نہایت واضح طریقہ پر صاف صاف ان اعمال کے برے نتائج سے آگاہ اور خبردار کررہا ہوں جن کی صداقت کو تم نے نظر انداز کر رکھا ہے۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جو لوگ ایمان لا کر عمل صالح کی زندگی اختیار کرتے ہیں ان کے لئے اللہ کے ہاں مغفرت کا سامان ہے بلکہ (دنیا اور آخرت میں) عزت وآبرو کے ساتھ ان کو اتنا کچھ دیا جائے گا جس کا اس دنیا میں تصور ممکن نہیں ہے۔ لیکن جو لوگ حق وصداقت کو جھٹلانے نیچا دکھانے اور حق کی آواز کو دبانے کے لئے بھاگ دوڑ میں لگے ہوئے ہیں ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔

نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے کہلوایا جارہا ہے کہ آپ سے پہلے جتنے بھی رسول اور نبی گذرے ہیں جب انہوں نے

آنے والی حقیقی زندگی جس کو کفار نے بے حقیقت سمجھ کر نظر انداز کیا ہوا تھا اس کے برے نتائج سے آگاہ کرنے اور حق وصداقت کی باتوں کو بتانے کی کوشش کرتے ہیں تو شیطان ان کی باتوں میں شبہ پیدا کرنے کے لئے اپنی طرف سے ملاوٹ کی کوشش کرتا ہے تا کہ رسول اور نبی کی باتوں کو توڑ مروڑ کر لوگوں کے کانوں تک پہنچایا جائے۔ بہت سے لوگ اس کے فریب اور دھوکے میں آکر کہہ دیتے ہیں کہ واقعی اس کا وہی مطلب ہے جو شیطانوں کی طرف سے بیان کیا جارہا ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ شیطان کے اس فریب کے پردے کو چاک کرنے کے لئے وحی (خفی) نازل کرتا ہے تا کہ شیطان اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ جو لوگ ایمان اور عمل صالح کے پیکر ہوتے ہیں وہ تو شیطان کے پروپیگنڈے اور ملاوٹ کی باتوں سے متاثر نہیں ہوتے وہ الفاظ کے فریب اور اس کے ظاہری پہلوؤں میں اٹکنے کے بجائے باتوں کی گہرائی اور حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ اس مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں لیکن وہ لوگ جو علم، عقل، اور فہم وفراست سے کورے ہوتے ہیں وہ شیطان کے مکر وفریب میں پھنس جاتے ہیں۔ان کی نفسانی خواہشات ان کو چاروں طرف سے اس طرح جکڑ لیتی ہیں کہ ان کے دلوں کے روگ اور مزاجوں کی سختی ان کو ہر صحیح بات کو سمجھنے سے روک دیتی ہے اور ان کو صحیح راستہ سجھائی نہیں دیتا۔ وہ ہمیشہ شک میں پڑے رہتے ہیں فرمایا کہ یا تو ان پر اچانک قیامت آجائے گی یا ان پر ایک ایسے دن کا عذاب نازل ہو جائے گا جس سے جان چھڑانا ممکن نہ ہوگا۔فرمایا کہ قیامت کا دن دور نہیں ہے یہ وہ دن ہوگا جس مین ساری طاقت وقوت اور حکومت وسلطنت صرف ایک اللہ کی ہوگی جو ان کے درمیان فیصلہ فرمادے گا۔ جو ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے والے ہیں وہ تو راحت بھری جنتوں میں داخل کئے جائیں گے اور کفر وانکار کی روش پر چلنے والے اور جو اللہ کی آیات کو جھٹلانے والے ہوں گے ان پر ذلت والا عذاب مسلط کیا جائے گا۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿٥٨﴾ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿٥٩﴾ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ

ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝٦٠
ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ
فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝٦١ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ
الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ
اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝٦٢ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ
مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۫ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ
اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۝٦٣ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا
فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝٦٤
اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ
فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ
اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝٦٥ وَهُوَ الَّذِيْٓ
اَحْيَاكُمْ ۫ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ۝٦٦

ع ٨/٧ ١٥

ترجمہ: آیت نمبر ۵۸ تا ۶۶

اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر وہ مارے گئے یا مر گئے تو اللہ تعالیٰ ان کو بہترین رزق عطا کرے گا۔ اور بے شک اللہ ہی بہترین رزق دینے والا ہے۔ یقیناً وہ ان کو ایسی جگہ پہنچائے گا جس کو وہ پسند کرتے ہیں اور بلاشبہ اللہ جاننے والا، حلم والا ہے۔ یہ تو ہے حال ان کا۔

اور جس نے ویسا ہی بدلہ لیا جیسا کہ اس پر زیادتی کی گئی تھی اور پھر دوبارہ اس پر زیادتی کی گئی ہو تو البتہ اللہ اس کی ضرور مدد کریگا۔ بلاشبہ اللہ درگذر کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں ڈھالتا ہے اور بے شک اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور اللہ کو چھوڑ کر یہ جنہیں پکارتے ہیں وہ باطل ہے۔ اور بے شک اللہ بلند و برتر ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ اللہ بلندی سے پانی اتارتا ہے تو زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے بے شک وہ نہایت مہربان اور خبر رکھنے والا ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اسی کا ہے۔ اور بے شک وہ اللہ بے نیاز اور تمام خوبیوں کا مالک ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ زمین میں جو کچھ ہے وہ اس نے تمہارے بس میں کر دیا اور کشتی (جہاز) جو دریا (سمندر) میں چلتی ہے وہ اسی کے حکم سے ہے۔ اور اسی نے اپنے حکم سے آسمان کو زمین پر گرنے سے روک رکھا ہے بے شک وہ اللہ بڑا شفقت کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ وہی تو ہے جس نے تمہیں زندہ کیا پھر وہ تمہیں موت دے گا پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا۔ بے شک انسان بڑا ناشکرا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۸ تا ۶۶

هَاجَرُوْا	جن لوگوں نے ہجرت کی۔
قُتِلُوْا	قتل (شہید) کر دیئے گئے۔
مَاتُوْا	وہ مر گئے۔
يَرْزُقَنَّ	ضرور رزق دیئے جائیں گے۔
مُدْخَلًا	داخل ہونے کی جگہ۔
يَرْضَوْنَ	وہ خوش ہو گئے۔ وہ پسند کریں گے۔
عَاقَبَ	ستایا۔ بدلہ لیا۔
يُوْلِجُ	داخل کرتا ہے۔

مُخْضَرَّةً	سرسبز وشاداب۔
سَخَّرَ	اس نے مسخر کر دیا۔
يُمْسِكُ	وہ روکتا ہے۔
تَقَعُ	وہ گر پڑتا ہے۔

تشریح: آیت نمبر ۵۸ تا ۶۶

جو لوگ محض اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے عظیم جذبے سے سرشار ہیں اور ایمان کی دولت کو سب سے قیمتی چیز سمجھ کر ہر طرح کی قربانیاں پیش کرنے کو سعادت سمجھتے ہیں اور اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے اپنا گھر بار، وطن، رشتہ دار، دوست احباب اور کاروبار زندگی چھوڑ کر اپنی زندگی کا نذرانہ تک پیش کرنے میں آگے آگے ہیں اور وہ ہر طرح کی مصیبتیں برداشت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید کر دیئے گئے ہیں یا طبعی وفات پا گئے ہیں ان کے لئے اللہ تعالیٰ جو بہترین رازق ہے اس نے ایسی جنتوں اور ان کی راحتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کا تصور اس دنیا میں ممکن نہیں ہے وہ ان کو عطا کی جائیں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

ان آیات میں یہ بھی فرما دیا گیا کہ بے شک اطاعت رسول میں صحابہ کرامؓ کو طاقت کا جواب طاقت سے دینے کی ممانعت کی گئی ہے لیکن اگر کسی جگہ ایسے حالات پیش آ گئے ہوں جہاں مظلوم بھڑک اٹھے ہوں اور محض اپنے دفاع کے لئے انہوں نے ان کفار سے ایسا ہی بدلہ یا انتقام لے لیا ہو جیسا کہ ان پر ظلم وزیادتی کی گئی تھی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ اچھی طرح جانتا ہے کہ ان کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ایسے چھوٹی موٹی لغزشوں کو معاف کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ آج وہ جس حق وصداقت کی سربلندی کے لئے ہر طرح کے مصائب اور مشکلات کو جھیل رہے ہیں۔ اور ان پر چاروں طرف سے ظالموں نے ظلم وستم کی انتہا کر رکھی ہے یہ حالات اسی طرح نہیں رہیں گے بلکہ بہت جلد وہ انقلاب آ کر رہے گا جس سے حالات بالکل اسی طرح تبدیل ہو جائیں گے۔ جس طرح روشن دن کی روشنی کو رات کی تاریکی اس طرح ڈھانپ لیتی ہے جیسے روشنی کا وجود مٹ گیا ہو۔ لیکن جب صبح کو سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی پہلی کرن کے ساتھ ہی اندھیرے چھٹنے اور سمٹنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور پھر پوری طرح روشنی پھیل کر

اندھیروں کے وجود پر چھا جاتی ہے یا جیسے زمین کا سبزہ گرمی کی شدت سے جھلس جاتا ہے۔ اور چورا ہو کر بکھر جاتا ہے۔ مٹی خشک اور ویران سی لگنے لگتی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے اس میں کبھی زندگی ہی نہ تھی لیکن جب بارش ہوتی ہے تو زمین پھول کر ابھرتی ہے اور اسی خشک مٹی میں ترو تازگی پیدا ہو جاتی ہے۔ کھیت لہلانے لگتے ہیں، درختوں پر ایک نئی زندگی کی پھبن چمکنے لگتی ہے۔ پھولوں کے کنج سے خوشبو مہکنے لگتی ہے۔ ہر طرف سرسبزی و شادابی کی حکمرانی نظر آنے لگتی ہے۔ فرمایا کہ اسی طرح اہل ایمان موجودہ تنگ حالات سے نہ گھبرائیں بہت جلد یہ ظلم کی سیاہ رات گذر جانے والی ہے۔ کفار سے فرمایا جا رہا ہے کہ وہ اس گمان اور گھمنڈ میں نہ رہیں کہ ظلم و زیادتی کی یہ رات اور تاریکی اسی طرح قائم رہے گی بلکہ دین اسلام کا سورج بہت جلد طلوع ہونے والا ہے جو ہر طرح کے اندھیروں پر چھا جائے گا اور پھر امن و سلامتی اور انسانیت کی ایک ایسی روشن صبح طلوع ہو گی جس میں ہر سچائی صاف نظر آنا شروع ہو جائے گی۔ فرمایا کہ وہ اللہ جو دن رات کے الٹ پھیر اور موسموں میں تبدیلی لاتا ہے کیا اس کو یہ قدرت حاصل نہیں ہے کہ وہ ظالموں کے مقابلے میں مظلوموں کو اٹھا کر ایک انقلاب برپا کر دے۔ اور آج جو مظلوم ہیں اور کفار کی اذیتوں اور مصائب کا شکار ہیں ان کو وہ طاقت و قوت، حکومت اور سلطنت عطا کر دی جائے جس سے کفار کے ایوانوں میں زلزلے آ جائیں گے۔ فرمایا کہ یہ انقلاب تو آ کر رہے گا۔ اور پھر جس طرح اللہ نے اس پوری کائنات کو انسان کی خدمت میں لگا دیا ہے۔ گہرے سمندروں میں کشتیاں اور جہاز اسی کے حکم سے چلتے اور لوگوں کو منزل مراد تک پہنچاتے ہیں۔ انسانی وجود، زندگی، موت اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونا ان سب باتوں کا اختیار اللہ ہی کا ہے اسی نے پوری کائنات کے ذرے ذرے کو انسانی خدمتوں پر لگا کر اس کے لئے مسخر کر رکھا ہے۔ وہ جس طرح چاہتا ہے دنیا میں الٹ پھیر کر سکتا ہے اس کی قدرت کے سامنے کسی کا بس نہیں چلتا۔ یہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں جن کی قدر کی جانی چاہیے تھی۔ اہل ایمان ان نعمتوں کی قدر کرتے ہیں لیکن وہ کفار ان نعمتوں کی قدر نہ کر کے ابدی راحتوں سے محروم ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٍ ﴿٦٧﴾ وَإِن جَادَلُوكَ فَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٦٨﴾ اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٦٩﴾ أَلَمْ تَعْلَمْ

اَنَّ اللّٰهَ یَعۡلَمُ مَا فِی السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ فِیۡ کِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیۡرٌ ﴿۷۰﴾ وَ یَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَمۡ یُنَزِّلۡ بِهٖ سُلۡطٰنًا وَّ مَا لَیۡسَ لَهُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ نَّصِیۡرٍ ﴿۷۱﴾ وَ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ تَعۡرِفُ فِیۡ وُجُوۡهِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوا الۡمُنۡکَرَ ؕ یَکَادُوۡنَ یَسۡطُوۡنَ بِالَّذِیۡنَ یَتۡلُوۡنَ عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِنَا ؕ قُلۡ اَفَاُنَبِّئُکُمۡ بِشَرٍّ مِّنۡ ذٰلِکُمۡ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ؕ وَ بِئۡسَ الۡمَصِیۡرُ ﴿۷۲﴾

ع ۸/۹ ۱۶

ترجمہ: آیت نمبر ۶۷ تا ۷۲

ہر امت کے لئے ہم نے عبادت کا طریقہ مقرر کر دیا ہے جس پر وہ بندگی کرتے ہیں۔ انہیں آپ سے اس معاملہ میں جھگڑا نہیں کرنا چاہئیے آپ ان کو اپنے پروردگار کی طرف بلاتے رہیے۔ بے شک آپ سیدھی راہ پر ہیں۔ اور اگر (پھر بھی) وہ جھگڑتے ہیں تو کہہ دیجئے کہ جو کچھ تم کرتے ہو اسے اللہ خوب جانتا ہے۔ اور اللہ قیامت کے دن اس کا فیصلہ فرمادے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ زمین آسمان میں جو کچھ ہے اس کا علم اس کو ہے بے شک یہ کتاب میں (لوحِ محفوظ میں) ہے۔ اور بے شک یہ اللہ پر آسان ہے۔ اور اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت و بندگی کرتے ہیں جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی۔ اور نہ یہ لوگ خود اس کا علم رکھتے ہیں۔ اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں ہے۔

(اے نبی ﷺ) اور جب ان پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو آپ ان کے چہروں پر ناگواری کے آثار محسوس کرتے ہیں۔ (ایسا لگتا ہے کہ) وہ ان پر حملہ کرنے کے قریب ہیں جو ہماری

آیات ان پر تلاوت کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کیا میں تمہیں اس سے بھی بدترین بات نہ بتاؤں۔ وہ آگ ہے جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ کیا ہوا ہے۔ جو بدترین ٹھکانا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۷ تا ۷۲

اُمَّةٌ	امت۔ جماعت۔
مَنسَكًا	طریقہ عبادت وبندگی۔
نَاسِكُوْهُ	وہ اس (طریقہ) پر عبادت کرتے ہیں۔ عبادت کرنے والے۔
يُنَازِعُنَّ	وہ جھگڑا کرتے ہیں۔
اُدْعُ	بلایئے۔ دعوت دی جئے۔
هُدًى	ہدایت۔
جَادَلُوْ	وہ جھگڑنے والے ہیں۔
يَسِيْرٌ	آسان۔
لَمْ يُنَزِّلْ	نہیں اتارا۔
سُلْطَانٌ	سند۔ دلیل۔
اَلْمُنْكَرُ	ناگوار۔
يَكَادُوْنَ	وہ قریب ہوتے ہیں۔
يَسْطُوْنَ	وہ حملہ کرتے ہیں۔
اُنَبِّئُ	میں بتاتا ہوں۔

تشریح: آیت نمبر ۶۷ تا ۷۲

اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے جتنے رسول بھیجے انہوں نے اللہ کے حکم سے اپنی امتوں کو طریق

عبادت سکھایا۔ خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھی اللہ نے عبادت کے طریقے سکھائے تاکہ ساری دنیا کے مسلم ایک اللہ کی عبادت و بندگی کریں اور ان کی زندگی کے ہر کام میں ایسا خلوص پیدا ہو جائے جس سے ان کا ہر کام صرف اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے ہو جائے۔ اللہ کو یاد کرنے کے یہ طریقے مختلف ضرور ہو سکتے ہیں لیکن ایک بات پر سب کا اتفاق رہا ہے کہ عبادت صرف اللہ کے لئے ہوتی ہے۔ لہذا جب اس بات کو بنیاد بنا لیا جائے گا تو پھر کسی طرح کا اختلاف نہ رہے گا۔ لیکن اختلاف جس عبادت میں ہوتا ہے وہ طریقہ بندگی ہے جس میں غیر اللہ کو شامل کیا جاتا ہے۔ جب وہ لوگ غیر اللہ کی عبادت و بندگی میں شریک کرنے لگتے ہیں تو اس کے ماننے والوں کے سامنے اگر غیر اللہ کی عبادت و بندگی سے منع کیا جائے تو وہ اپنے بے حقیقت معبودوں اور ان شخصیتوں کے خلاف سننے کو تیار نہیں ہوتے جو ان کے نزدیک محبوب ہوتے ہیں۔ جب وہ علمی بات کا جواب علم و دلیل کی روشنی میں دینے سے اپنے آپ کو بے بس محسوس کرتے ہیں تو وہ ان لوگوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں جو حق و صداقت کے علم بردار ہوتے ہیں اور وہ ان کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑ پھینکنے میں اپنی ساری صلاحیتوں کو لگا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اسی حقیقت کو بیان کیا ہے کہ اللہ نے ہر (رسول کی) امت کو ایک طریق عبادت و بندگی عطا کیا تھا اور اسی طرح نبی کریم ﷺ کو بھی عطا کیا گیا ہے لہذا اس میں اختلاف کرنے اور جھگڑنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ آپ اپنے پروردگار کی طرف بلاتے رہیے کیونکہ اللہ اس بات پر گواہ ہے کہ آپ بالکل سیدھے اور سچے راستے پر ہیں۔ اگر پھر بھی وہ اختلاف کرتے ہیں تو آپ کہہ دیجئے اللہ تمہارے کرتوتوں سے اچھی طرح واقف ہے۔ قیامت دور نہیں ہے اس دن اس بات کا بھی فیصلہ کر دیا جائے گا کہ جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے تھے ان کی اصل حقیقت کیا ہے۔ آسمانوں اور زمین کا ایک ذرہ بھی اس کی نگاہوں سے چھپا ہوا یا پوشیدہ نہیں ہے۔ بلکہ ہر بات اللہ کے ریکارڈ میں موجود ہے جس کو ریکارڈ کرنا اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا اللہ کے لئے ذرا بھی مشکل یا دشوار نہیں ہے۔

فرمایا کہ یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن (بتوں، چیزوں، اور شخصیتوں کی) عبادت و بندگی کر رہے ہیں نہ تو اللہ نے اس کے لئے کوئی دلیل اور نشانی بھیجی ہے اور نہ اس کی کوئی علمی بنیاد ہے ایسے بے انصاف لوگوں کا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں ہے۔ ان کا یہ حال ہے کہ اے نبیؐ! جب آپ ان کے سامنے اللہ کی آیات کو پڑھتے اور سناتے ہیں تو ان کافروں کی تیوریوں پر بل پڑنے شروع ہو جاتے ہیں۔ جب وہ اس سچی اور حقیقی بات کو سن کر اس کا ٹھوس جواب نہیں دے سکتے تو آگ بگولا ہو جاتے ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ جیسے وہ سچائی بتانے والوں پر حملہ کر کے ان کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ فرمایا کہ اے نبیؐ! آپ ان لوگوں سے جو آیات قرآنی کو سننا گوارا نہیں کرتے کہہ دیجئے کہ مرنے کے بعد سب سے بدترین ٹھکانا اور بدترین آگ جہنم کی آگ ہے۔ تمہاری دشمنی تمہیں آخر کار اس آگ میں جھونک دے گی۔ اور اس طرح اللہ نے جو وعدہ کیا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۷۴﴾ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۷۵﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۷۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَجَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ۬ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚۖ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۷۸﴾

عند الشافعی
السجدة ۷

ع ١٠
١٧

ترجمہ: آیت نمبر ۷۳ تا ۷۸

اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے جس کو خوب غور سے سنو! بے شک وہ لوگ جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارتے ہیں وہ معبود سب مل کر بھی ایک مکھی نہیں بنا سکتے۔ اور اگر ایک مکھی ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو وہ اس سے چھڑا نہیں سکتے۔ (ان بتوں کو) چاہنے والا بھی کمزور اور جن معبودوں کو چاہا جاتا ہے وہ بھی کمزور ہیں۔ انہوں نے اللہ کی قدر ہی نہ پہچانی جیسا کہ اس کے پہچاننے کا حق تھا۔ بے شک اللہ ہی قوت والا اور غالب ہے۔ اللہ فرشتوں میں سے اور لوگوں میں سے پیغام پہنچانے والا چن لیتا ہے۔ بے شک اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے وہ ہر چیز کو جانتا ہے اور سارے معاملات اسی کی طرف لوٹتے ہیں۔

اے ایمان والو! اپنے پروردگار کو رکوع کرو، سجدہ کرو اور عبادت و بندگی کرو اور بھلے کام کرو تا کہ تم فلاح و کامیابی حاصل کر سکو۔ اور اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کرو کہ اس کا حق ادا ہو جائے۔ اسی نے تمہیں منتخب کیا ہے اور اسی نے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی یعنی تمہارے باپ ابراہیمؑ کا جو دین ہے اسی پر قائم رہو۔ اس نے پہلے بھی تمہارا نام "مسلم" رکھا تھا اور اس قرآن میں (بھی تمہارا نام مسلم ہے) تا کہ رسول تم پر گواہ ہوں اور تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ۔ پس تم نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو اور اللہ (کی رسی) کو مضبوطی سے تھام لو۔ وہ تمہارا بہترین مالک ہے اور بہترین مددگار ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۳ تا ۷۸

ضُرِبَ — بیان کیا گیا۔ مارا گیا۔

اِسْتَمِعُوْا — غور سے سنو۔

لَنْ یَّخْلُقُوْا — وہ ہرگز پیدا نہ کریں گے۔ وہ ہرگز پیدا نہیں کر سکتے۔

ذُبَابٌ — مکھی۔ کوئی ایک مکھی۔

یَسْلُبُ — وہ کھینچ لیتا ہے۔ وہ چھین لیتا ہے۔

لَا یَسْتَنْقِذُوْهُ — وہ نہ چھڑا سکیں گے۔

اَلطَّالِبُ	چاہنے والا۔
مَطْلُوْبٌ	چاہا گیا۔
يَصْطَفِيْ	وہ منتخب کرتا ہے۔
اِفْعَلُوْا	تم کرو۔
اَلْخَيْرُ	بھلائی۔ نیک کام۔
اِجْتَبٰى	اس نے چنا۔ منتخب کیا۔
حَرَجٌ	تنگی۔
سَمّٰى	اس نے نام رکھا۔
شَهِيْدٌ	گواہ۔
اِعْتَصِمُوْا	تم مضبوط تھام لو۔
مَوْلٰى	مالک۔
نِعْمَ الْمَوْلٰى	بہترین مالک۔
نِعْمَ النَّصِيْرُ	بہترین مددگار۔

تشریح: آیت نمبر ۷۳ تا ۷۸

اللہ وہ ہے جو کائنات کے ذرے ذرے کا خالق و مالک، تمام طاقتوں، قوتوں اور عزت و احترام اور تمام عبادتوں کا مستحق ہے۔ ہر شخص اس کا محتاج ہے لیکن وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ وہ اپنے بندوں کے تمام حالات، جذبات، احساسات اور ضروریات سے پوری طرح واقف ہے۔ وہ اپنے بندوں کی بھلائی رہبری اور رہنمائی کے لئے ہر زمانہ میں اپنے پاک نفس پیغمبروں کو بھیجتا رہا ہے وہ سب کا مشکل کشا اور ہر طرح کی نعمتوں سے نوازنے والا ہے۔ رکوع، سجدے اور تمام عبادتوں کے لائق صرف اسی کی ذات ہے۔ وہ ہر آن ہر ایک کے کام آنے والا ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی گواہی دے رہا ہے لیکن کفر و انکار کی روش پر چلنے والے انسانوں کی جہالت، بے وقوفی اور نادانی کی انتہا یہ ہے کہ وہ ایک اللہ کو چھوڑ کر ہر کمزور اور بے بس چیز کو طاقت ور سمجھ کر اس کے سامنے جھک جاتے ہیں اور اسی کو اپنا مشکل کشا مان لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ پتھر کے بے جان اور بے بس و مجبور معبود جو ایک مکھی جیسا حقیر جانور بھی

پیدا نہیں کرسکتے بلکہ اگر ان کے سامنے سے وہ مکھی کچھ لے اڑے تو اس سے واپس لینے کے لئے اس سے چھین نہیں سکتے۔ جن کی بے بسی کا یہ عالم ہے جو خود اپنے نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں وہ دوسروں کی مشکلات کیسے دور کرسکتے ہیں۔ ان سے کسی طرح کی امید رکھنا محض ایک تصوراتی عیاشی اور بچوں کے بنائے ہوئے ریت کے گھروندوں سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا

☆ لوگوں کو اللہ کی قدر اس طرح کرنی چاہیے کہ اس کا حق ادا ہو جائے۔

☆ تمام لوگوں کو اور ان کے تمام کاموں کو آخر کار اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

☆ رکوع، سجدے، تمام عبادتیں صرف ایک اللہ کے لئے ہیں۔

☆ ہر خیر و فلاح اور بھلائی کا کام محض اللہ کے لئے کیا جائے، اسی میں کامیابی ہے۔

☆ اللہ نے امت محمدیؐ کو اپنے دین کی حفاظت کے لئے منتخب کرلیا ہے۔

☆ اس نے دین میں کسی طرح کی تنگی اور مشکل پیدا نہیں کی۔

☆ حضرت ابراہیمؑ کی ملت پر تمام اہل ایمان کو جمع ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔

☆ حضرت ابراہیمؑ نے ہم سب کا نام ''مسلم'' رکھا ہے۔

☆ اللہ نے حضرت محمد ﷺ کی زندگی کو اہل ایمان اور پوری کائنات کے لئے مشعل راہ بنایا ہے۔

☆ اللہ نے پوری امت محمدی کو یہ شرف و عزت عطا فرمایا ہے کہ وہ تمام انبیاء کی امتوں کی گواہ بنے گی لہٰذا نمازوں کے نظام کا قیام، زکوۃ کی ادائیگی کا اہتمام ہی وہ مضبوط بنیاد ہے جس پر اللہ کے دین کی بنیادیں قائم کی جاسکتی ہیں۔ لیکن ان بنیادوں کو چھوڑ کر جس بنیاد کو بھی اپنایا جائے گا وہ انتہائی کمزور اور ناقابل بھروسہ بنیادیں ہوں گی۔

☆ وہ اللہ سب سے اچھا مالک اور سب سے بہترین مددگار ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کرنے، رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی و رسول مانتے ہوئے ان کی اطاعت و فرماں برداری اور حقیقی محبت کی توفیق عطا فرمائے اور کتاب الٰہی کے تمام احکامات پر پوری طرح عمل کرنے کی سمجھ عطا فرمائے۔ آمین

الحمدللہ سورۃ الحج کی تمام آیات کا ترجمہ اور تفسیر و تشریح مکمل ہوگئی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۱۸

قد افلح

سورۃ نمبر ۲۳

الْمُؤْمِنُوْن

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ المؤمنون

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ نمبر	23
کل رکوع	6
آیات	118
الفاظ وکلمات	1070
حروف	4538

سورۃ المومنون مکہ مکرمہ کے دور متوسط میں نازل ہوئی۔ یہ وہ دور تھا جب نبی کریم ﷺ اور صحابہؓ کی شدید مخالفت کی جارہی تھی مگر ظلم وستم میں شدت پیدا نہیں ہوئی تھی۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی بعض ایسی صفات کا ذکر فرمایا ہے جو ان کو دنیا اور آخرت میں کامیاب و بامراد کرنے کی ضمانت ہیں۔

دنیا میں لوگوں نے کامیابی اور ناکامی کے کچھ پیمانے مقرر کر رکھے ہیں۔ جس کے پاس مال و دولت، اولاد اور وسائل کی کثرت ہوتی ہے تو اس کو کامیاب ترین انسان اور بڑا آدمی سمجھا جاتا ہے۔ انہیں اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ یہ مال و دولت جس نے اسے بڑا آدمی بنا دیا ہے وہ کہاں سے آئی۔ ذرائع حلال تھے یا حرام۔ یہ سب مال اس نے ظلم و زیادتی، رشوت، چوری، ڈکیتی سے حاصل کیا ہے یا کسی اور ذریعہ سے۔ اس کے برخلاف وہ شخص جو اپنی نیکیوں پر قائم ہے، علم و عمل کا پیکر، تقویٰ و پرہیزگاری جس کا طریقہ زندگی ہے، رزق حلال کی وجہ سے وہ غربت و بے بسی کے ساتھ زندگی گزار رہا ہے وہ چوری، ڈکیتی اور ظلم و ستم کے بجائے اپنے ہاتھ سے روزی پیدا کرتا ہے تو ایسے شخص کو معاشرہ میں ناکام و نامراد سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے کامیاب اور ناکام لوگوں کے لیے جو معیار مقرر کیا ہے وہ تقویٰ اور پرہیزگاری ہے یہاں انسانیت اور شرافت کو مال و دولت کے ترازو پر نہیں بلکہ نیکی، اور پرہیزگاری اور تقویٰ کے پیمانوں سے ناپا جاسکتا ہے۔ فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور اللہ و رسول کی اطاعت و فرماں برداری کا پیکر بن گئے وہ دنیا و آخرت کے کامیاب ترین لوگ ہیں لیکن جنہوں نے اللہ و رسول کی نافرمانی کو اپنا شعار بنا لیا ہے دن رات انبیاء کرامؑ کی لائی ہوئی تعلیمات کو جھٹلاتے ہیں۔ اپنی ضد، تکبر، غرور اور ہٹ دھرمی کے سامنے کسی کو کچھ نہیں سمجھتے تو فرمایا کہ ایسے لوگ انتہائی ناکام و نامراد ہیں۔ ایسے لوگ نہ تو دنیا میں کامیاب ہوں گے اور نہ آخرت کی ابدی راحتوں سے ہم کنار ہوں گے۔ فرمایا کہ جب ایسے نافرمان لوگوں پر اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے تو پھر ان کی حکومت و اقتدار، مال و دولت، زیب و زینت، طاقت و قوت، تہذیب و تمدن، بلند و بالا عمارتیں جن پر انہیں ناز ہوتا ہے ریت کا ڈھیر بن جاتی ہیں چنانچہ اللہ نے کفار کی تمام طاقتوں کے باوجود قوم نوحؑ اور قوم موسیٰؑ پر پانی

جب سورۃ المومنون نازل کی گئی اس وقت تک حضرت عمرؓ ایمان لا چکے تھے اور مسلمانوں کے حوصلے بلند اور تبلیغ اسلام میں ایک نئی روح بیدار ہو چکی تھی۔ جب اس سورۃ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو بعض صحابہ کرامؓ نے ان کیفیات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا جو نزول وحی کے وقت آپ پر طاری ہوتی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت مجھ پر ایسی دس آیتیں اتاری گئی ہیں کہ اگر کوئی شخص ان کے معیار پر پورا اترے گا تو وہ یقیناً جنت کا مستحق بن جائے گا۔ پھر آپ نے سورۃ المومنون کی ابتدائی آیات کی تلاوت فرمائیں۔

کا ایک زبردست طوفان بھیج کر ان کو تنکوں کی طرح بہا دیا اور ان کی طاقت وقوت ان کے کوئی کام نہ آسکی۔ ان کو اور ان کی ترقیات کو غرق کر دیا گیا۔ لیکن وہ لوگ جو دنیاوی اعتبار سے نہایت کمزور اور بے بس تھے ان کے ایمان اور عمل صالح کی وجہ سے ان کو دنیاوی اقتدار وقوت دے دی گئی اور وہ زمین کے وارث بن گئے۔

سورۃ المؤمنون میں اسی حقیقت کو بتایا گیا ہے کہ دین و دنیا کی بھلائی اور کامیابی کن لوگوں کے حصے میں آئی۔ فرمایا کہ وہ لوگ جو صاحب ایمان ہیں، جن کی عبادت و بندگی میں خشوع وخضوع اور عاجزی ہوتی ہے، جو فضول باتوں سے بچتے اور اپنے دلوں کو ہر طرح ناپاکیوں اور عیبوں سے پاک رکھتے ہیں۔ جائز حدود میں رہتے ہوئے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ جن کا یہ حال ہے کہ وہ امانتوں کی نگہداشت کرنے والے عہد و معاہدوں کی پابندی کرنے والے اور نمازوں کی حفاظت کا جذبہ رکھنے والے ہیں وہ مومن ہیں اور کامیاب ہیں۔

سورۃ المؤمنون کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی سات صفات بیان کی ہیں اور بتایا ہے کہ جو لوگ ایسی صفات کے مالک ہوں گے وہ کبھی ناکام و نامراد نہ ہوں گے بلکہ دین و دنیا کی بھلائیاں ان کے قدم چومیں گی۔ ساتوں صفات کی تفصیل بھی ملاحظہ کر لیجیے۔

۱) **خشوع وخضوع:** دلی سکون واطمینان، اللہ کے سامنے خوف سے ساکن اور پست ہونا۔ حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں سب سے پہلے جو چیز اٹھالی جائے گی وہ خشوع وخضوع ہے۔ یہاں تک کہ قوم میں خشوع (عاجزی وانکساری) اختیار کرنے والا نظر نہ آئے گا۔'' اس حدیث پر غور کیا جائے تو آج جو ہماری حالت ہے وہ اس سے مختلف نہیں ہے۔ ہم نمازیں پڑھتے ہیں مگر ان نمازوں میں اللہ کے لیے وہ عاجزی وانکساری اور توجہ الی اللہ نہیں رہی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہماری نمازیں، ہماری عبادات اور ہمارے معاملات خشوع سے خالی ہیں اور ہم ہر کام نہایت بے دلی سے کرتے ہیں اس لیے ہمارے دل و دماغ اور روح پر روحانی اثرات مرتب نہیں ہوتے۔

۲) **لغویات سے پرہیز:** مومن کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ ہر اس بات یا ہر اس کام سے بچ کر چلتا ہے جو بے کار، بے فائدہ اور بے مقصد ہو۔ جس میں نہ دنیا کا فائدہ نہ آخرت کی کامیابی، نہ کوئی اچھا مقصد حاصل ہوتا ہے۔ یہ گناہ بے لذت

ہم زندگی بھر کرتے رہتے ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو ہماری مجلسیں، محفلیں اور اجتماعات ان لغویات سے بھرپور ہیں جن میں سوائے ایک دوسرے کی غیبت چغل خوری اور سازشوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”انسان کا اسلام اسی وقت اچھا ہوسکتا ہے جب وہ لغو (بے ہودہ، بے کار، بے فائدہ باتوں کو) کو چھوڑ نہ دے۔“ اس سے معلوم ہوا کہ ایک مومن کی یہ شان ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں اور طاقتوں کو بے کار باتوں میں الجھا کر ضائع نہیں کرتا بلکہ ہر طرح کی لغویات سے بچ کر اپنی نمازوں اور عبادات میں مقصدیت پیدا کرتا ہے۔

۳) **تزکیہ نفس:** مومنوں کی تیسری صفت یہ ہے کہ وہ اپنے دل کو ہر طرح کے برے خیالات سے پاک صاف رکھتا ہے۔ کفر وشرک، تکبر وغرور، دکھاوا، بغض وحسد، کینہ پروری، لالچ، کنجوسی، غیبت، چغل خوری، دوسروں پر الزام لگانے سے اپنے آپ کو دور رکھتا ہے۔ اپنے دل ودماغ کو پاک صاف رکھتا ہے تاکہ انوارات الٰہی سے اس کے من کی دنیا منور وروشن ہوجائے۔

۴) **شرم گاہوں کی حفاظت:** مومن کی چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنی شرم گاہوں کو ہر طرح کے گناہوں سے محفوظ رکھتے ہیں اور ان کا استعمال وہیں کرتے ہیں جہاں اللہ اور اس کے رسول نے اجازت دی ہے۔ جو لوگ اس معاملہ میں حدود پار کر جاتے ہیں وہ ظالم ہیں جنہیں اللہ کبھی معاف نہیں کرے گا۔ یہ سامنے کی بات ہے کہ جس قوم میں زنا، بدکاری، اور لواطت عام ہوجاتی ہے وہ معاشرہ برباد ہو کر رہتا ہے۔ اگر اس معاشرے میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور پھر ان گناہوں کا چلن ہو تو ان کو سزا ملنے میں دیر نہیں لگتی لیکن اگر کافر معاشرہ ہے تو اللہ ان کو سنبھلنے اور سمجھنے کے لیے مہلت اور ڈھیل دیتا ہے۔ اگر وہ اپنی اس روش سے باز نہیں آتے تب اللہ ان کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھینچ لیتا ہے جس کا وہ اندازہ بھی نہیں کرسکتے۔ یہ اللہ کا وہ فیصلہ ہے جسے اللہ کبھی تبدیل نہیں کرتا۔

نزول قرآن کے وقت غلامی کا دور چلا آرہا تھا جس میں انسانوں کی خرید وفرخت ہوا کرتی تھی اور غلام باندیوں کا رواج تھا۔ غلام اور باندیاں ایک ذاتی ملکیت کی طرح ہوا کرتی تھیں۔ وہ جس طرح چاہتے ان کو استعمال کرتے تھے۔ یہ تو نبی کریم ﷺ کا فیض رحمت ہے کہ دنیا سے غلامی کا رواج ختم ہوگیا۔ اگر دین اسلام نہ ہوتا تو شاید دنیا سے غلامی کا دور کبھی ختم نہ ہوتا۔

نبی کریم ﷺ نے اللہ کے حکم سے ایسے طریقے اختیار فرمائے جس سے آہستہ آہستہ غلامی ختم ہو کر رہ گئی۔ تاہم جب تک اس مقصد کی تکمیل نہیں ہوگئی اس وقت تک دین اسلام نے ہمیں اجازت دی ہوئی تھی۔ فرمایا کہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں اور باندیوں کے جہاں اللہ نے اجازت دے رکھی ہے۔ لیکن اس کے سوا ہر جگہ

اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے۔

۵) امانت کا خیال رکھنا: مومن کی پانچویں صفت یہ ہے کہ جب اس کے پاس کوئی امانت رکھوائی جاتی ہے تو وہ اس میں کسی طرح کی خیانت نہیں کرتا۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے جس میں امانت نہیں اس میں دین نہیں۔ ایک جگہ نبی کریم ﷺ نے یہ بیان فرمایا کہ منافق میں کیا کیا خرابیاں اور علامتیں ہوتی ہیں اسی میں فرمایا کہ منافق وہ ہے کہ جب اس کے پاس کوئی امانت رکھوائی جاتی ہے تو وہ اس میں خیانت ضرور کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دیانت وامانت مومن کا سب سے بڑا وصف اور صفت ہے۔ بہر حال بے ایمانی اور ایمان ایک ساتھ نہیں چلتے۔

٦) عہد کی پابندی: مومن کی چھٹی صفت یہ ہے کہ وہ اپنے عہد و پیان کا پابند ہوتا ہے اور کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اے مومنو! تم اپنے وعدوں کو پورا کرو۔ اگر تم اپنے وعدوں کو پورا نہیں کرو گے تو کل قیامت کے دن اللہ کے ہاں اس کا جواب دینا ہوگا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو اپنے وعدے وعید پورے نہیں کرتا وہ مومن نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ عہد کی پابندی اور عہد شکنی ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔ جو وعدہ خلافی کرنے والا ہے وہ درحقیقت حقیقی مومن نہیں ہے۔

۷) نمازوں کی حفاظت: مومن کی ساتویں صفت یہ ہے کہ وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتا ہے۔ وقت پر نماز کی ادائیگی، پورے آداب کا لحاظ، خشوع وخضوع کی پابندی مومن کا مزاج ہوتا ہے۔ فرمایا کہ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ انسان کا کاروبار یا زندگی کی ذمہ داریاں اس کو نمازوں سے غافل کردیں بلکہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ ہمیشہ نمازوں کی حفاظت کا اہتمام کرتے ہیں۔

یقیناً وہی لوگ کامیاب وبامراد ہیں اور سچے مومن ہیں جن میں مذکورہ تمام صفات موجود ہیں۔

۳ ے

سورۃ المؤمنون

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ﴿۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ﴿۴﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۶﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۷﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۹﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱﴾

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۱

یقیناً ان ایمان والوں نے کامیابی حاصل کر لی جو لوگ اپنی نمازوں میں عاجزی (خشوع وخضوع اختیار) کرنے والے ہیں۔ جو فضول باتوں سے منہ پھیرتے ہیں اور وہ لوگ جو اپنے نفس کا تزکیہ کرنے والے ہیں۔ وہ لوگ جو سوائے اپنی بیویوں اور ملک یمین (لونڈیوں) کے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ پس بے شک ان لوگوں پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ البتہ وہ لوگ جو اس کے علاوہ ڈھونڈتے ہیں وہ حد سے بڑھنے والے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا لحاظ رکھنے والے ہیں اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

لغات القرآن آیت ۱تا۱۱

اَفْلَحَ وہ کامیاب ہوا۔اس نے فلاح پائی۔
خَاشِعُوْنَ (خَاشِعٌ) اللہ کے خوف سے ڈرنے والے۔
اَللَّغْوُ فضول بات۔ایسی بات جس کا فائدہ کوئی نہ ہو۔
فُرُوْجٌ (فَرْجٌ) شرم گاہیں۔
مَلَکَتْ اَیْمَانٌ باندیاں۔
غَیْرُمَلُوْمِیْنَ الزام نہیں ہے۔
اِبْتَغَاءٌ جس نے تلاش کیا۔
وَرَاءٌ پیچھے۔علاوہ۔
اَلْعَادُوْنَ حد سے بڑھنے والا۔
رَاعُوْنَ رعایت کرنے والے۔خیال رکھنے والے۔
اَلْوَارِثُوْنَ (وَارِثٌ) مالک۔

تشریح: آیت نمبر ۱تا۱۱

دنیاداروں نے کامیابی، ناکامی، خیر وفلاح، نفع ونقصان اور چھوٹائی بڑائی کے کچھ ایسے پیمانے مقرر کر رکھے ہیں کہ اگر ایک شخص مال و دولت، عیش وآرام، بلند و بالا بلڈنگوں، اونچی حویلیوں اعلیٰ سواریوں کا مالک ہے تو اس کو کامیاب ترین، عقل مند، سمجھ دار، باعزت اور معاشرہ کا بڑا آدمی سمجھا جاتا ہے۔خواہ وہ سب چیزیں ظلم وزیادتی، رشوت وغصب، حرام اور ناجائز ذرائع سے حاصل کی گئی ہوں لیکن اگر کوئی صاحب ایمان شخص دیانت وامانت، تقویٰ، پرہیزگاری اخلاص اور ایمان کا پیکر ہو مگر معاشرتی اعتبار سے کمزور، غریب اور مفلس ہو تو اس کو معاشرہ میں کوئی حیثیت نہیں دی جاتی۔اس کو ایک ناکام شخص اور چھوٹا آدمی سمجھا جاتا ہے۔ غربت اور امارت کی یہی وہ ترازو ہے جس پر تول کر سارے فیصلے اور وزن کئے جاتے ہیں۔ان دنیاوی اصولوں کے برخلاف قرآن کریم نے ایمان، عمل صالح اور تقویٰ کو انسانی عظمت کا معیار اور پیمانہ مقرر کیا ہے اور ایسے لوگوں کو کامیاب ترین لوگوں میں

شامل کیا ہے جو ان صفات کے حامل ہوتے ہیں۔ صاف صاف الفاظ میں فرما دیا ہے کہ اللہ نے حضرت آدم وحوا کے ذریعہ تمام انسانوں کو پیدا کیا ہے۔قبیلوں اور خاندانوں میں تقسیم کر دینا ایک پہچان تو ہے لیکن فخر کی چیز نہیں ہے کیونکہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محترم اور باعظمت وہ لوگ ہیں جو نیکی اور پرہیز گاری میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ سورۃ المومنون کی زیر مطالعہ آیات میں فرمایا کہ اللہ نے مومنوں کو کامیاب و بامراد کر دیا یعنی اہل ایمان صرف اسی دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں بھی کامیاب و بامراد ہوں گے۔ غربت وامارات کی یہی کشمکش اس وقت بھی تھی جب نبی کریم ﷺ نے اللہ کے حکم سے اعلان نبوت فرمایا۔ ایمان اور عمل صالح، تقویٰ اور پرہیز گاری کی زندگی اختیار کرنے والے صحابہ کرامؓ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی اور نبی کریم ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری کرتے ہوئے دنیا کی بے حقیقت زندگی کو چھوڑ کر اپنا سب کچھ آخرت کی زندگی سنوارنے پر لگا دیا تھا ان کو کفار مکہ دین اسلام قبول کرنے پر طعنے دیا کرتے تھے کہ تمہیں دین اسلام نے کیا دیا؟ فقر وفاقہ، غربت وافلاس، بے رونق محفلیں، طرح طرح کی مصیبتیں اور پریشانیاں، اس کے برخلاف ذرا ہمیں دیکھو دنیاوی راحتیں اور کامیابیاں ہمارے قدم چوم رہی ہیں ہماری محفلیں کیسی پر رونق ہیں اور ہم ہر اعتبار سے زندگی گذار رہے ہیں۔ ہم کامیاب ترین لوگ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ دراصل کامیاب ترین وہی لوگ ہیں جو صاحبان ایمان ہیں۔ دنیا اور آخرت میں وہی کامیاب و بامراد ہوں گے۔ لیکن وہ لوگ جو کفر پر جمے بیٹھے ہیں وہ دنیا کے ناکام ترین لوگ ہیں۔ کیونکہ جب یہ آخرت کی ابدی اور ہمیشہ کی زندگی میں پہنچیں گے تو خالی ہاتھ ہوں گے اور وہاں کوئی ان کا ساتھ نہ دے گا۔ تاریخ گواہ ہے کہ ان آیات میں جس کامیابی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ دنیاوی اعتبار سے تو یوں پوری ہوئی کہ اللہ نے دین اسلام کی برکت سے انہیں ہر طرح کی فتوحات اور کامیابیاں عطا فرمائیں اور بہت تھوڑے عرصے میں اہل ایمان جزیرۃ العرب سے نکل کر ساری دنیا میں پہنچ گئے۔ ہر جگہ کامیابیوں نے ان کے قدم چومے۔ قیصر وکسریٰ کی سلطنتیں ختم ہوگئیں اور دنیا میں صرف اہل ایمان ہی فاتح اور کامیاب بن کر چھا گئے اور دنیا نے ظلم وستم سے نجات پائی اور ہر طرف امن وسلامتی عام ہوگئی۔ یہ تو دنیاوی اعتبار سے کامیابیاں حاصل ہوئیں یقیناً آخرت کی ہر طرح کی کامیابیاں بھی اسی طرح حاصل ہوں گی۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا۔ اصل کامیابی یہی ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں بن جائیں۔ جو لوگ صرف دنیا کی زیب وزینت کے چکر میں پوری زندگی گذار دیتے ہیں وہ لوگ وقتی طور پر تو کامیاب نظر آتے ہیں لیکن انجام کے اعتبار سے قطعاً ناکام ونامراد لوگ ہیں۔

سورۃ المومنون کی ان گیارہ آیات میں ''کامیاب مومنوں'' کی سات خصوصیات کا خاص طور پر ذکر فرمایا گیا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل ایمان کی کامیابی کی بنیادیں نہایت مضبوط ہیں۔ جب بھی ان بنیادوں کو اپنایا جائے گا اللہ کا وعدہ ہے کہ کامیابیاں ان کے قدم چومیں گی۔ ان نیک خصلتوں کی وجہ سے دنیا اور آخرت میں فلاح حاصل ہوگی۔

(۱) پہلی خصوصیت یہ ہے کہ ''وہ لوگ اپنی نمازوں میں خشوع وخضوع اختیار کرتے ہیں''، یعنی قلبی، ذہنی، فکری اور جسمانی سکون کے ساتھ نمازوں کو ادا کرتے ہیں۔ وہ منافقین کی طرح دکھاوا، سستی اور کاہلی کا مظاہرہ نہیں کرتے بلکہ نہایت

ذوق وشوق، عاجزی وانکساری، ادب واحترام اور شریعت کی تمام تر ہدایات کے مطابق اپنی نمازوں کو ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور نبی کریم ﷺ کی مکمل اطاعت و فرماں برداری کے جذبے سے اس طرح نمازیں ادا کرتے ہیں کہ اس میں ریاکاری اور دکھاوا نہیں ہوتا۔ ''خشوع وخضوع'' کا یہی مفہوم ہے۔

نماز درحقیقت وہ اہم ترین عبادت ہے جس سے دین کی بنیادیں مضبوط اور مستحکم ہوتی ہیں۔ جو شخص نماز جیسی عبادت کو چھوڑتا ہے وہ درحقیقت دین کی بنیادوں کو ڈھانے والا اور اسلام کے اصولوں سے بغاوت کرنے والا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دین اسلام کے تفصیلی احکامات تو مدینہ منورہ کی زندگی میں آئے مگر نمازوں کا اہتمام مکہ مکرمہ سے ہی شروع ہو چکا تھا۔ اور معراج النبیؐ کے مبارک موقع پر اس امت کو اللہ کی طرف سے جو تحفہ عطا کیا گیا وہ پانچ وقت کی فرض نمازیں تھیں۔ جس کے اجر وثواب کا یہ عالم ہے کہ پانچ وقت کی نمازیں ادا کرنے والے شخص کو پچاس نمازوں کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو نمازوں کی فرضیت مکہ مکرمہ ہی سے شروع ہوئی۔

احادیث سے ثابت ہے کہ قیامت کے دن بھی سب سے پہلے نماز کے متعلق پوچھا جائے گا۔ قیامت کے دن جو آدمی پہلے سوال ہی میں فیل ہو گیا اس کی آخرت تو تباہ ہو کر رہ جائے گی۔ اس اہمیت کا اندازہ نبی کریم ﷺ کے ان ارشادات سے کیا جاسکتا ہے جن میں آپ نے نمازوں کو ادا کرنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔ نمازوں سے ہماری غفلت نے ہمیں بہت سی سعادتوں سے محروم کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اقامت صلوٰۃ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ اس موقع پر اس بات کا ضرور خیال رکھا جائے کہ نمازوں سے غفلت دو طرح ہو رہی ہے پہلی تو یہ کہ بہت سے لوگ نماز ہی نہیں پڑھتے جو ایک بہت بڑی بدنصیبی ہے لیکن بعض لوگ نماز ادا کرتے ہیں مگر ان کے آداب کا خیال نہیں رکھتے اور ایسی نمازیں پڑھتے ہیں کہ نمازیں خود ان پر ملامت کرتی ہیں چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص نمازوں کو اپنے وقت پر ادا کرنے کے لئے اچھی طرح وضو کرے گا اور نمازوں میں خشوع وخضوع (قلبی سکون) اختیار کرے گا تو وہ نمازیں نہایت روشن ہو کر چمکنے لگیں گی اور نماز اس کو دعا دے گی کہ اے اللہ جس طرح اس شخص نے میری حفاظت کی ہے (ہر طرح کے آداب کا خیال رکھا ہے) اسی طرح آپ اس کی حفاظت فرمائیے۔ لیکن جو شخص نمازوں کو بری طرح پڑھتا ہے (جلدی، دکھاوا، آداب کا خیال نہ رکھنا) نمازوں میں سستی کرتا ہے۔ اس کو ٹال ٹال کر پڑھتا ہے۔ اچھی طرح وضو نہیں کرتا تو وہ نماز بری صورت میں سیاہ رنگ میں ڈھل جائے گی اور پڑھنے والے کو بددعا دے گی کہ الٰہی جس طرح اس نے مجھے خراب کیا آپ اس کو اسی طرح خراب کر دیجئے۔ اس کے بعد وہ نماز پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ امت سے سب سے پہلے جو چیز اٹھائی جائے گی۔ وہ ''خشوع'' ہے۔ یہاں تک کہ قوم میں کوئی شخص بھی خاشع نظر نہیں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نمازیں ادا کرنے، اس کا پوری طرح حق ادا کرنے اور خشوع وخضوع کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(۲) ان آیات میں اہل ایمان کی دوسری صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ لغو اور فضول باتوں سے دور رہتے ہیں۔ دراصل لغو، فضول، بیکار اور لا حاصل کاموں میں پڑ کر آدمی اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کو ضائع اور برباد کرتا ہے۔ قرآن کریم میں ایک جگہ یہ ارشاد فرمایا کہ ”اہل ایمان جب کسی ایسی جگہ سے گذرتے ہیں جہاں لغو اور فضول باتیں ہو رہی ہیں تو وہ وہاں سے مہذب طریقے پر پہلو بچا جاتے ہیں۔ یعنی وہ فضول باتوں کی ہمت افزائی نہیں کرتے اور وہ لوگ جو اس بے ہودہ مشغلے میں لگے رہتے ہیں ان پر یہ ظاہر کر دیتے ہیں کہ انہیں ایسی لغو اور گناہ کی باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ نے اہل ایمان سے جس جنت کا وعدہ کیا ہے اس کی ایک خصوصیت یہ ہوگی کہ وہ اس جنت میں کوئی لغو اور فضول بات نہ سنیں گے“۔ ان آیات میں نماز میں خشوع و خضوع کا ذکر کرنے کے بعد لغویات سے پرہیز کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز ایک ایسی عبادت ہے جو انسان کو لغو اور فضول باتوں سے روکتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ بے شک نماز ہر طرح کی بے حیائی اور ہر طرح کے فضول، لغو اور ناجائز کاموں سے روکتی ہے۔ دراصل دکھاوا، نمائش، بے غیرتی، بے حیائی، برے خیالات، گندے جذبات اور گناہوں کے تمام پہلو فضول اور بے ہودہ ہیں جو انسان کی زندگی کو گھن اور دیمک کی طرح چاٹ جاتے ہیں۔ لیکن نماز اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی جامع عبادت ہے۔ جس میں مشغولیت انسانوں کو مذکورہ گناہوں سے ہٹا کر نیکیوں کی راہ پر گامزن کر دیتی ہے۔ نماز کا کام ہی یہ ہے کہ وہ تقویٰ اور پرہیز گاری کی صفات پیدا کر دیتی ہے لیکن اگر کوئی شخص لغویات، فضول باتوں اور گناہوں سے باز نہیں آتا تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس کی نماز ایک رسم، خانہ پری اور عادت سے زیادہ کچھ نہیں ہے ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص نماز کا پابند ہو اور وہ نماز اس کے دل کا نور نہ بن جائے اور اس کو روحانی ترقی و عظمت سے ہم کنار نہ کر دے۔

(۳) مومنوں کی تیسری صفت اور خوبی یہ ہے کہ وہ ”زکوٰۃ ادا کرتے ہیں“ یعنی جس طرح نماز میں خشوع و خضوع اور عاجزی و انکساری سے سکون قلب کی دولت نصیب ہوتی ہے اسی طرح لغویات سے بچنے میں ذہن و فکر پاک صاف ہو جاتا ہے۔ اور اپنی محنت سے کمائی ہوئی حلال دولت میں سے جب زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے تو اس کا مال پاک اور صاف ہو جاتا ہے کیونکہ زکوٰۃ کے معنی پاک صاف کرنے ہی کے آتے ہیں۔ درحقیقت جو شخص زکوٰۃ ادا کرتا ہے وہ نہ صرف اپنے مال کو پاک کرتا ہے بلکہ اس کا وہ نفس جو اس کو خواہشات کے نیچے دبائے رکھتا ہے غرور و تکبر، ریاکاری اور دکھاوا، بغض و حسد، لالچ اور کنجوسی جیسی گندگیوں سے دور کر کے اس کے نفس کو پاکیزہ بنا دیتا ہے۔ اسی لئے علماء و مفسرین نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم میں ہر وہ جگہ جہاں زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے وہاں ”اتوا الزکوٰۃ“ اور ”یوتون الزکوٰۃ“ کے الفاظ آتے ہیں۔ لیکن اس جگہ ”لز کوۃ فاعلون“ فرمایا۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ مومنوں کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ جیسے فریضہ کو ادا کرتے ہیں اور اپنے نفس کی پاکیزگی کے لئے بھی فکر مند رہتے ہیں۔ جہاں تک زکوٰۃ کی فرضیت کا تعلق ہے وہ حکم تو بالکل واضح ہے لیکن نفس کی پاکیزگی کا مفہوم یہ ہے کہ وہ مومن صرف نماز ہی نہیں پڑھتے۔ محض لغویات اور فضول مشغلوں سے ہی نہیں بچتے بلکہ اپنے نفس اور نفسانی خواہشات پر قابو پا کر اس کی پاکیزگی اور صفائی ستھرائی کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔

(۴) کامیاب اہل ایمان کی چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ اپنی شرمگاہوں کی مکمل حفاظت کرتے ہیں اور اپنی نفسانی خواہشات کو اپنی بیویوں اور ان باندیوں تک (جن کی اس زمانہ میں اجازت تھی) محدود رکھتے ہیں۔ جو لوگ ان حدود سے آگے قدم نہیں بڑھاتے اس پر انہیں کسی طرف سے کسی ملامت کا سامنا کرنا نہ پڑے گا۔ لیکن اگر کوئی شخص ان حدود سے آگے قدم بڑھائے گا تو وہ زیادتی کرنے والا ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود کے اندر رہیں گے انہیں روحانی قوت و طاقت، اطمینان قلب اور سکھ چین نصیب ہوگا۔ لیکن ان حدود کو پھلانگنے والے اللہ کی رحمتوں سے محروم اور بدترین عادتوں اور معاشرہ کو رسوا اور برباد کرنے والے بن جائیں گے۔ اس بدترین فعل کو زنا کہا جاتا ہے جس کی وجہ سے بہت سی قومیں تباہ و برباد ہوگئیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے مومنو! تم زنا کے قریب بھی نہ جانا کیونکہ وہ کھلی بے حیائی، اللہ کے غضب کو دعوت دینے والا اور بدترین راستوں کو کھولنے والا ہے۔ اس کا پہلا نقصان تو یہ ہے کہ اس شدید گناہ میں مبتلا ہونے والا معاشرہ باہمی اعتماد اور بھروسہ کو کھو دیتا ہے کیونکہ اس میں کسی کی عزت، آبرو اور عصمت محفوظ نہیں رہتی۔ اگر اس معاشرہ میں کفار غالب ہوں تو ان کو سوچنے، سمجھنے اور سنبھلنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ جب وہ بار بار کی تنبیہ کے باوجود ہوش میں نہیں آتے تو ان پر عذاب الٰہی نازل ہو جاتا ہے۔ زنا اور ایمان میں ایسی غیریت اور ضد ہے کہ یہ دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب کوئی اس فعل بد میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کا ایمان اس کے اندر سے نکل جاتا ہے اور جب وہ اس سے فارغ ہو جاتا ہے تب ایمان واپس لوٹتا ہے۔ زنا کا دوسرا نقصان یہ ہے کہ زانی اور بدکار آدمی باطنی، روحانی اور جسمانی طور پر کمزور پڑ جاتا ہے۔ اگر اس میں ذرا بھی حس اور احساس زندہ ہے تو اس کا دل اسے ہمیشہ ملامت کرتا رہے گا۔ جس سے اس کو کبھی سکون نصیب نہ ہوگا۔ لیکن اگر اس کا احساس ہی مردہ ہو چکا ہے اور اس کے اندر سے احساس گناہ ہی مٹ چکا ہے تو ایسا شخص ہر بھلے اور نیک راستے سے محروم رہتا ہے اور اس کو کبھی سچی توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی اور یہ بدنصیبی اسے جہنم کی بھڑکتی آگ پر پہنچا کر دم لیتی ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ جب تک موت کے فرشتے سامنے نہیں آ جاتے اس وقت تک توبہ کے دروازے بند نہیں ہوتے لہٰذا اگر کوئی شخص سچے دل سے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما سکتا ہے۔

(۵) مومن کی پانچویں صفت یہ ہے کہ وہ دیانت و امانت کا پیکر ہوتا ہے۔ یعنی وہ امانتوں کی ادائیگی کی حفاظت اور لحاظ میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا اور ہر معاملے میں نہایت امانت دار ثابت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امانت کے بجائے ''امانات'' کہہ کر امانت کے مفہوم کو زندگی کے تمام معاملات تک وسیع کر دیا ہے جس میں ہر طرح کی امانتیں آ جاتی ہیں۔ عام طور پر امانت کا مفہوم صرف یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر کسی نے کسی دوسرے شخص پر اعتماد اور بھروسہ کر کے کوئی چیز یا رقم اس کے حوالے کر دی اور طلب کرنے پر واپس مل گئی تو کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے نہایت دیانت سے اس کی امانت واپس کر دی۔ لیکن قرآن و حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امانت کا مفہوم اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے جو زندگی کے ہر معاملے پر چھایا ہوا ہے۔

☆ اگر کسی شخص نے کسی سے کوئی راز اور بھید کی بات کہی اور اس نے اس بات کو راز ہی رکھا اور کسی پر ظاہر نہ کیا کہا جائے گا کہ اس نے دیانت وامانت کا ثبوت پیش کیا۔

☆ کسی نے ایک مجلس میں ایسی بات سنی جس کو اہل مجلس ظاہر کرنا نہیں چاہتے تو اس بات کو سن کر دوسروں سے نہ کہنا اور اس کو راز رکھنا بھی امانت ہے۔

☆ ایک شخص نے کسی کو معاوضہ دے کر کوئی کام سپرد کیا تو یہ وقت بھی ایک امانت ہے جس کو دیانت داری سے اسی مقصد میں صرف ہونا چاہیے جس کے لئے معاوضہ ادا کیا گیا ہے۔ اس وقت کو ضائع کرنا، اس میں سستی اور کاہلی کرنا بددیانتی کہلائے گی۔ مومن کی شان اور صفت یہ ہے کہ وہ زندگی کے ہر معاملہ میں دیانت وامانت کا دامن تھامے رکھتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جس معاشرہ میں دیانت وامانت سے کام کئے جاتے ہیں وہ ایک بہترین معاشرہ کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ہر معاملہ میں دیانت وامانت کے ہر پہلو کا لحاظ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(۶) کامیاب اہل ایمان کی چھٹی صفت یہ ہے کہ وہ اپنے وعدے، عہد اور معاہدوں کو پورا کرتے ہیں۔ یعنی ہر مومن کی شرعی اور اخلاقی طور پر یہ ذمہ داری ہے کہ اس نے جس سے جو بھی وعدہ کیا ہو اس کو ہر حال میں پورا کیا جائے۔ انسان نے انسان سے وعدہ کیا ہو یا انسان نے اپنے اللہ سے وعدہ کیا ہو ہر عہد ومعاہدہ کو پورا کرنا لازمی اور ضروری ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ان کو فاسق و گناہ گار قرار دیا ہے جو قرآن کریم پڑھ کر بھی اس کی ہدایت سے محروم رہتے ہیں۔ ان فاسقین کے متعلق فرمایا ہے کہ جب بھی اللہ سے عہد ومعاہدہ کرتے ہیں تو اس کو توڑ ڈالتے ہیں (بقرہ) اسی لئے وہ گمراہی کے راستے پر چل پڑتے ہیں۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے منافق کی علامتیں بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ جب منافق کسی سے وعدہ کرتا ہے تو وہ اسے پورا نہیں کرتا۔ قرآن کریم اور سنت سے معلوم ہوا کہ عہد ومعاہدوں کو پورا کرنا ایک مومن کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کا نمایاں پہلو یہ ہے کہ آپ نے جب بھی کسی سے وعدہ فرمایا تو اس کو پورا کیا۔

(۷) مومنین کی ساتویں صفت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی نمازوں کی ہر طرح حفاظت کرتے ہیں علمائے مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے پانچ وقت کی فرض نمازیں مراد ہیں۔ یعنی وہ مومنین اپنی نمازوں کو ان کے پورے آداب، وقت کی پابندی سے ان کے مستحب وقت پر ادا کر کے دلی اور روحانی سکون حاصل کرتے ہیں۔ نمازوں کا ادب واحترام یہ ہے کہ پورے آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے سنت کے مطابق ٹھیک طرح وضو کیا جائے۔ جسم اور کپڑوں کی صفائی، ستھرائی اور پاکیزگی کا خیال رکھا جائے۔ نمازوں کو نہایت سکون واطمینان سے پڑھا جائے۔ جلدی جلدی پڑھ کر نمازوں کی روح کو ضائع نہ کیا جائے۔ نہایت خشوع وخضوع، عاجزی وانکساری، ادب واحترام سے نمازوں کو پورا کیا جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو صاحبان ایمان حقوق اللہ اور حقوق العباد پورا کرنے کی سعادت حاصل کرتے اور مذکورہ سات صفات کو اپنے اندر پیدا کرتے ہیں وہ نہ صرف دنیا و آخرت کی ہر کامیابی اور فلاح و خیر حاصل کریں گے بلکہ اس جنت الفردوس کی ابدی راحتوں کے وارث و مستحق ہوں گے جو انہیں دے کر واپس نہیں لی جائینگی بلکہ ہمیشہ ہمیشہ انہیں حاصل رہیں گی۔ یہی وہ مومن ہیں جن کی زندگیاں اور بہترین اعمال حسن عمل اور اعلیٰ کردار کی قابل تقلید مثالیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اہل ایمان کی یہ تمام خوبیاں عطا فرما کر دین و دنیا کی کامیابیاں عطا فرمائے۔ آمین

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۶

اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے بنایا۔ پھر ہم نے اس نطفہ کو محفوظ مقام میں رکھا۔ پھر ہم نے اس کو جما ہوا خون بنایا۔ پھر ہم نے جمے ہوئے خون کو گوشت کی بوٹی بنائی۔ پھر ہم نے بوٹی میں سے ہڈیاں بنائیں۔ پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر ہم نے اس کو نئی صورت میں اٹھا کھڑا کیا۔ وہ کیسی بڑی شان والا ہے۔ جو سب بنانے والوں سے بہتر بنانے والا ہے۔ پھر اس کے بعد تم سب کو مرنا ہے۔ پھر بے شک قیامت کے دن تم اٹھائے جاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲ تا ۱۶

سُلٰلَةٌ (سَلٌّ) منتخب چیز۔ خلاصہ۔ نچوڑ۔

طِيْنٌ مٹی۔

۱۱

نُطْفَةٌ	ٹپکی ہوئی بوند۔
قَرَارٌ مَّكِيْنٌ	محفوظ مقام۔
عَلَقَةٌ	جما ہوا خون۔
مُضْغَةٌ	بوٹی۔لوتھڑا۔
عِظَامٌ (عَظْمٌ)	ہڈیاں۔
كَسَوْنَا	ہم نے پہنایا۔ہم نے چڑھایا۔
لَحْمٌ	گوشت۔
اَنْشَأْنَا	ہم نے اٹھا کھڑا کیا۔
خَلْقٌ	مخلوق۔
اَحْسَنُ	زیادہ بہتر۔زیادہ خوبصورت۔
مَيِّتُوْنَ	مرنے والے۔
تُبْعَثُوْنَ	تم اٹھائے جاؤ گے۔

تشریح: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۶

موجودہ دور سائنسی ترقیات، ٹیکنالوجی اور نت نئی مشینوں کی ایجاد کا دور ہے۔معلومات کی دنیا میں انسان کے قدم ہر روز آگے بڑھ رہے ہیں۔دلچسپ پہلو یہ ہے کہ سائنسی ترقیات سے دین اسلام کے کسی اصول کی نفی یا تردید نہیں ہو رہی ہے بلکہ اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کے ارشادات کی حقانیت اور سچائی دن کی روشنی کی طرح پھیلتی چلی جا رہی ہے۔مثلاً آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے یہ بات ناممکن اور ایک پوشیدہ حقیقت تھی کہ جو بچہ کسی ماں کے پیٹ میں پرورش پا رہا ہے اور جن مرحلوں سے گذر رہا ہے اس کی کیفیات کیا ہیں۔اس کے لئے کچھ اندازے کر لئے جاتے تھے اور ان پر ہی فیصلے کئے جاتے تھے۔لیکن نت نئی مشینوں کی ایجاد نے ان تمام کیفیات کے مشاہدے کو آسان کر دیا ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ انسانی تخلیق اور اس کی بناوٹ کو اللہ نے جیسے ترتیب دیا

ہے اوران کومختلف مرحلوں سے گذارا جاتا ہے جب ان کومشینی آنکھ سے مشاہدہ کیا جاتا ہےتو ان میں کوئی تضاد یا اختلاف نظرنہیں آتا۔ یہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ قرآن کریم اللہ کا سچا کلام ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو جدید سائنسی تحقیقات اور قرآن کریم کے بیان میں حیرت انگیز یکسانیت نہ ہوتی۔

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ ایک انسانی بچہ ماں کے پیٹ میں سات مختلف مرحلوں سے گذر کر جسمانی تکمیل تک پہنچتا ہے۔ اگر آدمی اپنی پیدائش کے نازک اور پر پیچ مرحلوں پر ہی غور کرلے تو اس کے لئے اللہ پر ایمان لانا بہت آسان ہوجاتا ہے۔

(۱) فرمایا کہ پہلا مرحلہ ''سلالتہ من طین'' ہے۔ عربی میں سلالتہ کے معنی منتخب اور چنی ہوئی چیز کے آتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کوانتخاب کی ہوئی مٹی اور اس کے چنے ہوئے اجزاء سے پیدا کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے دنیا کے سب سے پہلے انسان حضرت آدم کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا تھا۔ جن سے انسانی تخلیق و پیدائش کا آغاز ہوا۔ پھر اللہ نے حضرت حوا کو پیدا کر کے ان دونوں سے دنیا کے انسانوں کو پھیلا دیا۔ اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

(۲) اب اسی چنی ہوئی اور مٹی کے منتخب اجزاء سے یا انسانی غذاؤں سے نطفہ بنتا ہے۔ جو رحم مادر میں ایک مناسب وقت تک رہتا ہے اور قرار پاتا ہے اور

(۳) رحم مادر میں کچھ دن پڑا رہنے کے بعد وہ جمے ہوئے خون کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔

(۴) پھر یہ جما ہوا خون گوشت کی بوٹی جیسا بن جاتا ہے۔

(۵) پھر اسی گوشت کی بوٹی میں سے ہڈیوں کا ڈھانچہ پھوٹنا شروع ہوجاتا ہے۔ ہڈیوں کا ڈھانچہ تیار ہونے کے بعد

(۶) ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا جاتا ہے۔ اس طرح انسانی ڈھانچے کی شکل بن جاتی ہے

(۷) اب وہ مرحلہ آجاتا ہے کہ جہاں اس انسانی ڈھانچے میں اللہ کی طرف سے روح پھونکی جاتی ہے۔ پھر تکمیل کے ان مختلف مرحلوں سے گذر کر مکمل انسانی شکل اختیار کر کے اس زمین پر قدم رکھتا ہے یہ تمام مرحلے اللہ کے حکم، علم اور قدرت سے تکمیل تک پہنچتے ہیں۔

اتنے مختلف مرحلوں سے گذر کر انسانی بچہ دنیا میں قدم رکھتا ہے نوجوانی، جوانی اور ادھیڑ عمری کے مرحلوں سے گذر کر وہ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جاتا ہے اور آخر کا طبعی عمر گذارنے کے بعد موت کی آغوش میں جا کر سوجاتا ہے۔ قبر میں ایک لمبی سی نیند لے کر پھر اللہ کے حکم سے دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور میدان حشر میں زندگی کے ہر لمحے کا حساب لیا جائے گا۔ فرمایا کہ انسان پیدائش، زندگی، موت اور پھر زندہ کئے جانے کے جن مرحلوں کو طے کرتا ہوا گذرتا ہے وہ سب کے سب اللہ کے علم اور قدرت سے تکمیل تک پہنچتے ہیں۔ فرمایا کہ جس کو اس بات پر یقین ہے کہ اللہ ہی ہے جو انسان کو ان مختلف مرحلوں سے گذار کر جیتا جاگتا انسان بنانے پر پوری قدرت و طاقت رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا خالق نہیں ہے تو وہی اللہ انسان کے مرجانے کے بعد اس کے ان ہی اجزاء کو جمع کر کے دوبارہ پیدا کرنے پر قدرت کیوں نہیں رکھتا؟ یقیناً اسی ایک اللہ کی یہ قدرت ہے جو تمام انسانوں کو دوبارہ پیدا

فرمائے گا۔ جو اللہ ایک قطرہ سے زندہ انسان بنانے پر قدرت رکھتا ہے تو کیا وہ انسان کے مرجانے کے بعد اس کو دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز اور بے بس ہوسکتا ہے۔ ہر گز نہیں۔ وہی اللہ بہترین تخلیق کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ اور وہی سب پیدا کرنے والوں میں سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾

وقف لازم

ع ۱

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷ تا ۲۲

اور ہم نے تمہارے اوپر سات راستے (آسمان) بنادیئے اور ہم مخلوق (کی مصلحتوں) سے بے خبر نہیں ہیں۔ اور ہم نے بلندی (آسمانوں) سے ایک مناسب اندازے کے مطابق پانی برسایا اور اس کو ہم نے زمین میں ٹھہرادیا۔ اور بے شک ہم اس کو لے جانے پر بھی قادر ہیں۔ پھر ہم نے اس کے ذریعہ تمہارے واسطے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کئے۔ ان میں تمہارے لئے کثرت سے پھل پیدا کئے جنہیں تم کھاتے ہو۔ اور وہ درخت بھی پیدا کئے جو طور سینا سے نکلتا ہے۔ جو تیل بھی ہے اور کھانے والوں کے لئے سالن بھی ہے۔ اور بے شک چوپایوں میں بھی مقام عبرت موجود ہے اسی میں سے ہم تمہیں وہ چیز پلاتے ہیں (دودھ) جو ان کے پیٹ میں بنتا ہے۔ اور تمہارے لئے ان میں اور بہت سے فائدے ہیں جنہیں تم کھاتے ہو۔ اور ان پر اور کشتیوں پر سوار کئے جاتے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷ تا ۲۲

فَوْقٌ	اوپر۔
سَبْعٌ	سات۔
طَرَائِقُ (طَرِيْقَةٌ)	راستے۔
اَلْخَلْقُ	پیدائش۔ بناوٹ۔
بِقَدَرٍ	ایک اندازے سے۔
اَسْكَنَّا	ہم نے روک دیا۔ ہم نے ٹھہرا دیا۔
نَخِيْلٌ	کھجور۔
اَعْنَابٌ (عِنَبٌ)	انگور۔
فَوَاكِهُ (فَاكِهَةٌ)	میوے۔
تَنْبُتُ	اگتی ہے۔ اگتا ہے۔
دُهْنٌ	تیل۔
صِبْغٌ	سالن۔
اٰكِلِيْنَ	کھانے والے۔
اَلْاَنْعَامُ	مویشی۔ جانور۔
نُسْقِيْ	ہم پلاتے ہیں۔
بُطُوْنٌ (بَطْنٌ)	پیٹ۔
تُحْمَلُوْنَ	تم سوار کئے گئے۔

تشریح: آیت نمبر ۱۷ تا ۲۲

اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسان کو سات مرحلوں سے گذار کر پیدا کیا فرمایا کہ اسی طرح کائنات کے ذرہ ذرہ کو اس نے انسانی ضروریات کے لئے پیدا کیا ہے جو اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ اللہ نے انسان کو خشکی، تری، فضاؤں اور ہواؤں پر ایک خاص عزت و عظمت اور برتری عطا فرمائی ہے۔ وہ بعض جسمانی کمزوریوں کے باوجود نہایت عزم و ہمت کا پیکر اور سخت جان ہے۔ جب وہ اللہ کی توفیق سے کسی کام کے کرنے پر آتا ہے تو ہر چیز اس کے سامنے سرنگوں ہو جاتی ہے لیکن اس سب کے باوجود کائنات اور اس کے عظیم اور پھیلے ہوئے نظام زمین و آسمان، پہاڑ، سمندر اور اس میں رہنے بسنے والی مخلوق کے مقابلے میں انسان جسمانی طور پر بہت کمزور ہے۔ وہ معمولی اور حقیر قطرہ سے پیدا کیا گیا ہے۔ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے سے بڑا کام تھا۔ لیکن اس کے باوجود اللہ نے اس نظام زندگی کو اس طرح بنایا کہ جب انسان پورے عزم و ہمت کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوتا ہے تو ذرہ ذرہ کو اس کے تابع کر دیا جاتا ہے۔ اور اس طرح ہم آہنگ ہو جاتا ہے کہ ناموافق صورت حال کے باوجود انسان ان پر قابو پالیتا ہے۔ کائنات کے وسیع خلا میں بے شمار ستارے اور سیارے بڑی تیزی سے گردش کر رہے ہیں مگر ان کو ایسے قاعدے، قرینے اور سلیقے سے ترتیب دیا گیا ہے جس سے ایک خاص ہم آہنگی پیدا ہوگئی ہے۔ جس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اللہ نے ان تمام چیزوں کو پورے علم و حکمت کے ساتھ بنایا ہے اور وہ اپنی مخلوق کی کسی ضرورت اور حاجت سے بے خبر نہیں ہے۔ اس طرح اس دنیا میں انسان کی ترقی، نشو و نما، رہائش و آسائش کے تمام اسباب پیدا کر دیئے گئے ہیں جن کو شمار کرنا ممکن نہیں ہے تا کہ اس کو کسی طرح کی دشواری پیش نہ آئے۔ توازن ایسا قائم فرمایا ہے کہ انسان کو اور کائنات کو جس چیز کی جتنی ضرورت ہے اتنی ہی عطا کی جاتی ہے۔ ان تمام باتوں کو ان آیات میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ اللہ نے سات آسمانوں کو اوپر تلے بنایا ہے جو فرشتوں کی گذرگاہیں بھی ہیں جن سے وہ اللہ کے احکامات کو لے کر زمین کی طرف آتے ہیں دوسرے یہ کہ آسمان دنیا کو ایک چھت کی طرح بنا دیا ہے تا کہ کائنات کو نقصان پہنچانے والی چیزیں انسانی دنیا تک نہ پہنچ سکیں۔ توازن ایسا پیدا کیا ہے کہ جس وقت جس چیز کی جتنی ضرورت ہے اسی مقدار میں اس کو عطا کر دیا جاتا ہے۔ بارش کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ پانی انسان کی ایک ایسی ضرورت ہے جس کے بغیر انسان بلکہ کوئی جان دار زندہ نہیں رہ سکتا اس کے دھانے اگر کھول دیئے جاتے تو ہر طرف تباہی مچ جاتی اور انسانی تہذیب و ترقی تباہ و برباد ہو کر رہ جاتی۔ بارش کو بے شمار وسائل کا ذریعہ بنا یا دیا اور اس کی حفاظت کا مناسب بندوبست بھی کر دیا۔ ایک مردہ اور خشک زمین پر جیسے ہی بارش برستی ہے ہر طرف زندگی کے آثار نمایاں ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ ہر طرف تروتازگی محسوس ہونے لگتی ہے۔ قسم قسم کے نباتات، سرسبزی و شادابی، کھیتی، میوہ، اناج، پھل پھول، جڑی بوٹیاں، سبزی اور ترکاریاں، گھانس پھونس پیدا ہو جاتا ہے۔ جو انسانوں اور جانوروں کی ضروریات زندگی کا سامان بن جاتے ہیں۔ کھجوروں اور انگوروں کے باغات نئی رونق اور تروتازگی پیدا کرتے ہیں۔ کھیت لہلہانے لگتے ہیں۔ درختوں کی خوبصورتی بڑھ جاتی ہے زیتون کے درخت کا خاص طور پر ذکر فرمایا جو صحرائے سینا میں پیدا ہوتا

ہے۔ اللہ کی اس قدرت کا اظہار بھی ہے کہ عام طور پر صحراؤں میں ریتیلے ٹیلوں، خشک پہاڑوں اور گرد و غبار کے سوا کوئی تصور نہیں ہوتا۔ اللہ نے اسی صحرا میں زیتون کا درخت اگایا جس سے بے شمار فائدے ہیں۔ صحرا میں اگنے والے اس درخت کی عمر ہزاروں سال کی ہوتی ہے۔ اس کا تیل کھانے اور بدن پر ملنے اور دوسری ضروریات میں استعمال کیا جاتا ہے جس کے بہت فائدے شمار کئے گئے ہیں۔ غرضیکہ اللہ نے بارشوں کے نظام کو ایک توازن کے ساتھ بنایا ہے تاکہ وہ انسانی ضروریات کو پورا کر سکے۔ پھر پانی برسا کر اس کی حفاظت کا بھی اعلیٰ ترین انتظام فرما دیا۔ بہتے پانی کو زمین میں اس طرح جذب کر دیا کہ انسان جب چاہے اس کو چند فٹ زمین کھود کر نکال لے اور آسانی سے استعمال کر لے۔ اگر وہ پانی انتہائی گہرائیوں میں پہنچ جاتا تو اس کو استعمال کرنا ممکن نہ ہوتا۔ پھر اس پانی کو پہاڑوں کی چوٹیوں پر کھلے آسمان کے نیچے اس طرح جما دیا کہ وہ سال بھر آہستہ آہستہ بہہ کر ندی، نالوں، جھرنوں اور دریاؤں کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ انسان اس سے اپنی کھیتی باڑی کے لئے، اپنے اور جانوروں کے پلانے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ یہ سب کچھ خود بخود نہیں ہو گیا بلکہ یہ سب کچھ اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا ہے۔ جانوروں اور مویشیوں کا ذکر کرتے ہوئے انہیں عبرت و نصیحت کا ذریعہ بنا دیا۔ اللہ نے اپنی قدرت سے جانور کے دودھ اور گوشت اور اس پر سواری کرنے کو ایک نعمت کے طور پر بیان کیا۔ فرمایا دودھ جیسی پاکیزہ اور صاف ستھری چیز کو اللہ نے جانور کے گوبر اور خون کے درمیان سے اس طرح پیدا کیا ہے کہ اس میں نہ گوبر کی بدبو ہوتی ہے اور نہ خون کا اثر اور رنگ بلکہ دودھ کا ایک ایک قطرہ اللہ کی صنعت کی تعریف کرتا نظر آتا ہے۔ اللہ نے جانوروں کو تازہ گوشت کی فیکٹریاں بنا دیا۔ جب بھی ان کی ذبح کیا جاتا ہے اسی وقت تازہ گوشت مل جاتا ہے۔ اگر وہ کچھ زیادہ دیر رہ جائے تو سڑ جاتا ہے اور ناقابل استعمال ہو جاتا ہے۔ وہی گوشت جانور کی کھال کے اندر بڑے عرصے تک رہنے کے باوجود نہ سڑتا ہے نہ گلتا ہے یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ نے ان جانوروں کے گوشت کو انسانی استعمال کے لئے بنایا ہے تاکہ جب بھی وہ اس کو استعمال کرنا چاہے آسانی سے استعمال کر لے۔ اسی طرح تنگ و تاریک اور پہاڑوں کے پر پیچ راستوں میں یہ جانور سواری اور سامان کو لاد کر لے جانے کا ذریعہ بھی ہیں۔ فرمایا کہ یہ طاقت ور جانور ہیں مگر انہیں اللہ نے انسان کے تابع کر کے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرمایا ہے۔ اسی طرح اللہ نے سمندروں اور دریاؤں کو بھی ایک نعمت بنا دیا ہے جس میں کشتیوں اور جہازوں کے ذریعہ نہ صرف ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کیا جاتا ہے بلکہ انسان کی ہزاروں چیزوں کو ادھر سے ادھر اور ایک ملک سے دوسرے ملک اور شہروں میں لانے لیجانے کا ذریعہ ہیں۔ اللہ نے سمندری پانی کو بھی انسانی ضرورتوں کے لئے اس کے تابع کر دیا ہے۔ ورنہ پانی اتنی بڑی طاقت ور چیز ہے ایک بڑے سے بڑے جہاز کی سمندر کے پانی کے سامنے ایک تنکے سے زیادہ حیثیت نہیں ہوتی۔ مگر سمندر کی گہرائیوں اور ہوا کی شدت کے باوجود اللہ ان جہازوں کی حفاظت فرماتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے پانی اور شجر و حجر کو ہی نہیں بلکہ صحرا کے بہترین پھل زیتون اور طرح طرح کے جانوروں اور سمندر میں چلنے والی کشتیوں اور جہازوں کو اپنے کنٹرول میں رکھا تاکہ یہ چیزیں انسانی ضروریات کو حل کرنے کا سبب بن سکیں۔ یہ وہ نعمتیں ہیں جن پر شکر ادا کرنا واجب ہے یہی انسان کی خوش قسمتی ہے کہ وہ ان نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرتا رہے اور کسی طرح اللہ کی نافرمانی کا

۱۰

انداز اختیار نہ کرے۔ کیونکہ صرف ایک اللہ کی ذات ہے جس نے اس کائنات کے ذرے ذرے اور آسمان و زمین کے ہر فائدے کو انسان کے تابع کر دیا ہے تا کہ وہ اس سے پوری طرح فائدے حاصل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں احسان مان کر شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۖۚ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْۤ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾ فَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۳۱﴾ ۚ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾ ع

ع ۲ / ۱۰ / ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۲۳ تا ۳۲

اور البتہ یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا اس نے کہا اے میری قوم! تم اس اللہ کی عبادت و بندگی کرو جس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ اس کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ صرف تم جیسا بشر ہی تو ہے۔ جو یہ چاہتا ہے کہ تمہارے اوپر بڑا بن بیٹھے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو فرشتے اتار دیتا۔ ہم نے تو اپنے باپ دادا سے ایسا نہیں سنا۔ یہ تو بشر ہے جسے کچھ جنون ہو گیا ہے۔ کچھ مدت تک انتظار کر دیکھو۔ (نوحؑ نے) کہا اے میرے پروردگار یہ مجھے جھٹلا رہے ہیں میری مدد کیجئے۔ ہم نے اس کی طرف وحی بھیجی کہ ہماری نگرانی میں ایک کشتی بناؤ۔ پھر جب ہمارا حکم پہنچے اور تنور ابلنے لگے تو اس وقت ہر قسم کے جانوروں میں سے (نر اور مادہ کا) ایک ایک جوڑا لے کر اس (کشتی) میں سوار ہو جانا اور اپنے گھر والوں کو بھی ساتھ لے لینا سوائے ان کے جن کے حق میں پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہے اور (اے نوحؑ) ظالموں کے حق میں مجھ سے بات نہ کرنا کیونکہ ان سب کو ڈبو دیا جائے گا۔ پھر جب تم اور وہ لوگ جو تمہارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جائیں تو یہی کہنا اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں ظالم قوم سے چھڑایا۔ اور کہو اے رب مجھے برکت والی جگہ اتاریئے گا اور آپ بہترین اتارنے والے ہیں۔ اور بے شک اس میں بڑی نشانیاں ہیں اور بے شک ہم آزمائش کرنے والے ہیں۔ پھر ہم نے ان کے بعد ایک اور گروہ کو اٹھایا جن کے درمیان ان ہی میں سے رسول بھیجے (جنہوں نے کہا) کہ تم اللہ کی عبادت کرو جس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ کیا پھر تم ڈرتے نہیں ہو؟

لغات القرآن آیت نمبر ۲۳ تا ۳۲

اَلْمَلَؤُا — سردار۔

یَتَفَضَّلُ — وہ بڑا بنتا ہے۔

مَاسَمِعْنَا — ہم نے نہیں سنا۔

اٰبَآءٌ — باپ دادے۔

جِنَّةٌ — جنون۔ پاگل پن۔

تَرَبَّصُ — تم انتظار کرو۔

اِصْنَعْ	بناؤ۔
اَلْفُلْکُ	کشتی۔
اَعْیُنِنَا	ہماری آنکھیں۔ ہماری نگرانی۔
فَارَ	ابل پڑا۔
اَلتَّنُّوْرُ	تنور۔ جس میں روٹی بنائی جاتی ہے۔
اُسْلُکْ	تو چل۔ تو لے چل۔
زَوْجَیْنِ (زَوْجٌ)	جوڑے جوڑے۔
اِثْنَیْنِ	دودو۔
سَبَقَ	گذر گیا۔ فیصلہ ہو گیا۔
لَاتُخَاطِبْنِیْ	مجھ سے بات نہ کر۔
مُغْرَقُوْنَ	غرق کئے جانے والے۔
اِسْتَوَیْتَ	تو چین سے بیٹھ گیا۔
اَنْزِلْنِیْ	مجھے اتار دے۔
مُبْتَلِیْنَ	آزمائش کرنے والے۔
اَنْشَأْنَا	ہم نے پیدا کیا۔ ہم نے اٹھا کھڑا کیا۔
قَرْنٌ	گروہ۔ جماعت۔

تشریح: آیت نمبر ۲۳ تا ۳۲

اللہ تعالیٰ نے بھٹکے ہوئے گمراہ لوگوں کی ہدایت کے لئے ہزاروں انبیاء کرام اور رسولوں کو بھیجا ہے۔ حضرت آدمؑ کے بعد حضرت نوحؑ جن کو آدم ثانی بھی کہا جاتا ہے پہلے رسول ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم کے باب شفاء میں حضرت ابوھریرہؓ سے ایک طویل روایت نقل کی گئی ہے جس میں حضرت نوحؑ کو روئے زمین پر پہلا رسول بنا کر بھیجے جانے کو ارشاد فرمایا گیا ہے۔ قرآن کریم کی

اٹھارہ سورتوں میں تینتالیس (۴۳) مرتبہ حضرت نوحؑ کا مختصر اور تفصیل سے واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ حضرت نوحؑ جس قوم کی طرف بھیجے گئے تھے وہ اللہ کی ذات کے منکر نہیں تھے بلکہ توحید الہی اور دین کے سچے اصولوں کی روشنی سے ناواقف و ناآشنا تھے۔ انہوں نے اللہ کی عبادت و بندگی کے بجائے اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے اور گھڑے ہوئے بتوں کو اپنا معبود اور مشکل کشا بنا رکھا تھا۔ جب حضرت نوحؑ نے ساڑھے نوسو سال تک مسلسل اپنی قوم کو راہ حق اور سچے دین کی طرف دعوت دی اور اس کے اصولوں کو اپنانے کی تبلیغ فرمائی تو انہوں نے نہ صرف ان کی تعلیمات کا مذاق اڑایا بلکہ حقارت اور نفرت سے انکار کر دیا۔ اس قوم کے سرداروں، عیش پرستوں اور پیٹ بھرے لوگوں نے ان کی توہین کرنے میں ذرا بھی لحاظ سے کام نہیں لیا۔ انہوں نے حضرت نوحؑ کی مخالفت کرتے ہوئے لوگوں سے کہا کہ نوح کی بات نہ سنو کیونکہ اس میں اور تم میں کیا فرق ہے؟ وہ تم جیسا ایک آدمی ہے انسانی تقاضوں اور ضروریات میں تمہاری طرح ہے چلتا ہے، پھرتا ہے، کھاتا اور پیتا ہے اس کی کوئی امتیازی حیثیت بھی نہیں ہے طاقت، قوت، مال و دولت، اور خاندان اور اولاد کی کثرت ان میں سے ایک بات بھی ایسی نہیں ہے جو ان کے اندر پائی جاتی ہو۔ اگر اللہ کو ہماری ہدایت و رہنمائی کے لئے بھیجنا تھا تو کم از کم کسی فرشتے کو پیغمبر بنا کر بھیجا جاتا۔ وہ کہتے تھے کہ لوگو! نوح جس مذہب اور طریقے کو چھوڑنے کے لئے کہہ رہے ہیں یہ طریقے تمہارے باپ دادا سے چلے آ رہے ہیں۔ ان میں سے ہم نے اپنے باپ دادا کو اس کی مخالفت کرتے نہیں دیکھا۔ وہ لوگوں سے کہتے کہ درحقیقت نوح اپنی بالادستی قائم کرنے اور تمہارے سروں پر مسلط ہونے کے لئے ایسی باتیں کر رہے ہیں یا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجنوں اور دیوانے ہو گئے ہیں۔ وہ لوگوں کو سمجھاتے کہ کچھ دن انتظار کرو جب ان کے سر سے ہماری رسم و رواج کے خلاف جنون اور دیوانگی ختم ہو جائے گی تو پھر سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کے لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ ایک اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت و بندگی نہ کریں کیونکہ اللہ ہی سب کا خالق و مالک ہے۔ حضرت نوحؑ نے اس بات کی وضاحت فرما دی تھی کہ نہ مجھے کسی حکومت و اقتدار کی ضرورت ہے نہ کسی رتبہ اور مقام کی۔ نہ میں تم سے کسی اجرت اور معاوضے کا خواہش مند ہوں نہ کسی بدلے کا کیونکہ میرا اجر، معاوضہ اور بدلہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ میں تم سب لوگوں کو اسی ایک اللہ کی عبادت و بندگی کی طرف بلاتا ہوں جس نے ہم سب کو پیدا کیا ہے۔ شرک اور کفر سے بھرے ہوئے اس ماحول میں چند غریب و نادار مخلص و نادار مسلمانوں کے سوا کسی نے آپ کی بات پر دھیان نہیں دیا اور طرح طرح کے اعتراض کرنا ان کا محبوب مشغلہ بن چکا تھا۔

کبھی اعتراض کرتے ہوئے کہتے کہ اے نوحؑ ہم تمہاری بات کیسے سنیں؟ تمہارے پاس کیسے بیٹھیں کیونکہ تمہارے پاس تو غریب، مفلس، نادار اور بے شعور لوگ بیٹھے رہتے ہیں۔ حضرت نوحؑ کا ایک ہی جواب ہوتا تھا کہ جو لوگ اللہ کے دین کو قبول کر لینے والے ہیں میں ان کو اپنے پاس سے کسی طرح ہٹانے کا سوچ بھی نہیں سکتا کیونکہ اللہ دلوں کو دیکھتا ہے۔ صورت شکل اور مال و دولت کو نہیں۔

جب قوم کی بدزبانی اور بدعقیدگی انتہا درجہ پر پہنچ گئی اور حضرت نوحؑ قوم سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے بارگاہ الہی میں دعا کی۔ میرے پروردگار میں نے اپنی قوم کو ہر طرح سمجھایا۔ دن رات ان کو راہ حق دکھانے کی کوشش کی مگر یہ لوگ میری بات کو سننا ہی

نہیں چاہتے۔الٰہی اگر ان کو رہنے دیا گیا تو یہ آنے والی نسلوں تک کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیں گے۔آپ اس امر حق کا فیصلہ فرما دیجئے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی دعا کو قبول کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نوحؑ !اب اس قوم کا آخری وقت آ گیا ہے۔آپ ہماری نگرانی میں ایک کشتی بنایئے جس میں اپنے تمام ماننے والوں اور جانوروں کے نر و مادہ کے جوڑوں کو بھی رکھ لیجئے۔

حضرت نوح نے کشتی بنانا شروع کی تو کفار و مشرکین نے ان کا اور اہل حق کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔کہنے لگے کہ یہ بھی عجیب دیوانگی ہے کہ خشکی میں کشتی بنائی جا رہی ہے۔کیا اب کشتیاں بھی خشکی میں چلا کریں گی۔حضرت نوحؑ ان مذاق اڑانے والوں سے بے نیاز کشتی بنانے میں مصروف رہے لیکن جب اللہ کا فیصلہ آ گیا اور زمین کی تہہ میں سے پانی کا چشمہ ابلنا شروع ہوا تو حضرت نوحؑ نے اللہ کے حکم سے اپنے اہل خانہ اور اہل ایمان کو سوار ہونے اور تمام جانوروں کے نر و مادہ جوڑوں کو کشتی میں بٹھانے کا انتظام کیا۔حضرت نوحؑ کے بیٹے کے سوا تمام اہل خانہ اور اہل ایمان لوگوں کو اس کشتی میں سوار کیا گیا۔پانی بڑھنا شروع ہوا اور آہستہ آہستہ کشتی نے بلند ہونا شروع کر دیا۔لوگ پہاڑوں کی طرف دوڑنے لگے تاکہ وہ وہاں پناہ لے سکیں مگر طوفان اس قدر شدید اور بلند تھا کہ اس سے بچنا ممکن نہیں تھا۔حضرت نوحؑ نے دیکھا کہ اسی پانی کے طوفان میں ان کا نافرمان بیٹا پہاڑ پر چڑھ کر اپنی جان بچانے کی کوشش کر رہا ہے تو انہوں نے آواز دے کر کہا بیٹا آج اللہ کی رحمت کے سوا کوئی چیز کسی کو نہ بچا سکے گی۔اور کوئی چیز پناہ دینے والی نہ ہوگی۔تم بھی میری کشتی میں سوار ہو جاؤ یعنی دین اسلام کو قبول کر لو لیکن حضرت نوحؑ کے بیٹے نے یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا کہ میں کسی اونچے پہاڑ پر چڑھ کر اپنی جان بچا لوں گا۔حضرت نوحؑ اپنے بیٹے کی نافرمانی اور بے وقوفی پر بے قرار ہو گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا الٰہی آپ نے میرے اہل و عیال کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا یہ میرا بیٹا ہے اس کو بھی بچا لیجئے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نوح یہ تمہارا بیٹا نافرمان ہے اس لئے اس کو آپ کے اہل و عیال میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت نوح کو اس بات کا اندازہ ہو گیا کہ انہیں یہ درخواست نہیں کرنی چاہیے تھی چنانچہ انہوں نے اصل حقیقت سامنے آنے کے بعد اللہ سے معافی مانگی۔جب سارے اہل ایمان کشتی میں سوار ہو گئے تو آسمان کو حکم دیا گیا کہ پانی برسنا شروع ہو جائے اور زمین کے چشمے پوری طرح ابل پڑیں۔طوفان اس قدر شدید تھا کہ پوری قوم اور ان کی تہذیب و تمدن اس پانی میں غرق ہو گئے۔ ایک عرصہ بعد اللہ کے حکم سے یہ سفینہ نوح جودی پہاڑی پر آ کر ٹک گیا علماء نے لکھا ہے کہ جودی پہاڑی ارارط کے پہاڑی سلسلوں میں سے ایک پہاڑی ہے جو دجلہ اور فرات کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔توریت میں بھی اسی قسم کی تفصیلات آئی ہیں۔ بہر حال اللہ کے حکم سے یہ کشتی جودی پہاڑی پر ٹھہر گئی۔اس طرح اہل ایمان کو اللہ نے نجات عطا فرمائی اور کفار اور ان کے مال و دولت کو پانی کے طوفان میں غرق کر دیا گیا۔

اس موقع پر حضرت نوحؑ اور اہل ایمان سے فرمایا گیا کہ جب وہ کشتی پر سوار ہونے لگیں تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور شکر ادا کریں اور کہیں کہ الٰہی آپ نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں ظالموں اور ناانصافوں سے بچا لیا۔آپ نے ہمیں عذاب سے اور غرق

ہونے سے محفوظ رکھا۔ الٰہی! ہمیں اس کشتی سے خیریت و عافیت سے اتاریئے گا آپ سے بہتر ہمارا بھلا چاہنے والا اور کون ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان اہل ایمان کی دعاؤں کو قبول کیا اور ان کو پوری طرح اپنی رحمتوں سے نواز دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نافرمان قوم کو ختم کرنے کے بعد پھر قوم عاد کو عروج عطا کیا جس نے دنیا پر ایک ہزار سال تک بڑی شان سے حکومت کی۔ اللہ نے ان لوگوں میں بھی اپنے نبی اور رسول بھیجے جنہوں نے اسی پیغام حق کو دنیا تک پہنچایا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ صرف اسی کی عبادت اور بندگی کی جائے کیونکہ صرف اللہ ہی تمام عبادات و بندگی کا مستحق ہے اس کے سوا کسی دوسرے کی بندگی کرنے سے ڈرنا چاہیے۔

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ۨافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۴۲﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۭ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۳ تا ۴۴

اوراس (نوحؑ کی) قوم کے ان سرداروں نے جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی حاضری کو جھٹلایا جن کو ہم نے دنیاوی زندگی کا عیش و آرام دے رکھا تھا کہا کہ یہ تو تم ہی جیسا بشر ہے وہ اس میں سے کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور اس میں سے پیتا ہے جو تم پیتے ہو۔ اور اگر تم نے اپنے جیسے بشر کی اطاعت قبول کر لی تو یقیناً تم سخت نقصان میں رہو گے۔ (انہوں نے کہا) کیا وہ تم سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور تم مٹی اور ہڈیوں (کا ڈھیر) بن جاؤ گے تب تم دوبارہ (زندہ کر کے قبروں سے) نکالے جاؤ گے؟ (یہ بات تو) بعید ہے اور بالکل بعید ہے وہ جو تمہیں وعدہ دیا جا رہا ہے۔ بس یہی دنیا کی زندگی ہے جس میں ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں۔ اور ہم دوبارہ (قبروں سے) نہیں اٹھائے جائیں گے۔ یہ ایک ایسا شخص ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے اور ہم اس پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ رسول نے کہا کہ اے میرے پروردگار اس پر میری مدد فرما کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے۔ (اللہ نے) فرمایا کہ وہ بہت شرمندہ ہوں گے۔ پھر انہیں وعدہ الٰہی کے مطابق ایک زبردست چنگھاڑ نے آ پکڑا۔ پھر ہم نے ان کو کوڑا کباڑ بنا کر رکھ دیا اور پھر وہ ظالم قوم (اللہ کی رحمت سے) دور ہو گئی۔ پھر ہم نے ان کے بعد اور امتیں پیدا کیں۔ کوئی قوم نہ اپنے وقت سے پہلے ختم ہو سکتی ہے اور نہ اس کے بعد۔ پھر ہم نے لگاتار اپنے رسول بھیجے۔ جس قوم کے پاس بھی کوئی رسول آیا انہوں نے اس کو جھٹلایا۔ ہم بھی ایک کے بعد دوسری (نافرمان) قوم کو تباہ کرتے چلے گئے اور ان کو بھولی بسری کہانیاں بنا کر رکھ دیا۔ (ان لوگوں پر) اللہ کی مار ہے جو ایمان نہیں لائے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۳ تا ۴۴

لِقَاءٌ ملاقات۔ حاضری۔

اَتْرَفْنَا ہم نے عیش و آرام کیا۔

اَيَعِدُكُمْ کیا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے۔

تُرَابٌ مٹی۔

هَيۡهَاتَ	بعید ہے۔دور ہے۔
حَيَاتُنَا	ہماری زندگی۔
نَمُوۡتُ	ہم مرجاتے ہیں۔
نَحۡيَا	ہم زندہ رہتے ہیں۔
مَبۡعُوۡثِيۡنَ	اٹھائے جانے والے۔
اِفۡتَرٰى	جھوٹ باندھا۔
يُصۡبِحُنَّ	وہ رہ جائیں گے۔وہ ہو جائیں گے۔
نَادِمِيۡنَ	شرمندہ۔
اَلصَّيۡحَةُ	چنگھاڑ۔
غُثَآءً	کوڑا۔کباڑ۔
مَاتَسۡبِقُ	نہیں آگے بڑھتی۔
اَجَلٌ	مدت۔
تَتۡرَا	مسلسل ایک کے بعد دوسرا۔
اَحَادِيۡثُ	باتیں۔

تشریح: آیت نمبر ۳۳ تا ۴۴

حضرت نوحؑ اوران کی نافرمان قوم کے بھیانک انجام کے بعدان آیات میں کسی نبی یا رسول کا نام لئے بغیر بعض انبیا کی امتوں کی طرف اشارہ کر کے چند اصولی اور بنیادی باتوں کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔فرمایا کہ اللہ کے حکم سے ہر زمانے ہر ملک اور ہر خطے میں راہ سے بھٹک جانے والوں کی ہدایت کے لئے مسلسل اور لگا تار اپنے نبیوں اور رسولوں کو بھیجا جنہوں نے اپنی اپنی قوم سے فرمایا کہ وہ اللہ پر ایمان لائیں اسی کی عبادت و بندگی کریں کیونکہ اس کے سوا کوئی دوسرا عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے۔اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک یا ساتھی نہیں ہے۔

☆ وہ اپنے فیصلے کرنے میں پورا اختیار رکھتا ہے اور اسے اس کائنات میں پوری طرح کی طاقت وقوت حاصل ہے۔ یہ انبیاء کرام پوری زندگی اسی کی جدوجہد اور کوشش کرتے رہے۔ اس کے برخلاف دوسری طرف ''مترفین'' تھے یعنی عیش وآرام پسند، مال ودولت کی چکا چوند میں مست، اولاد کی کثرت پر ناز کرنے والے، اپنے آپ کو عام لوگوں سے بلند و برتر اور بڑا سمجھنے والے لوگ تھے۔ جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے تھے۔ اللہ کی وحدانیت، آخرت کا انکار اور بدعملی میں سب سے آگے تھے۔ جو اپنے اقتدار کی ہلتی ہوئی دیواروں کو سہارا دینے کے لئے اللہ کے پاک نفوس انبیاء کرام کی یہ کہہ کر توہین کرتے تھے کہ تمہارے اور ہمارے درمیان آخر وہ کون سا فرق ہے جس کی وجہ سے ہم تمہیں اللہ کا نبی تسلیم کرلیں۔ تم ہماری طرح ہم جیسے آدمی ہو، بیوی بچے رکھتے ہو، کھاتے پیتے ہو اور بازاروں میں چلتے پھرتے ہو، مال و دولت اور دنیاوی مرتبہ اور کوئی اعلیٰ مقام بھی نہیں رکھتے ہو۔ اگر ہم تم جیسے لوگوں کی باتوں میں آگئے تو سوائے نقصان کے اور کیا حاصل کرسکیں گے۔ کبھی وہ مرکر دوبارہ زندہ ہونے کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے کہ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ جب ہم مرجائیں گے، ہمارا وجود مٹی ہوجائے گا، ہماری ہڈیاں گل سڑ جائیں گی اور ہمارے ذرات بکھر جائیں گے تو ہم دوبارہ زندہ کرکے اللہ کے سامنے حاضر کئے جائیں گے۔ وہ کہتے یہ تو ایک ایسی بات ہے جس کا عقل وفہم سے کوئی تعلق نہیں ہے اور بہت ہی دور کی بات ہے۔ وہ کہتے آخرت، جنت اور جہنم یہ سب کہنے کی باتیں ہیں اصل یہی دنیا کی زندگی ہے ہم اسی میں پیدا ہوئے، اسی میں پلے بڑھے، اسی میں مرکھپ جائیں گے۔ مرکر دوبارہ زندہ ہونا خواہ مخواہ کی بات ہے یہ سب گھڑی ہوئی باتیں ہیں ہم تو ان باتوں پر یقین کرنے والے نہیں ہیں۔ تمام انبیاء کرام کے ساتھ یہی ہوا کہ ان کو اور ان کی تعلیمات کو جھٹلایا گیا۔ جب ان کی تعلیم کا مذاق اڑایا گیا اور کسی نے ان کی باتوں کو ایک حقیقت کے طور پر تسلیم نہیں کیا تو انبیاء کرام کے منہ سے حضرت نوحؑ کی طرح یہی نکلا کہ الٰہی یہ ہمیں جھٹلا رہے ہیں اور کوئی بات ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ آپ ہماری مدد کیجئے اور اس معاملے میں فیصلہ کردیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب وہ وقت بہت زیادہ دور نہیں ہے کہ جب ان کو پکڑا جائے گا تو یہ سخت شرمندہ اور پشیمان ہوں گے۔ جب اللہ کا وہ فیصلہ آیا تو ایک سخت کڑک، چمک اور زبردست آواز نے ان کو اور ان کی تہذیب اور تمدن کو تباہ وبرباد کرکے کوڑا کباڑ بنا کر رکھ دیا اور ان پر اللہ کی لعنت مسلط کردی گئی۔

فرمایا کہ انبیاء کرام کے آنے کا سلسلہ جاری رہا۔ اس نے لگا تار نبیوں اور رسولوں کو بھیجا اور جب بھی انہوں نے ان کو جھٹلایا اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات کا انکار کیا تو اللہ نے ان کے برے اعمال کے سبب سے ان کی قوم کو تہس نہس کرکے ان کی زندگیوں اور ترقیات کو ایک قصہ کہانی بنا کر رکھ دیا۔ اور ایسے لوگوں کی زندگیوں پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار برستی رہی۔

یہ انبیاء کرام کون تھے ان کی قومیں کونسی تھیں اگرچہ ان آیات میں اس کی کوئی وضاحت نہیں ہے لیکن قرآن کریم کے الفاظ سے ایسا لگتا ہے کہ ان سے مراد قوم عاد اور قوم ثمود ہے۔ قوم عاد کی طرف حضرت ہودؑ کو اور قوم ثمود کی طرف حضرت صالحؑ کو بھیجا گیا تھا۔ اکثر مفسرین نے ان آیات میں ذکر کی گئی قوموں سے مراد ان دونوں قوموں کو لیا ہے۔

ان آیات میں درحقیقت کفار مکہ کو آئینہ دکھایا گیا ہے اور اس طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ نبی مکرم ﷺ بھی اور نبیوں کی طرح آخری نبی اور آخری رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اگر کفار مکہ نے سابقہ قوموں کی طرح ان کا مذاق اڑایا اور ان پر ایمان نہ لائے تو وہ اپنے برے انجام پر غور کر سکتے ہیں کیونکہ اللہ کا قانون اور دستور ایک ہی رہا ہے اور ہے۔ وہ نیکیوں پر چلنے والوں کو نوازتا ہے اور نجات دیتا ہے لیکن نافرمانوں اور نبیوں کو جھٹلانے والوں کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿۵۰﴾

۱۸/۳
۳

ترجمہ: آیت نمبر ۴۵ تا ۵۰

پھر ہم نے موسیٰؑ اور ان کے بھائی ہارونؑ کو اپنی نشانیاں اور کھلے دلائل کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا جنہوں نے تکبر کیا تھا اور وہ بڑے سرکش لوگ تھے۔ انہوں نے کہا کہ کیا ہم اپنے ہی جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں حالانکہ ان دونوں (موسیٰؑ و ہارونؑ) کی قوم ہماری خدمت گذار ہے۔ انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا اور پھر وہ ہلاک ہونے والوں میں (شامل) ہوگئے۔ اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تا کہ وہ ہدایت حاصل کریں۔ اور ہم نے ابن مریمؑ (عیسیٰؑ) اور ان کی والدہ (کی زندگی) کو ایک معجزہ بنا دیا اور ان دونوں کو ایسی بلند جگہ عطا کی جو سکون کی جگہ تھی اور پانی (کا ایک چشمہ) بہہ رہا تھا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۵ تا ۵۰

سُلْطَانٌ مُّبِيْنٌ کھلے دلائل۔

اِسْتَكْبَرُوْا انہوں نے تکبر کیا۔ بڑائی کی۔

عَالِيْنَ سرکش۔

عَابِدُوْنَ عبادت کرنے والے۔

اٰوَيْنَا ہم نے ٹھکانہ دیا۔

رَبْوَةٌ بلند ٹیلہ۔ اونچا مقام۔

ذَاتُ قَرَارٍ ٹھہرنے کی جگہ۔ سکون کی جگہ۔

مَعِيْنٌ جاری پانی۔ چشمہ۔

تشریح: آیت نمبر ۴۵ تا ۵۰

حضرت نوحؑ کا واقعہ بیان کرنے کے بعد بعض نبیوں کی امتوں کا نام لئے بغیر ان کا تذکرہ فرمایا گیا ہے اور ان آیات میں خاص طور پر حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا ذکر خیر فرمایا گیا ہے ان واقعات کو اس لئے بھی بیان کیا گیا تا کہ نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کو اس سے تسلی ہو جائے کہ اگر آج قریش مکہ نبی کریم ﷺ اور آپ کی لائی ہوئی تعلیمات کو جھٹلا رہے ہیں اور طرح طرح سے ستا رہے ہیں تو یہ کوئی ایسی نئی یا انوکھی بات نہیں ہے۔ بلکہ منکرین اور متکبرین کا ہمیشہ سے یہی طریقہ رہا ہے کہ اللہ کے نبی جب بھی تشریف لائے تو ان کو جھٹلایا گیا اور ہر طرح ستایا گیا لیکن جن لوگوں نے ان کو جھٹلایا ان کا انجام بھی بڑا بھیانک اور عبرت ناک ہوا ہے۔

اگر آج یہ کفار مکہ آپ کی بات سننے سے انکار کر رہے ہیں اور اپنے دنیاوی مفادات کی خاطر ابدی سچائی کو جھٹلا رہے ہیں تو ان کا انجام بھی دوسری گذری ہوئی قوموں سے مختلف نہ ہوگا۔ لیکن اگر انہوں نے ایمان کا راستہ چن لیا تو دین و دنیا کی تمام عظمتیں عطا کی جائیں گی۔

حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ اور نبی کریم ﷺ کے واقعات میں بڑی یکسانیت ہے۔جس طرح حضرت موسیٰ کو مصر سے مدین ہجرت کرنا پڑی اور یہودی ظالم بادشاہ ہیرودس کی شدید مخالفت نے حضرت عیسیٰؑ کی والدہ کے دل میں اس بات کو الہام فرمادیا کہ یہ ظالم بادشاہ حضرت عیسیٰؑ کو قتل کرنا چاہتا ہے تو حضرت مریمؑ آپ کو لے کر مصر کی طرف ہجرت فرما گئیں۔ جب تک اس ظالم بادشاہ کی موت واقع نہیں ہوگئی وہ فلسطین واپس نہیں آئیں۔اسی طرح جب کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثاروں کو طرح طرح کی اذیتیں دیں اور نبی کریم ﷺ کے قتل کرنے کی سازشیں کیں تو آپؐ اور آپ کے صحابہ کرامؓ بیت اللہ کی سرزمین مکہ مکرمہ چھوڑنے پر مجبور کردیئے گئے اور آپ نے اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔اور انبیا کی طرح آپ کا ہجرت فرمانا اس بات کی واضح اور روشن دلیل تھی کہ اگر کفار مکہ نے دین اسلام کو قبول نہیں کیا تو ان کو بھی سخت سزا دیئے جانے کا فیصلہ کرلیا گیا ہے۔

حضرت موسیٰؑ اللہ کے عظیم پیغمبر اور بنی اسرائیل کے ایک فرد تھے۔حضرت یوسفؑ کے زمانے میں بنی اسرائیل کے کچھ افراد مصر میں آباد ہوگئے تھے۔جن کی تعداد روز بروز بڑھنا شروع ہوئی۔اور دین اسلام کی تبلیغ کی برکت تھی کہ بنی اسرائیل کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی۔ جب تک بنی اسرائیل انبیاء کرام کے راستے پر چلتے رہے اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات کو مشعل راہ بنائے رہے قوم بنی اسرائیل عزت وعظمت کی سربلندیوں پر فائز رہی لیکن جب انہوں نے انبیاء کی اولاد ہونے کے باوجود انبیاء کا راستہ چھوڑ دیا تو وہی قوم ذلتوں کی پستی میں گرتی چلی گئی۔ حضرت یوسفؑ کے وصال کے بعد حالات نے ایک نئی کروٹ لی اور مصری حکومت کا انتظام قبطیوں کے ہاتھ میں چلا گیا۔ان کے بادشاہوں کا لقب فرعون تھا۔فرعون اور اس کے ماننے والے اگرچہ بہت تھوڑے سے تھے اور بنی اسرائیل کی تعداد بہت زیادہ تھی لیکن فرعونوں کے ظلم وستم اور قوم بنی اسرائیل کی بے حسی اور جہالت نے انہیں اس قدر پست اور ذلیل کردیا تھا کہ قوم بنی اسرائیل کی حیثیت غلاموں جیسی ہوکر رہ گئی اور ہر وہ کام کرنے پر مجبور کردیئے گئے جو معاشرہ کا ذلیل ترین کام تھا۔انہیں دووقت کی روٹی اور سر چھپانے کی فکر نے اس درجہ پر پہنچادیا کہ وہ اپنے منصب اور مقام کو بھول بیٹھے۔وہ یہ بھول گئے کہ وہ کن نبیوں کی اولاد ہیں۔اور دنیا پر انہوں نے حکمرانی کی تھی۔پستی اور ذلت کی انتہا یہ تھی کہ جب فرعون نے بنی اسرائیل کی ماؤں کی گود سے بچے چھین چھین کر ان کے سامنے ان کو ذبح کرنا شروع کیا تو وہ فرعون کی مزاحمت کرنے کی اہلیت تک کھو بیٹھے تھے۔حالانکہ ایک بلی جیسی کمزور مخلوق کے بچوں کی طرف بھی اگر کوئی ہاتھ بڑھاتا ہے تو وہ اپنی طاقت کے مطابق حملہ کر دیتی ہے مگر بنی اسرائیل کا یہ عالم تھا کہ ان میں کوئی اتحاد واتفاق نہ تھا اور اس ظالم بادشاہ کے ظلم کا جواب تک دینے کی صلاحیت کھو چکے تھے۔ حضرت موسیٰؑ کے پرجوش خطبات اور تقریروں نے قوم بنی اسرائیل میں ایک نئی زندگی اور اتحاد واتفاق پیدا کردیا۔ انہوں نے قوم کو سمجھایا کہ تمہاری ذلت کا سبب یہی ہے کہ تم نے اللہ کا راستہ چھوڑ دیا ہے تم اس بات کو بھول بیٹھے ہو کہ تم کن انبیاء کی اولاد ہو۔تمہاری وراثت تو علم اور عمل خیر تھا مگر تم دنیا کی بے حقیقت چیزوں سے دل لگا بیٹھے ہو۔ایک وقت آیا کہ حضرت موسیٰؑ پوری قوم بنی اسرائیل جن کی تعداد پچیس لاکھ کے قریب تھی مصر سے فلسطین کی طرف لے کر چلے۔فرعون اور اس کے ماننے والوں کو غرق کردیا گیا اتنے بڑے احسان کے بعد سب کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے تھا مگر فرعون کے غرق ہونے کے بعد بنی اسرائیل پھر سے اللہ کی

نافرمانیوں میں لگ گئے۔اس وقت اللہ تعالیٰ نے صحرائے سینا میں ایک کتاب ہدایت توریت نازل فرمائی تا کہ قوم بنی اسرائیل اس پر عمل کر کے اپنی دنیا اور آخرت کو سنوار سکیں۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارون فلسطین پہنچنے سے پہلے وصال فرما گئے۔ فلسطین پہنچ کر بنی اسرائیل نے اپنی چھوٹی چھوٹی ریاستیں بنا ڈالیں اور اپنے اتحاد و اتفاق کو بھول گئے۔اور ایک مرتبہ پھر یہ قوم نافرمانیوں میں لگ گئی اور بار بار اللہ کا عذاب نازل ہوتا رہا۔ان کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں کفار و مشرکین کے قبضے میں چلی گئیں اور قوم بنی اسرائیل اس تباہی کے کنارے پہنچ گئی جہاں سے قوموں کی واپسی ناممکن ہوا کرتی ہے۔انبیاء کرام تشریف لاتے رہے یہ قوم کچھ وقت تک سنبھل جاتی لیکن پھر مسلسل نافرمانیوں کو اپنا مزاج بنا لیتی اسی شدید انتشار کے بعد اللہ نے ان کی اصلاح و ہدایت کے لئے حضرت عیسیٰؑ ابن مریمؑ کو بھیجا۔اس وقت یہودیوں کی ذہنی پستی کا شاہ کار ہیرودس بادشاہ تھا جو کوئی بھی حق اور سچ بات سننے کے لئے تیار نہ ہوتا تھا۔ جب اسے کسی ذریعہ سے یہ معلوم ہوا کہ ایک شخص ایسے آنے والے ہیں جن کو سرداری اور عظمت عطا کی جائے گی تو وہ حضرت عیسیٰؑ کا سخت دشمن بن گیا۔اس نے ان کو قتل کرنا چاہا تو اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کی والدہ کے دل میں اس بات کو الہام فرمایا کہ وہ ان کو لے کر کہیں دور چلی جائیں چنانچہ حضرت مریمؑ حضرت عیسیٰؑ کو لے کر مصر تشریف لے گئیں اور جب تک اس یہودی ظالم بادشاہ کا انتقال نہیں ہو گیا اس وقت تک مصر سے فلسطین نہیں آئیں۔ حضرت عیسیٰؑ جوان ہو چکے تھے جب فلسطین واپس آ کر آپ نے اللہ کا دین پہنچانا شروع کیا تو پوری قوم بنی اسرائیل جو اب یہودی قوم بن چکی تھی اس نے نہ صرف شدید مخالفت کی بلکہ ہر طرح کی سازشوں کا جال پھیلنا شروع ہو گیا۔حضرت عیسیٰؑ کے خطبات اور تقریروں سے لوگوں کی آنکھیں کھلنا شروع ہوئیں تو یہودی اس سے گھبرا گئے اور ان کے گرد ایسا گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا کہ آخر کار ان کو ملک و قوم کا باغی قرار دے کر پھانسی دیئے جانے کا حکم دیدیا گیا۔اس وقت اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کو آسمانوں پر اٹھا لیا (اب انشااللہ وہ قیامت کے قریب دوبارہ تشریف لائیں گے) اللہ نے آپ کو انجیل جیسی کتاب عطا فرمائی جو آپ کے جانے کے بعد چند لوگوں کے ہاتھوں کا کھلونا بن گئی اور انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات کو بھلا کر خود حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا بنا دیا اور قوم کو سمجھایا کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ کے بیٹے ہیں جو تمام دنیا کے انسانوں کے گناہ اپنے اوپر رکھ کر پھانسی چڑھ گئے اور ساری دنیا کے گناہ معاف کرا دیئے۔اس عقیدہ نے حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والوں کو ایمان اور حسن عمل سے دور کر دیا اور اس طرح یہ قوم بھی یہودیوں کی طرح نصاری یا عیسائی کہلانے لگی۔

جب نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوئی اس وقت سب سے آگے دین کی علم بردار یہی دو قومیں تھیں۔ بقیہ لوگ اس سے بھی زیادہ کفر و شرک میں مبتلا ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان تمام قوموں کی ہدایت کے لئے اپنے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا تا کہ اس مردہ قوم میں ایک نئی زندگی پیدا ہو سکے۔

فرمایا جا رہا ہے کہ اگر آخری نبی اور آخری رسول ﷺ کا دامن ہدایت پکڑ لیا گیا تو دنیا کی اصلاح ہو سکے گی۔لیکن اگر ان کے دامن سے وابستگی نہ ہوئی تو پھر قیامت تک ان کی اصلاح نہ ہو سکے گی۔

اہل ایمان کو تسلی دی گئی ہے کہ جب تک وہ سچائیوں کے ان اصولوں کو اپنائے رہیں گے وہ دنیا اور آخرت کی بھلائی حاصل کرتے رہیں گے۔ لیکن اگر انہوں نے اس راستے کو چھوڑ دیا تو پھر وہ اپنے سامنے گذری ہوئی قوموں کے انجام کو رکھیں کیونکہ اللہ کا دستور اور قانون ہمیشہ سے ایک ہی رہا ہے اور رہے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۵۴﴾ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾ اُولٰۗىِٕكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۱ تا ۶۱

اے پیغمبرو! پاک چیزوں میں سے کھاؤ اور عمل صالح کرو۔ بے شک جو کچھ تم کرتے ہو اس سے میں واقف ہوں۔ اور بے شک یہ تمہاری امت ایک ہی امت تھی اور میں تمہارا رب ہوں پس تم مجھ سے ہی ڈرو۔ پھر انہوں نے آپس میں (دین کے) کام کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اس میں مگن ہے۔ پس انہیں ان کی غفلت میں ایک مقررہ مدت تک چھوڑ دیجئے۔ کیا وہ

یہ گمان رکھتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ مال اور اولاد سے ان کی مدد کی ہے ہم ان کے لئے بھلائیوں میں جلدی کررہے ہیں؟ بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) وہ شعور نہیں رکھتے۔ بے شک وہ لوگ جو اپنے رب کے خوف سے ڈرنے والے ہیں جو اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جو اپنے پروردگار کے ساتھ دوسروں کو شریک نہیں کرتے اور وہ لوگ اللہ کے لئے جو کچھ بھی دیتے ہیں تو ان کے دل (اس تصور سے) ڈرتے رہتے ہیں کہ بے شک انہیں پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو بھلائیوں میں بھاگ دوڑ کرنے والے ہیں اور وہ آگے بڑھ جانے والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۱ تا ۶۱

اَلرُّسُلُ (رَسُوْلٌ) پیغمبر۔

اَلطَّيِّبَاتُ (طَيِّبَةٌ) پاکیزہ۔ ستھری چیزیں۔

اُمَّةٌ امت۔ جماعت۔

تَقَطَّعُوْا تم کاٹتے ہو۔

زُبُرٌ (زُبْرَةٌ) کسی چیز کو ٹکڑے ٹکڑے کردینا۔

حِزْبٌ جماعت۔ فرقہ۔

فَرِحُوْنَ خوش ہونے والے۔

غَمْرَةٌ گہرا پانی۔ غفلت۔

نُمِدُّ ہم دیتے ہیں۔

نُسَارِعُ ہم دوڑتے ہیں۔ ہم جلدی کرتے ہیں۔

مُشْفِقُوْنَ لرزنے والے۔ اندیشہ رکھنے والے۔

وَجِلَةٌ ڈرانے والے۔

سَابِقُوْنَ سب سے آگے پہنچنے والے۔

تشریح: آیت نمبر ۵۱ تا ۶۱

خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات پر جس نظام زندگی کی تکمیل فرمائی گئی ہے اس کی سب سے بڑی عظمت یہ ہے کہ وہ نظام زندگی صرف وہی راستے نہیں بتاتا جس سے انسان کی آخرت کی زندگی سدھر جائے بلکہ آخرت کے ساتھ ساتھ اس کی دنیاوی زندگی کے ہر چھوٹے بڑے معاملے میں اس کی بھرپور رہنمائی کرتا ہے۔ خاص طور پر وہ چیزیں جن سے مومن کے جسم، روحانیت اور قلبی کیفیات کو نقصان پہنچ سکتا ہے ان سے بچنے کی ہر ممکن تدبیریں بتاتا ہے تاکہ مومن کے جسم کی حفاظت کے ساتھ اس کی روح کی تابانی میں بھی کوئی فرق نہ آسکے۔ دین اسلام ہمیں ہر قدم پر رزق حلال کی برکتوں اور رزق حرام کی نحوستوں سے آگاہ کر کے یہ رہنمائی کرتا ہے کہ حرام رزق اور حرام غذاؤں سے ہر ممکن طریقے سے بچنے کی کوشش کرنا اور رزق حلال کی تلاش میں ہر طرح کی مشکلات کو برداشت کرنا سب سے بڑی عبادت اور اعلیٰ ترین نیکی ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ انبیاء کرامؑ جو معصوم ہوتے ہیں اور ہمیشہ حلال غذائیں ہی کھاتے اور عمل صالح کا پیکر ہوا کرتے ہیں ان سے فرمایا جارہا ہے

اے رسولو! تم حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور عمل صالح کرو

اس آیت میں اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو پاکیزہ چیزوں کے کھانے اور عمل صالح کا حکم دیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے واسطے سے ان کی امتوں کے ہر فرد کو اس بات کی تاکید فرمائی ہے کہ اگر وہ عمل صالح اختیار کرنے اور نیکیوں سے بھرپور زندگی گذارنا چاہتے ہیں تو ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ حلال اور پاکیزہ چیزیں کھا کر اپنے جسم اور روح کی حفاظت کریں۔ انسان جو بھی لقمہ حلق سے نیچے اتارتا ہے اس کے اثرات ہمارے جسم اور معاشرہ پر پڑتے ہیں ظاہری اور باطنی اثرات اگر بہتر ہیں تو وہ معاشرہ کو بہتر بناتے ہیں اور اگر خراب ہیں تو وہ انسانی اخلاق کو بری طرح تباہ کردیتے ہیں۔

اگر غذا ناجائز، حرام اور گندی ہے تو اس کے باطنی اثرات تو یہ ہیں کہ انسان کے سارے اعمال و اخلاق غلط رخ اختیار کرلیتے ہیں، دعائیں قبول نہیں ہوتیں، گھروں سے مال و دولت سے برکتیں اٹھ جاتی ہیں، حسن عمل اور توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ اس کے ظاہری اثرات یہ ہوتے ہیں کہ اس معاشرہ میں ہر وقت کے لڑائی جھگڑوں اور باہمی اختلافات سے دلی سکون اور آپس کا اعتماد اٹھ جاتا ہے جو اس معاشرہ کا کڑا امتحان اور شدید آزمائش ہوا کرتی ہے۔ مذہبی اعتبار سے اس معاشرہ کے لوگ ایک اللہ کی عبادت و بندگی کے بجائے چاند، سورج، ستاروں، درختوں اور پتھر، لکڑی اور مٹی کے بنائے ہوئے بتوں کو اپنا معبود سمجھ بیٹھتے

ہیں اور ان کو اپنا مشکل کشا مان کر ان سے اپنی مرادیں اور منتیں مانگتے ہیں۔ غرضیکہ روحانی اور جسمانی گراوٹ کی وہ انتہا آجاتی ہے جہاں کفر و شرک فسق و فجور اور تفرقہ بازی اختیار کرنے والے پورے معاشرہ کو اپنی خود غرضیوں کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آزمائش کے لئے ان (بدکاروں پر) خوش حالی اور مال و دولت کی کثرت کے دروازے کھول دیتا ہے یہاں تک کہ جب وہ ان پر اترانے اور غرور و تکبر کرنے لگتے ہیں تو ان کو پکڑ لیا جاتا ہے۔ جب تک ان کو مہلت دی جاتی ہے تو وہ مال و دولت کی کثرت اور خوش حالی کو اپنا کمال سمجھنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا اللہ ہم سے خوش ہے کیونکہ اگر وہ ہم سے ناراض ہوتا تو ہمیں خوش حالی اور اہل ایمان کو بدحالی میں مبتلا کیوں کرتا۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وہ اس کو بھول گئے جس کی انہیں نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر نعمتوں کے دروازے کھول دیئے، یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں پر جو ان کی دی گئی تھیں اترانے لگتے ہیں تو ہم ان کو اچانک پکڑ لیتے ہیں۔ جس سے وہ حیران و پریشان رہ جاتے ہیں۔ (سورۃ الانعام)

خلاصہ یہ ہے کہ حرام و ناجائز غذاؤں اور بدعملی سے انسان کو روحانی اور جسمانی شدید نقصانات اٹھانا پڑتے ہیں۔ اس کے برخلاف پاکیزہ، نفیس، صاف ستھری حلال غذاؤں اور حسن عمل کی برکت سے بے شمار روحانی اور جسمانی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ رزق حلال کی برکتوں سے انسان کو بھلے کام کرنے کی توفیق عطا کی جاتی ہے۔ اس کے جان و مال میں سات گنا برکت ہوتی ہے۔ اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ باہمی محبت و اخلاص میں ترقی ہوتی ہے۔ گھروں سے معاشرہ سے اختلافات اور لڑائی جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں سب سے بڑھ کر آخرت کی کامیابی اور ابدی راحتیں ہیں جو جنت میں ان کو ہمیشہ کے لئے دی جائیں گی۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو باقی رکھنا اور ترقی دینا چاہتا ہے تو اس قوم میں دو باتیں پیدا کر دی جاتی ہیں (۱) ہر کام میں اعتدال، توازن اور میانہ روی (۲) اور دوسرے عفت و عصمت (پاکیزگی اور آبرو کی حفاظت کا جذبہ) پیدا ہو جاتا ہے اور جب اللہ کسی قوم سے رشتہ توڑ لینا چاہتا ہے تو اس کو رزق میں وسعتیں (مالی خوش حالی، عیش و آرام) دے کر ان پر خیانت اور بے ایمانی کے دروازے کھول دیتا ہے اور جب وہ غرور و تکبر کرنے لگتے ہیں تو ان کو پکڑ لیا جاتا ہے (اور عبرت ناک سزائیں دی جاتی ہیں)

ان تمام باتوں کو سورۃ المومنون کی ان آیتوں میں بیان کیا گیا ہے۔ زیر مطالعہ ان آیات کی کچھ وضاحت ملاحظہ کر لیجئے۔ فرمایا

اے رسولو! تم پاک صاف حلال رزق میں سے کھاؤ اور عمل صالح اختیار کرو کیونکہ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے اور وہ ہر بات کو اچھی طرح جانتا ہے۔ فرمایا کہ یہ تمہاری امت ایک ہی امت تھی یعنی سب میں اتحاد و اتفاق تھا حالانکہ ان کا اور تمہارا رب صرف میں ہوں، مجھ سے ہی ڈرنا چاہیے تھا لیکن بعض لوگوں نے اپنی اغراض اور ضد کی وجہ سے اس امت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اور اب وہ کسی ہدایت کی طلب اور تڑپ کے بجائے جو ان کے پاس ہے وہ اپنے ہی خیال میں مگن ہیں اور وہ ایسی غفلت کا شکار ہو چکے ہیں جس میں وہ عقل و فکر سے بہت دور جا چکے ہیں فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کو کچھ دن اسی غفلت اور مدہوشی میں پڑا رہنے دیجئے۔ وہ وقت دور نہیں ہے جب انہیں اس کا برا انجام خود ہی معلوم ہو جائے گا۔ فرمایا کہ ان کی غفلت و نادانی کی انتہا یہ ہے کہ اللہ نے اپنی رحمت سے جو بھی مال و دولت انہیں دیا ہوا ہے اسے وہ اپنا کارنامہ سمجھ کر یہ کہتے پھرتے ہیں کہ یہ جو کچھ بھی ہمیں حاصل ہے وہ اللہ نے ہمیں ہمارے عقیدے کی درستگی کی وجہ سے دیا ہوا ہے اور ہم حق پر ہیں۔ فرمایا کہ ایسے نادانوں کو خود کو حق و صداقت پر سمجھنا انتہائی بے شعوری، بدعقلی اور ناسمجھی کی بات ہے۔ البتہ وہ لوگ جو اپنے اللہ سے ڈرتے ہوئے اس کے خوف سے لرزتے رہتے ہیں کہ نجانے ان کے اعمال اللہ کے ہاں قبول بھی ہیں یا نہیں۔ وہ اپنے پروردگار پر مکمل ایمان رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو (عبادت و بندگی میں) شریک نہیں کرتے۔ ان کو اس بات کا ہمیشہ دھیان رہتا ہے کہ وہ جو کچھ خرچ کر رہے ہیں وہ اللہ کا کرم ہے اور ان کے دل اس تصور سے کانپ اٹھتے ہیں کہ انہیں ایک دن اللہ کے سامنے پہنچ کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ فرمایا کہ ایسے لوگ ہی بھلائیوں اور نیکیوں میں بھاگ دوڑ کرتے اور نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا جذبہ رکھتے اور کوشش کرتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ کامیاب و بامراد ہیں۔

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٢﴾ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿٦٣﴾ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْئَرُوْنَ ﴿٦٤﴾ لَا تَجْئَرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿٦٦﴾ مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿٦٧﴾

أَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ أَمْ جَاءَهُم مَّا لَمْ يَأْتِ آبَاءَهُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿٦٨﴾
أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ فَهُمْ لَهُ مُنكِرُونَ ﴿٦٩﴾ أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ ۚ
بَلْ جَاءَهُم بِالْحَقِّ وَأَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ ﴿٧٠﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ
لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ ۚ بَلْ أَتَيْنَاهُم بِذِكْرِهِمْ
فَهُمْ عَن ذِكْرِهِم مُّعْرِضُونَ ﴿٧١﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ
وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿٧٢﴾ وَإِنَّكَ لَتَدْعُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٧٣﴾
وَإِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنَاكِبُونَ ﴿٧٤﴾
وَلَوْ رَحِمْنَاهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِم مِّن ضُرٍّ لَّلَجُّوا فِي طُغْيَانِهِمْ
يَعْمَهُونَ ﴿٧٥﴾ وَلَقَدْ أَخَذْنَاهُم بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوا لِرَبِّهِمْ
وَمَا يَتَضَرَّعُونَ ﴿٧٦﴾ حَتَّىٰ إِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيدٍ
إِذَا هُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ﴿٧٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۲ تا ۷۷

ہم کسی کو اس کی قوت برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور ہمارے پاس ایک کتاب (لوگوں کا نامہ اعمال) ہے جو سچ سچ بتا دیتی ہے اور ان لوگوں پر ذرا بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ بلکہ ان کے دل اس طرف سے بے خبر ہیں اور بھی (برے اعمال ہیں) جنہیں وہ کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ہم ان کے خوش حال لوگوں کو عذاب میں مبتلا کریں گے تو وہ چلانا شروع کر دیں گے۔ (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ) آج تم چیخو چلاؤ تمہاری مدد نہ کی جائے گی۔ میری آیتیں تمہیں سنائی جاتی تھیں لیکن تم الٹے پاؤں بھاگ نکلتے تھے۔ تکبر کر کے اس کے متعلق باتیں کرتے اور

بکواس کرتے تھے۔ کیا ان لوگوں نے اس کلام پر غور نہیں کیا یا وہ کوئی ایسی بات لے کر آئے ہیں جو کبھی ان کے باپ دادو کے پاس نہیں آئی تھی؟ یا انہوں نے اپنے رسول کو نہیں پہچانا تو اس لئے اس کا انکار کر رہے ہیں یا وہ کہتے ہیں اسے جنون ہے۔ یہ بات نہیں بلکہ وہ رسول حق بات لے کر آئے ہیں مگر ان میں سے اکثر وہ لوگ ہیں جو اس سچائی کو پسند نہیں کرتے۔

اور اگر سچا دین ان کی خواہشات کے تابع ہو جاتا تو آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ اس میں ہے اس کا نظام تباہ و برباد ہو جاتا۔ نہیں بلکہ ہم ان کے پاس ان کے لئے نصیحت پہنچا رہے ہیں لیکن وہ نصیحت سے منہ پھیر کر چلنے والے ہیں۔ (اے نبی ﷺ) کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ مانگ رہے ہیں تو آپ کا معاوضہ ان کے معاوضے سے زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ اللہ بہترین بدلہ دینے والا ہے۔ اور بلاشبہ آپ ان لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف بلاتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ سیدھے راستے سے ہٹے جا رہے ہیں اور اگر ہم ان پر رحم و کرم کر دیں اور جو بھی تکلیف ہو اس کو ہم دور کر دیں تو پھر بھی بھٹکتے ہوئے اپنی سرکشی میں اور زیادہ اصرار کرنے لگیں گے۔ اور یقیناً جب ہم نے ان کو عذاب میں پکڑ لیا تھا تو اس وقت انہوں نے اپنے رب کے سامنے نہ تو عاجزی اختیار کی اور نہ وہ گڑگڑائے یہاں تک کہ جب ہم ان پر عذاب کا دروازہ کھول دیں گے تو وہ اس میں اچانک مایوس اور حیران رہ جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۲ تا ۷۷

لَانُكَلِّفُ	ہم بوجھ نہیں ڈالتے۔ ہم تکلیف نہیں دیتے۔
لَدَيْنَا	ہمارے پاس۔
يَنْطِقُ	بولتا ہے۔
غَمْرَةٌ	بے خبری۔ غفلت۔ جہالت۔ سختی۔
مُتْرَفِيْ (مُتْرَفِيْنَ)	عیش پسند خوشحال لوگ۔
يَجْئَرُوْنَ	وہ چیختے چلاتے ہیں۔

اَعْقَابٌ (عَقِبٌ)	ایڑیاں۔
تَنْكِصُوْنَ	تم الٹے پاؤں پھر جاتے ہو۔
سَامِرٌ	رات کو قصے گھڑ گھڑ کر سنانے والا۔
تَهْجُرُوْنَ	برے الفاظ سے یاد کرتے ہو۔
لَمْ يَدَّبَّرُوْ	غور نہیں کیا۔
كَارِهُوْنَ	ناپسند کرنے والے۔
خَرْجٌ	معاوضہ۔ بدلہ۔
لَجُّوْا	منہمک رہے۔ وہ اڑے رہے۔
مَايَتَضَرَّعُوْنَ	وہ گڑگڑاتے نہیں ہیں۔
مُبْلِسُوْنَ	حیران رہ جانے والے۔

تشریح: آیت نمبر ۶۲ تا ۷۷

تمام انسانوں پر اللہ کا بہت بڑا کرم ہے کہ وہ کسی پر اتنا بوجھ نہیں ڈالتا جسے وہ اٹھا نہ سکیں وہ کسی پر ظلم اور زیادتی نہیں کرتا، بار بار آگاہ اور خبردار کرتا رہتا ہے، نصیحت و عبرت کے کسی پہلو کو نہیں چھوڑتا جسے وہ سامنے نہ رکھ دیتا ہو مگر کفر و شرک، شک و شبہ اور غفلت و لاپرواہی میں ڈوبے ہوئے عیش پرست اور خوش حال لوگ برے انجام سے آنکھیں بند کر کے مدہوشی میں زندگی گذارتے رہتے ہیں جب ان کے مسلسل گناہوں اور زیادتیوں کی وجہ سے ان پر عذاب الٰہی ٹوٹ پڑتا ہے تو وہ اس سے حیران و پریشان رہ جاتے ہیں۔ اور وہ سوچتے ہیں کہ وہ باتیں جنہیں ہم بہت معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دیا کرتے تھے کیا واقعی ان کی اتنی زبردست اہمیت تھی کہ ان کی وجہ سے زندگی کی بنیادیں تک ہل جائیں گی۔ اگر وہ عذاب کی شدت سے پہلے توبہ کر لیتے ہیں تو ان پر رحم کر دیا جاتا ہے۔ مگر ان کی ناشکری اور بے قدری کا یہ عالم ہوتا ہے کہ جب ان پر عذاب کی سختی کم ہو جاتی ہے تو وہ پھر سے اپنی اسی روش زندگی پر آ جاتے ہیں۔ ضد، ہٹ دھرمی اور غفلت و لاپرواہی کا مظاہرہ شروع کر دیتے ہیں۔ گذرے ہوئے برے اعمال سے عبرت و نصیحت حاصل کرنے کے بجائے اسے وہ اپنی جدوجہد، حسن تدبیر اور کوششوں کا نتیجہ قرار دینے لگتے ہیں۔ لیکن جب وہ

گناہوں خطاؤں اور نافرمانیوں کی انتہاؤں پر پہنچنے کے باوجود اپنی غفلتوں سے باز نہیں آتے اور ایمان و عمل صالح میں کسی دلچسپی کا اظہار نہیں کرتے تب اللہ تعالیٰ ان کو مضبوطی سے اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ جس سے وہ رونے، چلانے اور آہ و زاری کرنے لگتے ہیں۔ لیکن وقت گذرنے کے بعد ان کا رونا، چلانا، فریاد کرنا بے کار ہوتا ہے۔ فرمایا کہ یہ تو اس دنیا میں حال ہے آخرت میں جب یہ عیش پسند پہنچیں گے اور جہنم کی بھڑکتی آگ کو دیکھیں گے تو وہ اللہ کے سامنے روئیں گے، گڑگڑائیں گے اور ہر طرح کی فریاد کریں گے مگر اس وقت کا رونا، چلانا ان کے کسی کام نہ آسکے گا اور آخرت میں ہر طرح کی خیر سے محروم رہیں گے۔ اس طرح وہ نہ صرف دنیا میں اللہ کا عذاب چکھیں گے بلکہ آخرت کے دائمی عذاب سے کسی طرح چھٹکارا نہ پاسکیں گے۔

جب نبی کریم ﷺ نے کفار مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آکر صحابہ کرام کو ہجرت کرنے کا حکم دیا اور بعد میں اللہ کے حکم سے آپ نے بھی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اس وقت اللہ نے اپنے رسول کو نظر انداز کرنے کی سزا یہ دی کہ ان پر شدید قحط کو مسلط کر دیا یہ قحط اس قدر بھیانک تھا کہ مکہ والے درختوں کے پتے اور مردار جانور تک کھانے پر مجبور ہو گئے۔ بعد میں جب حضرت ابوسفیان (جو اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے) نے مدینہ منورہ جا کر حضور اکرم ﷺ سے اس قحط کو دور کرنے کے لئے دعا کی درخواست کی تو اللہ نے اپنے نبی کی دعا کو قبول فرمایا اور مکہ والوں پر سے قحط ختم ہوا۔ اس کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ کفار اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آتے مگر دلوں میں نرمی کے بجائے وہ اپنی سابقہ ہٹ دھرمی پر اور سخت ہو گئے اور نبی کریم ﷺ کو قصے کہانیاں سنانے والا قرار دے دیا۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کفار کو شدید تنبیہ کی ہے کہ اگر وہ اپنی ان حرکتوں اور کفر و شرک سے باز نہ آئے تو ان کی دنیا اور آخرت دونوں تباہ و برباد ہو کر رہ جائیں گی۔

ان بنیادی باتوں کی طرف زیر مطالعہ آیات میں توجہ دلائی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

وہ اللہ کسی شخص پر اس کی ہمت و طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ فرمایا کہ ہمارے پاس ایک ایسی کتاب (نامہ اعمال) ہے جو بالکل ٹھیک بولتی ہے اور کسی پر کسی طرح کا ظلم اور زیادتی نہ ہوگی۔ بلکہ ان کے دل ہی غفلتوں اور شک و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے وہ بہت ہی برے کاموں میں مبتلا رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ہم ان میں خوش حال اور عیش پسند لوگوں کو گرفت میں لے کر ان پر عذاب نازل کریں گے تو وہ چلانا، چیخنا اور فریاد کرنا شروع کر دیں گے۔ اللہ کی طرف سے کہا جائے گا کہ اب تم مت چلاؤ کیونکہ آج تمہاری کوئی مدد نہ کی جائے گی۔ زندگی بھر تمہارا یہ حال رہا کہ جب بھی میری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائی گئیں تو تم تکبر اور غرور سے الٹے پاؤں بھاگتے تھے اور کلام الٰہی کے متعلق نامناسب باتیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم ان سچائیوں کو ماننے کے بجائے نبی کو کہانیاں سنانے والوں کی طرح بے حقیقت سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے پوچھا ہے کہ (۱) کیا ان کے پاس کوئی ایسی کتاب آگئی ہے جو انوکھی اور نئی ہے جو ان کے باپ دادا کے پاس نہیں آئی تھی؟ (۲) یا وہ اللہ کے رسول کو نہ پہچاننے کی وجہ سے ان کا انکار کرتے ہیں؟ (۳) کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس شخص پر جنون طاری ہے؟

فرمایا کہ وہ نبی تو اللہ کی طرف سے حق وصداقت کا پیغام لے کر آئے ہیں۔ لیکن ان میں سے اکثر لوگ وہ ہیں جنہیں سچی اور حق وصداقت سے بھرپور باتیں کڑوی لگتی ہیں۔ فرمایا کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ حق وصداقت کی جو بات بھی ہو وہ ان کی خواہشوں اور تمناؤں کے مطابق ہو۔ وہ جس طرح کرنا چاہیں اور جس بات کو جس طرح کہنا چاہیں وہی حق وصداقت کی آواز ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہو جائے تو زمین وآسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ سب کا سب تباہ و برباد ہو کر رہ جائے۔ کیونکہ یہ باطل پرست حق وصداقت کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ نبی کی لائی ہوئی تعلیمات کو نظر انداز کر رہے ہیں اور عبرت ونصیحت کی کسی بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور اس سے منہ پھیر پھیر کر چلتے ہیں اور اپنی بدنصیبی کو آواز دیتے ہیں۔ فرمایا کہ ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ اللہ کے یہ نبی محض اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے ہر سچی بات کو پہنچا رہے ہیں اس پر ان سے کوئی بدلہ یا معاوضہ کا مطالبہ نہیں کر رہے ہیں۔ فرمایا کہ اے نبیؐ! آپ اسی طرح اللہ کے دین اور صراط مستقیم کی طرف بلاتے رہیے۔ وہ لوگ جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے وہ صراط مستقیم سے اس طرح ہٹتے جا رہے ہیں کہ اگر ہم ان پر ان کے گناہوں کے باوجود رحم وکرم کی انتہا کر دیں تو وہ اپنی گمراہی اور ضد میں اور زیادہ آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔ فرمایا کہ جب وہ (کفار مکہ) عذاب میں مبتلا ہوئے (قحط پڑ گیا تھا) تو انہوں نے کسی عاجزی اور انکساری کا مظاہرہ نہیں کیا نہ وہ گڑگڑائے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو ان پر اللہ کا بہت زیادہ کرم ہوتا۔ لیکن وہ اپنے برے اعمال میں لگے ہوئے ہیں۔ جب ان پر اللہ کے عذاب کا دروازہ کھول دیا جائے گا تو وہ اچانک مایوس اور حیران وپریشان ہو کر رہ جائیں گے۔

وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَاۗؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ

وَمَنْ فِيهَآ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ فَأَنّٰى تُسْحَرُونَ ﴿۸۹﴾ بَلْ أَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَإِنَّهُمْ لَكٰذِبُونَ ﴿۹۰﴾ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ إِلٰهٍ إِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ إِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۹۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۷۸ تا ۹۲

اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دل بنائے ہیں۔ تم میں سے بہت کم لوگ شکر ادا کرتے ہیں۔ وہی تو ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلا رکھا ہے اور تم سب اسی کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔ وہی تو ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ اسی کے اختیار سے رات اور دن بدلتے ہیں کیا تمہیں اتنی سی بات بھی سمجھ نہیں آتی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ (کفار) بھی وہی بات کہہ رہے ہیں جو ان سے پہلے لوگ کہا کرتے تھے۔ وہ کہتے ہیں جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی ہو جائیں گے اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے؟ بلا شبہ ہم سے اور ہم سے پہلے ہمارے باپ دادوں سے یہی وعدہ ہوتا آرہا ہے۔ یہ کچھ نہیں محض پرانے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ اے

نبی ﷺ آپ کہہ دیجئے کیا تمہیں معلوم ہے زمین اور جو کچھ اس کے اندر ہے یہ سب کس کا ہے۔ وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ کا ہے۔ آپ کہیے کہ پھر تم غور کیوں نہیں کرتے؟ آپ ان سے پوچھئے کہ سات آسمانوں اور عظیم عرش کا رب کون ہے؟ وہ کہیں گے کہ اللہ ہے۔ آپ کہیے کیا پھر تم اللہ سے ڈرتے نہیں ہو؟ آپ پوچھئے کہ اگر تمہیں معلوم ہے تو یہ بتاؤ کہ وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے وہ جس کو چاہے پناہ دیتا ہے اور کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ وہ کہیں گے کہ اللہ (ہی سب کچھ ہے) آپ کہیے کہ پھر تم دھوکے فریب میں کیوں مبتلا ہو؟ بلکہ ہم نے ان کے پاس حق اور سچائی کو پہنچادیا ہے وہ یقیناً (اپنی باتوں میں) جھوٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نہ تو کسی کو اپنا بیٹا بنایا ہے نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی مخلوق کو لے کر جدا ہو جاتا اور ایک پر ایک چڑھائی کر دیتا۔ اللہ کی ذات اس سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں کھلے اور چھپے کا جاننے والا وہی ہے اور اس سے بہت بلند و برتر ہے جنہیں وہ شریک سمجھتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۸ تا ۹۲

ذَرَأَ	اس نے پیدا کیا۔ اس نے پھیلا دیا۔
اَسَاطِیْرُ (اُسْطُوْرَةٌ)	قصے کہانیاں۔
یُجِیْرُ	پناہ دیتا ہے۔
اَلسَّبْعُ	سات
تُسْحَرُوْنَ	تم جادو میں پھنس گئے۔
مَااتَّخَذَ	نہیں بنایا۔
لَذَهَبَ	البتہ جاتا (البتہ لے جاتا)۔

لَعَلَا	البتہ چڑھ دوڑتا۔
یَصِفُوْنَ	وہ بیان کرتے ہیں۔
اَلْغَیْبُ	بن دیکھی حقیقتیں۔ چھپی باتیں۔
اَلشَّهَادَةُ	موجود۔ کھلی باتیں۔
تَعٰلٰی	وہ بلند و برتر۔

تشریح: آیت نمبر ۷۸ تا ۹۲

اگر انسان اللہ کی ان نعمتوں کو شمار کرنا چاہے جو اس پر اللہ نے کی ہیں تو شاید ان کو شمار نہ کر سکے ان بے شمار صلاحیتوں میں سے انسان کو فکر و تدبر کے ساتھ سننے، دیکھنے اور سوچنے کی صلاحیتوں سے نوازا گیا ہے جن کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنی آنکھوں سے ان بے شمار نعمتوں کو دیکھے جو اس کے چاروں طرف بکھری ہوئی ہیں، کانوں سے حق و صداقت کی باتوں کو سن کر ان پر عمل کرے اور سوچنے اور غور و فکر کرنے کی صلاحیتوں سے ہر حقیقت کی گہرائی تک پہنچنے کی جدو جہد کرے۔ جو لوگ ان صلاحیتوں سے کام لیتے ہیں وہ در حقیقت اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور جو لوگ ان نعمتوں کو اپنی جدو جہد، کوششوں اور کاوشوں کا نتیجہ سمجھتے ہیں وہ کافر ہیں۔ مومن اور کافر میں یہی بنیادی فرق ہے۔ مومن ہر چیز کو اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے یقین کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور کافر ہر بات میں شک و شبہ رکھتا ہے۔ مومن تو یہ کہتا ہے کہ زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے، فضائیں، ہوائیں، شجر و حجر ہر چیز اللہ نے پیدا کی ہیں۔ وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دے گا اور وہی ہڈیوں کا چورہ ہونے اور اجزا کے مٹی میں ملنے کے باوجود قیامت کے دن سب کو دوبارہ زندہ کر کے ان کے اعمال کا حساب لے گا۔ مومن دنیا اور آخرت کی ہر چیز کو اللہ کی طرف سے منسوب کرتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میرا خالق و مالک اللہ ہے جس کا کوئی شریک یا برابر نہیں ہے۔ اس کے برخلاف کافر اسی شک و شبہ کا اظہار کرتا رہتا ہے کہ جب ہم مٹی میں مل جائیں گے۔ ہماری ہڈیاں چورہ چورہ ہو جائیں گی تو کیا ہم دوبارہ پیدا کئے جائیں گے۔ کفار کی زبان پر یہی ہوتا ہے کہ ایسا ناممکن ہے کیونکہ ہم سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں ان سے بھی ایسی ہی باتیں کی گئیں یہ محض گھڑے گھڑائے افسانے اور قصے کہانیاں ہیں۔ مرنے کے بعد قصہ ختم ہو جاتا ہے اور آخرت، جنت جہنم کی باتیں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں (نعوذ باللہ)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ وہ ہے جس نے تمہیں کان، آنکھ اور سوچنے کے لئے دل عطا کیا ہے۔ وہی پیدا کرنے والا ہے دنیا میں پھیلانے والا،

زندگی اور موت دینے والا ہے، اسی کے اختیار سے دن رات کا آنا جانا ہے اس کائنات میں سارے اختیارات کا مالک ایک اللہ ہے۔

فرمایا کہ ان کا یہ کہنا کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے اور ہماری ہڈیاں بھی گل سڑ جائیں گی تو کیا ہم دوبارہ پیدا کئے جائیں گے۔ فرمایا کہ یہ لوگ اس پر غور کیوں نہیں کرتے کہ اس زمین و آسمان اور اس کے اندر جو کچھ موجود ہے اس کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ وہی سات آسمانوں کا اور عرش عظیم کا مالک ہے۔ اس کے دامن میں سب کو پناہ ملتی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ وہ ایسا با اختیار ہے کہ وہ کسی کا کسی طرح بھی محتاج نہیں ہے۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، نہ اس سے کوئی پیدا ہوا۔ وہ اس پوری کائنات کے نظام کو تنہا چلا رہا ہے۔ اگر اللہ کے سوا بھی کوئی دوسرا معبود ہوتا تو اس کائنات کا نظام تباہ ہو جاتا کیونکہ ہر ایک اپنی بات چلانے کی کوشش کرتا اور اختیارات کی اس جنگ میں مخلوق فائدے اٹھانے کے بجائے طرح طرح کے نقصانات برداشت کرتی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو غیر اللہ کی عبادت و بندگی میں لگے ہوئے ہیں اگر ان سے پوچھا جائے کہ یہ سب کچھ تمہارے پتھر کے بے جان بتوں نے پیدا کیا ہے تو وہ یقیناً یہی جواب دیں گے کہ سب کچھ اللہ نے پیدا کیا ہے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے یہی پوچھتے ہیں کہ جب اس کائنات کا خالق و مالک اللہ ہے۔ پھر وہ دوسروں سے کیوں اپنی حاجتوں کا سوال کرتے ہیں اور اپنی آخرت کی فکر کیوں نہیں کرتے جہاں کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا؟ اور یہ بت بھی اپنے عبادت گذاروں کو نہ بچا سکیں گے۔

قُلْ رَّبِّ

إِمَّا تُرِيَنِّي مَا يُوعَدُونَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِي فِي الْقَوْمِ الظَّٰلِمِينَ ﴿۹۴﴾ وَإِنَّا عَلَىٰٓ أَن نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقَٰدِرُونَ ﴿۹۵﴾ ٱدْفَعْ بِٱلَّتِى هِىَ أَحْسَنُ ٱلسَّيِّئَةَ ۚ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَصِفُونَ ﴿۹۶﴾ وَقُل رَّبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَٰتِ ٱلشَّيَٰطِينِ ﴿۹۷﴾ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَن يَحْضُرُونِ ﴿۹۸﴾ حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءَ أَحَدَهُمُ ٱلْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ٱرْجِعُونِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّىٓ أَعْمَلُ صَٰلِحًا فِيمَا تَرَكْتُ ۚ كَلَّآ ۚ إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ۖ وَمِن وَرَآئِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۱۰۰﴾ فَإِذَا نُفِخَ فِى ٱلصُّورِ فَلَآ أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَآءَلُونَ ﴿۱۰۱﴾

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَنْ خَفَّتْ
مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ
خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾
اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ قَالُوْا
رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَآ
اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا
وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ
رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾
فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ
تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا اَنَّهُمْ هُمُ
الْفَآئِزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾
قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾
قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾
اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾
فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ
الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ

بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾
وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۳ تا ۱۱۸

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے پروردگار جس عذاب کا ان کافروں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اگر آپ مجھے دکھائیں تو مجھے ان ظالموں میں شامل نہ کیجئے گا۔ اور ہم اس بات پر قدرت رکھتے ہیں کہ جس عذاب کا ان سے وعدہ کر رکھا ہے وہ آپ کو دکھا دیں۔ اے نبی ﷺ آپ ان کی برائیوں کو ایسی اچھائیوں سے دور کر دیجئے جو سب سے بہتر ہوں۔ ہم خوب جانتے ہیں جو باتیں بناتے ہیں۔ اور آپ کہئے اے میرے پروردگار میں شیطانی وسوسوں سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں اور اے میرے پروردگار میں اس سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ وہ شیاطین میرے پاس آئیں۔

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھے واپس لوٹا دیجئے تاکہ دنیا جسے میں چھوڑ آیا ہوں اس میں نیک عمل کروں۔ (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) ہرگز نہیں۔ یہ ایک (بے حقیقت) بات ہے جسے وہ کہہ رہے ہیں۔ ان کے آگے عالم برزخ ہے اس دن تک کے لئے جب تک وہ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ پھر جس وقت صور پھونکا جائے گا تو اس دن لوگوں کے درمیان نہ تو رشتے ناطے ہوں گے اور نہ ہی ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔ پھر جن لوگوں کے (اعمال کے) وزن بھاری ہوں گے تو یہی لوگ کامیاب و بامراد ہوں گے۔ اور جن کے وزن کم ہوں گے تو یہ لوگ وہ ہوں گے جنہوں نے اپنے آپ کو بھاری نقصان میں ڈالا اور وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہ آگ ان کے چہروں کو جھلس دے گی اور اس میں ان کی شکلیں بگڑ جائیں گی۔ ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تمہارے پاس میری آیتیں پڑھ کر نہیں سنائی گئی تھیں اور پھر تم نے ان کو نہیں جھٹلایا؟ وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہماری بدبختی ہمارے اوپر مسلط ہو گئی تھی اور ہم گمراہ قوم میں سے ہو گئے تھے۔ اے ہمارے رب ہمیں اس جہنم سے نکال دیجئے۔ آئندہ اگر ہم ایسا کریں تو بے شک ہم بے انصاف ہوں گے۔ اللہ فرمائیں گے اس جہنم میں ذلیل و خوار ہو

کر پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔ (اس کے برخلاف) میرے بندوں میں سے ایک جماعت تھی جو مجھ سے کہتی تھی کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے ہیں ہماری مغفرت فرما دیجئے ہم پر رحم کیجئے آپ تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔ پھر تم نے ان کا مذاق بنایا یہاں تک کہ تم نے میری یاد ہی کو بھلا دیا۔ اور تم ان کا مذاق اڑاتے رہے۔ آج میں ان کے صبر کا بدلہ دوں گا اور بے شک وہی لوگ کامیاب اور بامراد ہونے والے ہیں۔ اللہ ان سے پوچھیں گے کہ تم زمین پر گنتی کے کتنے سال رہے ہو۔ وہ کہیں گے کہ ایک دن یا ایک دن سے بھی کم۔ آپ ان (فرشتوں) سے پوچھ لیجئے جو شمار کرنے والے ہیں۔ اللہ فرمائیں گے تم واقعی زمین پر تھوڑی مدت ہی رہے ہو۔ کیا اچھا ہوتا کہ تم اس کو جان لیتے۔ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ ہم نے تمہیں بے فائدہ پیدا کیا ہے۔ اور تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ جو خود بادشاہ ہے بلند و برتر ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔ اور اگر کوئی شخص اللہ کے سوا کسی اور کو معبود سمجھتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے تو اس کا حساب اس کے پروردگار کے ہاں ہوگا۔ بلاشبہ کافروں کو فلاح نصیب نہ ہوگی۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہئے اے میرے پروردگار بخش دیجئے اور رحم کیجئے اور آپ ہی بہترین رحم کرنے والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۳ تا ۱۱۸

تُرِيَنِّيْ مجھے دکھائیں۔

لَاتَجْعَلْنِيْ مجھے نہ بنائے گا۔

اِدْفَعْ دور کر دے۔

اَحْسَنُ بہترین۔

هَمَزَاتِ وسوسے۔

تَرَكْتُ	میں نے چھوڑ دیا۔
يَحْضُرُوْنَ	وہ حاضر ہوتے ہیں۔
بَرْزَخٌ	آڑ۔ پردے کے پیچھے۔
اَنْسَابُ	نسب۔ رشتے ناتے۔
ثَقُلَتْ	بھاری ہونا۔
خَفَّتْ	ہلکی ہوگی۔
مَوَازِيْنُ	وزن۔
خَسِرُوْا	نقصان کیا۔
تَلْفَحُ	جھلس دی گئی۔
كَالِحُوْنَ	بگڑے چہرے۔
شِقْوَةٌ	بدنصیبی۔ بدبختی۔
اِخْسَئُوْا	دور ہو جاؤ۔
سِخْرِيًّا	مذاق۔
تَضْحَكُوْنَ	وہ مذاق اڑاتے ہیں۔
اَلْعَادِّيْنَ	شمار کرنے والے۔ گننے والے۔
عَبَثًا	فضول۔

خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ بہترین رحم کرنے والا۔

تشریح: آیت نمبر ۹۳ تا ۱۱۸

جب اللہ کے نبی اور رسول اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچاتے ہیں تو خوش نصیب اس کو قبول کرتے ہیں اور بدنصیب لوگ اس کا انکار کر کے کفر و شرک میں آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں اور اپنے آپ کو جہنم اور عذاب الٰہی کا مستحق بنا لیتے ہیں۔ اللہ کا دستور یہ ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو سخت سزا دیتا ہے۔ کفار کے لیے یہ عذاب کا فیصلہ کبھی تو پیغمبروں کی زندگی میں ان کو دکھا دیا جاتا ہے اور کبھی ان کے بعد۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اللہ کے دین اور اس ابدی پیغام کو پہنچانے کی کوشش کی جس میں کفار مکہ اور آنے والی نسلوں کی فلاح اور کامیابی پوشیدہ تھی تو وہ انکار کر کے اللہ کی رحمت سے دور ہوتے چلے گئے۔ نبی کریم ﷺ کے صدقے اب اس امت پر وہ عذاب تو نہیں آئیں گے جو گذشتہ امتوں پر آئے لیکن سزا کے طور پر بیماریوں، طوفانوں، زلزلوں اور آپس کے اختلافات اور جھگڑوں کے عذاب آتے رہیں گے۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے (پوری امت سے) کہا جا رہا ہے کہ اے نبیؐ! آپ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیجئے کہ اے میرے پروردگار آپ نے ان کافروں سے جس عذاب کا وعدہ کیا ہے اگر وہ مجھے اسی دنیا میں دکھا دیں تو وہ عذاب اس طرح آئے کہ میں بھی دیکھوں لیکن مجھے ظالموں میں شریک نہ کیجئے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمیں اس بات پر پوری قدرت حاصل ہے کہ اگر ہم چاہیں تو کفار و مشرکین کے لئے جس عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے وہ آپ کو بھی دکھا دیں لیکن اللہ نے ان کے لئے فیصلے کا ایک دن مقرر کر رکھا ہے۔ اس فیصلے کے دن تک بہر حال آپ ان کے ساتھ ہر برائی کا بدلہ بھلائی اور نیکی سے دیتے رہیے۔ ہمیں معلوم ہے کہ ان کے کرتوت کیا ہیں اور وہ کس طرح شیطان کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ فرمایا کہ آپ بھی دعا کرتے رہیے کہ الٰہی میں شیطان کے وسوسوں اور شرارتوں سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں اور اس سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں۔ کفار و مشرکین کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے گی تو وہ شرمندگی سے یہ کہیں گے کہ ہمیں تو پھر اسی دنیا میں بھیج دیجئے جس کو ہم چھوڑ کر آئے ہیں تاکہ ہم وہاں جا کر خوب نیک اور بھلے کام کریں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا کیونکہ ان کی یہ باتیں ہی باتیں ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ان کے اور دنیا کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی گئی ہے جو اسی وقت ہٹے گی جب صور پھونکا جائے گا اور اولین و آخرین کے

تمام لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کر اس میدان حشر میں جمع ہوں گے جہاں سارے رشتے ناطے ٹوٹ جائیں گے وہاں کوئی کسی کو نہیں پوچھے گا۔ ہر شخص اپنے اعمال لے کر حاضر ہوگا۔ اچھے یا برے۔ جس کے اعمال کے وزن بھاری ہوں گے اس دن وہی کامیاب و بامراد ہوں گے لیکن جن کے اعمال ہلکے اور بے وزن ہوں گے ان کو اس بات پر بڑا افسوس ہوگا کہ انہوں نے اپنا بہت بڑا نقصان کرلیا ہے اور ان کو جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جھونک دیا جائے گا۔ وہ آگ ان کے چہرے جھلس دے گی اور ان کے چہروں کو بگاڑ کر رکھ دے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جب میری آیات تمہیں سنائی جاتی تھیں اور برے انجام سے ڈرایا جاتا تھا تو تم ان آیات کو جھٹلایا کرتے تھے۔ وہ کہیں گے کہ واقعی یہ ہماری بدنصیبی ہے اور بدقسمتی نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا تھا اور ہم بھٹک گئے تھے۔ درخواست کریں گے الٰہی! اب ہمیں اس جہنم سے نجات دیدیجئے دنیا میں لوٹا دیجئے اگر ہم پھر بھی ایسا کریں تو بے شک ہم سے بڑا بے انصاف کوئی نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم اسی طرح ذلیل و خوار پڑے رہو اور آج مجھ سے بات نہ کرو۔ ارشاد فرمایا جائے گا کہ میرے بندوں میں سے وہ بھی ایک جماعت تھی جو ہر وقت اپنے گناہوں کی معافی مانگتی رہتی تھی اور کہتی تھی کہ الٰہی ہم پر رحم فرمایئے کیونکہ آپ سے بڑا رحم کرنے والا کون ہے؟ کفار سے فرمایا جائے گا کہ تم نے میرے بندوں کی اس جماعت کو مذاق کا نشانہ بنالیا تھا اور ہماری یاد سے تم مسلسل غفلت برت رہے تھے اور ان نیک لوگوں پر تم ہنستے تھے۔ آج کے دن ہم نے ان کو ان کے صبر و برداشت کا بدلہ عطا کردیا اور آج وہ کامیاب و بامراد ہیں۔

فرمایا جائے گا کہ اچھا تو یہ بتاؤ کہ تم دنیا میں کتنے عرصے تک رہے ہو وہ کہیں گے ہمیں تو ایسا معلوم ہوا جیسے دن یا آدھے دن تک رہے ہوں گے۔ اس کا صحیح اندازہ تو انہیں ہوگا جو اس کو شمار کر رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ واقعی دنیا کی زندگی بڑی مختصر ہے اور تم اسی مختصر عرصے میں رہے ہو۔ لیکن کیا اچھا ہوتا کہ اس تھوڑی سی مدت میں کبھی تم اس بات پر غور کرلیتے کہ تمہارے کفر و شرک اور گناہوں کا انجام کیا ہوگا۔ فرمایا جائے گا کہ تم نے تو یہ سمجھ لیا تھا کہ ہم نے تمہیں یوں ہی کھیل کود کے طور پر بنا رکھا ہے اور تمہیں ہماری طرف لوٹ کر نہیں آنا ہے۔ اگر تمہیں اس کا احساس ہوتا تو آج یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ اللہ بہت بلند و برتر ہے، سچا بادشاہ ہے اور وہی عرش عظیم کا مالک و مختار ہے۔ جو لوگ ایسے بااختیار معبود کو چھوڑ کر بے بس و مجبور اور بے سند معبودوں کو پکارتے ہیں وہ ناکام ترین لوگ ہیں اور کافروں کو کبھی فلاح و کامیابی نصیب نہ ہوگی۔

آخر میں نبی کریم ﷺ (اور آپ کی امت کو) خطاب کرتے ہوئے فرمایا جارہا ہے کہ گناہوں کا معاف کرنے والا اور رحم

کرنے والا صرف اللہ ہی ہے لہٰذا تم ہمیشہ یہی کہو کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ معاف کر دیجئے ۔اور ہم پر رحم کیجئے کیونکہ سب رحم کرنے والوں میں آپ ہی سب سے بڑھ کر رحم وکرم کرنے والے ہیں۔

اس مضمون پر سورۂ مومنون کی ختم فرمایا گیا ہے۔ اس کی ابتداء اس جملے سے کی گئی تھی کہ اہل ایمان ہی کامیاب و بامراد ہیں اور ختم اس جملے پر کیا گیا ہے کہ جو اللہ کے منکر ہیں ان کو کبھی فلاح و کامیابی نصیب نہ ہوگی۔ اگر انہوں نے توبہ کر لی اور اپنے حقیقی معبود کو پہچان کر اس کی عبادت و بندگی میں لگ گئے تو وہ اللہ اتنا مہربان ہے کہ وہ انسانوں کے تمام گناہوں کو معاف کر کے رحم وکرم کرنے والا ہے۔

الحمدللہ سورۃ المومنون کا ترجمہ،تشریح مکمل ہوا۔

واخردعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۱۸

قد افلح

سورۃ نمبر ۲۴

النُّور

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ النور

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورت نمبر	24
کل رکوع	9
آیات	64
الفاظ وکلمات	1420
حروف	6410

پردے کے احکام قرآن کریم کی دوسورتوں میں آئے ہیں سورۃ النور اور سورۃ الاحزاب میں بے شمار حدیثوں میں پردے کے احکامات دیئے گئے ہیں۔ بے پردگی اور بے حیائی کے کسی انداز کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے پسند نہیں فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور میں آیات کو صاف صاف نازل فرما کر اس کے الفاظ اور احکام دونوں کو خود مقرر فرمایا ہے تا کہ ہر شخص اچھی طرح سمجھ لے اور اس پر عمل کرے۔

اس سورۃ میں جن احکام کو نازل فرمایا ہے ان کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) اگر (غیر شادی شدہ) مرد یا عورت جو کہ عاقل و بالغ اور آزاد ہوں اور زنا کے مرتکب ہوں تو ان میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارے جائیں۔

(۲) زانیہ اور مشرکہ عورتوں سے مسلمانوں کو نکاح نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگائے اور اس پر چار گواہ بطور ثبوت پیش نہ کر سکے تو اس شخص کو (تہمت لگانے کے جرم میں) ۸۰ کوڑے مارے جائیں۔

(۴) اگر شوہر اپنی بیوی پر یا بیوی اپنے شوہر پر زنا کی تہمت لگائے اور اس کے پاس اپنے سوا اپنے دعوے کے ثبوت میں کوئی گواہ نہ ہو تو وہ چار مرتبہ قسم کھائے گا جس میں وہ یہ کہے گا کہ میں اپنے دعوے میں سچا ہوں اور پانچویں مرتبہ قسم کھا کر یہ کہے گا کہ اگر میں اس دعوے میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ اسی طرح اگر اس کی بیوی اس الزام کو قبول نہیں کرتی تو وہ بھی چار قسم کھانے کے بعد پانچویں قسم میں کہے گی کہ اگر میں جھوٹی ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو اور اگر یہ مرد اپنے دعوے میں سچا ہے تو میرے اوپر اللہ کا غضب نازل ہو۔ اس کو شریعت میں ''لعان'' کہتے ہیں۔ اس قسم کے بعد وہ عورت اس مرد پر حرام ہو جائے گی۔

(۵) واقعہ افک کا بیان ہے۔ بعض منافقین نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ

سورۃ النور میں جہاں بڑے بڑے اوراہم قوانین اور ہدایات کو بیان کیا گیا ہے وہیں اللہ تعالیٰ نے منافقین اور مومنین کی وہ علامتیں بھی بیان فرمائی ہیں جن سے یہ معلوم کرنا بہت آسان ہوگیا ہے کہ کون مومن ہے اور کون منافق ہے۔ بتایا گیا ہے کہ نجات ان ہی لوگوں کی ہے جو ایمان پر قائم ہیں لیکن منافقین اپنی منافقتوں کو بہت دیر تک نہیں چھپا سکتے اوران کے لیے نجات کا راستہ نہیں ہے۔

کی براءت و پاکیزگی کا اعلان فرمایا اور تہمت لگانے والوں کی سزا کا حکم ارشاد فرمایا۔

(۶) جو لوگ شیطان کے پیچھے چلتے ہیں ان سے کہا گیا ہے کہ شیطان یہ چاہتا ہے کہ معاشرہ میں بے غیرتی، بے حیائی اور ہر طرح کی برائیاں فروغ پائیں۔ اہل ایمان کو ان سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔

(۷) فرمایا کہ جو لوگ کسی نیک کام اور کار خیر میں لگے ہوئے ہوں وہ بعض احمقوں کے اعتراضات کی وجہ سے نیکی نہ کرنے کی قسمیں نہ کھا بیٹھیں۔

(۸) کوئی شخص کسی کے گھر میں اس کی رضامندی اور اجازت کے بغیر داخل نہ ہو۔

(۹) مسلمان مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور نامحرموں پر نظریں ڈالنے سے بچیں۔

اس سورت میں زانی مرد اور زانیہ عورت اگر شادی شدہ نہ ہوں تو عدالت میں ثابت ہونے کے بعد ان کو سو سو کوڑے مارنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(۱۰) مومن عورتوں سے بھی کہا گیا ہے کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں۔ اپنی زینت کو غیر مردوں کے سامنے ظاہر نہ ہونے دیں۔

(۱۱) جو مرد اور خواتین نکاح کی ذمہ داریاں سنبھالنے اور حقوق زوجیت ادا کرنے کے قابل ہوں ان کے نکاح کر دیئے جائیں۔ لیکن وہ لوگ جو اپنی مفلسی اور غربت کی وجہ سے نکاح کا بوجھ اٹھانے سے مجبور ہوں وہ اس وقت تک صبر کریں جب تک اللہ تعالیٰ ان کو اس ذمہ داری کو سنبھالنے کا راستہ اور صلاحیت عطا نہ کردے۔

(۱۲) لونڈیاں اور غلام اگر کچھ رقم ادا کر کے اپنے مالک سے آزاد ہونا چاہیں تو ان کی مدد کی جائے (یہاں تک کہ اگر زکوٰۃ کی رقم دے کر آزاد کرایا جاسکتا ہو تو غلاموں اور باندیوں کو آزاد کرانے کی کوشش کریں)

(۱۳) فرمایا کہ اپنی باندیوں سے حرام کاری کا پیشہ نہ کراؤ (جیسا کہ عرب میں دستور تھا) اس کو سختی سے روکنے کی ضرورت ہے۔

(۱۴) فرمایا کہ اللہ نے اس پوری کائنات کو پیدا کیا ہے اس میں ہر آن انقلاب اور تبدیلیاں آتی رہتی ہیں، بادلوں کا اٹھنا، بارش اور اولوں کا برسنا، بجلی کا چمکنا، انسانی ضروریات کے لیے چوپائے اور مویشی جانوروں کا پیدا کرنا یہ سب اس کی قدرت کے نشانات ہیں ان میں غور وفکر کرنا چاہیے تا کہ اللہ کے بندے اللہ تک پہنچ سکیں اور اس کی ذات کو پہچان سکیں۔

(۱۵) فرمایا کہ ہر شخص کی ذاتی زندگی میں کسی طرح کی دخل اندازی نہ کی جائے۔ خاص طور پر کچھ اوقات ایسے ہیں جن میں آدمی آزادی سے رہنا چاہتا ہے جیسے صبح کی نماز سے پہلے، دوپہر کو آرام کے وقت، اور رات کو عشاء کے بعد۔ ان اوقات میں گھر کے بچے اور نوکر چاکر بھی اجازت لے کر آیا کریں۔

(۱۶) بوڑھی اور کمزور عورتوں کے ساتھ رعایت کی جائے اللہ نے ان کے پردے کے معاملے میں بھی کچھ تخفیف کی ہے۔

(۱۷) اندھے، لنگڑے، لولے، بیمار اور معذوروں کی دل جوئی کرنے کے لیے کبھی کبھی گھر لے جا کر کھانا کھلانے میں کوئی حرج نہیں (بلکہ ان کو احساس تنہائی اور احساس محرومی سے نکالنا بھی ایک عبادت ہے)۔

(۱۸) جب لوگ گھروں میں داخل ہوں تو سلام کیا کریں اس سے بڑی برکت ہوتی ہے۔

(۱۹) اس سورۃ کو اس مضمون پر ختم کیا گیا ہے کہ اس کائنات کی سب سے بڑی سعادت اور نیکی یہ ہے کہ نبی کریم خاتم الانبیاء احمد مجتبیٰ حضرت محمد ﷺ کی مکمل اطاعت وفرمانبرداری اور آپ ﷺ سے محبت کی جائے۔ اس میں دونوں جہانوں کی خیر وفلاح ہے۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے والے ہیں وہ ایسے بدنصیب لوگ ہیں جن کو دنیا اور آخرت میں سوائے گھاٹے اور نقصان کے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔

سورۃ النور

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سُوۡرَةٌ اَنۡزَلۡنٰهَا وَفَرَضۡنٰهَا وَاَنۡزَلۡنَا فِيۡهَاۤ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۱﴾ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِىۡ فَاجۡلِدُوۡا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا مِائَةَ جَلۡدَةٍ ‌ۖ وَّلَا تَاۡخُذۡكُمۡ بِهِمَا رَاۡفَةٌ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ‌ۚ وَلۡيَشۡهَدۡ عَذَابَهُمَا طَآٮِٕفَةٌ مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۲﴾ اَلزَّانِىۡ لَا يَنۡكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوۡ مُشۡرِكَةً وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنۡكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوۡ مُشۡرِكٌ‌ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۳

یہ ایک سورت ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے اور اس کے (احکام کو) ہم نے فرض قرار دیا ہے۔ اور اس میں ہم نے صاف اور واضح آیات نازل کی ہیں تا کہ تم دھیان دے سکو۔ زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک سو کوڑے مارو اور ان پر حد جاری کرنے میں ترس نہ کھاؤ۔ اللہ کے حکم (چلانے) میں اگر تم اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ ان دونوں کو سزا دیتے وقت مومنوں کی ایک جماعت کو موجود رہنا چاہئے۔ بدکار مرد نکاح نہیں کرتا مگر زناکار یا مشرک عورت سے اور بدکار عورت نکاح نہیں کرتی مگر بدکار یا مشرک

مرد سے اور یہ بات مسلمانوں پر حرام کر دی گئی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۳

اَنْزَلْنَا ہم نے اتارا۔ نازل کیا۔

فَرَضْنَا ہم نے لازمی کیا۔ ہم نے فرض کیا۔

اِجْلِدُوْا مارو۔

مِائَةٌ ایک سو۔

جَلْدَةٌ کوڑے۔

لَاتَأْخُذْ نہ پکڑے۔

رَأْفَةٌ ترس اور رحم۔

يَشْهَدُ دیکھے۔ موجود رہے۔

طَائِفَةٌ ایک جماعت۔

حُرِّمَ حرام کر دیا گیا۔

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۳

قرآن کریم کی ہر آیت اور سورت کی اپنی اہمیت ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور کو جس شان وشوکت، اہتمام اور انوکھے انداز سے شروع کیا ہے وہ اس میں بیان کئے گئے احکامات کی اہمیت کو بہت واضح کر دیتی ہے تا کہ معاشرہ کا ہر فرد اس سورت میں بیان کئے گئے احکامات کی پوری طرح پابندی کر سکے۔ سنگین گناہوں اور معاشرہ کی بدترین برائیوں کو مٹانے میں اپنا بھر پور کردار ادا

کر کے پاکیزہ اور پرسکون زندگی کی برکتوں کو حاصل کر سکے۔ جس معاشرہ یا سوسائٹی میں شرم وحیا، باہمی اعتماد اور ایک دوسرے کی عزت و وقار کے جذبات موجزن ہوتے ہیں وہی معاشرہ انسانی معاشرہ کہلاتا ہے لیکن اگر معاشرہ میں کسی کی عزت و آبرو اور جان و مال محفوظ نہ ہو۔ باہمی اعتماد اور بھروسے کا فقدان ہو، بے شرمی، بے غیرتی اور شراب نوشی عام ہو تو ہزاروں خوش حالیوں کے باوجود وہ معاشرہ انسانی معاشرہ کہلانے کا مستحق نہیں ہوتا۔ شریعت کی نظر میں ہر شخص بدکار اور بے غیرت نہیں ہوتا بلکہ کچھ بدکردار اور بے شرم لوگ ذہنی مریض ہوتے ہیں جو پورے ماحول کو گندہ کر دیتے ہیں۔ اگر ان ذہنی مریضوں کو قابل عبرت سزا دی جائے اور سڑے ہوئے گندے عضو کی طرح کاٹ کر پھینک دیا جائے تو معاشرہ کا ہر فرد پرسکون زندگی گذار سکتا ہے اور اپنی جان و مال اور آبرو کو محفوظ سمجھ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور خاص طور پر سورۂ نور میں ان سنگین گناہوں اور معاشرہ کی بدترین خرابیوں کے لئے ایسے فطری اور قابل عمل اصول ارشاد فرمائے ہیں جن کے نفاذ سے انسانی معاشرہ جنت کا نمونہ بن سکتا ہے۔ یہ وہ اصول ہیں جن کو جس زمانہ میں بھی اپنایا گیا یا اپنایا جائے گا اس کے نتائج یکساں نکلیں گے حالات کے بدلنے سے ان اصولوں کے دائمی فوائد سے کوئی محروم نہیں رہ سکتا۔

انسانی معاشرہ کے سب سے سنگین، بدترین اور نا قابل معافی جرم چار ہیں۔ (۱) ناجائز جنسی تعلقات (زنا)۔ (۲) چوری (۳) شراب نوشی (۴) اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔ اللہ تعالیٰ نے ان چاروں جرائم کی سزا کو خود متعین فرمایا ہے جس میں کسی حکومت، عدالت یا اشخاص (جماعت) کو کسی زمانہ میں کسی طرح کی تبدیلی کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ جب گواہوں کے بعد پورے طور پر یہ بات ثابت ہو جائے کہ ملزم یا ملزمہ نے یہ جرم کیا ہے تو پھر ان اسلامی سزاؤں کو نافذ کرنے میں کسی رعایت اور نرمی کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ ان چاروں جرائم کو ''حدود'' کہا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ جتنے جرائم ہیں ان کے اصولوں کو تو بیان کر دیا گیا ہے لیکن جرم کی نوعیت کے مطابق ان کا فیصلہ کرنے میں اسلامی عدالتیں خاصی آزاد ہیں۔ ایسی سزاؤں کو ''تعزیرات'' کہا جاتا ہے۔

قرآن کریم نے ان بنیادی اصولوں میں سب سے پہلے ناجائز جنسی تعلق (یعنی زنا) کی سنگینی اور اس کی عبرت ناک سزا کا ذکر فرمایا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ناجائز جنسی تعلقات (زنا) ایسا بدترین، گھناونا، شرمناک، قابل نفرت اور انسانی معاشرہ کو تباہ و برباد کرنے والا فعل ہے جس کی جڑ کو بنیاد سے کھود کر پھینک دینا ضروری ہے۔ یہ وہ کینسر ہے کہ اگر اس کا ابتداء ہی میں علاج نہ کیا جائے تو وہ بڑی تیزی سے پھیل کر پورے انسانی معاشرہ کو اپنی لپیٹ میں لے کر تہس نہس کر کے رکھ دیتا ہے۔ دنیا کے مذاہب کو دیکھا

جائے تو انہوں نے بھی زنا کو بدترین فعل قرار دیا ہے مگر اس کی سزاؤں کو متعین کرنے میں بعض ایسی رعایتوں کو رکھا گیا ہے جس سے یہ فعل دنیا سے مٹنے کے بجائے کینسر کی طرح پھیلتا ہی چلا جا رہا ہے۔ اس مرض کا علاج صرف قرآن کریم کے اصولوں کو اپنانے ہی سے ممکن ہے۔ کیونکہ شریعت اسلامیہ نے انتہائی سخت سزاؤں کو اس مرض کا علاج قرار دیا ہے۔ ڈھیلے ڈھالے اصولوں اور چھپ چھپا کر سزائیں دینے سے یہ مرض ختم نہیں کیا جا سکتا۔

جب ہم دوسرے مذاہب کی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہاں ایسے فطری اصول نہیں ملتے جن سے اس گھناؤنے جرم کو نا قابل معافی قرار دے دیا گیا ہو یا ایسی سزائیں متعین کی گئی ہوں جو دوسروں کے لئے عبرت و نصیحت بن سکتی ہوں مثلاً نصاریٰ (عیسائیوں) نے ناجائز جنسی تعلق کی سزا یہ مقرر کی ہے کہ

(۱) اگر کوئی کنوارا مرد کسی کنواری لڑکی سے زنا کرتا ہے تو وہ ایک سخت گناہ کی بات تو ہے مگر اس پر کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔

(۲) اگر کوئی شادی شدہ شخص کسی دوسری شادی شدہ عورت سے زنا کرتا ہے تو یہ سخت گناہ ہے لیکن اس کی سزا یہ ہے کہ عورت اپنے شوہر پر اس رشتے کی پامالی اور بے وفائی کا الزام لگا کر طلاق حاصل کر سکتی ہے۔ اسی طرح مرد کو بھی یہ اختیار ہے لیکن اس کے بعد مرد یا عورت کسی دوسرے سے شادی نہیں کر سکتے اور زندگی بھر انہیں راہب یا راہبہ بن کر زندگی گذارنا ہوگی۔

نصاریٰ کے برخلاف یہودیوں کے ہاں یہ قانون ہے کہ جو شخص دوسرے کی بیوی سے اس سنگین جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو زانی اور زانیہ دونوں کو جان سے مار دیا جائے گا۔

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ بدکاروں کو کھلی چھٹی دینے اور محض طلاق کا بہانہ بنانے یا کسی کو کسی جیل کی کوٹھڑی میں جان سے مار ڈالنے سے اس بدکاری کو عبرت و نصیحت بنانا ممکن نہیں ہے کیونکہ آئے دن یہ واقعات ہوتے ہی رہتے ہیں۔ ایک مختصر سی مدت کے لئے یہ ایک اخباری خبر ہوتی ہے پھر لوگ بھول جاتے ہیں اور زانی اور زانیہ مرد اور عورتوں میں کمی نہیں آتی۔

دین اسلام نے اس برائی کو جڑ و بنیاد سے کھودنے اور عبرت ناک سزا دینے کا جو طریقہ مقرر کیا ہے وہی فطرت کے عین مطابق ہے۔ اور اس ذہنی اور عملی بیماری کا موثر علاج ہے اس کی تفصیل چند بنیادی اصولوں کو بیان کرنے کے بعد عرض کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور کی ابتداء ''فرضنٰہا'' سے کی ہے (یعنی ہم نے اس کو فرض کر دیا ہے) بتایا یہ جا رہا ہے کہ اس سورت میں جو بھی احکامات بیان کئے جا رہے ہیں ان کو ماننا اور اطاعت کرنا ہر اس شخص پر لازم اور واجب ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والا ہے۔ یہ محض چند سفارشات یا نصیحتوں کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ ایسی واضح کھلی اور صاف صاف باتیں ہیں جن پر دھیان دینے

کی ضرورت ہے۔ اسی میں انسانی معاشرہ کی حقیقی زندگی ہے۔

اس بدترین فعل کی سزا کیا ہے؟ اس کی تفصیلات کو فقہ کی کتابوں یا معتبر علماء سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ چند ضروری اور بنیادی باتوں کو درج ذیل سطور میں بیان کیا جا رہا ہے تا کہ اس فعل بد کو دنیا سے مٹانے کی کچھ تفصیل سامنے آجائے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے ناجائز جنسی تعلق (زنا) کو بدترین فعل اور ناقابل معافی جرم قرار دیا ہے جس کی سزا کسی اسلامی عدالت کے ذریعہ ہی دی جا سکتی ہے۔ خود سے کسی کو سزا دینے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔

جس پر ناجائز جنسی تعلق کی تہمت لگائی جائے اس کے لئے ضروری ہے کہ

☆ چار ایسے چشم دید (عینی شاہدین) گواہ ہوں جنہوں نے ملزم مرد اور ملزمہ عورت کو عین حالت مباشرت میں اس طرح دیکھا ہو جیسے سرمہ دانی میں سلائی یا کنویں میں رسہ ڈالا جاتا ہے۔ اگر اس طرح گواہ نہ ہوں گے تو ملزمان پر شرعی حد جاری نہ کی جائے گے۔

☆ اگر گواہی میں شبہ پیدا ہو جائے تو حد نافذ نہ کی جائے گی۔ لہٰذا چاروں گواہوں کے بیانات ایک جیسے اور یکساں ہوں۔ گواہی میں اس بات کو واضح طریقے پر بتایا گیا ہو کہ کس کو کس نے کس سے زنا کرتے دیکھا ہے۔ اگر گواھوں کے بیانات میں اختلاف یا تضاد پایا جائے گا تو حد جاری نہ کی جائے گی۔

☆ گواہی دینے والے سب کے سب قابل اعتماد ہوں۔ کبھی کسی مقدمہ میں ان کو جھوٹا ثابت نہ کیا گیا ہو۔ وہ بددیانت یا سزا یافتہ نہ ہوں۔

☆ محض قاضی (جج) کی ذاتی معلومات پر حد جاری نہ کی جائے گی۔

☆ کسی لڑکی کا حاملہ ہونا حد جاری کرنے کا ثبوت نہیں ہے جب تک کوئی گواہی یا زبان سے اقرار نہ ہو۔

☆ مذکورہ اصولوں کا خیال رکھتے ہوئے جب گواہوں کی شہادت یا اقرار پر پوری طرح جرم ثابت ہو جائے تب شرعی سزا (کوڑے یا رجم) نافذ کرنے میں کسی نام نہاد رعایت اور رحم کرنے کی قطعی اجازت نہیں ہوگی۔

☆ ناجائز جنسی تعلق (زنا) کسی عورت نے کیا ہو یا مرد نے دونوں پر حد جاری کی جائے گی۔ مرد اور عورت میں فرق نہیں کیا جائے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں پہلے زانیہ عورت کا ذکر کیا ہے پھر مرد کا تا کہ عورت کو صنف نازک قرار دے کر چھوڑ نہ دیا جائے یا اس کی سزا میں تخفیف یا کمی نہ کر دی جائے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے ناجائز جنسی تعلق کو اتنا بدترین فعل قرار دیا ہے کہ اس میں کسی باہمی رضامندی یا راضی نامہ کی بھی گنجائش نہیں

ہے چنانچہ ایک لڑکا جس نے اپنی مالکن سے زنا کیا تھا تو لڑکے کے باپ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک سو بکریاں اور ایک لونڈی بھیج کر درخواست کی کہ اس نوجوان لڑکے کی سزا کو ان چیزوں کے بدلے میں معاف کر دیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ تیری بکریاں اور لونڈی تجھے مبارک ہوں (آپ نے واپس کر دیں) اور اس کے بعد آپ نے شریعت کے مطابق دونوں پر حد جاری فرما دی۔

رجم وسنگسار کی شرعی حیثیت:

رجم (پتھر مار کر ہلاک کرنے) کا حکم قرآن کریم میں اشارۃً اور متواتر و مشہور احادیث میں پوری وضاحت سے بیان فرمایا گیا ہے۔ شریعت نے زنا کو بدترین اور ناقابل معافی جرم قرار دے کر یہ سزا مقرر کی ہے کہ

(۱) اگر کوئی غیر شادی شدہ لڑکا یا غیر شادی شدہ لڑکی ناجائز جنسی تعلق (زنا) میں ملوث پائے گئے ہوں تو ان دونوں کو سو سو کوڑے مارے جائیں گے۔

(۲) اگر وہ دونوں شادی شدہ ہوں یا ان میں سے کوئی ایک شادی شدہ ہو اور دوسرا کنوارا ہو تو شادی شدہ عورت یا مرد کو رجم و سنگسار کیا جائے گا اور غیر شادی شدہ کو ایک سو کوڑے مارے جائیں گے۔

(۳) اگر ان میں سے دونوں یا کوئی ایک غلام یا باندی ہو تو غلام اور باندی کو چالیس چالیس کوڑے مارے جائیں گے یعنی ان کی سزا نصف ہوگی۔

(۴) رجم وسنگسار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت کی موجودگی میں اس وقت تک پتھر مارے جائیں گے جب تک اس فعل کا مجرم یا مجرمہ ہلاک نہ ہو جائیں۔

(۵) رجم وسنگسار یا کوڑوں کی سزا لوگوں کی نگاہوں سے دور کسی جیل یا کال کوٹھڑی کے اندر خاموشی سے نہیں دی جائے گی بلکہ (اعلان عام کر کے) مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد کے سامنے رجم کیا جائے گا یا کوڑے مارے جائیں گے تاکہ ہر شخص اس عبرت ناک انجام کو دیکھ کر اس بدترین فعل کے نزدیک جانے کی ہمت نہ کر سکے۔

(۶) رجم وسنگساری کے بعد مجرم یا مجرمہ کے لئے تمام مسلمانوں کی طرح کفن، دفن اور نماز جنازہ کا اہتمام کیا جائے گا اور مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن کیا جائے گا۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کوڑوں کی سزا کے ساتھ ساتھ رجم وسنگسار کرنا بھی قرآن وسنت کے عین مطابق ہے۔ بعض ناواقف

لوگ یا مغرب کی تہذیب کے سامنے شکست کھا جانے والے منکرین حدیث یہ کہتے ہیں کہ قرآن میں زانی یا زانیہ کے لئے کوڑے مارنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن رجم وسنگساری کا حکم نہیں دیا گیا۔اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کی ہر آیت اور ہر لفظ کی تشریح وتعبیر کرنے کا حق صرف نبی کریم ﷺ ہی کو حاصل ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''وہ (نبی کریم ﷺ) کوئی بات اپنی خواہش نفس سے نہیں کہتے جب تک اللہ کی طرف سے وحی نہ آجائے'' دوسری جگہ فرمایا کہ ''اے مومنو! رسول اللہ تمہیں جو کچھ دیدیں اس کو لے لو اور جس چیز سے منع فرمادیں اس سے رک جاؤ''۔

قرآن کریم کے اس اصول کے تحت ہی نبی کریم ﷺ نے اپنی دنیاوی زندگی میں رجم وسنگساری کے اصول کو جاری فرمایا اور آپ کے بعد آپ کے خلفا راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ بھی اسی عمل پر قائم رہے کہ اگر کوئی شادی شدہ مرد یا عورت نے اس جرم کا ارتکاب کیا تو ان کو پتھر مار کر ہلاک کیا گیا اور غیر شادی شدہ کو ایک ایک سو کوڑے مارے گئے۔

تمام معتبر اور صحیح حدیثوں میں اس بات کو نہایت وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ''ماعز اور غامدیہ'' پر سزائے رجم وسنگساری کو جاری فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت زید ابن خالد جہنی کی صحیح ترین روایات سے ثابت ہے کہ ایک مرتبہ ایک غیر شادی شدہ لڑکے نے جو ایک شادی شدہ عورت کا ملازم تھا اس کے ساتھ زنا کیا زانی لڑکے کا باپ اس کو لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس گیا (اور کچھ رعایتیں چاہیں) تو آپ نے فرمایا کہ میں تم دونوں کا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کروں گا۔ چنانچہ آپ نے حکم دیا کہ زانی لڑکے کو جو غیر شادی شدہ ہے ایک سو کوڑے مارے جائیں اور شادی شدہ عورت کو سنگسار کر دیا جائے کیونکہ دونوں نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ زنا کی سزا میں ہم شرعی حیثیت سے رجم وسنگسار کرنے پر مجبور ہیں کیونکہ وہ اللہ کی حدود میں سے ایک حد ہے۔اس بات کو اچھی طرح سن لو کہ رسول اللہ ﷺ نے خود رجم وسنگسار کیا اور ہم نے آپ کے بعد مجرموں کو رجم وسنگسار کیا۔اور اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ کہنے والے کہیں گے کہ عمرؓ نے کتاب اللہ میں اپنی طرف سے کچھ بڑھا لیا ہے تو میں قرآن کے کسی کونے پر بھی اس کو لکھ دیتا۔فرمایا کہ اس پر عمر بن خطابؓ گواہ ہے۔عبدالرحمٰن ابن عوف گواہ ہیں اور فلاں ابن فلاں گواہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رجم وسنگسار کیا اور آپ کے بعد ہم نے (زانیوں کو) رجم وسنگسار کیا (نسائی)۔

اس حدیث میں حضرت عمر فاروقؓ نے نبی کریم ﷺ کے ارشادات اور عمل کو کتاب اللہ اور آیت کتاب اللہ سے تعبیر فرمایا جو بالکل سچ ہے۔اس موضوع پر ہمارے اکابر علماء نے نہایت تفصیل سے رجم وسنگسار پر کتابیں لکھی ہیں مزید معلومات کے لئے

وہاں دیکھ لیا جائے۔

کوڑوں کی سزا:

قرآن کریم اور احادیث کے اصولوں کی روشنی میں کوڑوں کی سزا دینے میں دو بنیادی مقصد ہیں (۱) مناسب جسمانی سزا دینا (۲) اور زانیہ عورت اور زانی مرد کے فعل اور اس کی ذلت ورسوائی۔ کوڑوں کی سزا میں وحشیانہ یا ظالمانہ طریقے اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ بہت سی باتوں کا لحاظ کرتے ہوئے اس سزا کو عبرت ونصیحت بنایا گیا ہے۔ چنانچہ

☆ جب کوئی غیر شادی شدہ مرد یا غیر شادی شدہ عورت اس ناجائز جنسی تعلق (زنا) میں مبتلا پایا جائے جس پر عینی شاہدین نے معتبر اور مکمل گواہی پیش کر دی ہو اور قاضی نے ان دونوں پر حد جاری کرنے کا حکم دیدیا ہو تو (اطلاع عام کے ذریعہ) مومنوں کی ایک جماعت کی موجودگی میں ان کو ایک ایک سو کوڑے مارے جائیں گے اور اس میں کسی نرمی یا کمی بیشی کی اجازت نہیں ہوگی۔

☆ جس کوڑے سے مارا جائے وہ درمیانہ اور اوسط درجہ کا ہو۔ نہ اتنا سخت ہو کہ اس سے مجرم کا جسم یا کھال پھٹ جائے اور اس کے گوشت کے ٹکڑے اڑ جائیں۔ کوڑا نہ اتنا نرم ہو کہ یہ سزا محض ایک رسم یا مذاق بن کر رہ جائے۔

☆ کوڑا ایسا ہونا چاہیے کہ ضرب (مار) کا اثر کھال تک رہے گوشت تک نہ پہنچے۔

☆ ہاتھوں کو اتنا اونچا کر کے کوڑے نہ مارے جائیں جن سے کوڑے مارنے والے کی بغلیں کھل جائیں۔

☆ کوڑے کی جگہ بید کا استعمال بھی کیا جا سکتا ہے۔

☆ کوڑے جسم کے کسی ایک حصے پر نہ مارے جائیں بلکہ چہرہ، سر اور شرم گاہ کو بچا کر جسم کے مختلف حصوں پر اس سزا کو پھیلا دیا جائے۔

☆ ایک سو کوڑے وقفے وقفے سے بھی مارے جا سکتے ہیں اور ایک ساتھ بھی۔ بیس بیس کوڑے ہر روز مارے جا سکتے ہیں لیکن بہتر یہی ہے کہ ایک ہی دن میں ایک سو کوڑے مارے جائیں۔

☆ اگر سزا کسی غلام یا باندی کو دی جائے تو ان کو نصف سزا دی جائے گی یعنی چالیس چالیس کوڑے۔

☆ اگر عورت حاملہ ہو تو وضع حمل (بچہ پیدا ہونے) تک انتظار کیا جائے گا۔ جب بچہ پیدا ہو جائے تو مناسب وقت پر سزا دی جائے گی۔

☆ اگر مجرم نہایت کمزور، شدید بیمار یا بہت زیادہ بوڑھا ہو جو کوڑوں کی سزا برداشت نہ کر سکے تو ایک ایسی ٹہنی (درخت کی شاخ) لی جائے جس میں ایک سو شاخیں ہوں ان کو ایک دفعہ مار دیا جائے تو اس سے حکم کی تعمیل ہو جائے گی۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

☆ مرد کو سزا دینے کے لئے ستر کو چھپانے والے کپڑوں کے سوا ہر کپڑا اتار کر سزا دی جائے گی اس کے برخلاف عورت کے صرف موٹے اور روئی دار کپڑے اتارے جائیں گے اور بقیہ کپڑوں کو اس کے جسم پر اس طرح لپیٹ دیا جائے گا جس سے سزا کے وقت کسی طرح اس کا جسم برہنہ نہ ہونے پائے۔

☆ کسی چیز سے یا رسی وغیرہ سے مجرم کو باندھ کر سزا نہیں دی جائے گی۔ البتہ اگر مجرم بھاگنے یا حملہ کرنے کی کوشش کرے تو اس کو کسی چیز سے باندھ کر سزا دی جاسکتی ہے۔

☆ مرد کو کھڑا کر کے اور عورت کو بٹھا کر سزا دی جائے گی۔

☆ اگر کسی قاضی نے گواہوں کی گواہی پر سزا دی ہے تو کوڑے مارنے کی ابتداء گواہوں سے کرائی جائے گی اور اگر مجرم یا مجرمہ نے خود ہی اقرار کیا ہو تو سزا کی ابتداء خود قاضی عدالت کرے گا۔

☆ سخت سردی یا سخت گرمی کے وقت کوڑے مارنا مناسب نہیں ہے اس کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔

شریعت کے ان تمام اصولوں سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ عبرت کے لیے یہ ایک بہت ہی سخت سزا تو ہے لیکن اس کو وحشیانہ سزا کہنا ایک بہت بڑی زیادتی ہے۔ ان اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ قرار دینے میں جس قدر پروپیگنڈا کیا جاتا ہے وہ مذکورہ اصولوں کی روشنی میں بے حقیقت ہو کر رہ جاتا ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ غیر مسلم اگر ان سزاؤں کو وحشیانہ کہتے ہیں تو بات سمجھ میں آتی ہے کیونکہ ان کے نزدیک تو اسلام کا وجود ہی دہشت گردی ہے اور انہوں نے ہمیشہ دین اسلام کو سمجھنے کے بجائے تعصب اور نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہے لیکن جب ہمارے نام نہاد مسلمان ان سزاؤں کو وحشیانہ کہتے ہیں اور اس پر زور قلم صرف کرتے ہیں تو ان پر سوائے افسوس کے اور کیا کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔

جیسا کہ آپ نے سورۂ نور کی ابتدائی آیتوں میں ملاحظہ کرلیا ہے کہ قرآن کریم میں ناجائز جنسی تعلق (زنا) کرنے والوں کے لئے جس قدر سخت، ذلت آمیز اور عبرت ناک سزا مقرر کی گئی ہے اس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ہر مومن اس بدترین گناہ کے قریب جانے سے بھی ڈرتا رہے اور وہ لوگ جو پرسکون اور اعتماد سے بھرپور نیکی کے ساتھ زندگی گذارنا چاہتے ہیں وہ اپنے معاشرہ میں ایک تحفظ محسوس کرسکیں۔ اسی لئے ایسے معاشرہ میں ایسے بدکار لوگوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے جو اپنے ذہنی دیوالیہ پن کا اظہار کر کے اخلاق و کردار کی گراوٹ میں مبتلا ہو کر زنا جیسے فعل تک پہنچ گئے ہوں۔ ایسے مردوں اور عورتوں کے لئے تو وہی لوگ مناسب ہیں جو ان کی طرح ذہنی مریض ہوں۔ ایک مومن صالح کو بہرحال ان سے دور رہنے اور پرہیز کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اس میں ایک اور اہم خرابی کی طرف بھی اشارہ کردیا گیا ہے جس کا عرب میں کسی حد تک رواج ہو گیا تھا۔ اور وہ یہ تھا کہ بعض غریب و مفلس لوگ اپنے فقر و فاقہ سے تنگ آ کر اور مال و دولت کے لالچ میں ایسی دولت مند اور مال دار فاحشہ عورتوں سے شادی کرلیتے تھے جن کی آمدنی پر وہ عیش و عشرت کی زندگی گذار سکیں۔ دین اسلام نے اس بے غیرتی اور بے حیائی سے روکنے کے لئے بھی فرمایا ہے کہ کوئی شخص فاحشہ اور بدکردار عورتوں سے دنیاوی لالچ میں آ کر نکاح نہ کرے کیونکہ اس جذبے سے نکاح کرنا اہل ایمان پر حرام قرار دیدیا گیا ہے۔ اگر کوئی پاک دامن مرد یا عورت گھریلو سکون اور روحانی تسکین کے لئے کسی زانیہ یا زانی سے نکاح کرلے تو وہ نکاح ہو جائے گا۔ لیکن اگر زانیہ یا زانی کی بدکرداری کی حفاظت کے لئے محض دکھاوے کی شادی ہو تو وہ نکاح نہیں ہوگا کیونکہ اگر کوئی شخص نکاح کے باوجود اس پر راضی رہے کہ اس کی بیوی زناکاری میں مبتلا رہے اور اس میں کوئی حرج نہ سمجھتا ہو تو ایسا نکاح حرام ہے۔

☆ شریعت نے اس بات کو بھی واضح کر کے بیان کردیا ہے کہ ایک مومن مرد یا مومن عورت کا نکاح کسی مشرک عورت یا مشرک مرد سے نہیں ہوسکتا۔

☆ اسی طرح اس بات کو بھی صاف کردیا گیا ہے کہ اگر زانی یا زانیہ ''سزا کے بعد'' سچے دل سے توبہ کر کے آئندہ زندگی نیکی اور پرہیز گاری کے ساتھ گذارنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمادے گا۔

☆ اگر رجم و سنگساری کے بعد یا کوڑوں کی سزا میں اس کی موت واقع ہو جائے تو اس کو باقاعدہ غسل اور کفن دے کر اس کی نماز جنازہ پڑھائی جائے گی اور مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو دفن کیا جائے گا۔

☆ جس نے اپنے فعل بد سے توبہ کرلی ہے اس کا نام برائی کے ساتھ نہیں لیا جائے گا۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۙ﴿٤﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٥﴾ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٦﴾ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٧﴾ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۙ﴿٨﴾ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٩﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ﴿١٠﴾

ع ۱/۷

ترجمہ: آیت نمبر ۴ تا ۱۰

اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر (زنا کا) الزام لگاتے ہیں اور ان کے پاس اپنی ذات کے سوا کوئی اور گواہ نہیں ہے تو ان میں سے ہر ایک کی گواہی یہ ہے کہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر (وہ کہے کہ) بے شک وہ اپنے دعوے میں سچا ہے اور پانچویں مرتبہ (یوں کہے) کہ اگر وہ جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ عورت پر سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کے ساتھ گواہی دے کہ بے شک وہ (اس کا شوہر) جھوٹوں میں سے ہے۔ اور پانچویں مرتبہ

(یہ کہے کہ) اگر اس کا شوہر سچے لوگوں میں سے ہے تو مجھ پر اللہ کا غضب (نازل) ہو۔

اور اگر تمہارے اوپر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا (تو تم بڑی خرابی میں پڑ جاتے) اور بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا اور حکمت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴ تا ۱۰

یَرْمُوْنَ	تہمت لگاتے ہیں۔الزام لگاتے ہیں۔
شُهَدَاءُ (شَهِيْدٌ)	گواہ۔
اَرْبَعُ	چار۔
لَعْنَةٌ	پھٹکار۔اللہ کی رحمت سے دوری۔
يَدْرَؤُا	دور کرتا ہے۔ہٹا دیتا ہے۔
فَضْلُ اللّٰهِ	اللہ کا فضل و کرم۔
تَوَّابٌ	بہت توبہ قبول کرنے والا۔

تشریح: آیت نمبر ۴ تا ۱۰

دین اسلام ایک ایسے پاکیزہ، صاف ستھرے اور صالح معاشرہ کا تصور دیتا ہے جس میں ہر شخص ایک دوسرے پر اعتماد اور آپس کی عزت و آبرہ کا محافظ ہو۔کوئی کسی پر بے بنیاد الزام لگا کر اپنی آخرت کو اور اسلامی معاشرہ کے سکون کو برباد نہ کرے اور روحانی، اخلاقی، اور جسمانی اعتبار سے وہ ایک مضبوط ترین معاشرہ بن جائے۔اگر کوئی شخص کسی کی عزت و آبرو پر حملہ کرتا ہے یعنی جھوٹا الزام لگاتا ہے اور وہ اپنے کہے ہوئے الفاظ پر گواہ پیش نہیں کرتا تو جھوٹی بات اور الزام لگانے پر اس کو بدترین سزا دی جائے گی یعنی اس کو اسی (۸۰) کوڑے مارے جائیں گے اور وہ کبھی کسی عدالت میں گواہی دینے کے قابل نہ رہے گا۔

سورۃ النور کی ابتدائی آیات میں ان ہی احکامات کو بیان کیا گیا ہے تاکہ ہر شخص کی عزت و آبرو بھی محفوظ ہو جائے اور اسلامی معاشرہ کی روح بھی برقرار رہے۔ ناجائز جنسی تعلق (زنا) کی سزا بیان کرنے کے بعد اللہ نے اپنے فضل و کرم سے ایک اور حکم ارشاد فرمایا ہے جس کے ذریعہ تنہا شوہر یا تنہا بیوی کی گواہی بھی قبول کی جاسکتی ہے لیکن اس کی کچھ شرائط ہیں جن کو پورا کرنا ضروری ہے۔

☆ اگر کسی شوہر نے اپنی کھلی آنکھوں سے اپنی بیوی کو عین حالت مباشرت میں دیکھا اور اس کے سوا کوئی دوسرا گواہ نہیں ہے تو اس شوہر کی گواہی پر فیصلہ ''لعان'' کے ذریعہ ہوگا۔

☆ لعان کا طریقہ یہ ہے کہ شوہر کسی اسلامی عدالت سے رجوع کر کے اس بات پر اپنی گواہی دے گا کہ اس نے اپنی بیوی کو فلاں شخص سے عین حالت مباشرت میں خود دیکھا ہے۔

☆ اسلامی عدالت کا کوئی قاضی اس سے کہے گا کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کہ میں اپنے دعوے میں سچا ہوں اور پانچویں مرتبہ قسم کھا کر یہ کہے کہ اگر یہ سب کچھ کہنے میں میں جھوٹا ہوں تو میرے اوپر اللہ کی لعنت (اللہ کا غیض و غضب نازل) ہو۔

☆ الزام لگانے والا شوہر اگر الزام لگانے کے بعد قسم کھانے سے انکار کر دے تو اس کو قید کر لیا جائے گا۔ اگر اس نے قسم کھانے سے مسلسل انکار کیا تو اس پر حد قذف جاری کی جائے گی یعنی اسی کوڑے مارے جائیں گے اور ہمیشہ کے لئے اس کی گواہی کسی عدالت یا معاملہ میں قبول نہ کی جائے گی۔

☆ اگر شوہر قسم کھالے گا تو اس عورت سے کہا جائے گا کہ وہ بھی شریعت کے احکام کے مطابق چار قسمیں کھا کر پانچویں مرتبہ اپنے اوپر لعنت بھیجے۔

☆ اگر وہ عورت قسم کھانے سے انکار کرے تو اس کو اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک وہ قسم نہ کھالے۔ اگر شوہر کے قسم کھانے کے بعد وہ خاموش رہتی ہے اور کسی طرح جواب نہیں دیتی اور قسم بھی نہیں کھاتی تو عدالت کے فیصلے کے بعد اس پر شرعی حد جاری کی جائے گی۔

☆ اگر شوہر کے قسمیں کھانے کے بعد اس کی بیوی بھی قسمیں کھا کر پانچویں مرتبہ لعان کرے تو شوہر کو چاہیے کہ وہ اس کو اسی وقت طلاق دیدے

☆ اگر شوہر طلاق نہیں دے گا تو قاضی عدالت دونوں میں جدائی کرادے گا اور یہ جدائی کرانا طلاق کے قائم مقام ہوگی۔

☆ طلاق یا جدائی کے بعد عورت اپنی عدت گذارے گی۔ عدت کے بعد وہ جہاں چاہے اپنا نکاح کرسکتی ہے اگر دوسرے

شوہر سے بھی اس کو طلاق مل جائے تب بھی یہ عورت پہلے شوہر سے نکاح نہیں کر سکتی کیونکہ اب یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے قیامت تک حرام ہیں۔

☆ جس طرح مردوں کے لئے احکامات ہیں اسی طرح عورتوں کے لئے بھی ہیں یعنی اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو عین حالت مباشرت میں دیکھے تو وہ بھی عدالت سے رجوع کر سکتی ہے اور اس کا فیصلہ بھی اسی طرح ہوگا جس طرح مرد کے الزام لگانے کے بعد ہوا تھا۔

اصل بات یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ کو ہر طرح کی گندگیوں اور بے بنیاد الزامات سے پاک صاف رکھنا ضروری ہے تا کہ باہمی اعتماد سے ایک روحانی اور اجتماعی معاشرہ پیدا ہو۔ خاص طور پر میاں بیوی کا معاملہ اور رشتہ تو نہایت نازک ہے کیونکہ اگر میاں بیوی کے رشتہ میں دراڑ پڑ جائے اور باہمی اعتماد اٹھ جائے تو پھر ایسی شک و شبہ بھری زندگی گذارنے سے تو بہتر یہ ہے کہ اس شادی کے بندھن کو ہمیشہ کے لئے توڑ دیا جائے۔

اسی طرح شریعت کسی شخص کو اس بات کی کھلی چھٹی نہیں دیتی کہ وہ جب چاہے جس پر چاہے بے بنیاد اور گھناونا الزام لگا دے اور اس پر کوئی شہادت و گواہی بھی پیش نہ کرے۔ شریعت نے جتنی سخت سزا اس ناجائز فعل کی رکھی ہے اسی طرح جھوٹی گواہی دینے والوں کو بھی کڑی سزا دی ہے تا کہ کوئی شخص کسی کی عزت و آبرو پر انگلی اٹھاتے وقت سیکڑوں مرتبہ سوچ لے۔

آخر میں فرمایا کہ یہ اللہ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے لعان کا راستہ بتا دیا کیونکہ جب میاں بیوی اعتماد کھو چکے ہیں تو ان کے ایسے ازدواجی تعلق کو ختم کر دینا زیادہ بہتر ہے۔ جس میں دن رات ایک دوسرے کے ہر عمل کو شک کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ لعان کے سلسلہ میں چند ضروری مسائل بھی پیش نظر رکھیے

☆ لعان سے پہلے سنت طریقہ یہ ہے کہ لعان جو ایک سخت معاملہ ہے اس کے الفاظ ادا کرنے سے پہلے عورت اور مرد دونوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور سمجھایا جائے گا تا کہ وہ اپنی قسم سے باز آ جائیں۔

☆ لعان کے بعد اگر عورت کو حمل رہ جاتا ہے تو حمل کی نسبت باپ کی طرف نہیں بلکہ ماں کی طرف کی جائے گی۔

☆ لیکن کسی کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ اس لڑکے کو ''ولد الزنا'' کہا جائے یا ماں کو زانیہ یا اس سے ملتے جلتے الفاظ سے پکارا جائے۔

☆ نبی کریم ﷺ نے نہایت وضاحت سے فرمادیا ہے کہ جب میاں بیوی کے درمیان لعان ہو جائے (یعنی باہمی قسمیں کھا

لیں تو) ان دونوں کو ہمیشہ کے لئے جدا کر دیا جائے گا اور اب وہ کبھی نکاح میں جمع نہیں ہو سکتے۔

☆ لعان کے بعد یہ عورت اس مرد سے الگ ہو کر عدت کے فیصلے کے بعد کسی سے بھی نکاح کر سکتی ہے لیکن وہ اپنے پہلے شوہر کی طرف رجوع نہیں کر سکتی کیونکہ اب یہ قیامت تک ایک دوسرے کے لئے حرام ہو چکے ہیں۔

☆ اگر کسی نے لعان میں جھوٹی قسم کھائی تو وہ دنیاوی سزا سے بچ جائے گا لیکن قیامت میں اللہ کے عذاب سے بچنا ناممکن ہوگا۔

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُو بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١١﴾ لَّوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَٰذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ ﴿١٢﴾ لَّوْلَا جَاءُو عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ ۚ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَٰئِكَ عِندَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿١٣﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٤﴾ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُم مَّا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ ﴿١٥﴾ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم مَّا يَكُونُ لَنَا أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَٰذَا سُبْحَانَكَ هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ﴿١٦﴾ يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَن تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِن

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧﴾ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٨﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٩﴾
وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٠﴾

النصف ع ۸ / ۲۰

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱ تا ۲۰

بے شک جن لوگوں نے تہمت لگائی ہے وہ تم ہی میں سے ایک چھوٹا سا گروہ ہے۔ تم اس کو اپنے لئے برانہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ ان میں سے ہر آدمی کے لئے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا۔ اور جس نے ان میں سے بڑا بوجھ اٹھایا اس کے لئے بڑا عذاب ہے۔ جب تم لوگوں نے سنا تھا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے لوگوں پر نیک گمان کیوں نہ کیا اور کہا ہوتا کہ یہ تو کھلا جھوٹ ہے۔ وہ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے۔ پھر جب وہ گواہ نہ لا سکے تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔ اور اگر دنیا اور آخرت میں اللہ کا تم پر فضل و کرم اور رحمت نہ ہوتی جس بات کا تم نے چرچا کیا تھا اس کی وجہ سے تم پر کوئی سخت عذاب آجاتا۔ اور جب تم اس بات کو زبان پر لانے لگے اور منہ سے وہ بات کہنے لگے جس کا تمہیں علم نہ تھا تم نے اسے بہت ہلکی بات سمجھا حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ ایک بہت بڑی بات تھی۔ جب اور تم نے اس (بہتان کو) سنا تھا تو تم نے سنتے ہی کیوں نہ کہا کہ ہمیں ایسی بات کرنا مناسب نہ تھا۔ اللہ کی ذات پاک ہے اور یہ بڑا الزام ہے۔ اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو ایسی بات آئندہ کبھی نہ کرنا۔ اور اللہ صاف صاف اپنے احکام بیان کرتا ہے۔ اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ بے شک وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے اور اگر تمہارے اوپر اللہ کا فضل و کرم اور رحمت نہ ہوتی تو (کیا کچھ نہ ہوجاتا) اور بے شک اللہ شفقت کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱ تا ۲۰

اِفْکٌ	الزام۔ تہمت۔
عُصْبَةٌ	گروہ۔ جماعت۔
اِکْتَسَبَ	اس نے کمایا۔
کِبْرَهٗ	اس کا بڑا حصہ۔
اَفَضْتُمْ	تم نے زبان کھولی۔
تَلَقَّوْنَ	تم لیتے ہو۔
هَيِّنًا	ہلکا۔ آسان۔ سہل۔
اَنْ تَشِيْعَ	یہ کہ پھیلے۔

تشریح: آیت نمبر ۱۱ تا ۲۰

اسلامی معاشرہ میں ہر صاحب ایمان شخص کو ایک دوسرے کی عزت و آبرو اور باہمی اعتماد کا خیال رکھنا لازمی اور ضروری ہے تا کہ مومنوں کے معاشرے اور سوسائٹی کا دامن ہر طرح کے داغ دھبوں سے پاک رہے۔

اپنے بھائی کو کسی طرح کی جسمانی روحانی اذیت پہنچانا، الزام و بہتان لگانا، ذلیل ورسوا اور بدنام کرنا اور حسن ظن سے کام نہ لینا، بے بنیاد افواہیں پھیلانا ایسا نا قابل معافی جرم ہے جس سے نہ صرف اسلامی معاشرہ بدنام ہوتا ہے بلکہ پاک دامنوں کی عزت و آبرو اور باہمی اعتماد مجروح ہو کر رہ جاتا ہے۔

شریعت کی نظر میں ہر صاحب ایمان شخص اپنی اپنی جگہ ایک ذمہ دار فرد ہے۔ اس کے منہ سے نکلے ہوئے ہر لفظ کو اعتماد کی کسوٹی پر پورا اترنا چاہیے۔ خاص طور پر اگر ایک شخص دوسرے شخص پر الزام لگاتا ہے تو اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مناسب گواہوں اور دلائل سے ثابت کر کے دکھائے کیونکہ بے بنیاد افواہوں کے ذریعہ دوسرے کی عزت و آبرو سے کھیلنا شریعت کی نظر میں ایک بہت

گھناؤنی حرکت ہے۔اگر کسی نے الزام لگایا اور وہ اس کا ثبوت نہ پیش کر سکا اور یہ ثابت ہو جائے کہ اس الزام کا مقصد محض دوسرے کو بدنام اور رسوا کرنا تھا تو شریعت کے حکم کے مطابق نہ صرف اس شخص کو اسی (۸۰) کوڑے مارے جائیں گے بلکہ یہ شخص ہمیشہ کے لئے نا قابل اعتبار قرار دیدیا جائے گا یعنی کسی عدالت یا ادارے میں اس کی گواہی کبھی قبول نہ کی جائے گی۔اگر کسی طرح کا بہتان ایسی پاک باز اور ذمہ دار شخصیات کے خلاف لگایا گیا ہو جو اللہ کی نظر میں نہایت قابل احترام اور لائق عزت ہوں تو یہ جرم اور بھی سنگین ہو جاتا ہے۔

چنانچہ جب نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد مخلص مومنوں کی ایک چھوٹی سی جماعت بن گئی اور وہ اپنے اخلاق و کردار سے پورے عرب پر چھا گئی تو کفار و مشرکین نے اس جماعت کو تباہ و برباد کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کو قدم قدم پر عظمت کی بلندیاں عطا فرما دیں۔اسی زمانہ میں ایک ایسا طبقہ بھی پیدا ہو گیا جس نے اپنے دنیاوی مفاد کے لے ظاہری طور پر ایمان کا ڈھونگ تو رچا لیا تھا لیکن وہ اندر سے اسلام دشمنی پر قائم تھا وہ ہر وقت اس فکر میں لگا رہتا تھا کہ اگر کوئی موقع ہاتھ آجائے تو وہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو بدنام کر کے اپنے بغض کی آگ کو بجھا سکے۔ ایسے لوگوں کو قرآن کریم منافقین کا نام دیتا ہے۔ان منافقین کا سردار عبد اللہ ابن ابی تھا جو دن رات اسلام دشمنی میں آگے آگے رہتا تھا۔چنانچہ ایک موقع پر اس منافق نے صدیقہ طاہرہ ام المومنین حضرت عائشہؓ پر بے بنیاد الزام لگا کر شب خون مارنے کی کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ نے بروقت آیات نازل کر کے حضرت عائشہؓ کی بے گناہی کو ثابت فرما دیا جس سے منافقین کی تمام چالیں نا کام ہو کر رہ گئیں۔قرآن و احادیث کی روشنی میں مفسرین اور محدثین نے اس واقعہ کی تفصیل یہ بیان فرمائی ہے کہ اکثر غزوہ یا سفر میں آپ کی ازواج میں سے کوئی نہ کوئی آپ کے ساتھ ہوا کرتی تھیں۔۶ ہجری میں غزوہ بنی مصطلق (غزوہ مریسیع) کے موقع پر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ آپ کے ساتھ تھیں۔چونکہ پردے کے احکامات نازل ہو چکے تھے اس لئے دستور کے مطابق کسی اونٹ پر ''ہودج'' باندھ دیا جاتا جس میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سفر کیا کرتی تھیں۔جب کسی جگہ قیام ہوتا تو اس ہودج کو اتار کر ایک طرف رکھ دیا جاتا۔چونکہ اس وقت حضرت عائشہ بہت دبلی پتلی تھیں جب اس ہودج کو باندھا جاتا تو پتہ ہی نہ چلتا تھا کہ آپ اس کے اندر موجود ہیں یا نہیں۔اسی دوران رات کے آخری حصے میں اعلان کیا گیا کہ اب مجاہدین کا یہ قافلہ روانہ ہونے والا ہے۔جس کو صبح کی ضروریات سے فارغ ہونا ہے وہ سب فارغ ہو جائیں اس زمانہ میں باقاعدہ بیت الخلا نہیں ہوتے تھے بلکہ صحرا یا جنگل میں نکل کر رفع حاجت کی جاتی تھی۔جب سارے صحابہ رسولؐ دور صحرا میں نکل گئے تو ام المومنین بھی مردوں سے دور ہٹ کر صحرا کے کسی کونے میں رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئیں۔لوگ ضروریات سے فارغ ہو کر اپنے قافلے میں پہنچ گئے ام المومنین حضرت عائشہ واپس

آرہی تھیں کہ ان کا وہ قیمتی ہار جو اپنی بہن حضرت اسماء سے لے کر آئی تھیں کسی جگہ گر پڑا۔ حضرت عائشہ اس کو تلاش کرنے پلٹیں تو اس میں دیر ہوگئی اور قافلہ روانہ ہوگیا۔ وہ لوگ جو حضرت عائشہ کے ہودج کو اونٹ پر لے کر چلتے تھے وہ سمجھے کہ حضرت عائشہ اس ہودج میں موجود ہیں۔ انہوں نے ہودج کو اونٹ پر باندھ دیا۔ جب حضرت عائشہ نے دیکھا کہ قافلہ روانہ ہو چکا ہے تو وہ چادر اوڑھ کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئیں اور سوچنے لگیں کہ جب صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو معلوم ہوگا تو وہ ان کو تلاش کرلیں گے۔

نبی کریم ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ کسی ذمہ دار شخص کو قافلے کی روانگی کے بعد یہ ذمہ داری سپرد فرما دیا کرتے تھے کہ اگر کسی کا کوئی سامان رہ گیا ہو یا کوئی قافلے سے پیچھے رہ گیا ہو تو اس کو لے کر آجائیں۔ چنانچہ اس موقع پر یہ ذمہ داری بدری صحابی حضرت صفوان ابن معطلؓ کی لگائی گئی۔ حضرت صفوانؓ جو نہایت نیک، متقی، پرہیزگار اور رسول اللہ ﷺ کے جاں نثار بدری صحابہ میں سے تھے وہ میدان میں گھوم کر گری پڑی چیزوں کو تلاش کر رہے تھے کہ اچانک ان کی نظر کسی شخص پر پڑی جو چادر اوڑھے لیٹا تھا۔ قریب آکر جب انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ کو دیکھا تو ان کے منہ سے بے ساختہ ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' نکل گیا۔ حضرت عائشہ کے کان میں ان کی آواز پڑی تو آپ چادر میں سمٹ کر ایک طرف بیٹھ گئیں۔ حضرت صفوان نے نہایت ادب واحترام سے اپنا اونٹ حضرت عائشہؓ کے سامنے کھڑا کر دیا تا کہ وہ اس پر سوار ہو جائیں اور خود دور ہٹ کر کھڑے ہوگئے۔ جب ام المومنین سوار ہوگئیں تو اونٹ کی نکیل پکڑ کر روانہ ہوگئے تا کہ جلد از جلد قافلے تک پہنچ جائیں۔ یہ ایسا کوئی انوکھا واقعہ نہ تھا بلکہ اکثر ایسا ہو جاتا تھا کہ کوئی پیچھے رہ گیا ہو تو وہ اسی طرح اپنے قافلے سے مل جایا کرتا تھا مگر جب رئیس المنافقین عبد اللہ ابن ابی نے دیکھا تو اس نے طرح طرح کی افواہیں پھیلانا شروع کر دیں جو کسی ایسے ہی موقع کی تلاش میں رہا کرتا تھا۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ اور نبی کریم ﷺ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ منافقین نے نبی کریم ﷺ اور ام المومنین کو بدنام کرنے اور افواہیں پھیلانے میں اپنی ساری طاقتیں لگا رکھی ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ کو اس الزام کا علم ہوا اور آپ نے دیکھا کہ عبد اللہ ابن ابی نے اتنا زبردست پروپیگنڈا کر رکھا ہے جس سے بعض سیدھے سادھے مسلمان بھی متاثر ہو چکے ہیں تو آپ کو اس سے شدید ذہنی صدمہ پہنچا۔ پروپیگنڈا اس قدر شدید تھا کہ حضرت حسان ابن ثابت، حضرت مسطح ابن اثاثہ اور حضرت حمنہ بنت زینب تک ان کے پھیلائے ہوئے جال میں پھنس گئے۔ یہ سلسلہ تقریباً ایک مہینے تک جاری رہا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے سورۂ نور کی یہ دس (۱۰) آیتیں نازل فرمائیں۔ اسلامی اصولوں کے تحت الزام و بہتان لگانے والوں سے ثبوت طلب کئے گئے جب وہ ثبوت اور گواہیاں پیش نہ کر سکے تو تینوں پر ''حد قذف'' جاری کی گئی یعنی ہر ایک کے اَسّی (۸۰) اَسّی (۸۰) کوڑے مارے گئے۔ اور منافقین کے سردار عبد اللہ ابن ابی پر دھری حد جاری کی گئی۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہؓ خود اس واقعہ کو بیان فرماتی ہیں کہ اس سفر کے بعد ہم مدینہ منورہ واپس پہنچ گئے۔ سفر کی تکان کی وجہ سے میں کچھ بیمار ہوگئی اور یہ بیماری کا سلسلہ ایک مہینے تک جاری رہا اس عرصے میں نہ کسی سے میں نے کچھ سنا اور نہ مجھے کسی نے کچھ بتایا۔ لوگوں میں کیا چرچے ہو رہے تھے میں اس سے قطعاً بے خبر تھی۔ مگر میں اس بات کو اچھی طرح محسوس کر رہی تھی کہ جب میں بیمار ہوتی تو آپ ﷺ میری بہت دل داری فرمایا کرتے تھے لیکن اس دوران سوائے خیریت معلوم کرنے کے آپ زیادہ بات نہ کیا کرتے تھے۔ مجھے اس کا افسوس تھا مگر مجھے اس کی وجہ معلوم نہ تھی۔ اس زمانہ میں گھروں میں رفع حاجت کا انتظام نہ ہوتا تھا اور عادت کے مطابق ہم میدان میں رفع حاجت کے لئے جایا کرتے تھے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ میری خالہ زاد بہن ام مسطح کے ساتھ میں رفع حاجت کے لئے گئی جب واپس آنے لگے تو ام مسطح کا پاؤں چادر میں الجھ گیا جس سے ان کو ٹھوکر لگی۔ ان کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا کہ مسطح غارت ہو جائے۔ میں نے کہا کہ ماں ہو کر اپنے بیٹے کو بددعا دے رہی ہو۔ بیٹا بھی وہ کہ جس نے بدر جیسے غزوہ میں حصہ لیا تھا۔ ام مسطح نے کہا کہ عائشہ تم کتنی بھولی ہو۔ تمہیں معلوم ہے کہ مسطح کیا کہتا پھر رہا ہے۔ میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا وہ بھی ان لوگوں میں شامل ہے جو تمہیں بدنام کرتا پھر رہا ہے۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ میں نے اصرار کر کے پوچھا کہ ام مسطح مجھے تفصیل سے بتاؤ کیا بات ہے؟ ام مسطح نے الزام لگانے والوں کی تمام باتیں تفصیل سے بتا دیں۔ یہ سن کر میرے اوپر سکتہ طاری ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے رنج و غم کا پہاڑ میرے سر کے اوپر رکھ دیا گیا ہے۔ میں پہلے سے بیمار اور کمزور تھی مگر یہ بہتان سن کر تو میرے ہاتھ پاؤں کی جان سی نکل گئی۔ جب میں گھر پہنچی تو اس وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ مجھے سلام کیا اور عادت کے مطابق میری طبعیت پوچھی میں نے موقع دیکھ کر عرض کیا کہ مجھے اپنے والدین کے گھر جانے کی اجازت دیدیجئے۔ آپ نے اجازت دیدی اور میں اپنے والدین کے گھر آ گئی۔ میں نے اپنی والدہ سے پوچھا کہ لوگوں میں یہ کیسی باتیں ہو رہی ہیں والدہ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے لوگوں کا طریقہ ہی یہ ہے کہ جب کسی کی صورت اور سیرت اچھی ہوتی ہے اور وہ اپنے شوہر کی منظور نظر بھی ہو تو لوگ حسد کرنے لگتے ہیں اور نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا ان حالات کی خبر والد صاحب کو بھی ہے۔ والدہ نے کہا ہاں ان کو بھی علم ہے۔ میں نے والدہ سے کہا کہ لوگوں میں اتنی بڑی بڑی باتیں ہو رہی ہیں اور آپ نے مجھے بتایا تک نہیں۔ یہ سن کر میری چیخیں نکل گئیں۔ میری چیخ کی آواز سن کر والد صاحب بھی آگئے اور میری والدہ سے پوچھا کہ کیا عائشہ کو اس کی خبر ہوگئی ہے؟ والدہ نے کہا ہاں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی رو پڑے۔ اس کے بعد مجھے اتنا شدید بخار ہو گیا کہ گھر کے سارے گرم کپڑے میرے اوپر ڈال دیئے گئے مگر میری سردی اور کپکپی نہ رکتی تھی۔ میں صبح و شام اسی طرح روتی رہتی اور رات رات بھر روتے روتے سو جاتی۔ اس عرصہ میں آپ نے گھر کے مختلف حضرات اور صحابہ کرامؓ سے بھی مشورے کئے مگر سب

نے حضرت عائشہ کی پاک دامنی پر اعتماد کا اظہار کیا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اچانک تشریف لے آئے سلام کر کے ایک طرف بیٹھ گئے۔ چونکہ ابھی تک وحی نازل نہ ہوئی تھی اس لئے آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ مجھے تمہارے متعلق کچھ معلوم ہوا ہے۔ اگر تم پاک دامن ہو تو اللہ تعالیٰ یقیناً اس کو ظاہر فرمادیں گے لیکن اگر تم سے واقعی کوئی لغزش یا بھول ہوگئی ہے تو اللہ سے توبہ واستغفار کرو وہ اپنے بندوں کی خطاؤں کو معاف کر دیتا ہے اور جو لوگ اللہ کی طرف جھکتے ہیں تو وہ ان کی مغفرت فرمادیتا ہے۔ یہ سن کر میرے آنسو تھم گئے اور میں نے پورے اعتماد کے ساتھ عرض کیا کہ اے ابا جان آپ اس بات کا جواب دیجئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا اللہ کی قسم میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آرہا ہے۔ والدہ نے بھی مجھے جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم میں کیا کہوں۔ میں نے کہنا شروع کیا۔ آپ نے ایک بات سنی اور اس کو اپنے دل میں بٹھالیا۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں اس سے بری ہوں یعنی بے گناہ ہوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں تو آپ سچ کو نہ مانیں گے اور اگر میں اس کا اقرار کرتی ہوں حالانکہ اللہ کو خوب معلوم ہے کہ میں اس الزام سے بری ہوں تو آپ لوگ اس کو مان لیں گے۔ میں اس موقع پر حضرت یوسفؑ کے والد حضرت یعقوبؑ کی طرح یہی کہتی ہوں "**فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون**" اتنا کہہ کر میں بستر پر لیٹ گئی۔ مجھے یقین تھا کہ میری حالت اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہے وہ ضرور میری بے گناہی کو ثابت کردے گا اور یہ بات رسول اللہ ﷺ کے اوپر ظاہر ہوجائے گی۔ میرا یہ گمان تک نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میری بے گناہی ثابت کرنے کے لئے وحی نازل فرمائیں گے بلکہ میں یہ سمجھ رہی تھی کہ خواب میں آپ کے اوپر میری بے گناہی ثابت ہوجائے گی۔ آپ اسی کیفیت میں تھے کہ اچانک آپ پر وحی نازل ہونا شروع ہوئی اور آپ کے چہرہ انور سے پسینہ موتیوں کی طرح بہنا شروع ہوگیا۔ جب آپ پر وحی نازل ہونا شروع ہوئی تو میں بالکل مطمئن اور پرسکون تھی لیکن میرے والدین کا یہ حال تھا کہ جیسے ان کی جان نکل جائے گی۔ رسوائی کے خوف سے میرے والدین کبھی میری طرف دیکھتے اور کبھی رسول اللہ ﷺ کی طرف۔ وہ اس بات سے خوف زدہ تھے کہ نجانے وحی کے ذریعہ سے کیا بات نازل ہوجائے۔ جب وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھتے تو پریشان ہوجاتے اور جب میرے پرسکون چہرے پر نظر پڑتی تو مطمئن ہوجاتے۔

جب وحی نازل ہو چکی تو آپ ﷺ کا چہرہ انور خوشی سے دمکنے لگا۔ آپ ﷺ نے اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھا مسکراتے ہوئے فرمایا اے عائشہؓ مبارک ہو اللہ نے تمہاری بے گناہی ثابت کرنے کے لئے وحی نازل فرمادی ہے۔ اس پر میری والدہ نے فرمایا کہ اٹھو حضور ﷺ کا شکریہ ادا کرو۔ میں نے کہا میں تو اس اللہ کا شکریہ ادا کروں گی جس نے آیات نازل کر کے میری بے گناہی کو ثابت کر دیا ہے۔

یہ واقعہ ہوگیا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بے گناہی ثابت ہوگئی اور ان منافقین کا منہ کالا ہوگیا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی

محبوب بیوی پر گھناؤنا الزام لگایا تھا بلکہ اللہ نے ام المومنین کو قیامت تک وہ عظمت عطا فرمادی جو کسی کو نصیب نہیں ہے۔ جب تک قرآن کریم پڑھا جاتا رہے گا (اور قیامت تک پڑھا جائے گا) اس وقت تک حضرت عائشہ کی پاک دامنی کی عظمت کا اعتراف کیا جاتا رہے گا۔ درحقیقت جو لوگ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے محبت کرنے والے ہیں وہی کامیاب و بامراد ہیں لیکن جو لوگ حضرت عائشہؓ کی عظمت کا انکار کرتے ہیں وہ اس دنیا میں اور آخرت میں ذلیل و رسوا ہو کر رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ کی بے گناہی کے ثبوت کے طور پر جو دس (۱۰) آیتیں نازل فرمائی ہیں اس سے ان کی عظمت کو چار چاند لگ گئے ہیں جس سے اہل ایمان کے دل روشن و منور رہیں گے۔ یہ اللہ کا کرم ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے اس واقعہ کی وجہ سے امت کو حد زنا، حد قذف اور لعان اور دیگر احکامات عطا فرمادیئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی عظمت کو مان کر ان سے محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ وہ امت کی ایسی ماں ہیں جن کی عظمت پر ہم سب کی ماؤں کی عظمتیں قربان ہیں۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَٰنِ ۚ وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَٰنِ فَإِنَّهُۥ يَأْمُرُ بِٱلْفَحْشَآءِ وَٱلْمُنكَرِ ۚ وَلَوْلَا فَضْلُ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُۥ مَا زَكَىٰ مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يُزَكِّى مَن يَشَآءُ ۗ وَٱللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢١﴾ وَلَا يَأْتَلِ أُو۟لُوا۟ ٱلْفَضْلِ مِنكُمْ وَٱلسَّعَةِ أَن يُؤْتُوٓا۟ أُو۟لِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْمَسَٰكِينَ وَٱلْمُهَٰجِرِينَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا۟ وَلْيَصْفَحُوٓا۟ ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ ٱللَّهُ لَكُمْ ۗ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٢﴾ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَرْمُونَ ٱلْمُحْصَنَٰتِ ٱلْغَٰفِلَٰتِ ٱلْمُؤْمِنَٰتِ لُعِنُوا۟ فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْءَاخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٢٣﴾ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿٢٤﴾ يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ ٱللَّهُ دِينَهُمُ ٱلْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْحَقُّ ٱلْمُبِينُ ﴿٢٥﴾ ٱلْخَبِيثَٰتُ

لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾

۳ ع۸ ۳

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۶

اے ایمان والو! تم شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو اور جو شیطان کے نقش قدم پر چلتا ہے تو (یاد رکھو کہ) بے شک وہ شیطان تو بے حیائی اور بری باتوں ہی کا حکم دے گا۔ اور اگر تمہارے اوپر اللہ کا فضل و کرم اور رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی (گناہ سے) کبھی پاک نہ ہوتا۔ اور لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے پاک صاف کر دیتا ہے۔ اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اور تم میں سے جو لوگ بلند رتبہ اور صاحب حیثیت ہیں وہ رشتہ داروں، محتاجوں، اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں (کی خدمت) سے قسم نہ کھا بیٹھیں کہ وہ ان کو کچھ نہ دیں گے۔ انہیں معاف کر دینا اور درگذر کر دینا چاہئے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہاری خطاؤں کو معاف کر دے۔ اور اللہ تو مغفرت کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ یقیناً جو لوگ ایسی مومن عورتوں پر بدکاری کا الزام لگاتے ہیں جو پاک دامن، بھولی بھالی انجان ہیں تو ایسے لوگوں پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ جس دن ان لوگوں کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے کرتوتوں پر گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اس دن اللہ ان کو پوری پوری سزا دے گا۔ اور وہ (اچھی طرح) جان لیں گے کہ اللہ ہی برحق ہے اور وہی حق کو ظاہر کرنے والا ہے۔ گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے ہیں۔ اور پاک صفت عورتیں پاک صفت مردوں کیلئے ہیں اور پاک صفت مرد پاک باز عورتوں کے لئے ہیں۔ وہ لوگ اس بہتان سے پاک ہیں جو کچھ یہ (طوفان اٹھانے والے) کہتے ہیں۔ ان کے لئے مغفرت اور عزت کا رزق ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱ تا ۲۶

لَا تَتَّبِعُوْا	تم پیچھے نہ چلو۔ تم اتباع نہ کرو۔
خُطُوَاتِ (خُطُوَةٌ)	قدم۔ نقش قدم۔
اَلْفَحْشَاءُ (فَحْشٌ)	بے حیائی کے کام۔
مَازَكٰى	صاف ستھرا نہ ہوتا۔
لَايَاْتَلِ (اِيْتِلَاءٌ)	قسمیں نہ کھائے۔
اُولِى الْفَضْلِ	حیثیت والے۔
اَلسَّعَةُ	گنجائش والے۔ وسعت والے۔
اَ لَاتُحِبُّوْنَ	کیا تم پسند نہیں کرتے۔
اَلْمُحْصَنٰتُ (اَلْمُحْصَنَةُ)	پاک دامن۔
اَلْغٰفِلٰتُ	بے خبر۔ انجان۔ بھولی بھالی۔
اَلْسِنَةٌ (لِسَانٌ)	زبانیں۔
اَيْدِىْ	دونوں ہاتھ۔
اَرْجُلٌ (رِجْلٌ)	پاؤں۔
يُوَفِّىْ	وہ پورا دے گا۔
اَلْخَبِيْثَاتُ	گندی عورتیں۔
اَلطَّيِّبٰتُ	پاک صاف ستھری عورتیں۔

مُبَرَّءُ وْنَ — بری ہونے والے۔ پاک صاف۔

تشریح: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۶

شیطان جو انسان کا ازلی کھلا دشمن ہے اس کی ہمیشہ ایک ہی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے نیک بندوں کو راہ حق سے بھٹکا کر دنیا اور آخرت میں ٹھوکریں کھانے پر مجبور کر دے تا کہ نیکی، پرہیز گاری، پاکیزگی اور بھلائی کا ہر تصور دھندلا کر رہ جائے۔ لیکن اللہ کے وہ بندے جو شیطانی وسوسوں سے اپنا دامن بچا کر نبیوں اور رسولوں کے راستے پر چلتے ہیں انہیں دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی اور کامیابی عطا کر دی جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ انسان کی بنیادی کمزوریوں، خواہشوں اور تمناؤں کی تند و تیز آندھیاں اس کو سچائی کے راستے سے ڈگمگانے کی کوشش کرتی ہیں مگر جن لوگوں پر اللہ کا خاص فضل و کرم ہوتا ہے وہ نیکی، پاکیزگی اور بھلائی اختیار کر کے شیطان کے ہر نقش قدم سے محفوظ رہتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کریں کیونکہ وہ بے حیائیوں اور ہر طرح کے گناہوں میں پھنسانے کی کوشش کرتا ہے جس سے ایک انسان ہر طرح کی خیر اور بھلائی سے محروم ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ مومن کے مکارم اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے ہر کام میں خلوص نمایاں ہو اس کا کوئی کام ریا کاری اور دکھاوے کے لئے نہ ہو بلکہ ہر نیک کام کے پیچھے اللہ کی رضا و خوشنودی کا جذبہ موجزن نظر آئے۔ مکارم اخلاق کی اسی تعلیم پر قائم رکھنے کے لئے فرمایا جا رہا ہے کہ اہل ایمان میں سے وہ لوگ جو صاحب حیثیت اور دوسروں کی مدد کرنے کی قدرت رکھتے ہیں وہ رشتہ داروں، غریبوں اور اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں کی ہمیشہ مدد کرتے رہیں۔ اگر کبھی ان سے کوئی ایسی بات ہو جائے جس سے ان کی دل شکنی ہوتی ہے تو وہ اپنی ذاتی رنجش کے لئے اپنے بلند اخلاق کی سطح سے نیچے نہ اتریں بلکہ ذاتیات سے بلند ہو کر محض اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے ہر طرح کی قربانیاں پیش کرتے رہیں۔ جس طرح اللہ اپنے بندوں کی ہر غلطی پر فوراً ہی گرفت نہیں کرتا بلکہ معافی اور درگذر کا انداز اختیار کرتا ہے اسی طرح اللہ کے نیک بندوں کو بھی اللہ کے اسی اخلاق کو اختیار کر کے عفو و درگذر کا انداز اختیار کرنا چاہیے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ جب اللہ نے ان کی (حضرت عائشہ کی) بے گناہی ثابت کرنے کے لئے دس آیات نازل فرما دیں تو ان کے والد (حضرت ابو بکر صدیقؓ) جو اپنے خالہ زاد بھائی حضرت مسطح بن اثاثہ جو مہاجر غریب رشتہ دار تھے ان کی مدد کیا کرتے تھے جب آپ نے دیکھا کہ حضرت عائشہ پر الزام لگانے والوں میں حضرت مسطح بھی شامل ہیں تو انہوں نے حضرت مسطح کی ہر طرح کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا لیکن جب یہ آیات نازل ہوئیں "اے مومنو!

تم میں سے جو لوگ بلند رتبہ رکھتے ہیں اور صاحب حیثیت بھی ہیں وہ اپنے رشتہ داروں، ضرورت مندوں اور اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں کی (خدمت سے) یہ کہہ کر انکار نہ کر دیں کہ ہم ان کو کچھ نہ دیں گے۔ انہیں ایسے لوگوں کو معاف کر دینا اور ان سے درگذر کرنا چاہیے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہاری خطاؤں کو معاف فرما دے اور اللہ تو نہایت مغفرت کرنے والا مہربان ہے"۔

روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس آیت کو سنا "کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کر دے" حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا الٰہی! ہم ضرور چاہتے ہیں" اس کے بعد انہوں نے حضرت مسطح ابن اثاثہ کی نہ صرف پہلے جیسی مدد کرنا شروع کر دی بلکہ اپنے اخلاق کریمانہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کی مدد اور حسن سلوک میں اور اضافہ کر دیا۔

بعض روایات کے مطابق کچھ دوسرے اہل ایمان نے بھی الزام تراشی کرنے والوں سے منہ موڑ لیا تھا اور ان کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا تھا لیکن ان آیتوں کے بعد انہوں نے بھی اپنے عزیزوں، رشتہ داروں کی پہلے کی طرح مدد کرنا شروع کر دی تھی۔ یہ سب کچھ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی صحبت سے سیکھا تھا کیونکہ خود نبی کریم ﷺ اپنے جانی دشمنوں کو معاف فرما دیا کرتے تھے اور آپ نے اپنی ذات کے لئے کسی سے کبھی کوئی انتقام نہیں لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی زندگی کے ہر پہلو میں یہی حوصلہ اور ہمت عطا فرمائے۔ آمین

صحابہ کرام کے سامنے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی موجود تھا کہ ہر شخص کو اپنے رشتہ داروں اور ضرورت مندوں کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کرنا چاہیے کیونکہ یہ سب سے بڑی عبادت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں ہے جو رشتہ داروں کے ساتھ صرف احسانات کا بدلہ ادا کر دے بلکہ اصل صلہ رحمی کرنے والا شخص وہ ہے جو رشتہ داروں کے قطع تعلق کے باوجود ان سے اپنے تعلقات کو جوڑے رکھتا ہے"۔

ان آیات میں دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ جو لوگ بھولی بھالی، بے خبر اور نیک چلن عورتوں پر غلط الزامات اور تہمتیں لگاتے ہیں ان پر نہ صرف اس دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی اللہ کی لعنتیں برسیں گی بلکہ ان پر ہر طرح کی ذلتیں اور رسوائیاں مسلط کی جائیں گی اور وہ حشر میں ذلیل و خوار ہو کر رہ جائیں گے۔ فرمایا کہ کوئی شخص اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ وہ اپنے اس گناہ سے انکار کر سکے گا کیونکہ اس کی زبان، اس کے ہاتھ پیر خود اس کے خلاف گواہ بن جائیں گے۔ پھر ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ دنیا میں کس قدر گھاٹے اور خسارے کا سودا کر کے آیا ہے۔ جب ایسے لوگوں کے لئے اللہ کا فیصلہ آجائے گا تو ان ظالموں کے لئے سوائے پچھتانے کے اور کوئی کام نہ ہو گا۔ کیونکہ اللہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے جو ہر حقیقت کو کھول کر رکھ دے گا۔

یہ آیات جہاں الزام لگانے والوں کو ان کے برے انجام سے آگاہ کرنے کے لئے ہیں وہیں ان آیات میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی نیکی، پاک دامنی، پرہیزگاری اور نیک چلنی کا اظہار بھی فرما دیا گیا ہے کیونکہ گندہ ذہن رکھنے والی اور بدکار

عورتیں اپنے ہی جیسے بدکاروں کے لائق ہوتی ہیں لیکن نیک چلن عورتیں پاک دامن مردوں سے مناسبت رکھتی ہیں چونکہ رسول اللہ ﷺ اللہ کے عظیم پیغمبر، طاہر وطیب اور سراپا پاکیزگی ہیں لہذا اللہ نے ان کو بیویاں بھی ایسی عطا کی ہیں جو نہایت پارسا، نیک اور پاکیزہ ہیں۔ خاص طور پر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ جنہیں اللہ نے عظمتوں کا مقام عطا فرمایا ہے وہ ایسی پاکیزہ اور بزرگ ہیں جن کی پاک دامنی کے لئے اللہ نے متعدد آیتیں نازل فرمائی ہیں۔ علماء کرام نے فرمایا کہ اتنی واضح آیات اور صاف حقائق کی موجودگی میں بھی اگر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ پر کوئی تہمت لگاتا ہے یا الزام دھرتا ہے یا بغض وعناد رکھتا ہے وہ نہ صرف اللہ کی آیات کا انکار کرتا ہے بلکہ دنیا اور آخرت میں وہ اللہ کی لعنت کا مستحق بن جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت یا الزام لگاتے ہیں وہ سات بڑے بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ تم پاک دامن عورتوں پر تہمت نہ لگاؤ کیونکہ تہمت ایک سو سال کے نیک اعمال کو غارت کر کے رکھ دیتی ہے۔ (طبرانی)

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَدْخُلُوا۟ بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا۟ وَتُسَلِّمُوا۟ عَلَىٰٓ أَهْلِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٢٧﴾ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا۟ فِيهَآ أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ ۖ وَإِن قِيلَ لَكُمُ ٱرْجِعُوا۟ فَٱرْجِعُوا۟ ۖ هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ ۚ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٢٨﴾ لَّيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَدْخُلُوا۟ بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَٰعٌ لَّكُمْ ۚ وَٱللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿٢٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٢٧ تا ٢٩

اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک کہ تم اجازت حاصل نہ کر لو اور اس کے گھر والوں کو سلام نہ کر لو۔ اس میں تمہارے لئے

بہتری ہے تاکہ تم دھیان دے سکو۔ پھر اگر تم (ان گھروں میں) کسی کو نہ پاؤ تب بھی اس وقت تک تم ان میں داخل نہ جب تک تمہیں اجازت نہ دے دی جائے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ تم لوٹ جاؤ تو تم لوٹ جاؤ۔ پس تمہارا لوٹ جانا تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ البتہ ایسے مقامات پر تمہیں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے جس میں کوئی رہتا نہ ہو اور اس میں تمہاری کوئی چیز ہو اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹

لَاتَدْخُلُوْا — تم داخل نہ ہو۔

بُیُوْتٌ (بَیْتٌ) — گھر۔

حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا — جب تک تم اجازت نہ لے لو۔

حَتّٰی یُؤْذَنَ — جب تک اجازت نہ دی گئی ہو۔

اِرْجِعُوْا — تم لوٹ جاؤ۔ پلٹ جاؤ۔

اَزْکٰی — ستھرائی پاکیزگی۔

غَیْرُ مَسْکُوْنَۃٍ — جہاں کوئی رہتا نہ ہو۔ جیسے ہوٹل وغیرہ۔

مَتَاعٌ — سامان۔

تشریح: آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹

شریعت نے ناجائز جنسی تعلق (زنا) اور اس کی سزا، لعان اور حد قذف کے احکامات بیان کرنے کے بعد چند ایسے بنیادی اصول ارشاد فرمائے ہیں جن سے معاشرہ میں فتنہ و فساد، بے حیائی، بے پردگی پھیلنے کے امکانات ختم کئے جاسکتے ہیں کیونکہ دین

اسلام نے جہاں بدترین گناہوں کی سخت ترین سزائیں متعین کی ہیں وہیں ان اسباب کو ختم کرنے پر بھی پوری طرح زور دیا ہے جن سے انسان ان برائیوں کے قریب جاسکتا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو موجودہ دور میں ہر حکومت ناجائز جنسی تعلق اور دوسروں کی عزت آبرو پر تہمت والزام لگانے والوں کی برائیوں کو بیان کرتی ہے لیکن ان برائیوں کو جڑ سے اکھاڑنے کی کوشش نہیں کرتی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر برائی پہلے سے زیادہ طاقت ور بن کر معاشرہ کو دیمک کی طرح چاٹتی چلی جارہی ہے۔ شراب، زنا، بدکاری اور سگریٹ نوشی کی برائیوں کو بیان کیا جاتا ہے مگران چیزوں سے چونکہ حکومت کوٹیکس ملتا ہے اس لئے اس کی برائیوں میں ایک منافقت کا انداز اختیار کیا جاتا ہے مثلاً سگریٹ فروخت کی جاتی ہے۔ اس کے کارخانے چلانے کے لئے بنکوں کے منہ کھول دیئے جاتے ہیں۔ بڑے بڑے اشتہارات کے بورڈ لگانے کی اجازت دی جاتی ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ ایک معمولی سا اشتہار بھی دیا جاتا ہے کہ ''سگریٹ نوشی صحت کے لئے مضر ہے۔ وزارت صحت''۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو چیز صحت کے لئے اس حد تک نقصان دینے والی ہے کہ اس سے کینسر جیسا موذی مرض پیدا ہوتا ہے اور لوگوں کی صحت برباد ہو کر رہ جاتی ہے جس سے لاکھوں انسان ہر روز اسی کی وجہ سے مرتے ہیں۔ آخر ایسی مضر اور خراب چیز کو بند کیوں نہیں کیا جاتا؟ اس خرابی کو جڑ و بنیاد سے کھود کر کیوں پھینک نہیں دیا جاتا؟ وجہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ کروڑوں اور اربوں روپے کا ٹیکس اور فائدے جو حاصل ہوتے ہیں۔ شریعت اس منافقت کو پسند نہیں کرتی بلکہ جس چیز کو برا کہتی اور سمجھتی ہے اس کو بنیادوں سے اکھاڑ کر پھینک دیتی ہے۔ چنانچہ یہاں کچھ ایسے بنیادی اصول بیان کئے جارہے ہیں جن سے گناہوں کا راستہ بند ہو جاتا ہے مثلاً آپس میں ملنا جلنا ایک دوسرے کی خبر گیری کرنا ایک تمدنی اور معاشرتی ضرورت ہے لیکن اس میں بھی کچھ ایسے پہلو ہیں کہ اگر ان کا خیال نہ کیا جائے تو اس سے بہت سی معاشرتی خرابیاں پیدا ہونے کا امکان ہے۔ لہٰذا شریعت اسلامیہ نے گناہوں کی سزا مقرر کرنے کے بعد ان کی طرف جانے والے ہر راستے کو بند کر دیا ہے۔ اس کا سب سے پہلا اصول یہ مقرر فرمایا کہ ایک دوسرے سے ملنے جلنے میں کوئی حرج نہیں ہے مگر اس میں ایک خاص اصول کا خیال رکھا جائے تا کہ نہ کسی کو تکلیف ہو اور نہ بے حیائی کا راستہ کھل سکے۔ مثلاً عربوں میں طریقہ یہ تھا کہ وہ صبح بخیر اور شام بخیر کہہ کر کسی کے بھی گھر میں بے تکلف داخل ہو جایا کرتے تھے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ ایک شخص اس کو پسند نہیں کرتا کہ فلاں وقت اس کے گھر میں کوئی بھی آئے مگر معاشرتی طریقوں کی وجہ سے وہ مجبور ہو جاتا تھا کہ وہ دوسروں کا لحاظ کرے اور آنے والے کا خیر مقدم کرے۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک اس گھر میں رہنے والوں کی طرف سے مناسب اجازت نہ لے لو اور ان کو سلام نہ کرلو۔ اگر وہ خوشی سے اجازت دیدیں تو ان کے گھروں میں داخل ہو جاؤ لیکن اگر وہ سلام کا جواب نہ دیں یا وہ اس وقت ملنا نہ چاہیں تو دل میں تنگی

محسوس نہ کرو اور واپس لوٹ جاؤ کیونکہ ہو سکتا ہے وہ شخص جس سے آپ ملنا چاہتے ہیں وہ کسی خاص کام یا آرام میں مصروف ہو اور وہ اس وقت ملنا نہ چاہتا ہو۔ اگر وہ انکار کر دے تو اس بات کو برا محسوس نہیں کرنا چاہیے۔

البتہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص تم سے ملاقات کے لئے آئے تو اس کو اپنے گھر آنے کی اجازت دو کیونکہ تمہارے اوپر اس آنے والے کا بھی ایک حق ہے۔ اس کو پاس بلاؤ یا باہر جا کر اس سے ملاقات کرو۔ اس کا اکرام و احترام کرو۔ اس کی بات سنو بغیر کسی شدید مجبوری کے کسی سے ملنے سے انکار نہ کرو۔

نبی کریم ﷺ نے اسی سلسلہ میں چند ارشادات فرمائے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) آپ جس سے ملنے جا رہے ہیں اس گھر کے مالک کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں داخل ہونا گناہ ہے۔

(۲) گھر کے باہر ایک طرف کھڑے ہو کر سلام کرو۔ اگر وقفہ وقفہ سے تین مرتبہ سلام کرنے کے باوجود کوئی جواب نہ آئے تو دل میں کسی طرح کی تنگی محسوس کئے بغیر لوٹ جاؤ۔

(۳) اگر گھر کی بناوٹ ایسی ہو کہ وہاں تک آپ کی آواز اور سلام کی آواز نہیں پہنچ سکتی تو گھنٹی بجا کر بھی اپنی بات پہنچائی جا سکتی ہے جب کوئی شخص باہر آئے تو سلام کر کے اور اپنا نام بتا کر داخلے کی اجازت مانگی جائے۔

(۴) اگر ٹیلی فون کی سہولت حاصل ہے تو کسی کے گھر جانے سے پہلے اس کو فون کر لیا جائے لیکن اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ فون ایسے وقت نہ کیا جائے جو کسی کے راحت و آرام کا وقت ہو۔

(۵) گھر میں داخل ہونے کے لئے والدہ اور بہنوں سے بھی اجازت لینے کی ضرورت ہے یا کم از کم اپنے گھر میں داخل ہونے کے لئے ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے گھر والوں کو پتہ چل جائے کہ آپ گھر میں داخل ہو رہے ہیں۔ ایک مرتبہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ کیا میں اپنی والدہ کے پاس جاتے وقت بھی اجازت لوں؟ آپ نے فرمایا ہاں! ان سے بھی اجازت لو۔ عرض کیا یا رسول اللہ میں تو اسی گھر میں رہتا ہوں دن رات والدہ کی خدمت کرتا ہوں میرے سوا ان کے پاس کوئی بھی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ والدہ کے پاس بھی جاؤ تو اجازت لے کر جاؤ۔ فرمایا کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ اپنی ماں کو برہنہ دیکھو۔ اس سلسلہ میں حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ "علیکم ان تستاذ نوا امھاتکم واخواتکم" یعنی اپنی والدہ اور بہنوں کے پاس بھی جاؤ تو اجازت لے کر جاؤ۔ (ابن کثیر)

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ اپنے گھر میں اپنے بیوی بچوں کے پاس بھی جاؤ تو کم از کم کھنکار دو۔ ان کی بیوی حضرت زینبؓ کی روایت ہے کہ جب حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ گھر میں داخل ہوتے تو کچھ ایسی آواز پیدا کرتے جس سے معلوم ہو جاتا کہ وہ آ رہے ہیں۔ وہ اس کو پسند نہ کرتے تھے کہ کوئی بھی شخص اچانک آن کھڑا ہو۔ (ابن جریر طبری)

(۶) البتہ اگر کسی کے گھر میں آگ لگ جائے یا چور گھس آئیں تو اس وقت اجازت کا انتظار نہ کرے کیونکہ یہ ایک ایسا وقت ہے کہ جس میں فوراً مدد کی ضرورت ہے۔

(۷) اسی طرح جو گھر کسی کی ملکیت نہ ہوں اور نہ کوئی خاص آدمی یا فیملی وہاں رہتی ہو اور داخلے کی بلا روک ٹوک عام اجازت ہو تو وہاں بغیر اجازت کے داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسے مساجد، خانقاہیں یا ہوٹل وغیرہ۔

(۸) البتہ اگر مساجد، خانقاہوں یا ہوٹلوں میں کچھ ایسی جگہیں مخصوص ہوں جو کسی وجہ سے خاص طور پر متعین ہیں تو ان میں بغیر اجازت داخلے کی اجازت نہیں ہے۔

ان تمام اصولوں کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ہر شخص ایک دوسرے سے میل ملاقات رکھے مگر کوئی شخص بھی اس سے ملاقات کے وقت ایسا انداز اختیار نہ کرے جس سے دوسرے کو کسی طرح کی بھی تکلیف یا کسی کے معاملے میں بے جا مداخلت ہو۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۳۰ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰي جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَاۗىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَاۗءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَاۗىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَاۗءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَاۗىِٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰي عَوْرٰتِ النِّسَاۗءِ ۠ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۭ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۳۱

ترجمہ: آیت نمبر ۳۰ تا ۳۱

(اے نبی ﷺ) آپ مومن مردوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ اس میں ان کے لئے بڑی پاکیزگی ہے۔ بے شک اللہ اس سے (اچھی طرح) واقف ہے جو وہ کرتے ہیں۔ اور (اے نبی ﷺ) آپ مومن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت (بناؤ سنگھار، آرائش) کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو کھلا ہی رہتا ہے۔ اور اپنے دوپٹوں کو سینے پر ڈالے رہا کریں اور اپنی زیبائش کو ظاہر نہ کریں سوائے اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ پر یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہر کے بیٹوں پر یا اپنے (حقیقی، علاتی اور اخیانی) بھائیوں پر یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں پر یا اپنی (حقیقی، علاتی اور اخیانی) بہنوں کے بیٹوں پر یا اپنی (ہم مذہب) عورتوں پر یا اپنی لونڈیوں پر یا ان خدمت گذار مردوں پر (جو خواہشات سے خالی ہوں) اور جن کو عورتوں کی طرف ذرا توجہ نہ ہو۔ یا ان بچوں پر جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوں۔ اور اپنے پاؤں کو زور سے (زمین پر) مار کر نہ چلا کریں کہ وہ زیور جسے وہ چھپاتی ہیں ظاہر ہو جائے۔ اہل ایمان تم سب مل کر اللہ کے سامنے توبہ کرو تاکہ تم فلاح و کامیابی حاصل کر سکو۔

لغات القرآن آیت ۳۰ تا ۳۱

يَغُضُّوا — نیچے رکھیں۔

فُرُوْجٌ (فَرْجٌ) — شرم گاہیں۔

لَايُبْدِيْنَ — ظاہر نہ کرے۔

ظَهَرَ — کھلا رہتا ہے۔

خُمُرٌ — دوپٹے۔ اوڑھنیاں۔

جُيُوْبٌ	سینے۔
بُعُوْلَةٌ	شوہر۔
اَبْنَاءٌ	بیٹے۔
اِخْوَانٌ (اَخٌ)	بھائی۔
نِسَاءٌ	عورتیں۔
مَلَكَتْ اَيْمَانٌ	دائیں ہاتھ کی ملکیت۔ باندیاں۔
تَابِعِيْنَ	پیچھے چلنے والے۔
غَيْرُاُولِى الْاِرْبَةِ	جو عورتوں سے کام نہیں رکھتے۔
لَمْ يَظْهَرُوْا	واقف نہیں ہوئے۔
عَوْرَتٌ	چھپانے کی چیز۔
لَايَضْرِبْنَ	نہ مارے۔
تُوْبُوْا	توبہ کرو۔

تشریح: آیت نمبر ۳۰ تا ۳۱

دین اسلام نے ایک ایسے صاف ستھرے، پاکیزہ اور تقویٰ سے بھرپور معاشرہ کا تصور عطا فرمایا ہے۔ جس میں ہر شخص ایک دوسرے کے جان، مال، عزت اور آبرو کا محافظ ہوتا ہے۔ اسلامی معاشرہ میں ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنے کا عظیم جذبہ موجزن ہوتا ہے جس سے ہر شخص اطمینان وسکون کی زندگی بسر کرتا ہے۔

قرآن کریم اور سنت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ بڑے بڑے گناہ ہمیشہ چھوٹی چھوٹی

باتوں سے شروع ہوتے ہیں۔ اگر ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں احتیاط برتی جائے تو انسان ہر بڑے گناہ سے بچ سکتا ہے۔ ان آیات میں نامحرموں پر بری نظر ڈالنا اس بڑے گناہ کی ابتدا ہے جس سے دنیا اور آخرت تباہ و برباد ہو کر رہ جاتے ہیں۔ کسی نامحرم کے چہرے پر نگاہیں ڈالنے اور اس میں احتیاط نہ کرنے سے انسان بدکاری میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اسی لئے غیر ارادی طور پر اگر کوئی نظر پڑ جائے تو پہلی نظر معاف ہے لیکن ارادہ کر کے دوسری مرتبہ نامحرموں کے چہرے پر نگاہ ڈالنا جائز نہیں ہے۔ ایسے موقعوں پر اہل ایمان کو اپنی نظریں پھیر لینی چاہئیں۔

نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے نظر شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ جو شخص خواہش اور دلی تقاضے کے باوجود اپنی نظر پھیر لے گا تو میں اس کے بدلے میں اس کو ایک ایسا مضبوط ایمان عطا کروں گا جس کی حلاوت اور لذت کو وہ اپنے قلب میں محسوس کر سکے گا۔ (ابن کثیر)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے مردوں کو ان کی ذمہ داریوں پر آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ (۱) وہ اپنی نظروں کو نیچے رکھیں (۲) اور اپنے ستر ڈھانپ کر رکھیں۔ مراد یہ ہے کہ جب مردوں اور عورتوں کا سامنا ہو تو مرد اپنی نظروں کو نیچے رکھیں۔ اگر مرد کی نگاہ کسی نامحرم پر پڑ جائے تو وہ اس کو فوراً چہرے سے ہٹالے اور ارادہ کر کے دوبارہ نہ دیکھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مردوں کا ستر ناف سے گھٹنے تک ہے (بیہقی۔ دار قطنی) ستر کو اپنی بیوی کے علاوہ کسی کے سامنے کھولنے کی اجازت نہیں ہے۔ اسلامی معاشرہ میں جہاں مردوں کی یہ ذمہ داریاں ہیں وہیں عورتوں سے اس سے بھی زیادہ باتوں کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

(۱) پہلی بات یہ ہے کہ جس طرح مردوں کو نامحرم عورتوں پر نگاہ ڈالنا جائز نہیں ہے اسی طرح عورتوں کو بھی یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نامحرموں پر نہ ڈالیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھی تھیں۔ اسی وقت نابینا صحابی حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ بھی آگئے۔ آپ نے دونوں ازواج مطہرات سے فرمایا کہ ان سے پردہ کرو بیویوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ نابینا نہیں ہیں؟ یہ نہ تو ہمیں دیکھ سکتے ہیں اور نہ پہچان سکتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا عبداللہ تو نابینا ہیں لیکن تم تو نابینا نہیں ہو؟ کیا تم ان کو نہیں دیکھتیں؟ حضرت ام سلمہ نے فرمایا کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب پردے کے احکامات آچکے تھے۔ (ترمذی۔ ابوداؤد۔ مسند احمد) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح مردوں کو نامحرموں پر نگاہ ڈالنے کی ممانعت ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ نامحرموں پر نگاہیں دوڑائیں۔

(۲) دوسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ وہ سوائے شوہر کے اپنے چھپے ہوئے اعضاء کی حفاظت کریں۔ کسی کے سامنے ان اعضاء کو کھولنے اور ظاہر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

(۳) تیسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ وہ اپنی زینت کی کسی چیز کو بھی ظاہر نہ ہونے دیں۔ البتہ کام کاج میں یا نقل وحرکت میں عادتاً جو اعضاء کھل جاتے ہیں جیسے چہرہ، ہتھیلیاں، بازو اور پاؤں وغیرہ تو محرموں کے سامنے ان کا کھولنا جائز ہے۔ یا باہر نکلتے وقت ہاتھ، پاؤں اور چہرہ جو ہوا سے یا غفلت سے کھل جاتا ہے وہ جائز ہے۔ اصل یہ ہے کہ عورتیں ہر وقت اوڑھنیوں اور دوپٹوں سے اپنی زینت کو چھپائے رہیں۔ اسی لئے فرمایا گیا کہ اپنے سینوں پر دوپٹوں کا آنچل ڈالے رکھیں۔ (جن سے سینہ، کان اور بال ڈھکے رہیں) زمانہ جاہلیت میں عورتیں اپنی زینت کو چھپانے کے لئے نہیں بلکہ فیشن کے طور پر دوپٹہ گلے میں اس طرح ڈال لیتی تھیں کہ دوپٹے کے دونوں کنارے اپنی پشت پر چھوڑ دیا کرتی تھیں جن سے گلا، سینہ، کان اور بال کھلے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان خواتین کو حکم دیا ہے کہ وہ ایسا نہ کریں بلکہ دوپٹے یا چادر کے دونوں پلو ایک دوسرے پر اس طرح الٹ لیا کریں جس سے زینت کے تمام اعضاء چھپ جائیں۔

(۴) چوتھا حکم یہ دیا ہے کہ بعض وہ رشتے ہیں جن سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے ان کو محرم کہا جاتا ہے۔ محرموں کے سامنے ستر کھولنے یا ظاہر کرنے کی تو اجازت نہیں ہے لیکن بقیہ جسم پر نگاہ ڈالنے کی ممانعت نہیں ہے۔ اگر محرموں کے سامنے ہاتھ، بازو، پاؤں، ہتھیلیاں کھلی رہیں تو وہ جائز ہے۔ سوائے شوہر کے کسی کے سامنے ستر کھولنے کی اجازت نہیں ہے۔ شوہر سے بیوی کے کسی عضو کا پردہ نہیں ہے بقیہ محارم میں مندرجہ ذیل لوگ شامل ہیں۔

(۱) باپ، دادا، پردادا، نانا، پرنانا

(۲) سسر اور ان کے باپ دادا

(۳) اپنے لڑکے جو اپنی اولاد ہیں۔ ان میں پوتے، نواسے سب شامل ہیں

(۴) شوہر کے وہ لڑکے جو کسی دوسری بیوی سے ہوں یعنی سوتیلے بیٹے، پوتے، نواسے

(۵) اپنے سگے بھائی، باپ شریک بھائی یا ماں شریک بھائی

(۶) بھائیوں کے لڑکے (بھتیجے) حقیقی بھائی یا ماں یا باپ شریک بھائیوں کے بیٹے

(۷) بہنوں کے لڑکے (بھانجے) اس میں حقیقی ماں یا باپ شریک بہنوں کے لڑکے مراد ہیں

یہ مذکورہ سب کے سب پردے اور حجاب کے احکامات سے مستثنیٰ ہیں۔ مگر ستر اس سے بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔ (ان رشتوں کی بقیہ تفصیل فقہ کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے)

(۵) پانچواں حکم یہ دیا گیا ہے کہ لونڈی اور غلام سے بھی پردہ نہیں ہے۔ دین اسلام کی برکت سے اب دنیا میں لونڈی اور غلام کا وجود نہیں ہے۔ لیکن جب یہ آیات نازل ہوئی تھیں اس وقت تک لونڈی، غلام کا رواج تھا اسی لئے ان کے احکامات کو بیان کیا گیا ہے۔

(۶) چھٹا حکم ان لوگوں کے سلسلہ میں بیان کیا گیا ہے جو عورتوں سے یا ان کی پوشیدہ باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے جو محض کھانے پینے کے واسطے طفیلی کے طور پر گھروں میں آتے جاتے ہیں ان سے بھی پردہ نہیں ہے۔

(۷) ساتواں حکم دیا گیا ہے کہ عورتیں عورتوں سے پردہ نہ کریں یعنی ان کے لئے پردے کی پابندی نہیں ہے۔

(۸) آٹھواں حکم ان نابالغ بچوں کے لئے دیا گیا ہے کہ ان سے بھی پردہ نہیں ہے جو لڑکے ابھی تک ان باتوں سے ناواقف ہیں جو مردوں اور عورتوں کے چھپے ہوئے بھید ہیں۔ لیکن فقہانے لکھا ہے کہ اگر نابالغ لڑکے بھی عورتوں مردوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف ہوں تو ان سے بھی پردہ کیا جائے گا۔

(۹) نواں حکم یہ دیا گیا ہے کہ وہ اپنے پاؤں یا ان میں پہنے ہوئے زیور یا جوتوں کو اتنی زور سے نہ چھنکائیں جن سے خواہ مخواہ بھی غیر مرد متوجہ ہو جائیں اور برائی کا دروازہ کھل جائے۔

(۱۰) دسواں حکم یہ دیا گیا ہے کہ جو بھی صاحبان ایمان ہیں وہ اگر حقیقی فلاح اور کامیابی چاہتے ہیں تو ان کو ہر وقت اللہ سے توبہ کرتے رہنا چاہیے۔

ان احکامات کے علاوہ نبی کریم ﷺ کی احادیث سے چند اور بھی احکامات سامنے آتے ہیں جن کی پابندی کرنا ہر مسلم خاتون کی ذمہ داری ہے۔ مثلاً وہ خوشبو لگا کر گھر سے باہر نہ نکلیں۔ ایسے بھڑک دار، چست اور خوبصورت برقعے استعمال نہ کریں جن سے دیکھنے والے خواہ مخواہ بھی متوجہ ہو جائیں اور گناہ گار ہوں۔ اسی طرح اتنا باریک لباس نہ پہنیں جس سے جسم جھلکتا ہو۔ وہ اپنی آواز کا بھی پردہ رکھیں کیونکہ عورت کی آواز سے بھی اکثر فتنے جنم لیتے ہیں۔ یقیناً جو مرد اور خواتین مذکورہ قوانین کی پابندی کریں گے وہی دنیا اور آخرت کی حقیقی کامیابی حاصل کرسکیں گے۔

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ۭ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ڰ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ۭ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَاۗءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾

ع ۸ ۱۰

ترجمہ: آیت نمبر ۳۲ تا ۳۴

اور تم میں سے (جو مرد اور عورتیں) بے نکاح ہیں ان کے نکاح کر دیا کرو۔ اور تمہاری لونڈیوں اور غلاموں میں سے جو نکاح کے لائق ہوں ان کا نکاح بھی کر دیا کرو۔ اور اگر وہ غریب و مفلس ہوں گے تو اللہ اپنے فضل و کرم سے ان کو غنی (بے نیاز) کر دے گا۔ اللہ بہت وسیع علم رکھنے والا ہے۔

اور جن لوگوں میں نکاح کی طاقت نہ ہو وہ اپنے آپ کو اس وقت تک قابو میں رکھیں جب تک اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل و کرم سے مال دار نہ کر دے۔ اور (لونڈی غلاموں میں سے) جو مکاتب (غلامی سے نکلنے کے لیے لکھنا پڑھنا) ہونا چاہتے ہیں اگر تم ان میں بہتری پاتے ہو تو ان کو مکاتب بنا دو۔ اور اللہ نے تمہیں مال دے رکھا ہے اس میں سے ان کو بھی دو۔ اور بے شک ہم نے تمہاری طرف کھلی کھلی آیات

نازل کی ہیں اور تم سے پہلے جو لوگ گذر گئے ہیں ان کے حالات (بیان کئے گئے ہیں) اور تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لئے نصیحت ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۲ تا ۳۴

اَنْكِحُوْا	نکاح کردو۔
اَلْاَيَامٰى (اَيِّمٌ)	بے نکاح مرد یا عورت۔
عِبَادٌ (عَبْدٌ)	غلام۔
اِمَاءٌ (اَمَةٌ)	لونڈیاں۔ غلام عورتیں۔
يَسْتَعْفِفُ	وہ بچتا ہے۔
اٰتُوْا	تم دو۔
لَاتُكْرِهُوْا	تم زبردستی نہ کرو۔
فَتَيٰتٌ	جوان۔ (جوان لونڈیاں)۔
اَلْبِغَاءُ	بدکاری۔
تَحَصُّنًا	پاکدامنی
مَثَلًا	کچھ حالات واقعات۔

تشریح: آیت نمبر ۳۲ تا ۳۴

قرآن کریم اور متعدد احادیث میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ ہر شخص نکاح کے ذریعہ اپنا گھر بسا کر صحیح راستہ اختیار کرے

جونسل انسانی کی بقا کا سبب بن سکے۔ بے نکاحی کی زندگی گذارنا ایک غلط طریقہ زندگی ہے جس سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔اسی لئے اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ پورے اسلامی معاشرہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے درمیان ایسے لوگوں کو نکاح پر آمادہ کریں جو اس قابل ہیں کہ زندگی کی ذمہ داریوں کو اٹھاسکتے ہیں۔

غربت وافلاس کا بہانہ بنا کر وہ اس فرض زندگی سے فرار کے راستے تلاش نہ کریں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ زندگی کی اس اہم تبدیلی سے اللہ دونوں میاں بیوی کے حالات کو اس درجہ تبدیل فرمادیں کہ فقروفاقہ کی جگہ خوش حالی نصیب ہوجائے۔اس حکم میں وہ بھی شامل ہیں جنہوں نے ابھی تک نکاح نہیں کیا اور وہ بھی شامل ہیں جو شوہر کی وفات کی وجہ سے بے نکاحی کی زندگی گذار رہی ہیں۔ اس مضمون کی وضاحت درج ذیل احادیث سے بخوبی ہوجاتی ہے۔

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نکاح کرو، بے نکاحی کی زندگی گذارنا سخت منع ہے۔ایک حدیث میں فرمایا کہ جس کے پاس (بقدرضرورت) مال ہو اور وہ نکاح نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ایسی عورتوں سے نکاح کرو جن میں کثیر النسل ہونے کی قابلیت وصلاحیت ہو۔نسل بڑھاؤ کیونکہ میں تمہاری کثرت سے گذشتہ امتوں پر فخر کروں گا۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے علی! تین کاموں میں کبھی دیر نہ کرو (۱) فرض نماز، جب اس کا وقت ہوجائے (۲) جنازہ، جب بھی موجود ہو (۳) بیوہ عورت جس کا ہم کفو (ہم پلہ) مل جائے۔

ایک اور جگہ نوجوانوں کے گروہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تم میں سے جس میں نکاح کی طاقت ہو وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح سے حرام نظر کی بندش ورکاوٹ اور نہایت احسن طریقہ پر شرم گاہ کی حفاظت ہوتی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے وہ شخص جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو وہ نکاح کی درخواست کرے تو نکاح کردو ورنہ زمین پر بڑا فتنہ وفساد ہوگا۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے تین آدمی ایسے ہیں جن کی مدد اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں (۱) وہ شخص جو پاک دامن رہنے کے لئے نکاح کرتا ہے (۲) دوسرے وہ شخص جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلتا ہے (۳) تیسرے وہ مکاتب جو مال کتابت ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے۔(ابن کثیر۔ابوداؤد۔ترمذی)

مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس نے اپنے آقا سے یہ معاہدہ کرلیا ہو کہ جب وہ آقا کی طرف سے مقرر کی ہوئی رقم ادا کر دے گا یا آقا کی طرف سے متعین خدمت سرانجام دے لے گا تو وہ آزاد ہو جائے گا اسی معاہدہ کی لکھت پڑھت کو مکاتبت کہا جاتا ہے۔عرب میں لونڈی اور غلاموں کو مال تجارت اور مال کمانے کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔انہیں اس سے کوئی غرض نہیں تھی کہ وہ انسان ہیں نہ وہ ان سے انسانوں جیسا معاملہ کیا کرتے تھے یہاں تک کہ وہ اپنی لونڈیوں کو اس بات پر مجبور کرتے تھے کہ وہ کسی طرح اور کسی بھی طریقے سے مال کما کر لائیں جس سے وہ غلام عورتیں جن کو لونڈی کہا جاتا ہے پیشہ تک کرنے پر مجبور ہو جایا کرتی تھیں۔

رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی کے پاس چند لونڈیاں تھیں جن سے وہ پیشہ کراتا تھا اور ان کی کمائی پر گذارا کرتا تھا۔جن میں سے ایک لونڈی کو اللہ نے ہدایت نصیب فرمادی اور اس نے اسلام قبول کرلیا تو عبداللہ ابن ابی نے اس پر نا قابل تصور تشدد کرنا شروع کر دیا۔جب نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے ایک رقم دے کر اس کو خرید کر آزاد کر دیا۔یہ اور اس طرح کے بے شمار واقعات تھے جن میں یہ مظلوم عورتیں زندگی گذار رہی تھیں لیکن نبی کریم ﷺ نے امت کو ایسے طریقے عطا فرمائے کہ جس سے کسی کی نجی ملکیت بھی متاثر نہیں ہوئی اور ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں غلام اور باندیاں آزاد ہوتی چلی گئیں۔

روایات کے مطابق خلافت راشدہ کے اختتام تک تقریباً غلاموں اور باندیوں کا رواج دم توڑ چکا تھا۔دین اسلام نے غلاموں اور باندیوں کو انسانوں کا اعلیٰ درجہ دے کر ان کے انسانی حقوق متعین فرمادیئے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے مظلوم غلاموں اور باندیوں کی آزادی کو عبادت کا درجہ عطا فرمایا اور ہر زکوٰۃ ادا کرنے والے کی یہ ذمہ داری لگا دی کہ وہ اور مصارف زکوٰۃ کے ساتھ "گردنیں چھڑانے" یعنی غلاموں، باندیوں کا آزاد کرانے میں زکوٰۃ اور صدقات کی رقموں کو خرچ کرسکتا ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے

(۱) غلاموں اور باندیوں کو انسانی درجہ اور مقام عطا کیا۔ان کے حقوق متعین فرمائے۔

(۲) اگر کوئی محنت مزدوری کر کے اپنے آپ کو غلامی کی لعنت سے چھڑانا چاہتا ہے اور اپنے مالک سے کوئی معاہدہ کرلیتا ہے تو اسلامی معاشرہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ زکوٰۃ، صدقات اور عطیات کے ذریعہ اس مکاتب غلام کی آزادی کی فکر کی جائے تاکہ وہ بھی آزاد ہو کر زندگی کی دوڑ میں شریک ہو جائے۔البتہ غلاموں کے مالکوں کی یہ ذمہ داری بھی لگائی گئی ہے کہ وہ یہ دیکھ لیں کہ اگر اس غلام کی آزادی سے اسلامی معاشرہ کو کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو سوچ سمجھ کر قدم بڑھایا جائے ورنہ عام حالات میں غلاموں کے مالکوں کو مہربانی اور ہمدردی کا معاملہ کرنا چاہیے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اگر ایک پاک دامن باندی اپنی پاکیزگی اور پاک دامنی کے لئے فکر مند ہو تو اس کی مدد کرنی چاہیے کیونکہ یہ تو انتہائی شرمناک بات ہے کہ ایک لڑکی پاک دامن رہنا چاہتی ہے اور مالک اس کو بدکاری اور حرام کمائی پر مجبور کرتا رہے۔ بدکاری کی کسی حال میں اجازت نہیں ہے لیکن وہ لڑکی جو پاک دامن رہنا چاہتی ہے اپنی عفت و عصمت کی حفاظت کرنا چاہتی ہے اس میں معاشرہ کے ہر فرد کی یہ ذمہ داری ہو جاتی ہے کہ وہ ایسی لڑکیوں کی آبرو کی حفاظت کے لئے جدوجہد کرے۔

(۴) ان آیات میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جو لوگ نکاح پر قدرت نہیں رکھتے وہ صبر و تحمل اور برداشت سے کام لیں اور مناسب وقت کا انتظار کریں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایسے لوگ کثرت سے روزے رکھا کریں تا کہ ان کے شہوانی جذبوں کو سکون مل سکے۔

آخر میں یہ ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ نے کھلی کھلی اور واضح آیات اور گذشتہ قوموں کے واقعات کو بیان کیا ہے تا کہ ہر مومن اور متقی ان احکامات اور گذرے ہوئے واقعات سے عبرت و نصیحت حاصل کر سکے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ
اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ
زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ
تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ
اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۙ﴿۳۵﴾ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ
اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۙ﴿۳۶﴾

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ
اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿٣٧﴾
لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ
مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ
بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَّ
وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿٣٩﴾ اَوْ
كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ
سَحَابٌ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ
يَرٰىهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿٤٠﴾

ع ۵ ۱۱

ترجمہ: آیت نمبر ۳۵ تا ۴۰

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور (ہدایت) ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق۔ جس طاق میں ایک چراغ ہو۔ وہ چراغ ایک شیشے کی (قندیل میں) ہو اور وہ شیشہ ایک چمکتا ہوا تارہ ہو۔ وہ روشن کیا جاتا ہو ایک مبارک درخت زیتون سے جسکا رخ نہ مشرق ہے نہ مغرب۔ قریب ہے اس کا تیل خود ہی روشنی دینے لگے اگرچہ اس کو آگ نے چھوا بھی نہ ہو۔ وہ سراسر نور ہی نور ہے۔ اللہ اپنے نور سے جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اللہ نے لوگوں (کو سمجھانے) کے لئے مثالیں بیان کی ہیں۔ اور اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔ یہ چراغ ان گھروں میں روشن کیا جاتا ہے جن کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کی قدر و منزلت کی جائے۔ ان میں اس کا نام لیا جائے اور ان

مکانوں میں صبح وشام اس کی پاکی وہ لوگ بیان کرتے ہیں جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے، نماز کو قائم کرنے سے اور زکوۃ دینے سے غافل نہیں کرتی (یہ وہ لوگ ہیں) جنہیں اس دن کا خوف ہے جس دن بہت سے دل اور آنکھیں الٹ پلٹ دی جائیں گی۔ تاکہ اللہ ایسے لوگوں کو بہتر سے بہتر بدلہ اور اپنے فضل وکرم سے اور بھی زیادہ عطا فرمائے۔ اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال ایک چٹیل میدان کے سراب (چمکتے ریت کے دھوکے) کی طرح ہیں۔ جسے پیاسا پانی سمجھ کر اس کے قریب جاتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں ملتا۔ اور اس نے اللہ کو اپنے پاس پایا تو اللہ نے اس کا حساب برابر کر دیا اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ (یا ان کے اعمال ایسے ہیں) جیسے گہرے دریا میں اندھیرا ایک موج دوسری موج پر چھائی ہوئی ہے اس کے اوپر بادل ہے۔ تاریکی پر تاریکی مسلط ہے۔ اگر وہ اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی دیکھنے نہ پائے (سچ ہے) جسے اللہ ہی روشنی نہ دے اس کو کہیں روشنی نہیں ملتی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۵ تا ۴۰

مِشْكٰوةٌ طاق۔

مِصْبَاحٌ چراغ۔

زُجَاجَةٌ شیشہ۔ قندیل۔

كَوْكَبٌ ستارہ۔

دُرِّيٌّ موتی کی طرح چمک دار۔

يُوْقَدُ روشن کیا جاتا ہے۔

زَيْتٌ تیل۔

يُضِیءُ	روشن کیا جاتا ہے۔
لَمْ تَمْسَسْ	نہ چھوا ہو۔
یَضْرِبُ	بیان کرتا ہے۔ مارتا ہے۔
اَذِنَ	اجازت دی ہے۔
تُرْفَعَ	بلند کیا جاتا ہے۔ کیا جائے۔
اَلْغُدُوُّ	صبح۔
اَلْاٰصَالُ	شام۔
لَاتُلْهِیْ	غافل نہیں کرتی۔
بَیْعٌ	تجارت۔ لین دین۔
قِیْعَةٌ (قَاعٌ)	چٹیل کھلا ریت کا میدان۔
اَلظَّمْاٰنُ	پیاسا۔
لُجِّیٌّ	گہرا پانی۔
سَحَابٌ	بادل
لَمْ یَكَدْ	قریب نہیں ہے۔

تشریح: آیت نمبر ۳۵ تا ۴۰

آسمانوں، زمین اور کائنات کے ذرے ذرے میں اللہ کی ہدایت کا نور موجزن ہے۔ جہاں بھی اس کی ہدایت و رہنمائی کا نور نہیں پہنچتا وہیں اندھیرا، ظلمت اور تاریکی ہے۔ اللہ جسم اور جسمانیت سے پاک ہے اسی لئے اس کے ہدایت کے نور کو دیکھنا ہو تو

اس کے مراکز وہ گھر (مساجد) ہیں جونہایت قابل احترام ہیں جو ہر طرح کی غلاظت و گندگی اور خرابیوں سے پاک ہیں۔ انسان کی یہ سب سے بڑی سعادت ہے کہ ان مسجدوں کو اللہ کی یاد سے، اس کے ذکر اور عبادت و بندگی سے آباد کرنے کی جدو جہد کرے کیونکہ جسم انسانی میں جو مقام دل کا ہے وہی مقام انسانی بستیوں میں مسجد کا ہے۔ جس طرح انسان کا دل ایمان سے روشن و منور ہوتا ہے اسی طرح مسجدیں اللہ کی عبادت و بندگی سے آباد ہوتی ہیں۔ جو لوگ اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے ان مساجد کی تعمیر کرتے اور صبح و شام (یعنی فجر سے عشاء تک) جمع ہوتے ہیں۔ اپنے کاروبار اور اس کی مشغولیتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے وہ ان گھروں (مساجد) کی طرف دوڑ کر آتے ہیں۔ نمازوں کو قائم کرتے اور زکوۃ دیتے ہیں اور اس دن کی تیاری میں لگے رہتے ہیں جب انہیں اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینے کے لئے اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ جنہیں اس بات کا یقین کامل ہوتا ہے کہ وہ جس پروردگار کی عبادت و بندگی کر رہے ہیں وہی برحق ہے اور اس کے سوا دوسرا کوئی خالق و مالک اور معبود نہیں ہے تو اللہ کا ان سے وعدہ ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو ان کی توقع سے زیادہ بے حد و حساب اجر و ثواب عطا فرمائے گا اور وہ جنت کی ابدی راحتوں سے ہم کنار ہوں گے۔

اس کے برخلاف وہ لوگ جو اس نور ہدایت سے دور ہیں اور وہ اندھیروں میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں بھٹک رہے ہیں اور ایک اللہ کو چھوڑ کر اپنے ہاتھوں سے گھڑے ہوئے معبودوں کے سامنے سر جھکا رہے ہیں وہ ایک ایسے سراب کے پیچھے دوڑ رہے ہیں جہاں حسرتوں اور ناکامیوں کے سوا کچھ بھی نصیب نہ ہوگا۔ یہ اس پیاسے شخص کی طرح ہوں گے جو دوپہر کو صحرا میں چمکتے ریت کو پانی سمجھ کر اس کی طرف لپک رہا ہے لیکن قریب جانے پر معلوم ہوتا ہے کہ وہاں تو سوائے چمکتی اور تپتی ہوئی ریت کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ جو کچھ دیکھ رہا تھا وہ فریب نظر کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ فرمایا اسی طرح یہ لوگ جو دنیا کی وقتی چمک دمک کو دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں اور اپنی بداعمالیوں پر بڑے مطمئن نظر آ رہے ہیں جب موت آ جانے کے بعد سفر آخرت پر روانہ ہوں گے اور دنیا کی ہر چیز ان سے چھوٹ جائے گی تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ زندگی بھر جس سائے اور سراب کے پیچھے دوڑتے رہے ہیں وہ فریب نظر اور دھوکے کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ جب یہ حقیقت ان کے سامنے کھل کر آ جائے گی تو اس وقت ان کی حسرت و یاس ان کے کچھ کام نہ آ سکے گی۔ ان آیات میں ایک اور مثال دی گئی ہے اور فرمایا ہے کہ اگر ایک اندھیری رات ہو، بادلوں سے آسمان ڈھکا ہوا ہو، موجوں اور پانی کی گہرائیوں کا اندھیرا اتنا شدید ہو کہ خود اپنا ہاتھ بھی اندھیرے میں سجھائی نہ دیتا ہو، ہر طرف ایسا اندھیرا ہو کہ کہیں سے بھی روشنی کی کوئی کرن نظر نہ آ رہی ہو۔ اس وقت اس اندھیرے میں بھٹکنے والے کا کیا حال ہوگا۔ فرمایا کہ اسی طرح وہ شخص جو اپنے اعمال کی سیاہی کے اندھیروں کو بڑھاتا چلا جا رہا ہو وہ آخرت میں سوائے بھٹکنے اور دھکے کھانے کے کچھ بھی حاصل نہ کر سکے گا۔ ایسے لوگوں کو اسی دنیا میں فکر ہونی چاہیے کہ ان کی زندگی کے یہ گہرے اندھیرے کیسے دور ہو سکتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ اندھیرے صرف اللہ کے نور

ہدایت سے دور ہو سکتے ہیں۔ اگر اس کا نور ہدایت نہ ہو تو پھر سوائے تاریکیوں اور اندھیروں کے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ زندگی کے اندھیروں میں بھٹکنے والوں کے لئے اس نے اپنے نور اور روشنی سے بھرپور کلام کو نازل کیا ہے جس میں سچی رہنمائی کے سچے اصول بیان فرما دیئے ہیں۔ انسانوں کے دلوں پر اگر بری خواہشات اور گناہوں کا اندھیر چھایا ہوا نہ ہو تو یہ اللہ کا کلام اس کی زندگی کے اندھیروں سے اس کو نجات دلا سکتا ہے۔ اللہ نے اپنے کلام کے ساتھ پاکیزہ نفوس انبیاء کرامؑ کو بھیجا جنہوں نے اللہ کے کلام کے ذریعہ انسانوں اور دنیا کے اندھیروں کو دور کر کے انسانوں کو ان کی سچی منزل سے آشنا کیا اور اب اللہ نے اپنے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا ہے جن کی زندگی نور علی نور ہے جن کا دامن تھامنے سے ہی کائنات اور انسانوں کے دلوں سے اندھیرے دور ہو سکتے ہیں۔

سورۂ نور کی ان آیات سے متعلق چند ضروری باتوں کی وضاحت بھی پیش نظر رکھیے۔

(۱) علماء مفسرین نے سورۂ نور کی ان آیات کی تشریح نہایت وضاحت سے فرمائی ہے اور کافی بحثیں بھی کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اس جگہ نور سے مراد اللہ کی ہدایت کا نور ہے جو کائنات کے ذرے ذرے میں موجزن ہے اور ہر طرف اسی کی روشنی بکھری ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ایک ایسے صاف شفاف اور چمک دار اور روشن چراغ کی طرح ہے جس سے ہدایت و رہنمائی لئے بغیر انسان جہالت کی تاریکیوں سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور ہدایت کو ایک محسوس مثال کے ذریعہ سمجھایا ہے۔ فرمایا ہے کہ ایک طاق ہے جس میں ایک ایسا چراغ جل رہا ہے جو ایک شیشے کے اندر ہے اور یہ چراغ زیتون جیسے مبارک تیل سے مسلسل جل رہا ہے اور روشن ہے جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتا زیتون کا وہ درخت جو نہ تو مشرقی رخ پر ہے اور نہ مغربی سمت میں۔ اسی طرح ہر انسان کا بدن ایک طاق کی مانند ہے اور اس کا دل ایک قندیل کی طرح جس میں اگر قرآن کریم جیسی کتاب کا نور ہو اور اس نور کو بڑھانے والے سراپا نور حضرت محمد ﷺ ہوں تو اس قندیل کی روشنی کا کیا ٹھکانا ہے وہ تو در حقیقت نور علی نور ہے۔ پھر کائنات میں بکھری ہوئی حقیقتوں اور اس کے علوم کا سمجھنا بھی آسان اور صراط مستقیم پر چلنا بھی سہل ہو جائے گا۔ اس کے برخلاف جو لوگ اس روشنی سے محروم ہیں وہ اس دنیا میں بھی جہالت اور نادانی کی تاریکیوں میں ہیں اور آخرت میں تو ان کو سوائے ٹھوکروں اور جہنم کی آگ کے کچھ بھی نہ مل سکے گا۔

یہ دنیا کی زندگی اور اس کی راحتیں ان کے لئے صحرا کے اس چمکتے ریت سے زیادہ ثابت نہ ہوں گی جو دور سے پانی نظر آتا ہے مگر قریب پہنچنے پر وہ فریب نظر سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔

(۲) ان آیات میں دوسری بات یہ فرمائی ہے کہ اللہ کے اس نور ہدایت کے مراکز وہ گھر (مساجد) ہیں جو ہر اعتبار

سے قابل احترام اور عظمت کی بلندیوں پر واقع ہیں جہاں صبح وشام اللہ کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے اسی لئے فرمایا ہے کہ اللہ کے ان گھروں کو بلند کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان گھروں (مساجد) کی تعظیم اور احترام کیا جائے۔ اور ہر اس کلام سے بچا جائے جو لغو اور فضول ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے ان گھروں کی تعظیم یہ ہے کہ ان کو ہر طرح کی ظاہری اور باطنی گندگیوں سے پاک رکھا جائے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب ان مساجد میں کوئی نجاست لائی جاتی ہے تو مسجد اس طرح سمٹتی اور سکڑتی ہے جس طرح انسان کی کھال آگ سے سکڑتی اور سمٹتی ہے۔ بعض حضرات نے بلند کرنے کا مفہوم یہ لیا ہے کہ اگر مساجد کو بلند اور خوبصورت بنایا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ اگر محض اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے مساجد کی عمارتوں کو بلند بنایا جائے جس میں نام و نمود اور شہرت کا کوئی پہلو نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے نور ہدایت کا ذریعہ یہ مساجد ہیں جن کو اللہ نے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔ ان کو صاف ستھرا رکھنا اور ان سے محبت رکھنا ایمان کی علامت اور قلب کی حلاوت ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

جو شخص اللہ سے محبت رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ مجھ سے محبت کرے اور جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ میرے صحابہ سے محبت کرے اور جو صحابہ سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیے کو وہ قرآن مجید سے محبت کرے اور جو قرآن سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ وہ مسجدوں سے محبت کرے کیونکہ وہ اللہ کے گھر ہیں اللہ نے ان کی تعظیم کا حکم دیا ہے اور ان میں برکت رکھی ہے۔ وہ بھی بابرکت ہیں اور ان کے رہنے والے بھی بابرکت ہیں اور وہ اللہ کی حفاظت میں ہیں۔ وہ لوگ اپنی نمازوں میں مشغول ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے کام بناتا ہے اور ان کی حاجتیں پوری کرتا ہے وہ مسجدوں میں آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے پیچھے ان کی چیزوں کی حفاظت کرتا ہے۔

(۳) تیسری بات یہ فرمائی کہ وہ لوگ جو اللہ کے گھروں کی تعظیم اور احترام کرتے ہیں تو ان کی تجارت اور لین دین ان کو اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی بلکہ وہ اللہ کا ذکر کرتے، نماز قائم کرتے اور زکوۃ ادا کرتے ہیں۔ اور وہ ایک ایسے سخت دن (قیامت) سے ڈرتے رہتے ہیں جب لوگوں کے دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے گھروں کے اس احترام اور خوف کی وجہ سے ان لوگوں کو خوب نوازتے ہیں اور ان کو ان کے تصور سے زیادہ اس دنیا میں اور آخرت میں جزائے خیر عطا فرمائیں گے۔

لیکن وہ لوگ جو اپنے کفر و شرک سے باز نہیں آتے اور اسی میں سرگرداں رہتے ہیں ان کو اس دنیا میں اور آخرت میں کچھ بھی ہاتھ نہ لگے گا۔ ان کی اس دنیا کی راحتیں قیامت کے دن سراب سے زیادہ حیثیت نہ رکھیں گی جس طرح ایک پیاسا شخص دور سے چمکتی ریت (سراب) کو پانی سمجھ کر اس کی طرف بے قراری سے دوڑتا ہے مگر وہاں سوائے

چمکتی ریت کے اور کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا اسی طرح جب یہ لوگ قیامت کے ہولناک دن اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو دنیا کے اسباب اور عیش و آرام ان کے کچھ بھی کام نہ آسکیں گے۔

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ

اَللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالطَّيۡرُ صٰٓفّٰتٍ ‌ؕ كُلٌّ قَدۡ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسۡبِيۡحَهٗ ‌ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِمَا يَفۡعَلُوۡنَ ﴿۴۱﴾ وَلِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الۡمَصِيۡرُ ﴿۴۲﴾ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزۡجِىۡ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيۡنَهٗ ثُمَّ يَجۡعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الۡوَدۡقَ يَخۡرُجُ مِنۡ خِلٰلِهٖ‌ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ جِبَالٍ فِيۡهَا مِنۡۢ بَرَدٍ فَيُصِيۡبُ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ وَيَصۡرِفُهٗ عَنۡ مَّنۡ يَّشَآءُ‌ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرۡقِهٖ يَذۡهَبُ بِالۡاَبۡصَارِ ﴿۴۳﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ‌ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰ لِكَ لَعِبۡرَةً لِّاُولِى الۡاَبۡصَارِ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآ بَّةٍ مِّنۡ مَّآءٍ‌ ۚ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّمۡشِىۡ عَلٰى بَطۡنِهٖ‌ ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّمۡشِىۡ عَلٰى رِجۡلَيۡنِ‌ ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّمۡشِىۡ عَلٰٓى اَرۡبَعٍ‌ ؕ يَخۡلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۴۵﴾ لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ‌ ؕ وَاللّٰهُ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۴۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۶

کیا تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور پر پھیلائے ہوئے پرندے ہیں ان سب نے اپنی عبادت کا طریقہ اور اپنی تسبیح کو جان رکھا ہے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں

ان سب باتوں کا علم اللہ کو ہے۔ اور آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ کے لئے ہے اور اللہ ہی کی طرف (سب کا) ٹھکانا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بادلوں کو اللہ ہی چلاتا ہے پھر وہی ان کو آپس میں ملا دیتا ہے۔ پھر وہ انہیں تہہ بہ تہہ کرتا ہے پھر ان کے درمیان سے بارش کو برستے دیکھتے ہو۔ اور آسمان میں جو اولوں کے پہاڑ ہیں پھر جس پر چاہتا ہے ان کو گراتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ہٹا دیتا ہے۔ اور اس کی بجلی کی چمک ایسی ہے جیسے آنکھوں کو اچک کرلے جائے گی۔ اللہ ہی رات اور دن کو بدلتا رہتا ہے۔ بے شک ان میں عقل رکھنے والوں کے لئے عبرت ہے۔ اور اللہ نے ہر جان دار کو پانی سے پیدا کیا ہے۔ بعض ان میں سے اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں بعض ان میں سے دو پاؤں پر چلتے ہیں اور بعض ان میں سے چار پاؤں پر چلتے ہیں۔ اور جو وہ چاہتا ہے وہ پیدا کرتا ہے۔ بے شک اللہ ہی قدرت رکھنے والا ہے۔ یقیناً ہم نے آیتوں کو صاف صاف نازل کیا ہے اور اللہ جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت عطا کر دیتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۱ تا ۴۶

صٰفّٰتٍ (صَافَّةٌ)	صفیں بنانے والے۔ پر پھیلانے والے۔
یُزْجِیْ (اِزْجَاءٌ)	وہ ہانکتا ہے۔ چلاتا ہے۔
یُؤَلِّفُ	ملا دیتا ہے۔
رُکَامًا	تہہ در تہہ ایک کے اوپر دوسرا۔
اَلْوَدْقُ	بارش۔
خِلَالٌ	درمیان۔
بَرَدٌ	اولے۔ برف۔
یَصْرِفُ	وہ پھیر دیتا ہے۔ پلٹا دیتا ہے۔

سَنَا	چمک۔
يُقَلِّبُ	وہ بدلتا ہے۔
أُولِى الْاَ بْصَارِ	آنکھوں والے۔ عقل رکھنے والے۔
دَابَّةٌ	جان دار۔ زمین پر رینگنے والا
بَطْنٌ	پیٹ
رِجْلَيْنِ	دونوں پاؤں۔

تشریح: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۶

اس سے پہلے آیات میں نہایت وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے کہ اس کائنات میں صرف ایک اللہ کا نور ہدایت ہے جس کی روشنی اور رہنمائی میں سارا نظام کائنات چل رہا ہے۔ اسی بات کو ذرا اور تفصیل سے ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ اس کائنات میں جتنی بھی مخلوقات ہیں وہ اسی کے نور ہدایت سے فیض حاصل کر کے اسی کی عبادت و بندگی، حمد و ثناء اور تسبیح میں مشغول ہیں۔ جس کی جو ذمہ داری لگا دی گئی ہے وہ اس کو نہایت احسن طریقہ پر انجام دے رہا ہے۔ لیکن وہ انسان جس کے لئے اس پوری کائنات کا نظام بنایا گیا ہے اور اس کی رہبری و رہنمائی کے لئے صراط مستقیم پر چلنے کے لئے واضح آیات اور نشانیوں کو بھیجا گیا ہے وہ ان پر نہ تو عمل کرتا ہے اور نہ عبرت و نصیحت حاصل کرتا ہے۔

زمین، آسمان، چاند، سورج اور ستارے چرند، پرند، درند، خشکی، تری، ہوا اور پانی میں بسنے والی بے شمار مخلوقات ہیں جو ہر وقت اللہ کی حمد و ثناء اور عبادت و بندگی میں لگی ہوئی ہیں۔ جو اپنی ذمہ داری کو پہچانتی اور عمل کرتی ہیں لیکن انسان ان باتوں سے بے پرواہ غفلت اور غیر ذمہ داری کا انداز اختیار کئے ہوئے ہے۔ فرمایا کہ انسان اگر ذرا غور و فکر اور تدبر سے کام لے تو اس پر یہ حقیقت پوری طرح کھل کر سامنے آ جائے گی کہ اس کارخانہ قدرت کو اللہ رب العالمین اپنی لامحدود طاقت و قوت سے چلا رہا ہے اور اس نے قدم قدم پر عبرت و نصیحت کے ہر پہلو کو اجاگر کر دیا ہے اور اس نے اپنی نعمتوں کو ساری کائنات میں بکھیر دیا ہے۔ وہ نعمتیں کیا ہیں؟ ان میں سے چند چیزوں کو بطور مثال بیان کر دیا گیا ہے۔ فرمایا کہ تم دن رات اپنی آنکھوں سے پرندوں کو پر پھیلائے اور صفیں بنائے ہوئے اڑتے دیکھتے ہو۔ ان کو فضا میں کون سنبھالے ہوئے ہے۔ یقیناً ایک اللہ کے سوا دوسرا کون ہے۔ فرمایا کہ وہ پرندے ہر وقت

اس کی تسبیح اور عبادت و بندگی میں مشغول ہیں۔ ان کے منہ سے نکلنے والی آوازیں درحقیقت اللہ کی حمد وثنا کی گونج ہیں جنہیں عام آدمی سمجھنے سے قاصر اور مجبور ہے۔ البتہ اگر اللہ کسی کو اس بات کی صلاحیت عطا فرمادے کہ وہ ان کی تسبیح کو سمجھ سکے تو یہ ممکن ہے۔ جس طرح حضرت سلیمانؑ کو اللہ نے تمام جان داروں کی بولیاں سمجھنے کی صلاحیت دی تھی۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں کنکریوں کا تسبیح کرنا جس کو صحابہ کرامؓ نے بھی اپنے کانوں سے سنا۔ فرمایا کہ غور کرنے کی بات ہے کہ اللہ نے ان پرندوں کو پیدا کیا اور ان کی مناسب رہنمائی فرمائی جس سے وہ اپنی غذا حاصل کرتے، گھونسلے بناتے اور اپنا ٹھکانا تلاش کر لیتے ہیں۔ اللہ نے ان کی فطرت میں یہ صلاحیت عطا فرمائی اور اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرمایا ہے۔

بادلوں اور بارشوں کی مثال دے کر فرمایا کہ اللہ نے کیسا عجیب نظام بنایا ہے کہ سمندر سے مون سون اٹھتا ہے اور وہ بادلوں کی شکل میں تہہ در تہہ پہاڑوں جیسے بن جاتے ہیں۔ جو فضا میں تیرتے پھرتے ہیں۔ زیادہ گھرے ہوں تو وہ کالی گھٹا بن کر چھا جاتے ہیں۔ ان ہی میں بجلی کی تیز چمک اور ہیبت ناک کڑک ہوتی ہے۔ کبھی وہ بادل بوندیں بن کر برستے ہیں اور کبھی موسلا دھار بارش بن کر۔ کبھی وہ اولوں کی شکل میں اور کبھی وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر جم جاتے ہیں جن سے پورے سال انسان اور جانور اپنی زندگی کا سامان حاصل کرتے ہیں۔ یہ سب اللہ کی نشانیاں ہیں۔

اسی طرح دن اور رات کا آنا جانا بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ کبھی دن ہے کبھی رات۔ انسان دن کی روشنی میں اپنا رزق حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کرتا ہے اور سخت محنت کے بعد وہ رات کو آرام کر کے تازہ دم ہو جاتا ہے۔ اگر ہر وقت دن ہی دن ہوتا یا رات ہی رات ہوتی تو انسان نہ صرف یکسانیت سے اکتا جاتا بلکہ وہ محنت اور آرام بھی نہ کر سکتا۔ اسی طرح اللہ نے موسموں کو بھی مختلف بنایا ہے کبھی گرمی کبھی سردی کبھی خزاں اور کبھی بہار یہ سب کچھ اللہ کی نشانیوں میں سے بڑی نشانیاں ہیں۔

جانوروں کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ اس نے ہزاروں لاکھوں قسم کے خشکی اور تری پر جان دار پیدا کئے کوئی پیٹ کے بل چل رہا ہے گھسٹ رہا ہے۔ کوئی دو ٹانگوں پر چل رہا ہے کوئی چار ٹانگوں پر ان میں سے بعض جانور ایسے بھی ہیں جو سواری کے کام آتے ہیں جو انسانوں کو اور ان کے بھاری سامانوں کو لے کر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے ہیں۔ یہ سواریوں کا ہونا بھی ایک نعمت ہے اور قیامت تک نجانے اللہ کیسی کیسی سواریاں بنائے گا۔ غرضیکہ سانپ، کیڑے مکوڑے، سمندر اور دریاؤں کے جانور، انسان، گائے، بھینس، گھوڑا یہ سب اپنے اپنے پاؤں پر چلتے ہیں اپنی اپنی غذا حاصل کرتے ہیں اور اپنے رہنے کے ٹھکانے بناتے ہیں۔ کائنات میں بکھری ہوئی یہ وہ حقیقتیں ہیں جن کو ہر شخص ہر آن دیکھتا اور برتتا ہے۔ لیکن ان سے عبرت و نصیحت حاصل نہیں کرتا۔

ان تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا صرف اللہ ہے اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔ فرمایا کہ دنیا کے جانور تو وہ ہیں جن کی فطری رہنمائی کی گئی ہے لیکن انسان پر تو اللہ کا دہرا کرم ہے کہ اس نے اس کو فطری صلاحیتوں سے بھی نوازا ہے اور صراط مستقیم پر چلنے کے لئے اپنی آیات کو اپنے نیک اور برگزیدہ بندوں کے ذریعہ اس تک پہنچایا ہے۔ کائنات میں ہر چیز اللہ کے حکم کے مطابق چل رہی ہے لیکن انسان اس قدر ناشکرا

ہے کہ وہ راستہ بھٹک کر اپنی منزل سے بہت دور نکل جاتا ہے اور اس بات کو بھول جاتا ہے کہ ایک اللہ ہی ہے جس نے اس سارے
کارخانہ کائنات کو پیدا کیا ہے۔ وہی سب کا مالک اور خالق ہے اور سچی رہنمائی صرف وہی ہے جو اس نے انسانوں کو عطا فرمائی ہے۔

وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا
بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ
ذٰلِكَ ۗ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ
يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ
اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ۗ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾
اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ
بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَمَنْ
يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾
وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ۗ قُلْ لَّا
تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ۗ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾
قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ
مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۗ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۗ وَمَا عَلَى
الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾

الثلثة — ع ۶ / ۱۲

ترجمہ: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۴

اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لے آئے اور ہم نے فرماں برداری قبول کرلی۔ پھر ان میں سے ایک فریق اس کے بعد پھر جاتا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں رکھتے ہیں۔ اور جب ان کو اللہ اور رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ رسول ان کے درمیان فیصلہ کردیں تو ان میں سے ایک فریق منہ پھیر لیتا ہے۔ اور اگر ان کے لئے حق (پہنچتا) ہو تو وہ اس کی طرف گردن جھکائے ہوئے چلے آتے ہیں۔ کیا ان کے دلوں میں کوئی مرض ہے یا وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں یا وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ان پر ظلم کریں گے (نہیں) بلکہ وہی ظالم لوگ ہیں۔ ایمان والوں کی بات تو یہ ہوتی ہے کہ جب انہیں اللہ اور رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کردیا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اللہ کی نافرمانی اور ناراضگی سے ڈرتے ہیں پس یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔ اور وہ لوگ بڑی تاکید سے اللہ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اگر انہیں حکم دیا گیا تو وہ (جہاد، ہجرت کرنے) نکل پڑیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم قسمیں نہ کھاؤ کیونکہ تمہاری فرماں برداری معلوم ہے۔ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ کو اس کا علم ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ پھر اگر تم نے منہ پھیرا تو رسول پر اس قدر ذمہ داری ہے جو ان پر ڈالی گئی ہے۔ اور تم پر وہ (لازم ہے) جو تمہارے ذمے کیا گیا ہے۔ اگر تم اطاعت کرو گے تو ہدایت پالو گے اور رسول پر صاف صاف پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۷ تا ۵۴

دُعُوْا بلایا گیا۔

مُذْعِنِيْنَ	گردن جھکانے والے۔
اِرْتَابُوْا	شک میں پڑ گئے۔
يَحِيْفُ	ظلم کرے گا۔
يَخْشَ	وہ ڈرتا ہے۔
يَتَّقْهِ	نافرمانی سے بچتا ہے۔
اَلْفَائِزُوْنَ	کامیاب ہونے والے۔
جَهْدَ اَيْمَانِ	مضبوط قسمیں۔
مَعْرُوْفَةٌ	مشہور۔ معلوم۔
حُمِّلَ	بوجھ ڈالا گیا۔

تشریح: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۴

جب نبی کریم ﷺ نے اعلان فرمایا تو ایمان و عمل صالح کے پیکر ایسے لاتعداد صحابہ کرامؓ تھے جنہوں نے دل کی گہرائیوں سے اللہ، اس کے رسول، آخرت اور دین اسلام کی تمام تعلیمات کو قبول کر کے اپنی دنیا و آخرت کی کامیابیوں کی سعادت حاصل کر لی تھی لیکن ان مخلص مسلمانوں کے برخلاف ہمیشہ سے ایک طبقہ رہا ہے جس نے دنیا دکھاوے اور ذاتی مفادات کے لئے اسلام قبول کر لیا تھا مگر وہ اسلام کے بارے میں کبھی مخلص نہیں رہا تھا بلکہ ایسے لوگوں کو جب بھی موقع ملا انہوں نے دین اسلام کے سچے اصولوں کو اپنے ذاتی مفادات، لالچ اور خود غرضی پر قربان کر دیا تھا۔ شریعت کی زبان میں ایسے لوگوں کو "منافق" کہا جاتا ہے جن کا کام یہ ہے کہ وہ زبانی طور پر تو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ، اس کے رسول اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ ہر موقع پر لمبی چوڑی قسمیں کھا کر اس بات کا یقین دلانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں کہ انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جو بھی حکم دیا جائے گا وہ اس کی

تعمیل کریں گے۔اور گھر بار، کھیتی باڑی تو کیا چیز ہیں۔

اگر جان و مال اور قیمتی سے قیمتی اشیاء کو چھوڑنے کے لئے بھی کہا جائے گا تو وہ کسی قربانی اور ایثار میں پیچھے نہ رہیں گے۔ یہ تو ان کی زبانی باتیں ہیں لیکن جب عمل کرنے کا وقت آتا تو وہ طرح طرح کے حیلے بہانے اور جھوٹی قسموں کے سہارے ادھر ادھر کھسک جاتے تھے۔ایمان اور عمل صالح کے دعوے کرنے کے باوجود وہ سرکشی، ضد اور ہٹ دھرمی سے باز نہ آتے تھے۔ جب ان کو اللہ اور رسول کی طرف سے بلانے کا حکم دیا جاتا کہ آؤ جس کلام اللہ پر تم ایمان رکھتے ہو اس کے مطابق زندگی کے ہر معاملے کا فیصلہ کرلیا جائے تو وہ لوگ چالاکی اور مکاری سے اپنا پہلو بچا جاتے تھے۔

فرمایا کہ ایسے لوگ مومن کیسے ہو سکتے ہیں کیونکہ اگر ایمان و یقین کے نور سے ان کے دل روشن و منور ہوتے تو وہ اللہ اور اس کے رسول کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کرتے۔ فرمایا کہ ان کی منافقت کا یہ عالم ہے کہ ویسے تو وہ قرآن کریم پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن جہاں دین کے اصول ان کے مفادات سے ٹکراتے ہوں اور انہیں اندیشہ ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم ماننے میں ان کا دنیاوی نقصان ہو جائے گا تو وہ اللہ و رسول کے فیصلوں کو چھوڑ کر کفار و مشرکین کے دربار میں حاضری دینے سے بھی شرم محسوس نہیں کرتے تھے۔

علماء مفسرین نے احادیث کی روشنی میں تحریر فرمایا ہے کہ بشر نامی ایک منافق شخص تھا اس نے کسی یہودی کی زمین ہتھیا لی اور اس پر قبضہ کر لیا جس کی وجہ سے آپس میں جھگڑا بڑھ گیا تو یہودی نے کہا کہ تم اس بات کا فیصلہ کرانے کے لئے اپنے پیغمبر (حضرت محمد ﷺ) کے پاس چلو وہ جو بھی فیصلہ دیں گے میں اس کو مان لوں گا۔ یہودی اس بات کو اچھی طرح جانتا تھا کہ اللہ کے یہ پیغمبر جو بھی فیصلہ کریں گے۔ وہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرے گا اور وہ فیصلہ دینے میں مسلم غیر مسلم کی طرف داری نہ کریں گے۔اس بات کا یقین اس منافق کو بھی تھا کہ نبی کریم ﷺ عدل و انصاف کے مطابق فیصلہ فرمائیں گے اسی لئے بشر کا اصرار یہ تھا کہ کعب ابن اشرف یہودی سردار کے پاس چلتے ہیں اور اس سے فیصلہ کرا لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کے عمل پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کیسے لوگ ہیں جو زبان سے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے تابع ہیں ہمیں جیسا کرنے کا حکم دیا جائے گا ویسا ہی کریں گے لیکن جب معاملہ کی بات آئی تو وہ لوگ اپنے ذاتی فائدے کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی پر اتر آئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان لوگوں کی منافقت کا اس سے بڑھ کر ثبوت اور کیا ہوگا کہ اگر ان کے فائدے کی بات ہوتی تو یہ گردن جھکا کر چلے آتے لیکن جب ان کے مفاد پر ضرب پڑتی نظر آتی ہے تو پھر وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے اطاعت وفرماں برداری کا عہد کیا ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ یہ سب کچھ یا تو اس لئے کرتے ہیں کہ ان کے دلوں میں منافقت کا مرض پل رہا ہے یا ان کو دین اسلام کے سچے اصولوں پر یقین نہیں ہے اور وہ شک وشبہ میں مبتلا ہیں یا وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ان کے ساتھ زیادتی اور ظلم کریں گے۔ فرمایا کہ جو لوگ خود ہی اپنے اوپر ظلم وزیادتی کرر ہے ہوں اللہ کو کیا پڑی ہے کہ ان پر مزید ظلم کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک طرف تو یہ نام نہاد مسلمان ہیں جن کے عمل سے ان کی منافقت کھلی آنکھوں سے نظر آتی ہے دوسری طرف وہ مخلص صاحبان ایمان ہیں کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ ان کے درمیان جو بھی جھگڑے اور اختلافات ہوں وہ دور کردیئے جائیں اور مناسب فیصلے کئے جائیں تو وہ اہل ایمان دوڑ کر اللہ اور رسول کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں۔

فرمایا کہ ایسے ہی لوگ وہ ہیں جن کو دنیا میں عزت وسربلندی اور آخرت میں ہمیشہ کی راحتیں عطا کی جائیں گی یہ دنیا کے کامیاب ترین لوگ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرمادیا کہ جو لوگ بڑی بڑی قسمیں کھا کر اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ انہیں جہاد، ہجرت اور ہر طرح کی قربانیاں دینے کے لئے کہا جائے گا تو وہ اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر نکل کھڑے ہوں گے۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ وہ بڑی بڑی قسمیں کھا کر اللہ اور رسول کی اطاعت کی باتیں نہ کریں کیونکہ ان کا عمل ان کے ہر دعوے کی تردید کر رہا ہے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ حق وصداقت کی ہر بات کو پہنچانے کی ذمہ داری پوری فرماتے رہیں آگے ان کا کام ہے کہ وہ اس پر عمل کر کے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہیں یا نہیں۔

بہر حال آخرت کی کامیابی ان ہی لوگوں کا مقدر ہے جو ایمان وعمل صالح کے پیکر ہیں۔ اگر انہوں نے عمل نہ کیا تو ان کی زندگیاں عبرت کا نمونہ بن کر رہ جائیں گی۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ
مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا ۭ وَمَنْ
كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۵۵ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۵۶ لَا تَحْسَبَنَّ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ
وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۵۷

۷
۷
۱۳

ترجمہ: آیت نمبر ۵۵ تا ۵۷

اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے یہ وعدہ کرلیا ہے کہ وہ ان کو زمین پر اس طرح حکمران بنائے گا جس طرح ان لوگوں کو حکمران بنایا تھا جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں۔ اور اللہ نے ان کے لئے جس دین (دین اسلام) کو پسند کرلیا ہے وہ اس دین کو ان کے لئے مستحکم و مضبوط بنا دے گا۔ اور ان کے خوف کو امن میں بدل دے گا۔ لہذا وہ میری ہی عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور اس کے بعد جو لوگ ناشکری کریں گے وہی فاسق و نافرمان ہوں گے۔ اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ اور کافر یہ نہ سمجھیں کہ وہ ہمیں زمین میں بے بس کردیں گے۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو بدترین ٹھکانا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۵ تا ۵۷

وَعَدَ وعدہ کرلیا۔

اِسْتَخْلَفَ پہلوں کا جانشین بنایا۔

يُمَكِّنَنَّ وہ ضرور جمادے گا۔

اِرْتَضٰى اس نے پسند کیا۔

لَاتَحْسَبَنَّ ہرگز گمان نہ کریں گے۔

مُعْجِزِيْنَ عاجز کرنے والے۔ بے بس کرنے والے۔

تشریح: آیت نمبر ۵۵ تا ۵۷

اعلان نبوت کے بعد کفار و مشرکین عرب نے دین اسلام، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کا راستہ روکنے کے لئے ہر وہ کوشش کرڈالی جس سے اسلام کے اس پودے کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے۔ لیکن نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے ان تمام جارحانہ اور ظالمانہ کوششوں کا نہایت صبر و استقلال، حلم و تحمل اور برداشت سے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

اگرچہ تیرہ سال تک مکہ مکرمہ اور پھر ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں ایسے حالات پیدا ہو گئے تھے جس سے خوف اور اندیشوں کے سائے ہر وقت سروں پر منڈلاتے رہتے تھے اور اکثر صحابہ کرام ہتھیار بند رہا کرتے تھے۔ مشرکین اور یہود و نصاری نے ایک طویل عرصہ تک خوف و دہشت کا ایسا ماحول تیار کر دیا تھا کہ صبر و استقلال کے پیکر صحابہ کرام یہ سمجھنے لگے تھے کہ ان کی یہ آزمائش کبھی ختم نہ ہوگی اور وہ کبھی سکون و اطمینان سے زندگی نہ گذار سکیں گے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کے ایک جاں نثار صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) کیا ہم پر کوئی ایسا وقت بھی آئے گا جب ہم (اپنے ہتھیار کھول کر) امن و سکون کی زندگی گذار سکیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب ہم نہایت سکون و اطمینان سے رہ سکیں گے۔ دین اسلام غالب آجائے گا اور اہل ایمان کو کفار پر غلبہ عطا کیا جائے گا۔ یہ وہ حالات تھے جس میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور ایمان وعمل صالح اختیار کرنے والوں سے تین چیزوں کا وعدہ فرمایا ہے کہ اگر اللہ کے بندے اللہ کے نورِ ہدایت کی پیروی کریں گے تو

(۱) آپ ﷺ کی امت کو زمین پر خلافت (حکومت وسلطنت) عطا کی جائے گی۔

(۲) دین اسلام جو اللہ کا پسندیدہ اور محبوب دین ہے اس کو ہر دین ومذہب پر غلبہ عطا کیا جائے گا۔

(۳) اور اہل ایمان کو اتنی طاقت وقوت دی جائے گی جس سے انہیں ہر دشمن سے خوف اور اندیشہ نہیں رہے گا اور وہ سکون سے زندگی گذار سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ اس طرح پورا ہوا کہ دنیاوی زندگی میں پورے جزیرۃ العرب کو آپ کا مطیع وفرماں بردار بنا دیا گیا اور ہر طرف امن وسکون کی فضائیں عام ہوگئیں۔ آپ کے بعد آپ کے خلفاء راشدین نے اس قدر تیزی سے پیش قدمی فرمائی کہ قیصر و کسریٰ کے تاج وتخت ان کے پاؤں کی دھول بن کر رہ گئے۔ اور بڑی بڑی سلطنتیں اور ان کے حکمرانوں کو اس سچے اور آخری دین کے قدموں میں جھکنا پڑا۔ قرآن کریم کی یہ پیش گوئی پوری ہو کر رہی کہ پوری دنیا میں اسلام کا بول بالا ہوا۔ عدل وانصاف کا نظام قائم ہوا اور دنیا نے ظالم حکمرانوں سے نجات پا کر امن وسکون کا سانس لیا۔

اللہ تعالیٰ نے نہایت وضاحت سے یہ بات بتا دی کہ اگر مسلمان نماز کو قائم کرتے رہے، زکوۃ ادا کرتے رہے، رسول اللہ ﷺ کی فرماں برداری کرتے رہے تو ان پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی رہیں گی۔ لیکن اگر انہوں نے اللہ ورسول کے راستے کو چھوڑ کر بے عملی کا راستہ اپنایا تو پھر وہ اللہ کی ان رحمتوں کے مستحق نہ رہیں گے۔ فرمایا کہ اہل ایمان کو کفار اور ان کی طاقتوں سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وہ کفار کتنی بھی طاقت وقوت حاصل کرلیں وہ دنیا کے مضبوط قلعوں میں بند ہو کر اپنے آپ کو محفوظ کیوں نہ سمجھ لیں۔ وہ دنیا کے کسی کونے میں چلے جائیں ان کو پناہ نہیں مل سکتی۔ اللہ کو وہ عاجز و بے بس نہیں کر سکتے۔ البتہ اللہ تعالیٰ ان کو کیفرِ کردار تک پہنچا کر چھوڑے گا۔ یہ سزا تو ان کی اس دنیا میں ہوگی اور آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا جو بدترین جگہ ہے۔

ان تمام باتوں کی طرف اللہ نے آیات قرآنی میں یہ فرمایا ہے کہ ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے والوں سے اللہ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ اگر وہ اس نورِ ہدایت کی اتباع وپیروی کریں گے جو اللہ کا پسندیدہ دین ہے تو ان کو زمین پر قوت وطاقت اور حکومت وسلطنت اسی طرح دی جائے گی جس طرح ان سے پہلی امتوں کو عطا کی گئی تھی۔ اور یہ پیغمبر ﷺ کے جانشین بن کر اس دین حق وصداقت کو مضبوط بنیادوں پر قائم کریں گے۔ خشکی، تری اور ہواؤں پر ان ہی کا سکہ رواں ہوگا۔ انہیں سوائے ایک اللہ کے کسی کا خوف واندیشہ نہ ہوگا۔ اور آج وہ جس خوف اور اندیشوں میں زندگی گذار رہے ہیں وہ امن وسلامتی سے تبدیل ہو جائے گا۔

۱۸۵

فرمایا وہ صرف میری ہی عبادت و بندگی کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔ میری ناشکری کرکے وہ فاسقین میں شامل نہ ہوں گے۔ فرمایا کہ اے مومنو! تم نماز کو قائم کرو، زکوۃ ادا کرتے رہو اور اس کے رسول کی اتباع و پیروی کرتے رہو تو امید ہے تم پر رحم و کرم کردیا جائے گا۔ کفار کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ کفار اس گھمنڈ میں نہ رہیں کہ وہ اپنی قوت و طاقت سے اللہ کو عاجز کردیں گے۔ ان کفار کا ٹھکانا جہنم ہے جو بدترین ٹھکانا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ۭ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاۗءِ ڜ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ۭ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ۭ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۵۸ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۵۹ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاۗءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ ۭ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۶۰

ترجمہ: آیت نمبر ۵۸ تا ۶۰

اے ایمان والو! تمہارے غلام اور وہ جو تم میں سے بالغ نہیں ہوئے تین وقت ایسے ہیں کہ اس میں انہیں تم سے اجازت لے کر آنا چاہیے ۔نماز فجر سے پہلے ۔اور دو پہر کو جب تم اپنے کپڑے اتار کر رکھ دیتے ہو اور عشاء کے بعد ۔یہ تین وقت تمہارے پردے کے اوقات ہیں ۔ان اوقات کے علاوہ تمہارے اوپر یا ان (غلاموں اور لڑکوں) پر کوئی الزام نہیں ہے کیونکہ وہ تمہارے پاس کثرت سے آتے جاتے رہتے ہیں ۔اس طرح اللہ نے تمہارے لئے اپنی آیات کو صاف صاف بیان کر دیا ہے ۔اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اور جب تم میں سے لڑکے بالغ ہونے کی عمر تک پہنچ جائیں تو جس طرح ان سے پہلے بالغ مرد اجازت لیتے تھے اسی طرح یہ بھی اجازت حاصل کریں ۔اس طرح اللہ تمہارے لئے آیات کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے ۔اور تمہاری وہ (بڑی بوڑھی) عورتیں جو (گھروں میں) بیٹھ رہی ہیں ۔جنہیں نکاح کی (اب) کوئی امید نہیں ہے ان پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ اپنے زائد کپڑے اتار رکھیں بشرطیکہ وہ اپنی زینت کا اظہار نہ کریں ۔اور اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے حق میں زیادہ بہتر ہے اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۸ تا ۶۰

لَمْ یَبْلُغُوْا نہیں پہنچے ۔بالغ نہیں ہوئے۔

اَلْحُلُمُ سمجھ ۔عقل ۔شعور۔

مَرَّاتٌ (مَرَّةٌ) کئی مرتبہ ۔بار بار۔

تَضَعُوْنَ تم اتار کر رکھ دیتے ہو۔

ثِیَابٌ (ثَوْبٌ) کپڑے۔

۱۰

عَوْرٰتٌ (عَوْرَةٌ)	چھپانے کی چیزیں۔
طَوّٰافُوْنَ	پھرا کرتے ہیں۔ آتے جاتے رہتے ہیں۔
اَلْاَطْفَالُ (طِفْلٌ)	بچے۔
اِسْتَاْذَنَ	اجازت مانگی۔
اَلْقَوَاعِدُ (قَاعِدَةٌ)	بیٹھ رہنے والیاں۔ بڑی بوڑھیاں۔
لَايَرْجُوْنَ	وہ امید نہیں رکھتے۔ توقع نہیں رکھتے۔
غَيْرُ مُتَبَرِّجٰتٍ	ظاہر نہ کرتی ہوں۔
اَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ	یہ کہ وہ بچیں۔

تشریح: آیت نمبر ۵۸ تا ۶۰

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اور احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے ایسے قاعدے طریقے مقرر فرما دیئے ہیں جن کی پابندی کرنے سے انسان کو انتہائی پاکیزہ، کامیاب اور پر سکون زندگی نصیب ہو سکتی ہے۔ اگر اللہ و رسول کے بتائے ہوئے مقررہ اصولوں کو توڑا جائے گا یا ان کی مخالفت کی جائے گی تو اس سے انسانی زندگی کے تمام معاملات بگڑ سکتے ہیں اور اس کو آخرت کی راحتوں سے محروم کر سکتے ہیں۔

چنانچہ سورۂ نور میں ابتداء ہی سے نہایت اہم احکامات ارشاد فرمائے گئے ہیں زنا، اس کی سزا، پاک دامن عورتوں پر تہمت اور الزام لگانے کی سزا، لعان کے احکامات دوسروں کے گھروں میں داخل ہوتے وقت اجازت لے کر جانا، مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے نگاہیں نیچی رکھنا، زیب و زینت کا نامحرموں پر ظاہر نہ کرنا، بے نکاحوں کا نکاح کرنا، غلام اور باندیوں کے حقوق کا تحفظ، ان کو زنا پر مجبور نہ کرنا، نور ہدایت کی وضاحت، مخلص مومنوں کی صفات، کفار کے برے اعمال کی بدترین سزائیں وغیرہ احکامات بیان کرنے کے بعد دو اہم احکامات ارشاد فرمائے جا رہے ہیں۔

(۱) انسان جب تھکا ماندہ اپنے گھر کے اندر پہنچتا ہے تو وہ اپنے گھر میں اپنے معمولات اور پہننے اوڑھنے میں نہایت سادگی، آزادی اور بے تکلفی سے رہنا چاہتا ہے۔ اگر کوئی شخص اچانک آجائے تو وہ اخلاقاً تو کچھ نہ کہے گا مگر دل میں محسوس ضرور کرے گا۔ اس لئے یہ حکم دیا گیا کہ جب کسی کے گھر جائیں تو اجازت لے کر جائیں۔ اگر وہ کسی وجہ سے اس وقت ملنا پسند نہیں کرتا تو اس کو واپس لوٹ جانے میں اپنی توہین محسوس نہ کرنا چاہیے۔ لیکن تین وقت ایسے ہیں جن میں ایک نابالغ بچے یا لونڈی غلام کا بے تکلف چلے آنا بھی ناگوار گذر سکتا ہے۔

اس لئے فرمایا کہ فجر کی نماز سے پہلے، دن میں دوپہر کو اس وقت جب آدمی بے تکلف اپنے گھر میں زائد کپڑے اتار کر آرام کرتا ہے یا نماز عشاء کے بعد اپنے گھر میں رہتا ہے فرمایا کہ ان تین اوقات میں گھر کے لونڈی، غلاموں اور نابالغ بچے بھی اجازت لے کر آئیں کیونکہ یہ تین اوقات انسان کے لئے بے تکلفی اور آزادی سے رہنے کے اوقات ہیں۔ البتہ ان اوقات کے علاوہ دوسرے وقتوں میں نابالغ بچے اور مملوک (غلام، لونڈی) اگر گھریلو کاموں سے آئیں جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن جب بچے بالغ ہو جائیں یعنی ان میں جنسی شعور بیدار ہو جائے تو ان کو دوسرے مردوں کی طرح اجازت لے کر آنا لازمی اور ضروری ہے۔

(۲) دوسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ وہ عورتیں جنہیں نکاح کی امید نہ رہی ہو یعنی وہ اتنی بوڑھی ہو گئی ہوں کہ نہ تو ان کو ایام آتے ہوں نہ بڑھاپے کی وجہ سے عام طور پر ان کی طرف کسی کو رغبت ہوتی ہو تو ان بوڑھی عورتوں کے لئے جائز ہے کہ وہ گھر کے اندر یا باہر جاتے وقت اپنے زائد کپڑے یعنی اوپر کی چادر (اوڑھنی) نہ لیں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے لیکن یہ شرط ہے کہ وہ اس طرح نہ رہیں کہ ان کے بدن کی بناوٹ، بناؤ سنگھار اور زیب و زینت کا اظہار ہوتا ہو۔ لیکن اس اجازت کے ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا گیا کہ اگر وہ اس سے بچیں یعنی خوب پہن اوڑھ کر نکلیں تو یہ زیادہ بہتر ہے اور اس کا انجام بھی نہایت اعلیٰ ہے۔

بوڑھی عورتیں جن کی طرف عام طور پر کسی کی رغبت نہیں ہوتی جب ان کے لئے اتنے واضح احکامات ہیں تو وہ جوان لڑکیاں جو دوسری قوموں کی نقل میں بے پردگی کی انتہاؤں تک پہنچ گئی ہیں ان کو بے پردگی کی کیسے اجازت دی جاسکتی ہے۔ اصل میں اس بے پردگی نے ہمارے معاشرہ میں بھی ہزاروں وہ خرابیاں پیدا کر دی ہیں جن کی وجہ سے دوسری قومیں پریشان، شرمندہ اور فکر مند ہیں۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اگر کہیں چند بوڑھی عورتیں جا رہی ہوں اور ان کے ساتھ چند جوان لڑکیاں ہوں تو بوڑھی عورتیں پردے کی پابندی کرتی نظر آتی ہیں اور نوجوان لڑکیاں بے پردہ اور ایسے لباس میں نظر آتی ہیں جن کے دیکھنے سے آزاد مزاج کی عورتیں بھی شرما جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس آفت سے محفوظ رکھے کیونکہ بے پردگی جتنی تیزی کے ساتھ عام ہو رہی ہے نجانے وہ کس انجام تک پہنچا کر چھوڑے گی۔

۱۱۶

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى

حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦١﴾

ع ۸ ۱۴

ترجمہ: آیت نمبر ۶۱

اندھے پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے اور نہ خود تمہارے اوپر کوئی گناہ ہے کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی کنجیاں تمہارے اختیار میں ہیں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے

کھانا کھالیا کرو۔ اور تمہارے اوپر اس بات کا گناہ نہیں ہے کہ تم سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ۔ پھر جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں کو سلام کرلیا کرو۔ یہ سلام برکت والا پاکیزہ تحفہ اور دعا ہے جو اللہ کی طرف سے ہے۔ اس طرح اللہ اپنی آیات کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم سمجھ سکو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۱

اَلْاَعْمٰی اندھے۔

حَرَجٌ گناہ۔ دل کی گھٹن۔

اَلْاَعْرَجُ لنگڑا۔

اَنْ تَأْكُلُوْا یہ کہ تم کھاؤ۔

اُمَّهَاتٌ (اُمٌّ) مائیں۔

اِخْوَانٌ (اَخٌ) بھائی۔

اَخَوَاتٌ (اُخْتٌ) بہنیں۔

اَعْمَامٌ (عَمٌّ) چچا۔

عَمَّاتٌ (عَمَّةٌ) پھوپیاں۔

اَخْوَالٌ (خَالٌ) ماموں۔

خَالَاتٌ (خَالَةٌ) خالائیں۔

مَلَكْتُمْ تم مالک ہوئے۔

مَفَاتِحٌ (مِفْتَاحٌ) چابیاں۔

صَدِيْقٌ	دوست۔
اَشْتَاتٌ	الگ الگ۔
سَلِّمُوْا	سلام بھیجو۔
تَحِيَّةٌ	دعا۔ عبادت۔

تشریح: آیت نمبر ٦١

زندگی کی خوش گواری آپس کے میل جول اور تعلقات میں اصولوں کے تحت جتنی سادگی ہوگی زندگی اور اس کے معاملات میں اسی قدر لطف اور کیف پیدا ہوگا۔

نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت کے وقت عرب معاشرہ بہت زیادہ سادہ اور تکلفات سے دور تھا کھانے پینے، آنے جانے اور ملنے جلنے میں کوئی پابندی نہ تھی۔ جہاں اس کے کچھ فائدے تھے وہاں حد سے بڑھی ہوئی بے تکلفی کے نقصانات بھی تھے جب دین اسلام نے ملنے جلنے میں کچھ پابندیاں لگائیں اور حکم دیا کہ ہر شخص منہ اٹھا کر دوسرے کے گھر میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک صاحب خانہ اس کو اجازت نہ دے۔ خاص طور پر تین وقت ایسے ہیں جس میں چھوٹے نابالغ بچوں اور گھر کے مملوک غلاموں اور باندیوں پر بھی یہ پابندی لگا دی کہ وہ ان اوقات میں کسی کی نجی زندگی میں کسی طرح کی مداخلت نہ کریں۔ اس کے ساتھ ہی پردے کے احکامات بھی نازل فرمائے گئے جس سے صحابہ کرامؓ میں یہ احساس شدت اختیار کر گیا کہ اس طرح تو ان کی زندگیاں بے کیف ہو کر رہ جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بالکل واضح اور صاف انداز سے ارشاد فرما دیا کہ یہ احکامات تمہاری زندگیوں کی خوش گواریوں کو چھیننے کے لئے نہیں بلکہ تمہاری بے ترتیب اور بے ہنگم زندگی میں نکھار پیدا کرنے اور منظم کرنے کے لئے ہیں تا کہ تمہاری زندگیوں میں سچی محبت، ہمدردی اور غم گساری کے حسین رنگ پیدا ہو جائیں۔ کھانے پینے، ملنے جلنے اور رہنے بسنے میں اعتدال اور توازن سے معاشرہ میں خوش گواریاں اور ہمدردیاں پیدا ہوتی ہیں۔ نہ زیادہ بے تکلفی اچھی

ہوتی ہے اور نہ تکلفات۔

دوسری بات یہ تھی کہ عرب معاشرہ میں غریب اور معذروں کے ساتھ بیٹھ کر کھانے کو ناپسند کیا جاتا تھا۔ تیسری بات یہ تھی کہ قدیم عرب قبائل میں بعض قبائل کی تہذیب یہ تھی کہ وہ الگ الگ کھاتے تھے اور ایک جگہ بیٹھ کر کھانے کو پسند نہ کرتے تھے۔ کہیں یہ رواج تھا کہ جب تک کوئی اور کھانے والا نہ ہوتا تو وہ بھوکا رہنا پسند کرتا مگر کھانا نہ کھاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ان تمام رواجوں کو توڑ کر چند بنیادی اصولوں کی طرف متوجہ فرمایا ہے تا کہ شریعت کی پابندیوں کے باوجود بعض رشتے ایسے ہیں جہاں خود بھی بے تکلفی سے کھائے پئے اور غریب و معذور لوگوں کو بھی کھلائے۔ مل جل کر کھانا اچھی بات ہے لیکن اگر تنہا بھی کھائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا گیا کہ اگر کوئی نابینا، لنگڑا یا بیمار شخص ہے اس کے ساتھ مل کر اپنے گھروں میں یا والدین، بھائی، بہنوں، چچاؤں، خالاؤں، پھوپھیوں، ماموؤں اور ان لوگوں کے گھروں میں جن کے اختیار میں تم اپنی کنجیاں دیدیتے ہو۔ اسی طرح اپنے دوستوں کے گھروں سے کھاؤ۔ تنہا یا الگ الگ کھاؤ۔ ان تمام باتوں میں کوئی حرج یا گناہ نہیں ہے۔

ایک ادب یہ سکھایا گیا کہ جب تم ان میں سے کسی کے بھی گھر میں داخل ہو تو ان کو سلام کرو کیونکہ سلام کرنا برکت، پاکیزہ تحفہ اور دعا ہے جسے اللہ نے عطا فرمایا ہے۔

اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو سلام کیا کرو کیونکہ اس سے اللہ کی رحمتیں متوجہ ہوتی ہیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پانچ باتوں کا حکم دیا ہے۔

فرمایا کہ اے انسؓ

(۱) کامل وضو کرو اس سے تمہاری عمر بڑھے گی

(۲) میرا امتی ملے تو اس کو سلام کرو نیکیاں بڑھیں گی

(۳) گھر میں سلام کر کے جایا کرو اس سے گھر میں خیر و عافیت نصیب ہوگی

(۴) ضحیٰ (اشراق، چاشت) کی نماز پڑھا کرو کیونکہ تم سے پہلے صالحین کا یہی طریقہ تھا

(۵) اے انسؓ چھوٹوں پر رحم کرو، بڑوں کی عزت و احترام کرو تو قیامت میں تم میرے ساتھ ہوگے۔

آخر میں فرمایا کہ اللہ نے اپنی آیات کو واضح اور کھول کر بیان کر دیا ہے تا کہ تم عقل و سمجھ حاصل کر سکو۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا
مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ
الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ
فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ
وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٦٢﴾ لَّا تَجْعَلُوا دُعَاءَ
الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا ۚ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ
يَتَسَلَّلُونَ مِنكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ
أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا
فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ وَيَوْمَ
يُرْجَعُونَ إِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٦٤﴾

ع ۹ ۱۵

ترجمہ: آیت نمبر ۶۲ تا ۶۴

جولوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں انہیں جب کبھی رسول (ﷺ) کسی اہم
کام کے لئے جمع ہونے کا حکم دیتے ہیں تو جب تک رسول (ﷺ) سے اجازت نہیں لیتے وہاں
سے نہیں جاتے۔ بے شک جولوگ آپ ﷺ سے اجازت مانگتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ پر
ایمان اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ (اے نبی ﷺ) جب وہ آپ سے کسی کام کے لئے
جانے کی اجازت مانگیں تو آپ ان میں سے جس کو چاہیں اجازت دے دیجئے اور ان کے لئے
بخشش کی دعا کیجئے۔ بے شک اللہ بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

اور تم رسول (ﷺ) کے بلانے کو ایسا نہ سمجھو جیسے تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو بے شک اللہ ان لوگوں کو اچھی طرح جانتا ہے جو تم میں سے کسی کی آڑ لے کر بغیر اجازت چپکے سے کھسک لیتے ہیں۔ وہ لوگ جو ان کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں ان کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی آفت نہ آن پڑے یا ان پر دردناک عذاب نازل نہ ہو جائے۔

سنو! جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسی کی ملکیت ہے۔ اللہ تمہاری ہر اس حالت سے واقف ہے جس پر تم ہوتے ہو۔ اور وہ دن جب یہ لوگ اس (اللہ کی) کی طرف لوٹ کر جائیں گے تو وہ انہیں بتائے گا کہ انہوں نے کیا کیا۔ اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۲ تا ۶۴

اَمْرٌ جَامِعٌ	اہم کام۔ اکٹھا کرنے والے کام۔
شَأْنٌ	کام۔
دُعَاءُ الرَّسُوْلِ	رسول کا بلانا۔
يَتَسَلَّلُوْنَ (تَسَلُّلٌ)	کھسک جاتے ہیں۔ چلے جاتے ہیں۔
لِوَاذٌ	ایک دوسرے کے پیچھے چھپنا۔ آڑ لینا۔ پناہ لینا۔
اَلَا	سنو۔ غور سے سنو۔
يُنَبِّئُ	وہ بتا دے گا۔ آگاہ کر دے گا۔

تشریح: آیت نمبر ۶۲ تا ۶۴

جب نبی کریم ﷺ کے سامنے کوئی اہم، ضروری اور اجتماعی مسئلہ درپیش ہوتا تو آپ مشورے کے لئے صحابہ کرامؓ کو جمع فرماتے اور مشورے کے بعد کوئی فیصلہ فرمایا کرتے تھے اور صحابہ کرامؓ کو یہ بتاتے تھے کہ فلاں کام کو اس طرح کرو۔ ادب یہ سکھایا گیا کہ جب لوگوں کو بلایا جائے تو وہ حاضر ہو جائیں اور اس وقت تک اس محفل میں شریک رہیں جب تک بات مکمل نہ ہو جائے۔ اگر کسی شدید ضرورت کی وجہ سے جانا ہی پڑ جائے تو اجازت لے کر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اجتماعی اور ملت کی

ضروریات کے سامنے اپنی نجی اور ذاتی ضروریات کو ترجیح نہیں دینی چاہیے۔ کچھ ایسے منافق بھی موجود تھے جو رسول اللہ ﷺ کے بلانے پر آ جاتے تھے لیکن وہ موقع پا کر کسی کی آڑ لے کر بغیر اجازت کھسک لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے طرز عمل اور روش زندگی کو سخت ناپسند کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسے لوگ اللہ کی ناراضگی، رسول کی نافرمانی اور اجتماعی ضروریات سے فرار کا جو راستہ اختیار کر رہے ہیں وہ کسی بڑی آزمائش اور اللہ کی طرف سے کسی دردناک عذاب کا سبب بن سکتا ہے۔

ان ہی باتوں کو اللہ تعالیٰ نے زیر مطالعہ آیات میں ارشاد فرمایا ہے۔

فرمایا کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لا چکے ہیں جب ان کو کوئی اجتماعی مہم درپیش ہو تو اطاعت رسول کا تقاضا یہ ہے کہ جب بھی ان کو بلایا جائے وہ اسی وقت حاضر ہو جائیں اور اس محفل سے اس وقت تک نہ جائیں جب تک اجازت نہ دیدی جائے۔ کیونکہ اپنی خواہش اور ذاتی ضروریات کا سہارا لے کر اٹھ جانا اول تو تہذیب، شائستگی اور آداب محفل کے خلاف ہے لیکن اگر واقعی کوئی فوری اور شدید ضرورت ہو اور رسول اللہ ﷺ مناسب سمجھ کر ان کو جانے کی اجازت دیدیں تو اگرچہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن نافرمانی کی ایک شکل تو ہے اس لئے نبی کریم ﷺ سے فرما دیا گیا کہ آپ ان کے لئے بخشش کی دعا کرتے رہیں۔ اللہ بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

ان آیات میں امت کو ایک ادب یہ بھی سکھایا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ادب و احترام کا ہمیشہ خیال رکھیں کیونکہ ان کا کسی محفل میں بلانا اور ذمہ داروں کو طلب کرنا عام لوگوں یا حکمرانوں کا بلانا یا طلب کرنا نہیں ہے بلکہ آپ کی اطاعت و فرماں برداری ہی دین کی بنیاد ہے۔

فرمایا کہ وہ لوگ جو کسی کی آڑ میں یا بہانہ بنا کر آپ کی محفل سے کھسک لیتے ہیں یا آپ کی مخالفت کرتے ہیں انہیں اس بات کا خوف رکھنا چاہیے کہ کہیں وہ کسی بڑی مصیبت یا آزمائش میں پڑ کر اللہ کے شدید عذاب کا شکار نہ ہو جائیں۔ کیونکہ اللہ کسی طاقت ور کے سامنے عاجز اور بے بس نہیں ہے بلکہ زمین و آسمان اور کائنات کی ہر چیز اسی کی ملکیت ہے۔ اس سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے وہ ہر چیز سے پوری طرح واقف ہے۔

جب دنیا کے تمام انسان اللہ کی طرف لوٹ جائیں گے تو وہ ہر ایک کا کچا چٹھا کھول کر اس کے سامنے رکھ دے گا اور ہر ایک کو اس کے اچھے یا برے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

ان آیات سے متعلق چند باتیں اور ان کی تفصیل

(۱) دراصل مومن وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہر حکم کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہوئے انہیں جب بھی کسی اجتماعی کام کے لئے بلایا جاتا ہے تو وہ اسی وقت حاضر ہو جاتے ہیں اپنے نجی اور ذاتی کاموں کو ملت کے اجتماعی کاموں پر قربان کرنے کا عظیم جذبہ رکھتے ہوں۔

(۲) اور جب محفل میں حاضر ہو جائیں تو پوری دلچسپی اور دل جمعی سے کام لیتے ہوئے اس اجتماعی کام کو پوری پوری اہمیت دیتے ہیں اور اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ منافقین کی طرح محض خانہ پری یا دکھاوے کی حاضری نہ لگوائیں کہ جہاں موقع ملا کسی کی آڑ لے کر یا کوئی بہانہ بنا کر کھسک لئے۔ البتہ اگر واقعی کوئی شدید یا اچانک ضرورت ہے تو رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے کر جا سکتے ہیں۔ لیکن اجتماعی کام کی اہمیت اتنی زیادہ ہے فرمایا کہ اگر چہ وہ اجازت لے کر جا رہے ہیں مگر ظاہری طور پر یہ بھی نافرمانی کی شکل ہے اس لئے نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ ایسے صاحبان ایمان کے لئے بھی دعائے مغفرت فرمائیں تا کہ اللہ ان کی اس بات پر ان کی بخشش فرما دے۔

(۳) اہل ایمان سے فرمایا گیا کہ اے مومنو! تم رسول اللہ ﷺ کے بلانے یا طلب کرنے کو آپس میں ایک دوسرے جیسا بلانا مت سمجھو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا بلانا درحقیقت ایک حکم کا درجہ رکھتا ہے اور اللہ و رسول کی اطاعت کرنے والے ہر وقت اس کا خیال رکھتے ہیں کہ ان سے کوئی ایسا کام سرزد نہ ہو جائے جس سے اللہ و رسول کی اطاعت و فرماں برداری میں ذرا بھی فرق آجائے۔ نبی کریم ﷺ کا ادب و احترام ایمان اور عمل صالح کی بنیاد ہے۔

(۴) آداب محفل میں سے اس بات کا ہمیشہ خیال رکھا جائے کہ اجتماعی کاموں میں بے دلی سے شرکت یا مخالفت برائے مخالفت کا طرز عمل اختیار نہ کیا جائے بلکہ محفل میں ہر طرح اللہ و رسول کی اطاعت کا حق ادا کیا جائے۔ جو اس فکر میں رہتے ہیں کہ موقع ملے تو اس محفل سے جان چھڑائی جائے۔ فرمایا کہ یہ طرز عمل منافقین کا ہو سکتا ہے لیکن صاحبان ایمان کا نہیں۔ جو لوگ ایسا کریں گے وہ کسی بڑی آزمائش یا اللہ کے غضب کا شکار ہو سکتے ہیں۔

(۵) آخر میں فرمایا کہ زمین و آسمان کی ملکیت اللہ ہی کی ہے۔ وہ بندوں کے ہر حال اور کیفیات سے اچھی طرح واقف ہے۔ جب وہ لوگ قیامت کے دن اللہ کی طرف پلٹ کر جائیں گے تو وہ ان کے کئے ہوئے کاموں کو سامنے رکھ دے گا اور پھر وہ نیکی اور برائی سے کئے گئے کاموں کا بدلہ عطا فرمائے گا۔ اس سے کوئی چیز یا کسی چیز کا انجام پوشیدہ نہیں ہے۔

(۶) اب اللہ کے رسول ﷺ دنیاوی حیات کے ساتھ ہمارے درمیان میں نہیں ہیں لہٰذا اب ان کے قائم مقام جو بھی لوگ ہیں اگر وہ کسی اجتماعی کام کے لئے بلائیں تو اس میں شرکت لازمی اور ضروری ہے تا کہ ملت اسلامیہ کے اہم کام صحیح طور پر سرانجام دیئے جا سکیں۔

الحمد للہ سورۃ النور کی آیات کا ترجمہ اور تشریح تکمیل تک پہنچی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۱۸ تا ۱۹

• قد افلح • وقال الذین

سورۃ نمبر ۲۵

اَلْفُرْقَانْ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الفرقان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	25
کل رکوع	6
آیات	77
الفاظ وکلمات	906
حروف	3919

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو وہ مقام اور عظمت عطا فرمائی ہے کہ آپ ﷺ اور انبیاء کرامؑ کی طرح کسی خاص قوم، نسل، یا خطے کے لیے نہیں بلکہ قیامت تک پوری انسانیت کی اصلاح کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا؛

''آپ کہہ دیجیے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا؛

سورۃ الفرقان مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں اور سورتوں کی طرح توحید ورسالت، قیامت، جزاوسزا، کفروشرک کی برائی اور مشرکین کی مذمت کی گئی ہے۔

''(اے نبی ﷺ) ہم نے آپ کو تمام انسانوں کی طرف مبشر ونذیر بنا کر بھیجا ہے۔''

سورۃ الفرقان میں فرمایا گیا ہے اے نبی ﷺ! آپ ''نذیر اللعالمین'' یعنی تمام جہان والوں کے لیے (برے انجام سے) ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو صرف عرب والوں یا کسی خاص قوم کی طرف رسول اور نبی بنا کر نہیں بھیجا بلکہ قیامت تک ساری انسانیت کی اصلاح اور راہ ہدایت متعین کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔

جب نبی کریم ﷺ اللہ کے پیغام کو پہنچانے کی کوشش فرماتے تو کفار مکہ آپ ﷺ کے مقام عظمت کو پہچاننے کے بجائے طرح طرح کے اعتراضات کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے تمام اعتراضات کے جوابات عطا فرمائے ہیں۔

کفار ومشرکین کبھی طنز کرتے ہوئے یہ کہتے کہ اچھا یہ ہیں وہ جن کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ کبھی کہتے کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھاتا پیتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے؟ کبھی کہتے کہ ان کے ساتھ کوئی خزانہ کیوں نہ بھیجا گیا جس سے یہ خوب آرام سے کھاتے پیتے؟ وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے حضرت محمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا ہے یہ انسان ہی ہیں کھاتے بھی ہیں اور پیتے بھی ہیں۔ اپنی ضروریات اور تجارت کے لیے بازاروں میں بھی جاتے ہیں جس طرح ان سے پہلے تمام نبی اور رسول انسان ہی تھے اور ان کے

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو کسی خاص زمانے اور کسی خاص خطے کے لیے نہیں بھیجا بلکہ آپ ﷺ کو ساری دنیا کی ہدایت ورہنمائی کے لیے بھیجا ہے چنانچہ اس سورۃ میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ آپ ساری دنیا کے انسانوں کو برے اعمال کے برے نتائج سے آگاہ کر دیجیے شاید اس طرح وہ حق اور باطل میں فرق کر سکیں۔

ساتھ جو بھی ضروریات تھیں اور بشری تقاضے تھے وہ ان کو پورا کرتے تھے۔ اس سے ان کی شان رسالت ونبوت میں کوئی فرق نہیں پڑتا یہ اور اس قسم کی بہت سی باتیں سمجھانے کے باوجود یہ کفار ایمان نہ لاتے تو نبی کریم ﷺ رنجیدہ ہو جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ان کے یہ اعتراضات محض عمل سے بھاگنے اور سچائی سے منہ موڑنے کے لیے ہیں۔ اگر ان کو اس بات کا ذرا بھی احساس ہوتا کہ ان کو مرنے کے بعد اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور اپنے ایک ایک عمل کا جواب دینا ہے تو یہ لوگ کبھی ایسا نہ کرتے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ آپ ان کی طرف نہ دیکھیے بلکہ اللہ کے ان نیک بندوں کی طرف دیکھیے جو "عبادالرحمٰن" ہیں۔ فرمایا کہ اللہ کے یہ نیک بندے وہ ہیں کہ

(۱) جب وہ زمین پر چلتے ہیں تو نہایت عاجزی اور وقار کے ساتھ چلتے ہیں غرور اور تکبر کا کوئی انداز ان میں موجود نہیں ہوتا۔

رحمٰن کے بندے وہ ہیں جھوٹ، فریب، بے ہودہ مشغلوں اور ناجائز حرکتوں سے دور رہتے ہیں۔ جب وہ چلتے ہیں تو نہایت عاجزی اور وقار سے چلتے ہیں۔ رحمٰن کے بندوں کے کسی عمل میں تکبر اور غرور کا کوئی انداز نہیں ہوتا۔

(۲) جب وہ جاہلوں اور نادانوں سے بات کرتے ہیں تو ان سے الجھنے کے بجائے نہایت نرمی اور اخلاق سے کہہ دیتے ہیں کہ "تم سلامت رہو تم پر سلامتی ہو۔"

(۳) ان کی راتیں غفلت اور سستی کے بجائے اللہ کے سامنے سجدے کرنے اور نماز کو قائم کرنے میں گزرتی ہیں۔

(۴) وہ اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں جہنم سے پناہ مانگتے رہتے ہیں اور ہر اس عمل سے دور رہتے ہیں جس سے ان کا رب ان سے ناراض ہو جائے۔

(۵) اللہ کے بندے وہ ہیں جو اپنا مال خرچ کرنے میں اعتدال اور توازن کا راستہ اختیار کرتے ہیں نہ تو فضول خرچی میں سب کچھ اڑا دیتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں بلکہ وہ درمیان کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔

(۶) وہ بدعقیدگی اور برے اعمال سے دور رہتے ہوئے شرک اور بدعات اور کفر کے ہر انداز سے اپنے آپ کو بچا کر توحید خالص پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۷) وہ انسانی جان کا احترام کرتے ہیں اور قتل ناحق سے دور رہتے ہیں۔

(۸) ناجائز جنسی تعلق (زنا) اور بدکاری اور ہر طرح کے گناہوں سے اپنے دامن کو بچائے رکھتے ہیں۔

(۹) اللہ کے بندے وہ ہیں کہ جھوٹ، فریب، بے ہودہ مشغلوں اور ناجائز حرکتوں سے بچ کر چلتے ہیں۔

(۱۰) اگر وہ کسی غلط اور بے ہودہ جگہ سے گزرتے ہیں تو اس میں الجھنے کے بجائے متانت، سنجیدگی، اور وقار سے گزر جاتے ہیں۔

(۱۱) جب ان کے سامنے اللہ کا کلام پڑھا جاتا ہے تو وہ اس کو نہایت غور وفکر سے سن کر اس کے احکامات پر عمل کرتے ہیں۔

(۱۲) وہ اپنے لیے اپنے گھر والوں اور متعلقین کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں کہ اے اللہ ان کو نیکیوں اور پرہیز گاری کے کاموں کے لیے ثابت قدم رکھیے گا۔

اللہ تعالیٰ ان ''عباد الرحمٰن'' (رحمٰن کے بندوں) کو اس بات کا یقین دلاتا ہے کہ ان کو دنیا اور آخرت میں بلند ترین مقامات عطا کئے جائیں گے اور جنہوں نے کفر وشرک کے طریقے اختیار کر رکھے ہیں اور اللہ کے دین اور رسولوں کی عظمت کا انکار کرتے ہیں تو ان کا یہ انکار اور بدعملی قیامت میں وبال جان بن جائے گی۔ اس سے ان کو واسطہ پڑے گا اور ان کو عذاب بھگتنا پڑے گا۔

سُوْرَةُ الْفُرْقَان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ﴿۲﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ﴿۳﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكُ اِۨفْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۛۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۚۛ﴿۴﴾ وَقَالُوْۤا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۵﴾ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۶﴾

معانقہ

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۶

بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے (حضرت محمد ﷺ) پر فیصلہ کرنے والی کتاب نازل فرمائی تاکہ وہ تمام اہل جہان کو ڈرسنانے والے ہوں۔ آسمانوں اور زمین کی سلطنت اسی کی ہے اور اس نے کسی کو اپنا بیٹا نہیں بنایا اور نہ اس کی حکومت میں کوئی شریک ہے۔ اس نے ہر چیز کو

پیدا کر کے اس کو مناسب و متوازن بنایا ہے۔

اور انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر ان کو معبود بنا رکھا ہے جو کسی چیز کے خالق نہیں ہیں بلکہ وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں۔ وہ اپنے کسی نفع اور نقصان تک کا اختیار نہیں رکھتے۔ نہ وہ موت اور زندگی کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ مر کر دوبارہ زندہ ہونے کا۔

اور کافر کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) تو کچھ بھی نہیں ہے سوائے جھوٹ کے۔ جسے اس شخص نے خود گھڑ لیا ہے۔ اور دوسرے کچھ لوگوں نے اس کے گھڑنے میں اس کی مدد کی ہے۔ پس یقیناً وہ زیادتی اور جھوٹ پر اتر آئے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جن کو اس نے لکھوالیا ہے۔ پھر وہی صبح و شام اس کو پڑھ پڑھ کر سنادی جاتی ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اس (قرآن) کو اس نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی باتوں کا علم رکھتا ہے۔ وہ بہت بخشنے والا اور نہایت رحم و کرم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۶

تَبَارَکَ	برکت والا۔ خود بخود بڑھنے والا۔
اَلْفُرْقَانُ	حق و باطل میں فرق کرنے والا۔
اَلْمُلْکُ	سلطنت۔ حکومت۔
قَدَّرَ	اس نے اندازہ ٹھہرایا۔
تَقْدِیْرٌ	اندازہ متوازن ہونا۔
یُخْلَقُوْنَ	وہ پیدا کئے گئے ہیں۔
ضَرٌّ	نقصان۔

نُشُوْرٌ	دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنا۔
اِفْکٌ	جھوٹ۔بے بنیاد بات۔
اِفْتَرٰی	اس نے گھڑ لیا۔
اَعَانَ	اس نے مدد کی۔
زُوْرٌ	جھوٹ۔غلط بات۔
تُمْلٰی	پڑھی اور رٹی جاتی ہیں۔
اَلسِّرُ	بھید۔چھپی باتیں۔

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۶

دنیا اور آخرت میں وہی افراد اور قومیں کامیاب و بامراد ہوتی ہیں جو اللہ کی ذات وصفات کو مان کر اس کے بھیجے ہوئے نبیوں اور رسولوں کی مکمل اطاعت وفرماں برداری کرتی ہیں۔لیکن جنہوں نے اللہ کی ذات وصفات میں شرک کیا اور اس کی بھیجی ہوئی تعلیمات،اس کے نبیوں اور رسولوں کو جھٹلایا،ان کا مذاق اڑایا اور اہل ایمان کے راستے کو روکنے کی کوشش کی اور بے حقیقت چیزوں اور بتوں کو معبود بنایا ان کی دنیا بھی برباد ہوئی اور آخرت بھی۔چنانچہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ وہ بابرکت ذات ہے جو تمام بھلائیوں،خوبیوں اور قدرت وطاقت اور عظمتوں والی ذات ہے۔

اس نے اپنے فضل وکرم سے اپنے محبوب بندے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر وہ عظیم کتاب (قرآن مجید) نازل فرمائی ہے جس نے حق وباطل،سچ اور جھوٹ،اچھے اور برے کو واضح طریقے پر بیان کر کے اس کے اچھے اور برے انجام کو بیان فرمادیا ہے تا کہ دنیا بھر کو ان کے برے اور بدترین انجام سے ڈرایا جاسکے۔اللہ کے نور ہدایت سے یہ دنیا روشن ومنور ہے۔وہ اپنی قدرت کاملہ سے اس پوری کائنات کو اس طرح چلا رہا ہے کہ وہ اس کے چلانے میں دنیا کے کسی بھی شخص یا اسباب کا محتاج نہیں ہے،نہ کوئی اس کے کام میں شریک ہے نہ وہ اولاد یا بیوی کا محتاج ہے۔وہ ساری مخلوق کو ایک خاص انداز اور مقدار کے ساتھ رزق پہنچا رہا ہے۔اس

نے ہر چیز کو ایسا ماپ تول کر بنایا ہے کہ اس کی تقدیر اور اندازے سے کوئی چیز باہر نہیں نکل سکتی۔ لیکن وہ کتنے بدنصیب لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر چاند، سورج، ستاروں، پانی، ہوا، آگ اور مٹی کو اور، پتھر، لکڑی سے بنائے گئے بے جان بتوں کو اپنا معبود سمجھ رکھا ہے اور ان سے اپنی مرادوں کے پورا ہونے کی توقع لگائے بیٹھے ہیں۔ غور کرنے کی یہ بات ہے کہ جو اپنے پیدا ہونے میں بھی انسانی ہاتھوں کے محتاج ہیں وہ دنیا کے ایک معمولی سے ذرے کو پیدا کرنے کی بھی اہلیت وصلاحیت نہیں رکھتے۔ جو اپنے نفع نقصان کے بھی مالک نہیں ہیں۔ جن کے ہاتھ میں کسی کی زندگی یا موت کا اختیار نہیں ہے۔ نہ یہ دنیا میں کسی کے کام آئیں گے اور نہ آخرت میں وہ دنیا اور آخرت میں کسی کے نفع نقصان اور اچھے برے کے مالک کیسے ہوسکتے ہیں۔

ایسے لوگ نہ صرف ان بے حقیقت چیزوں سے امید لگائے زندگی گذار رہے ہیں بلکہ وہ حق وصداقت کی ہر بات کو جھٹلاتے جھٹلاتے قرآن کریم جیسی سچائی کو جھٹلانے سے بھی باز نہیں آتے۔

قرآن کریم جس کی ایک آیت بنا کر لانے سے عرب کے بڑے بڑے فصیح و بلیغ ادیب وشاعر۔ وہ جن کو اپنی زبان دانی پر اتنا فخر وغرور تھا کہ اپنے سوا سب کو "عجم" یعنی گونگا کہا کرتے تھے قرآن کی فصاحت و بلاغت کے سامنے خود ہی گونگے ہو کر رہ گئے تھے اور پوری کوششوں کے باوجود یہ کہنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ ساری دنیا مل کر بھی قرآن جیسی ایک سورت یا ایک آیت بنا کر نہیں لاسکتی۔ اس حقیقت کی موجودگی میں کفار ومنافقین کا یہ کہنا کہ نبی کریم ﷺ نے چند عجمی غلاموں سے سن کر یا پڑھ کر نعوذ باللہ خود ہی قرآن کی آیات کو گھڑ لیا ہے۔ اور اس کلام کو اللہ کی طرف سے منسوب کر دیا ہے کائنات کا سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ کلام اس علیم وخبیر ذات کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو زمین اور آسمانوں کے تمام بھیدوں سے واقف ہے۔ وہ قرآن مجید جس کی عظمت، بلندی مضامین اور الفاظ کی شان وشوکت کو کوئی نہیں پہنچ سکتا وہ اس قدر معمولی کلام نہیں ہے کہ جسے کچھ عجمی پڑھے لکھے غلام اپنی طرف سے پیش کرتے اور سارے عرب کے شاعر وادیب اس کلام کے سامنے عاجز و بے بس ہو کر رہ جاتے۔ ایسی بات کہنا اتنی بڑی گستاخی، جہالت اور نادانی ہے کہ اس پر اللہ کا غضب نازل ہوسکتا تھا لیکن اللہ کی ہر صفت پر صفت رحمت غالب ہے اس لئے وہ ایسے گستاخوں کو اچھی طرح موقع دینا چاہتا ہے کہ وہ اس بات پر خوب غور وفکر کر لیں تا کہ ان کی عاقبت خراب نہ ہو۔

ان آیات میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ جھوٹ اور فریب کا چشمہ لگا کر جھوٹی زندگی گذارنے والے لوگ اس سے آگے سوچ ہی نہیں سکتے حالانکہ اگر وہ کفار ومشرکین ذرا بھی غور وفکر سے کام لیتے تو قرآن مجید علم وحکمت اور عقل وبصیرت سے بھرپور خزانہ نظر آتا جو ان لوگوں کے لئے ہے جنہیں آخرت کی ابدی راحتیں مطلوب ومحبوب ہیں۔ اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ جو بھی اس قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کی شان نبوت کی مکمل اطاعت کرے گا اس کو جنت کی ابدی راحتیں عطا کی جائیں گی۔

لیکن اگر جھوٹ، فریب اور شک وشبہ میں زندگی گذار دی جائے گی تو ایسے لوگوں کی دنیا کے ساتھ آخرت بھی برباد ہوکر رہ جائے گی۔

وَقَالُوْا مَالِ

هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝۷ اَوْ يُلْقٰۤى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝۸ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝۹ تَبٰرَكَ الَّذِيْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝۱۰ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۚ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ۝۱۱ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ۝۱۲ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝۱۳ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ۝۱۴ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ۝۱۵ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا ۝۱۶

ع ۱ ۹ ۱۶

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۱۶

انہوں نے کہا یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا کہ وہ اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا یا اسے کوئی خزانہ دے دیا ہوتا یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا کہ اس میں سے کھایا کرتا۔ اور یہ ظالم کہتے ہیں کہ تم ایک جادو میں مبتلا شخص کے پیچھے چل رہے ہو۔ (اے نبی ﷺ) آپ ذرا دیکھئے یہ کیسی (فضول اور بے ہودہ) باتیں کر رہے ہیں (حقیقت یہ ہے کہ) یہ لوگ گمراہ ہو چکے ہیں۔ اب یہ کوئی راستہ نہیں پا سکتے۔ اللہ بڑی برکت والا ہے۔ اگر چاہے تو تمہارے واسطے اس سے بہتر (ایسے) باغات بنا دے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں اور تمہارے لئے بہت سے محل بنا دے (اصل بات یہ ہے کہ) یہ لوگ قیامت کو جھٹلاتے ہیں۔ اور ہم نے ایسے لوگوں کے لئے جو قیامت کو جھوٹ سمجھتے ہیں بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔ جب دور سے دوزخ انہیں دیکھے گی تو وہ اسے جوش مارتا اور چنگھاڑتا سنیں گے۔ اور جب یہ اس جہنم کی تنگ جگہ میں ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈال دیئے جائیں گے تو وہاں موت ہی موت پکاریں گے (ان سے کہا جائے گا کہ) آج تم ایک موت کو نہیں بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو۔

(اے نبی ﷺ) آپ ان سے پوچھئے کہ جہنم کا عذاب بہتر ہے یا ہمیشہ رہنے والی جنت کا جس کا وعدہ پرہیز گاروں سے کیا گیا ہے وہ ان (کی نیکیوں) کا صلہ اور ٹھکانا ہوگا۔ وہ اس جنت میں جو خواہش کریں گے ان کو ملے گا اور اس میں ہمیشہ رہیں گے، یہ آپ کے رب کا وعدہ ہے جس (کا پورا ہونا) لازم ہے اور پوچھے جانے کے قابل ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۱۶

مَالِهٰذَا الرَّسُوْلِ — یہ کیسا رسول ہے۔

یَمْشِیْ — چلتا ہے۔

اَلْاَ سْوَاقُ (سُوْقٌ)	بازار۔
كَنْزٌ	خزانہ۔
مَسْحُوْرٌ	جادو میں پھنسا ہوا۔
ضَلُّوْا	وہ گمراہ ہوگئے۔
قُصُوْرٌ (قَصْرٌ)	محل۔محلات۔
سَعِيْرٌ	بھڑکتی آگ۔
تَغَيُّظٌ	غصہ سے جوش مارنا۔
زَفِيْرٌ	غصہ سے نکلی ہوئی تیز آواز۔
ضَيِّقٌ	تنگ۔
مُقَرَّنِيْنَ	آپس میں جکڑے ہوئے۔
ثُبُوْرٌ	موت۔ہلاکت۔
مَايَشَآءُ وْنَ	جو کچھ وہ چاہیں گے۔
مَسْئُوْلاً	سوال کیا گیا۔درخواست کا حق۔

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۱۶

سچی اور عظیم تحریک اور مضبوط دلائل کے سامنے شکست کھا جانے والے لوگ جب دیکھتے ہیں کہ ہر شخص متاثر ہو رہا ہے تو وہ طرح طرح کے اعتراضات، الزامات اور ذاتیات پر اتر آتے ہیں چنانچہ جب قرآن کریم کی واضح اور کھلی کھلی آیات اور نبی کریم ﷺ کی پر تاثیر شخصیت اور اعلیٰ ترین سیرت نے ہر شخص کو دین اسلام کی طرف متوجہ کرنا شروع کیا تو کفار و مشرکین نے

قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کی ذات کو اعتراضات کا نشانہ بنانا شروع کر دیا تھا۔

چنانچہ قرآن کریم جیسی عظیم کتاب جس کے سامنے وقت کے شاعر اور زباں داں عاجز اور بے بس ہو کر رہ گئے تھے اس کو پرانے زمانے کے قصے اور من گھڑت کہانیاں قرار دینے کا پروپیگنڈا شروع کر دیا گیا۔ نبی کریم ﷺ کو شاعر، مجنون، کاہن اور نجانے کن کن القابات سے یاد کیا جانے لگا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ اگر یہ واقعی اللہ کے نبی ہیں تو ان کا کوئی شاہانہ انداز ہونا چاہیے تھا، خوب ٹھاٹ باٹ ہوتے، آسمان سے فرشتے نازل ہوتے، مال و دولت کا زبردست خزانہ ہوتا جس کو وہ دونوں ہاتھوں سے خوب لٹاتے، خود بھی کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے یا کوئی خوبصورت سا باغ ہوتا جس میں ہر طرف سرسبزی و شادابی ہوتی۔ لیکن یہاں تو صورت حال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے اوپر ایمان لانے والے غریب، مسکین اور پھٹے حال لوگ ہیں جن کے پاس نہ کھانے کو نہ پینے کو ہر طرف فقر و فاقہ ہی فقر و فاقہ ہے۔ وہ یہاں تک گستاخی پر اتر آئے تھے کہ لوگوں سے کہتے کہ کیا تم ایسے شخص کی بات کا یقین کرنے چلے ہو جس پر کسی نے جادو کر دیا ہے جس کی وجہ سے نعوذ باللہ ان کے ہوش و حواس بگڑ چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ذرا دیکھئے تو سہی یہ لوگ جو کل تک آپ کو صادق، امین اور ذہین و سمجھ دار کہا کرتے تھے آج کیسی پھبتیاں کس رہے ہیں، کیسے کیسے القابات دے رہے ہیں۔ فرمایا کہ آپ اس کی پروا نہ کیجئے کیونکہ یہ لوگ راستے سے بھٹک چکے ہیں نہ خود صراط مستقیم پر چلنا چاہتے ہیں اور نہ دوسروں کو اس سیدھی سچی راہ پر دیکھنا گوارا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اگر اللہ چاہتا تو آپ کو حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کی طرح دولت و سلطنت سے نواز سکتا تھا۔ وہ آپ کو ایسے سرسبز و شاداب اور ہرے بھرے باغات عطا کر سکتا تھا کہ جس کے نیچے سے نہریں جاری ہوتیں اور رہنے کے لئے عالی شان محلات اور حسین ترین مکانات ہوتے لیکن یہ سب کچھ مقصود نہیں ہے بلکہ آخرت کی زندگی کی طرف متوجہ کرنا اصل مقصد ہے۔

فرمایا کہ یہ لوگ جس بات کو ظاہر کر رہے ہیں اور اعتراضات کر رہے ہیں بات یہ نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور قیامت، آخرت اور تمام اعمال کی جزا و سزا پر یقین نہیں رکھتے۔ وہ دنیا کی زندگی ہی کو سب کچھ

سمجھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہمارا مرنا جینا اسی دنیا تک محدود ہے۔ آخرت، جنت، جہنم اور اچھے برے اعمال کی سزا اور جزا کوئی چیز نہیں ہے۔

فرمایا کہ ان لوگوں کے اس طرح سوچنے سے حقائق تبدیل نہیں ہوں گے کیونکہ مرنے کے بعد ان کو دوبارہ زندہ ہونا ہے اور پھر جب ان کو جہنم کی وہ آگ جو ان کے لئے تیار کی گئی ہے اس میں جھونکا جائے گا اس وقت ان کی آنکھوں سے سارے پردے ہٹ جائیں گے۔ جہنم کی کیفیات کو ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب یہ جہنم کفار کو دیکھے گی تو وہ غیض وغضب کے ساتھ ایک ڈراونی اور ہیبت ناک آواز سے دھاڑنا شروع کردے گی اور اس کے جوش کا ٹھکانا نہ ہوگا۔ اس کی ہیبت ناک آوازوں کو یہ کفار و مشرکین خود اپنے کانوں سے سنیں گے۔

فرمایا کہ ان مجرمین کو جب زنجیروں میں جکڑ کر جہنم کے تنگ و تاریک حصے میں پھینک دیا جائے گا تو پھر ان کی بے چینی اور گھبراہٹ اپنی انتہاؤں پر ہوگی۔ وہ روئیں گے، چلائیں گے اور شدید ترین اذیت کی وجہ سے موت کو یاد کر کے کہیں گے کہ اس سے بہتر تھا کہ ہمیں موت آجاتی۔ ہمارا وجود مٹ جاتا اور اس کی اذیت و مصیبت سے جان چھوٹ جاتی۔ مگر اس وقت ان کا رونا، چلانا، چیخنا اور دھاڑنا ان کے کام نہ آسکے گا۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آج کے دن تم صرف ایک موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں کو آواز دو۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ ذرا ان سے پوچھئے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وجہ سے جہنم کی جس اذیت میں مبتلا ہو گے یہ بہتر ہے یا وہ جنت بہتر ہے جس کا وعدہ اللہ نے ان لوگوں سے کیا ہوا ہے جو تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی کو اپنائے ہوئے ہیں۔ ان جنتوں میں ان کو بہترین بدلہ اور جزا عطا کی جائے گی جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان جنتیوں کا یہ حال ہوگا کہ اہل جنت جس چیز کی خواہش اور تمنا کریں گے ان کو عطا کی جائے گی۔ یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہنے والا ہے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ

وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَيَقُولُ ءَ أَنْتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِي هٰؤُلَآءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ﴿١٧﴾ قَالُوا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِي لَنَآ أَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَآءَ وَ

لٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَ كَانُوْا قَوْمًا ۢ بُوْرًا ﴿۱۸﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّ لَا نَصْرًا ۚ وَ مَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَ جَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَ كَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿۲۰﴾

ع ٢ ١١ ١٧

ترجمہ: آیت نمبر ١٧ تا ٢٠

اور جس دن (آپ کا رب) ان کو اکٹھا کرے گا اور جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتے تھے۔ اکٹھا کرے گا تو پھر اللہ ان سے پوچھے گا کیا تم نے میرے بندوں کو بہکایا تھا یا وہ خود ہی رستے سے بھٹک گئے تھے؟۔ وہ کہیں گے کہ (اے اللہ) آپ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے۔ ہماری یہ مجال نہ تھی کہ ہم آپ کے سوا دوسروں کو مددگار بناتے بلکہ آپ نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو خوش حالی عطا کی یہاں تک کہ وہ آپ کو بھول گئے اور یہ خود ہی ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔ (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ) وہ تمہیں تمہاری اس بات میں جھٹلا چکے جو تم کہتے ہو اب تم نہ تو اپنے اوپر سے عذاب کو ٹال سکتے ہو اور نہ تم کسی طرح کی مدد کئے جا سکتے ہو۔ اور تم میں سے جو ظالم ہوگا ہم اسے سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

(اے نبی ﷺ) ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے ہیں وہ سب کھانا کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔ اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کے جانچنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ تو کیا تم صبر کرو گے؟ اور آپ کا پروردگار سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷ تا ۲۰

اَضْلَلْتُمْ تم نے گمراہ کیا تھا۔

ضَلُّو السَّبِیْلَ راستے سے بھٹک گئے۔

مَا یَنْبَغِیْ مناسب نہیں ہے

مَتَّعْتَ تمہیں خوش حالی دی گئی۔

نَسُوْا وہ بھول گئے۔

بُوْرٌ تباہ و برباد ہونے والے۔

نُذِقْ ہم چکھائیں گے۔

فِتْنَۃٌ آزمائش۔ جانچ۔

تشریح: آیت نمبر ۱۷ تا ۲۰

ان آیات میں دو باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں ایک تو میدان حشر میں وہ سوال کہ یہ لوگ جو بے حقیقت چیزوں کو اپنا معبود بنائے ہوئے تھے اس پر ان کو کس نے مجبور کیا تھا؟ دوسرا یہ مسئلہ کہ انبیاء کرامؑ جو انسان ہوتے ہیں مگر ان پر انسانیت ناز کرتی ہے کیا وہ انسانی ضروریات سے بے نیاز تھے؟

جب اللہ تعالیٰ پوری کائنات کی بساط الٹ دیں گے اور تمام لوگوں کو دوبارہ زندہ کر کے میدان حشر میں لا کر کھڑا کر دیں گے تو اس وقت کفار و مشرکین جن کے سامنے ان کا بھیانک انجام نظر آ رہا ہوگا وہ گھبراہٹ میں مجنونانہ حرکتوں میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ تمام کفار و مشرکین کو اور ان لوگوں کو جمع فرمائیں گے جو ایک اللہ کی عبادت و بندگی چھوڑ کر غیر اللہ کو اپنا معبود بنائے بیٹھے تھے اور ان کو اس بات پر ناز تھا کہ یہ غیر اللہ ان کے کام آئیں گے اور ان کو اللہ کے عذاب سے بچالیں گے۔

اللہ تعالیٰ سب سے پہلے ان جھوٹے معبودوں سے پوچھیں گے کہ یہ لوگ جو تمہارے سامنے کھڑے ہیں کیا تم نے ان سے کہا تھا کہ ایک اللہ کو چھوڑ کر تمہاری عبادت و بندگی کریں یا یہ لوگ خود ہی تمہاری بندگی کرنے لگے تھے اور تمہارے دھوکے میں آگئے تھے؟۔ان سب کا ایک ہی جواب ہوگا کہ اے اللہ آپ کی ذات ہر طرح کے عیب سے پاک ہے، آپ کی بڑی شان ہے، آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم تو بے بس اور مجبور تھے۔ انہوں نے خود ہمیں اپنے ہاتھوں سے گھڑ کر ہماری عبادت و بندگی شروع کر دی تھی۔ ہماری کیا مجال تھی کہ ہم انہیں اپنی عبادت و بندگی پر مجبور کر سکتے۔

اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنی دولت اور راحت و آرام کی دیوانگی میں آپ کی بندگی چھوڑ کر ہمیں اپنا معبود بنا لیا تھا۔ یہ خود اس کے ذمہ دار ہیں۔ اللہ کے بھرے دربار میں جب یہ جھوٹے معبود ان کو ٹکا سے جواب دیں گے اس وقت حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ اب تم کیا کہتے ہو؟ وہ معبود جنہیں اپنا سہارا اور سب کچھ سمجھ رہے تھے وہ تو تمہاری عبادت و بندگی کو حماقت و جہالت اور نادانی قرار دے رہے ہیں۔

ارشاد ہوگا تمہارا اعمال نامہ تمہارے سامنے ہے اب اسی کے مطابق سارے فیصلے کئے جائیں گے اب تمہارا کوئی حامی اور مددگار نہیں ہوگا۔

دوسرے مسئلے کا اللہ نے یہ جواب دیا ہے کہ اللہ نے تمام انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے انسانوں ہی کو نبی اور رسول بنا کر بھیجا ہے کیونکہ انسانوں کی ہدایت و رہبری کے لئے انسان ہی ایک نمونہ عمل بن سکتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور دوسرے بہت سے انبیاء کرامؑ کو بھیجا جو سب کے سب انسان ہی تھے جو کھانا بھی کھاتے تھے، بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے اور بیوی بچے بھی رکھتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی طرف وحی کی جاتی تھی جو ان کا اتنا بڑا امتیاز اور عظمت ہے کہ اس کے سامنے بہت سی عظمتیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

اگر اللہ تعالیٰ کسی فرشتے یا مال دار شخص کو نبی بنا کر بھیجتے جو زبردستی لوگوں پر رعب جما کر دھونس اور دھاندلی سے اپنی بات منواتا تو یہ بات اللہ کی مصلحت کے خلاف ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ ہر شخص اپنی عقل و فہم استعمال کر کے ایمان کا راستہ منتخب کرے تاکہ اس کی دنیا اور آخرت سنور جائے اور ابدی راحتیں نصیب ہو جائیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿٢١﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿٢٢﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿٢٣﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿٢٤﴾ وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿٢٥﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ﹰالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿٢٦﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿٢٧﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿٢٨﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿٢٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٢١ تا ٢٩

اور جو لوگ ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے انہوں نے کہا ہمارے اوپر فرشتے کیوں نازل نہیں کئے جاتے؟ یا ہم اپنے رب کو (کھلی آنکھوں سے) کیوں نہیں دیکھ سکتے؟ بے شک انہیں اپنے بارے میں بڑا گھمنڈ ہے اور شرارت میں وہ بہت سر چڑھ گئے ہیں۔ اور جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے تو وہ دن مجرموں کے لئے کوئی خوشی کا دن نہ ہوگا۔ وہ کہیں گے کہ (اے پروردگار) ہمارے اور اس

(عذاب) کے درمیان کوئی پناہ کی جگہ مل جائے۔ اور ہم ان کے کئے ہوئے کاموں کی طرف متوجہ ہوں گے ہم ان کے اعمال کو اڑتا غبار بنا دیں گے۔

اس دن جنت والے بہترین ٹھکانے اور عمدہ آرام گاہوں میں ہوں گے۔ اور جس دن آسمان بادل کے اوپر سے پھٹ جائے گا۔ اور لگا تار فرشتے اتارے جائیں گے اس دن کی سچی بادشاہت رحمٰن کے لئے ہوگی۔ اور وہ دن کفار پر بڑا مشکل دن ہوگا۔ اور اس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو چبا ڈالے گا اور کہے گا کہ اے کاش! میں رسول کے ساتھ ہو کر صحیح راستہ اختیار کر لیتا۔ ہائے میری بدنصیبی! میرے لئے کیا اچھا ہوتا کہ میں نے فلانے کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا جس نے اس وقت جب کہ مجھے نصیحت پہنچ چکی تھی بھٹکا دیا اور شیطان تو انسان کے لئے بڑا دغاباز ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱ تا ۲۹

لاَ یَرْجُوْنَ — وہ امید نہیں رکھتے ہیں۔

لِقَاءٌ — ملاقات۔

عُتُوٌّ کَبِیْرٌ — بہت زیادہ۔ حد سے زیادہ بڑھنا۔

لاَ بُشْرٰی — خوشخبری نہیں ہے۔

حِجْرٌ — کوئی روک۔ کوئی آڑ۔

مَحْجُوْرٌ — آڑ کھڑی کر دی گئی۔

قَدِمْنَا — ہم آگے آئے۔

هَبَاءٌ — وہ ذرات جو سورج چمکنے سے نظر آتے ہیں۔

مَنْثُوْرٌ — اڑایا ہوا۔ پھیلایا ہوا۔

مُسْتَقَرٌّ	ٹھکانا۔
مَقِيْلٌ	آرام کی جگہ۔
تَشَقَّقُ	پھٹ جائے گی۔
اَلْغَمَامُ	بادل۔
عَسِيْرٌ	سخت۔مشکل۔
يَعُضُّ	کاٹے گا۔
يٰلَيْتَنِيْ	اے کاش کہ میں۔
يٰوَيْلَتٰى	ہائے میری بدنصیبی۔
خَلِيْلٌ	دوست۔
اَضَلَّنِيْ	مجھے بہکا دیا۔
خَذُوْلٌ	دغاباز۔چھوڑ جانے والا۔

تشریح: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۹

جولوگ اللہ پر، آخرت اوراس کے رسول پرایمان ویقین رکھتے ہیں انہیں کسی محسوس دلیل اور معجزے کی ضرورت نہیں ہوتی اور جن لوگوں کو محض باتیں بنانا اور عمل سے فرار اختیار کرنا ہے وہ طرح طرح کی نشانیوں کا مطالبہ کرتے ہیں ان کی غیر سنجیدگی اور بے عقلی کی انتہا یہ مطالبہ ہے کہ ہم رسولوں کو مان تو لیں مگر اس کی شرط یہ ہے کہ یا تو فرشتے خود آ کر ہمیں بتائیں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔یا خود اللہ تعالیٰ ہی آ کر اس کی تصدیق کر دیں تو ہم ماننے کے لئے تیار ہیں فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے یعنی وہ اپنے تکبر، غرور اور بڑائی میں اس قدر ڈوب چکے ہیں کہ انہیں یہ بھی یاد نہیں رہا کہ جب اللہ کے فرشتے اور خود

اللہ رب العالمین ان کے سامنے ہوں گے تو ان مجرمین کے لئے وہ کوئی خوش خبری کا دن نہ ہوگا بلکہ ان کو جب سامنے سے آتا ہوا عذاب اور اس کی ہولنا کی نظر آئے گی تو وہ چلا اٹھیں گے کہ اے ہمارے رب ہم سے خطا ہوگئی ہے اور وہ چلا چلا کر کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے اور اس کے درمیان کوئی پناہ کی جگہ بنا دیجئے جس میں ہم چھپ سکیں۔ لیکن اس دن یہ حال ہوگا کہ لوگوں کے اعمال بھی اڑتا ہوا غبار بن جائیں گے اور اہل جنت بہترین ٹھکانوں اور آرام گاہوں میں عیش و آرام کر رہے ہوں گے۔ اس دن آسمان پھٹ کر ایک رقیق بادل کی شکل اختیار کر لے گا۔ جس کے چاروں طرف فرشتے ہوں گے۔ یہ بادل ایک سائے کی طرح آسمان سے آئے گا جس میں اللہ کی تجلیات ہوں گی۔ میدان حشر قائم ہوگا اور ہر شخص کو اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا۔ اس وقت کفار و مشرکین اور گناہ گاروں کی ساری خوش گمانیاں دور ہو جائیں گی اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ حقیقی بادشاہت و سلطنت صرف اللہ کی ہے۔ یہ دن ظالموں کے لئے بڑا بھاری دن ہوگا جب یہ لوگ رنج و غم میں اپنے ہاتھوں تک کو چبا ڈالیں گے ان کی زبان پر صرف یہی ہوگا کہ کاش ہم نے رسول کی اطاعت و فرماں برداری کا اقرار کر لیا ہوتا اور ان لوگوں کا کہنا مانا ہوتا جنہوں نے دوست بن کر ہمیں تباہ و برباد کر دیا کاش ہم ایسے لوگوں کو اپنا دوست نہ بناتے جنہوں نے ایک سیدھے راستے کی ہدایت آ جانے کے بعد ہمیں راہ مستقیم سے بھٹکا دیا اور یہ سب کچھ اس دغا باز شیطان کا کام ہے جو لوگوں کو صراط مستقیم سے ڈگمگا دیتا ہے۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۗ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿۳۳﴾ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۳۴﴾

مع ۷

۳ ع ۱۴ ۱

ترجمہ: آیت نمبر ۳۰ تا ۳۴

اور رسول (ﷺ) کہیں گے کہ اے میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو بالکل چھوڑ دیا تھا۔ (اے نبی ﷺ) ہم اس طرح گناہ گاروں میں سے ہر نبی کے دشمن بناتے رہے ہیں۔ اور آپ کا پروردگار ہدایت دینے اور مدد کرنے کے لئے کافی ہے۔

اور کافروں نے کہا کہ اس قرآن کو اس پر ایک ہی مرتبہ نازل کیوں نہیں کیا گیا۔ اللہ نے فرمایا یہ اس لئے ہے تاکہ ہم اس قرآن کے ذریعے آپ کے دل کو قوی رکھیں اور ہم نے اس قرآن کو آہستہ آہستہ پڑھ کر سنایا ہے۔ یہ کفار آپ سے کیسے ہی انوکھے اور عجیب سوال کریں۔ ہم اس کا ٹھیک اور بہتر جواب دے ہی دیتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے چہروں کے بل جہنم میں گھسیٹے جائیں گے ان کا ٹھکانا بھی برا ہے اور یہ راستے سے بھی بھٹکے ہوئے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۰ تا ۳۴

مَهْجُوْرٌ چھوڑا ہوا۔ چھوڑا گیا۔

عَدُوٌّ دشمن۔

هَادِیٌ ھدایت دینے والا۔ راستے دکھانے والا۔

نَصِیْرٌ مدد کرنے والا۔

نُزِّلَ اتارا گیا۔

جُمْلَةً وَّاحِدَةً ایک ہی مرتبہ۔

نُثَبِّتُ ہم مضبوط کریں گے۔

فُؤَادٌ دل۔

رَتَّلْنَا ہم نے آہستہ پڑھا۔

اَحْسَنُ بہترین۔

تشریح: آیت نمبر ٣٠ تا ٣٤

جب کوئی قوم علم وعمل سے دور اور جہالت سے قریب ہوتی ہے تو ان میں ایک خاص ٹیڑھے پن کا مزاج پیدا ہو جاتا ہے اور وہ سوائے بے تکی بحثوں، کٹ حجتیوں، ضد، بے فائدہ سوالات اور بے عملی کے کچھ بھی نہیں کرتے۔ ان کو سچائی اور بھلی بات سے نفرت اور ہر جہالت سے خاص دلی لگاؤ ہوتا ہے۔ وہ ہر وقت اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ ہر سچی بات کو لوگوں کی نظروں میں بے قیمت بنا دیا جائے اور ہر جھوٹی بات کو خوبصورت رنگ دے کر لوگوں کی نگاہوں میں باعظمت بنا دیا جائے۔

چنانچہ جب نبی کریم ﷺ نے کفار مکہ کے سامنے قرآن کریم کی سچی اور حقیقی تعلیم کو پہنچانے کی جدوجہد فرمائی تو جہالت میں ڈوبے ہوئے عرب معاشرہ میں ہر ایک کی ایک ہی کوشش رہتی تھی کہ نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ اور قرآن کریم کی سچائیوں کو بے قیمت بنا دیا جائے اور اتنے بے تکے اعتراضات اور الزامات کی بوچھاڑ کر دی جائے اور ایسے ایسے سوالات کئے جائیں کہ لوگ سوچنے پر مجبور ہو جائیں کہ ان سچائیوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

آپ نے گذشتہ آیات میں پڑھ لیا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کو جادوگر، مجنون، کاہن، کسی جادو کے زیر اثر اور بہکا ہوا انسان ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ آپ کی لائی ہوئی تعلیمات کو لوگوں کی نظروں سے گرانے کے لئے کہتے تھے کہ یہ قرآن کیا ہے؟ یہ تو ہمارے گذرے ہوئے بزرگوں کے قصے کہانیاں ہیں جن کو اللہ کا کلام کہہ کر پیش کر دیا جاتا ہے اور نعوذ باللہ اس کلام کو آپ خود ہی گھڑ کر پیش کر دیتے ہیں۔ جو نبی گذرے ہیں ان پر چند روز میں پوری پوری کتابیں نازل کی گئی تھیں یہ کیسا قرآن ہے کہ تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا جا رہا ہے۔ اور مکمل ہونے کا نام ہی نہیں لیتا۔

اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کے بے تکے سوالات اور باتوں کا بھرپور جواب دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اے ہمارے پیارے حبیب (ﷺ) آپ ان کی باتوں کی پروانہ کیجئے کیونکہ یہ لوگ اس سے زیادہ نہ سوچ سکتے ہیں اور نہ کر سکتے ہیں۔ آپ اللہ کے دین کو پہنچانے کی کوشش اور جدوجہد کرتے رہیے۔ اس طرح کی باتیں تو ہر اس شخص کے ساتھ پیش آتی ہیں جو حق وصداقت کے راستے پر چلتا ہے۔

چنانچہ جب بھی اللہ کے نبی اور رسول آئے ہیں ان پر ان کی قوم کے جاہلوں اور مفاد پرستوں نے اسی طرح کے اعتراضات کئے ہیں اور نبیوں کی دشمنی میں بہت آگے تک جا پہنچے تھے۔ کفار کے اس اعتراض کا جواب کہ قرآن ایک دم نازل کیوں نہیں کیا گیا فرمایا کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ آپ کا دل قوی اور مضبوط رہے یعنی ہر شخص کے دل میں اس قرآن کی سچائی کو اتار دیا جائے۔ ہر شخص اس کو پڑھ کر، سمجھ کر اور عمل کر کے نہایت مضبوطی اور اخلاص سے اس کو اپنے دل میں جمالے اور یاد کر لے۔ اگر ذرا بھی غور کیا جائے تو یہ حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ آپ سے پہلے جتنی کتابیں نازل کی گئی ہیں وہ وقتی طور پر ہدایت و رہنمائی کے لئے اتاری گئی تھیں۔ چونکہ قرآن کریم کو قیامت تک محفوظ رکھنا تھا تو قرآن کی آیات کو آہستہ آہستہ نازل کیا گیا۔ قرآن کریم کی چند آیات نازل ہوتی تھیں۔ صحابہ کرامؓ ان کو یاد کرلیا کرتے تھے، ان کو سمجھ کر عمل کر کے اپنے دل کا نور بنالیا کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن کریم کی آیات کے لاکھوں حافظ پیدا ہو گئے۔ اور جہری نمازوں میں پڑھے جانے سے اور بھی قرآن کریم کا ورد جاری ہو گیا اور قرآن کریم کی ہر آیت عمل میں ڈھل کر آسان ہو گئی۔

اس کے برخلاف وہ لوگ جو نبی کریم ﷺ اور قرآنی تعلیمات سے دشمنی کا انداز اختیار کئے ہوئے تھے فرمایا گیا کہ ان کا انجام بہت بھیانک ہے کیونکہ جب قیامت کے دن ایسے لوگوں کو چہروں کے بل گھسیٹ کر جہنم میں جھونکا جائے گا تو اس وقت ان کو معلوم ہوگا کہ انہوں نے وقتی فائدوں کے پیچھے پڑ کر اپنے لئے آخرت میں کس قدر برا اور گھٹیا مقام بنایا ہے۔ لیکن اس وقت شرمندہ ہونے سے ان کو کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ شکوہ کریں گے الٰہی! جب میں نے اپنی قوم کو سچائی پر لانا چاہا تو انہوں نے اس کو ماننے اور اس پر عمل کرنے سے صاف انکار کر دیا اور قرآنی تعلیمات کے انکار نے انہیں حقیقت سے بہت دور کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کی پرواہ نہ کیجئے کیونکہ اللہ نے ہر نبی کے دشمن پیدا کئے ہیں لیکن جن لوگوں نے بھی اسلام دشمنی میں ان شیطانوں کی پیروی کی ہے ان کی آخرت برباد ہو کر رہی۔ ان ہی باتوں کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عرض کریں گے الٰہی! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا یعنی میں نے آپ کا کلام ان تک پہنچانے کی جدوجہد کی مگر انہوں نے اس پر عمل کرنے سے صاف انکار کر دیا اور دشمنی میں بہت آگے نکل گئے تھے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ اس سے نہ گھبرائیں کیونکہ اس طرح کے گناہ گاروں نے ہمیشہ دین اسلام اور نبیوں کی اسی طرح دشمنی کی ہے لیکن اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو ہدایت دینا چاہتا ہے اور جو لوگ چاہتے ہیں کہ وہ سچائی کے راستے پر چلیں اور ہدایت حاصل کریں اللہ تعالیٰ ان کو توفیق ضرور عطا فرماتا ہے۔ اور ان کفار کا یہ کہنا کہ ہم نے اس قرآن کو ایک دم کیوں نازل نہیں کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ وحی کا یہ سلسلہ جتنے عرصے بھی قائم رہے گا اس سے آپ کے دل کو قوت و طاقت ملتی رہے گی کیونکہ کفار اسلام دشمنی میں جتنے آگے جاتے رہیں

گے اللہ ان کی بروقت گرفت کر سکے گا اور اس طرح آہستہ آہستہ قرآن کے اترنے سے آپ کی ڈھارس بھی بندھی رہے گی۔ آپ ان کفار کو اعتراضات کرنے دیجئے ہم ان کے ہر اعتراض کا جواب دیتے رہیں گے۔ فرمایا کہ ان لوگوں کو اپنا برا انجام سامنے رکھنا چاہیے۔ جب قیامت کے دن فرشتے ان کفار اور اسلام دشمنوں کو چہروں کے بل گھسیٹ گھسیٹ کر جہنم میں ڈالیں گے تو ان کو اندازہ ہو جائے گا کہ انہوں نے اپنے لئے کتنے برے ٹھکانے کا انتخاب کیا تھا اور راستے سے بھٹکنے کا برا انجام کتنا بھیانک ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ
وَزِيْرًا ﴿۳۵﴾ فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۖ فَدَمَّرْنٰهُمْ
تَدْمِيْرًا ﴿۳۶﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ
لِلنَّاسِ اٰيَةً ۖ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۷﴾ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۟
وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ
الْاَمْثَالَ ۖ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ
اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۚ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا
يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾ وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۖ اَهٰذَا
الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْ
لَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۚ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ
مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ۖ اَفَاَنْتَ
تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ﴿۴۳﴾ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ
اَوْ يَعْقِلُوْنَ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۵ تا ۴۴

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی اور ہم نے ان کے بھائی ہارونؑ کو ان کا مددگار بنایا تھا۔ پھر ہم نے کہا کہ تم دونوں ان (لوگوں) کے پاس جاؤ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہے۔ پھر ہم نے ان (منکرین حق) کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

اور قوم نوحؑ (کو بھی ہم نے ہلاک کیا) جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں غرق کر دیا۔ اور ہم نے ان (کی زندگی) کو نشان (عبرت) بنا دیا۔ اور ہم نے ظالموں کے لئے بدترین عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اور قوم عاد، قوم ثمود اور کنویں والے اور ان کے درمیان اور بہت سی قومیں تھیں ہم نے ہر ایک کے واسطے طرح طرح کے مضامین بیان کئے اور ہم نے (ان کی نافرمانی پر) ہر ایک کو تہس نہس کر ڈالا اور یہ (کفار مکہ) اس بستی پر سے ہو کر گذرتے ہیں جس پر بری طرح پتھروں کی بارش کی گئی کیا پھر وہ اس کو دیکھتے نہیں رہتے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر یقین نہیں رکھتے۔

اور جب وہ آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کا مذاق اڑاتے ہیں۔ (طنزیہ یہ کہتے ہیں کہ) یہی وہ ہے جس کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ اس نے تو ہمیں ہمارے معبودوں کی طرف سے ہٹا دیا ہوتا اگر ہم اس پر جمے نہ رہتے۔ (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ) وہ بہت جلد جان لیں گے جب وہ عذاب کو دیکھیں گے کہ کون راستے سے بھٹکا ہوا ہے۔

(اے نبی ﷺ) کیا آپ نے اس شخص کی حالت کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ تو کیا آپ ایسے (خواہش پرستوں کی) ذمہ داری لے سکتے ہیں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے یا عقل سے کام لیتے ہیں وہ تو محض چوپائے جانور ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گذرے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۵ تا ۴۴

اَخَاہُ — اس کا بھائی۔

وَزِيْرٌ	بوجھ اٹھانے والا۔ مددگار۔
دَمَّرْنَا	ہم نے تباہ کر دیا۔
تَدْمِيْرٌ	اچھی طرح تباہ کرنا۔
اَعْتَدْنَا	ہم نے تیار کر دیا۔
قُرُوْنٌ(قَرْنٌ)	قومیں۔ جماعتیں۔
اَصْحٰبُ الرَّسِّ	کنویں والے۔
تَتْبِيْرٌ	اچھی طرح تباہ کرنا۔
اُمْطِرَتْ	برسایا گیا۔
مَطَرُ السَّوْءِ	بدترین بارش۔
نُشُوْرٌ	مرنے کے بعد زندہ ہونا۔
هُزُوٌ	مذاق ۔ ہنسی۔ اڑانا۔
بَعَثَ	اس نے بھیجا۔
كَادَ	قریب ہے۔
صَبَرْنَا	ہم جمے رہے۔
اَضَلُّ	زیادہ گمراہ۔

تشریح: آیت نمبر ٣٥ تا ٤٤

دنیا میں ہر ظالم و جابر اور قوت و طاقت رکھنے والے شخص کی یہ دلی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ اس کی خواہش کے غلام اور حکم

کے بندے بن کر رہیں۔ وہ لوگوں کو جدھر چلانا چاہیں لوگ اسی طرف چلیں۔ ہر جگہ ہر موقع پر اس کی ہر بات کو مانا جائے۔ لیکن اگر اس کے برخلاف ہو تو وہ غرور و تکبر کا پیکر بن کر بے کس و بے بس لوگوں کو زبردستی اپنے سامنے سر جھکانے پر مجبور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ اس خواہش کو پورا کرنے اور اپنے اقتدار و قوت کو بچانے کے لئے ننھے اور معصوم بچوں کو ذبح کرنا پڑے تو اس میں ذرا بھی شرم محسوس نہیں کرتا۔ وہ لوگوں کی گردنوں پر سوار رہنے کے لئے کبھی جھوٹے معبودوں کبھی چاند، سورج، ستاروں اور پتھر کے بے جان بتوں کے سامنے جھکانے کی کوشش کرتا ہے۔ آگ کی پرستش اور شجر و حجر کو ان کا معبود بنا دیتا ہے۔ بادشاہ بن بیٹھتا ہے اور اقتدار کے نشے میں خود ہی معبود بن جاتا ہے۔

لیکن ایسے لوگ وقتی خوش حالیوں میں ایسے بدمست ہو جاتے ہیں کہ ان کو اپنا انجام یاد نہیں رہتا۔ وہ ہر اس تحریک کو کچل ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں جو ان کی خواہشوں میں رکاوٹ بنتی ہے۔ غرضیکہ وہ مال و دولت اور حکومت و سلطنت کے حاصل کرنے کے لئے جانوروں کی سطح سے بھی نیچے پہنچ جاتے ہیں۔

جب نبی کریم ﷺ نے جہالت میں ڈوبی ہوئی قوم کو دین اسلام کی سچائیوں کی طرف بلانے کی جدوجہد کی تو ابتدا میں کفار مکہ نے آپ کا اور آپ کے ارشادات کا مذاق اڑایا۔ آپ پر پھبتیاں کسیں اور یہاں تک کہہ دیا کہ ان پر کسی جن یا جادو کا اثر ہو گیا ہے جس سے یہ بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے ہمارے حبیب ﷺ! آج یہ کفار جو کچھ کر رہے ہیں یا کہہ رہے ہیں وہ ایسی کوئی نئی بات نہیں ہے کہ جو اس سے پہلے انبیاء کرامؑ سے نہ کہی گئی ہو۔ ایسا ہوتا رہا ہے اور قیامت تک ہوتا رہے گا کیونکہ حق و صداقت کی ہر آواز سے باطل پرستوں کے ایوانوں میں زلزلے آجاتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ نبیوں کی سچی بات سن لی گئی تو پھر ہماری سرداریوں اور چودھراہٹوں کا کیا ہوگا۔

فرمایا کہ اہل مکہ تو شام و فلسطین جاتے ہوئے ان بستیوں کے کھنڈرات کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ جو کبھی آباد تھیں، لوگوں کی چہل پہل تھی، مال و دولت کے ڈھیر تھے، لوگ خوش حالیوں میں مست تھے لیکن جب انہوں نے اللہ کی نافرمانیوں کی انتہاء کر دی تب اللہ نے ان کی بستیوں کو ان کی نافرمانیوں اور گناہوں کی وجہ سے مٹی کا ڈھیر بنا کر رکھ دیا اور آج ان شہروں کے کھنڈرات عبرت کا نمونہ بنے ہوئے ہیں لیکن پھر بھی یہ کفار اس سچائی پر غور و فکر نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے ان ہی سب باتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰؑ کو توریت جیسی کتاب عطا فرمائی اور ان کے بھائی حضرت ہارونؑ کو نبی بنا کر ان کا مددگار بنایا۔ دونوں ہمارے حکم سے فرعون کے دربار میں پہنچے، فرعون کو

سمجھایا مگر وہ اپنے اقتدار کی بدمستی میں حق وصداقت کی کوئی بات سننے کے لئے تیار نہ ہوا اور اس نے ہر طرح کے ظلم وستم کی انتہاء کردی۔ آخر کار اللہ کا وہ فیصلہ آ گیا جو نافرمان قوموں کا مقدر ہوا کرتا ہے اور اللہ نے حضرت موسیٰؑ اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرمادی اور فرعون، اس کے ساتھیوں اور قوت اقتدار کو سمندر میں غرق کر کے نشان عبرت بنادیا۔

حضرت نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال تک مسلسل اللہ کے دین اور اس کی سچائیوں کو دلوں میں اتارنے کی جدوجہد فرمائی۔ آپ نے ہر طرح اپنی قوم کو سمجھایا مگر وہ کسی بات کو ماننے کے لئے تیار ہی نہ ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو ایک بڑی کشتی بنانے کا حکم دیا جس میں تمام اہل ایمان کو اور ہر جانور کے ایک ایک جوڑے کو رکھنے کا حکم دیا۔ بعض روایات کے مطابق حضرت نوحؑ کی کشتی میں کل تین سو تیرہ اہل ایمان سوار ہوئے بقیہ تمام لوگوں کو پانی کے اس طوفان میں غرق کر کے مقام عبرت بنادیا۔

قوم عاد نے دنیا پر ایک ہزار سال تک حکومت کی۔ قوم ثمود نے اپنے معیار زندگی کو انتہائی بلند کیا۔ وہ صنعت وحرفت میں بہت آگے جا چکے تھے اور بیس بیس منزلہ بلڈنگیں پہاڑ کاٹ کاٹ کر بنایا کرتے تھے۔ بہت سے انبیاء کرامؑ نے ان کی اصلاح کرنا چاہی مگر جب یہ قومیں بھی اللہ کو بھول گئیں اور انہوں نے انبیاء کرامؑ کی تعلیمات کو جھٹلانا شروع کیا تو اللہ کا قہر وغضب ان قوموں پر نازل ہوا اور ان کو جڑ و بنیاد سے کھود کر رکھ دیا گیا۔

حضرت لوطؑ کی قوم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اہل مکہ سے قوم لوط کی برباد بستیاں اور کھنڈرات دور نہیں ہیں وہ جب بھی شام وفلسطین کا سفر کرتے ہیں تو راستے میں قوم لوط کی بستیاں بھی پڑتی ہیں جن کو الٹ کر پتھروں کی بارش کی گئی تھی۔ آج ان کی آباد بستیوں کی جگہ ایک ایسا بے جان (بحر مردار) سمندر ہے جو اپنے اندر کسی جان دار کو برداشت تک نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ اے نبی ﷺ! یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ ان کو اس بات پر یقین نہیں ہے کہ جب یہ مرجائیں گے تو پھر ان کو دوبارہ زندہ بھی ہونا ہے اگر ان کو اس بات کا یقین ہوتا کہ جب یہ مرجائیں گے تو پھر ان کو اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور زندگی کے ایک ایک لمحے کا جواب دینا ہے تو ان کی یہ کیفیت نہ ہوتی۔ آج وہ کفار مکہ آپ کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اچھا تو یہ ہیں وہ جن کو اللہ نے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے؟ یہ تو اچھا ہوا کہ ہم اپنے معبودوں پر جمے بیٹھے ہیں ورنہ اگر ہم اپنی جگہ سے ذرا ہل جاتے اور ان کا کہنا مان لیتے تو نجانے ہمارا اور ہمارے معبودوں کا کیا انجام ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دراصل یہ لوگ اپنی خواہشوں کے غلام بن کر رہ گئے ہیں۔ ان کی خواہشات ہی ان کی معبود ہیں۔ جب یہ حالت ہو جائے تو ان خواہش پرستوں سے کیا امید رکھی جاسکتی ہے جو دیکھ کر سن کر بھی سچائی کو قبول نہیں کرتے تو وہ ان چوپایوں اور جانوروں سے بھی بدتر ہیں جو کم از کم کہیں تو اپنی گردن جھکا دیتے ہیں۔ ان کا تو یہ حال ہے کہ ان میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا کوئی جذبہ ہی باقی نہیں رہا ہے۔ ان کا انجام گذشتہ قوموں سے مختلف نہ ہوگا بلکہ اگر انہوں نے حضرت محمد

مصطفی ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری نہ کی تو ان کی زندگیاں بھی مقام عبرت بن جائیں گی۔

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿٤٥﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿٤٦﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿٤٧﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿٤٨﴾ لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴿٤٩﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿٥٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۵ تا ۵۰

کیا آپ ﷺ نے اپنے پروردگار کی (قدرت کی طرف) دیکھا کہ اس نے کس طرح سائے کو پھیلا دیا۔ اگر وہ چاہتا تو سائے کو ایک حالت پر ٹھہرائے رکھتا۔ پھر ہم نے سورج کو اس کا راستہ بتانے والا بنایا۔ پھر ہم اس سائے کو آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں۔ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے رات کو لباس کی طرح، نیند کو سامان راحت اور دن اٹھ کھڑے ہونے کا وقت بنایا۔ وہی تو ہے جس نے اپنی رحمت (بارش سے) آگے آگے خوش خبری دینے والی ہوائیں بھیجیں۔ اور بلندی (آسمان) سے پاک وصاف پانی برسایا تا کہ اس کے ذریعہ سے مردہ زمین میں جان ڈال دیں اور اپنی مخلوق میں سے بہت سے چوپایوں اور بہت سے آدمیوں کو اس سے سیراب کریں۔ اور ہم نے اس پانی کو ان کے درمیان اس طرح تقسیم کر دیا ہے تا کہ وہ دھیان رکھیں۔ پھر بھی اکثر لوگ ناشکری سے باز نہیں آتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۵ تا ۵۰

مَدَّ پھیلایا۔

اَلظِّلَّ سایہ۔

سَاكِنٌ ٹھرا ہوا۔

دَلِيْلٌ نشانی۔ راستہ بتانے والا۔

قَبَضْنَا ہم نے سمیٹ لیا۔

سُبَاتٌ آرام وراحت کی چیز۔

اَلرِّيَاحَ ہوائیں۔

طَهُوْرٌ پاکیزہ۔ صاف ستھرا۔

بَلْدَةٌ بستی۔ شہر۔

اَنْعَامٌ چوپائے جانور۔

اَبٰى انکار کیا۔

تشریح: آیت نمبر ۴۵ تا ۵۰

اللہ تعالیٰ کا نظام و انتظام ایسا ہے کہ وہ ہر آن اس کائنات کی کیفیات اور حالات کو تبدیل کرتا رہتا ہے تا کہ انسان یکسانیت سے اکتا نہ جائے کبھی دن کبھی رات، کہیں بہار اور کسی جگہ خزاں، کبھی سردی کبھی گرمی یا برسات۔ اگر اللہ تعالیٰ ایک ہی کیفیت رکھتا تو زندگی بے کیف ہو کر رہ جاتی۔

اللہ تعالیٰ نے سائے کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک سایہ ہوتا ہے جو گھٹتا بڑھتا رہتا ہے اور جب دن کا پورا

اجالا پھیل جاتا ہے تو سایہ تقریباً ختم ہو جاتا ہے۔ سائے کا پیدا ہونا، گھٹنا، بڑھنا اور سکڑنا سورج کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اگر آسمان پر بادل چھا جائیں تو سورج ہونے کے باوجود سائے کا وجود نہیں ہوتا۔ اس طرح کائنات پر مختلف کیفیات آتی رہتی ہیں۔ اللہ کو اس بات پر پوری قدرت حاصل ہے کہ اگر وہ چاہتا تو یہ سایہ ایک ہی طرح رہتا مگر اس نے ہر جگہ اپنی قدرت کا مظاہرہ فرمایا ہے تا کہ ہر شخص اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے اور ذہن میں بٹھا لے کہ یہ سب کارخانہ قدرت اللہ کے قبضے اور اختیار میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دوسری مثال رات اور دن کے آنے جانے کی بیان کی ہے۔ فرمایا کہ دن اور رات کے آنے اور جانے میں بھی اللہ کی قدرتیں صاف نظر آرہی ہیں۔ فرمایا کہ نینداس لباس کی طرح ہے جو انسانی وجود کو ڈھانپ لیتی اور اس کو چاروں طرف سے گھیر لیتی ہے۔ جب یہ نیند آتی ہے تو انسان کتنا ہی تھکا ماندہ ہو وہ کچھ دیر میں پرسکون اور تازہ دم ہو جاتا ہے۔ اس کے اعضا کو سکون ملتا ہے۔ اگر دن ہی دن ہوتا تو آدمی تھک کر اپنا وجود کھو بیٹھتا۔ معلوم ہوا کہ رات دن کی تبدیلی میں انسان کے لئے معاشی اور جسمانی سکون ہے جو اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

تیسری مثال بارش سے دی گئی ہے کہ جب آدمی زمین کی خشکی اور گرمی سے نڈھال ہو جاتا ہے تو اللہ ایسی ٹھنڈی ہوائیں بھیجتا ہے جو طبعیت میں سکون پیدا کر دیتی ہیں اور اس بات کی علامت بھی ہوتی ہیں کہ اب بارش ہونے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ بارش کے ذریعہ نہ صرف مردہ زمین کو ایک نئی زندگی عطا فرماتے ہیں بلکہ بارش کا صاف ستھرا اور پاکیزہ پانی جو ہر طرح کی گندگی سے پاک وصاف ہوتا ہے وہ زمین میں ہی نہیں بلکہ پیاسے انسانوں اور جانوروں میں بھی ایک نئی زندگی پھونک دیتا ہے۔ پھر پانی کو بھی اللہ تعالیٰ ایسے اندازے اور مقدار سے برساتے ہیں کہ جہاں جتنی ضرورت ہے اتنا ہی پانی برستا ہے تا کہ یہ انسانوں کے لئے باعث سکون ہو کیونکہ بہت زیادہ پانی کا برس جانا بھی ایک مشکل اور مصیبت بن جاتا ہے۔ یہ سب اللہ کی قدرت کے نشانات ہیں۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرئیل سے بادلوں کے متعلق پوچھا۔ حضرت جبرئیل نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بادلوں پر جس فرشتے کو مقرر کیا ہے وہ حاضر ہے۔ آپ اس سے جو چاہیں پوچھ سکتے ہیں۔ فرشتے نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ ہمارے پاس جب اللہ کا حکم آتا ہے کہ فلاں بستی میں اتنے اتنے پانی کے قطرات پہنچا دو تو ہم اللہ کے حکم کے مطابق اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ یہ ارشاد فرمانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سمجھنا کہ یہ بارش فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے ہوئی ہے بہت غلط ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ لمبے لمبے سائے، دن اور رات کا بدل بدل کر آنا، نیند کے ذریعے سکون اور دن کے اجالے میں فکر معاش اور بادلوں کا اٹھنا ان کا برسنا یہ سب چیزیں اللہ کو پہچاننے کی نشانیاں ہیں۔ اگر انسان ذرا بھی غور وفکر سے کام لے تو کائنات

میں بکھری ہوئی یہ تمام حقیقتیں ایک اللہ کی قدرت کو پہچاننے کی نشانیاں ہیں۔

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيرًا ﴿٥١﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿٥٢﴾ وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿٥٣﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴿٥٤﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ؕ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ﴿٥٥﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿٥٦﴾ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿٥٧﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ﴿٥٨﴾ ۛۚ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۛۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿٥٩﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ق اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿٦٠﴾ السجدة

التسجدة ۷ ع ۵ ۶ ۳

ترجمہ: آیت نمبر ۵۱ تا ۶۰

اور اگر ہم چاہتے تو (آپ کی مدد کیلئے) ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیجتے۔ پس آپ ان کی

بات نہ مانیئے اور ان کا پوری قوت سے سخت مقابلہ کیجئے۔ وہی تو ہے جس نے دو دریاؤں کو ملا کر چلایا۔ ان میں سے ایک کا پانی میٹھا، پیاس بجھانے والا اور ایک کھاری کڑوا پانی اور ان دونوں کے درمیان ایک پردہ اور ایک مضبوط آڑ بنادی۔ وہی ہے جس نے آدمی کو پانی (نطفہ) سے بنایا۔ پھر اس نے اس کے نسب (نسبی رشتے) اور اس کو سسرال والا بنایا اور آپ کا پروردگار بڑی قدرت والا ہے۔

اور یہ کافر اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت و بندگی کرتے ہیں جو نہ تو ان کو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اور کافر اللہ کے مقابلے میں اس کا (شیطان کا) مددگار ہے۔

(اے نبی ﷺ) ہم نے آپ کو خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا (میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ) جو چاہے اپنے پروردگار تک پہنچنے کا راستہ بنالے۔

(اے نبی ﷺ) آپ اس اللہ پر بھروسہ کیجئے جو زندہ ہے اور اس کو موت نہ آئے گی آپ اس کی پاکی بیان کیجئے۔ وہ خود اپنے بندوں کی خطاؤں کی خبر رکھنے کے لئے کافی ہے۔ وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کو چھ دن میں پیدا کیا۔ پھر وہ عرش پر جلوہ گر ہوا۔ وہ بہت رحم کرنے والا ہے۔ اس کے متعلق کسی باخبر سے پوچھئے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو وہ کہتے ہیں رحمٰن کیا ہے؟ کیا ہم اس کو ہی سجدہ کرنے لگیں جس کو تم کہو گے؟ یہ سجدہ کا حکم ان کی نفرت کو اور بڑھا دیتا ہے۔

لغات القرآن   آیت نمبر ۵۱ تا ۶۰

لَوْ شِئْنَا	اگر ہم چاہتے۔
لَبَعَثْنَا	البتہ ہم ضرور بھیجتے۔
لَا تُطِعْ	کہا نہ مانیئے۔

جِهَادٌ كَبِيْرٌ	زوردار مقابلہ۔
مَرَجَ	اس نے ملایا۔
اَلْبَحْرَيْنِ	دو دریاؤں کو۔
عَذْبٌ	میٹھا۔
فُرَاتٌ	خوش گوار۔ پی کر مزہ آئے۔
مِلْحٌ	کھاری۔
اُجَاجٌ	کڑوا۔
حِجْرٌ	آڑ۔ رکاوٹ۔
مَحْجُوْرٌ	جو خود آڑ میں ہو۔
نَسَبٌ	نسب۔ نسبی رشتے۔
صِهْرٌ	شادی کے رشتے۔ سسرال۔
ظَهِيْرٌ	سرکش۔ مقابل۔ پشت پناہی کرنے والا۔
مَا اَسْئَلُ	میں نہیں مانگتا۔
ذُنُوْبٌ (ذَنْبٌ)	گناہ۔ خطائیں۔
سِتَّةُ اَيَّامٍ	چھ دن۔
اِسْتَوٰى	وہ برابر ہوا۔ جلوہ گر ہوا۔
تَاْمُرُنَا	تو ہمیں حکم دیتا ہے۔

نُفُوْرٌ	نفرت۔ ناگواری۔

تشریح: آیت نمبر ۵۱ تا ۶۰

اللہ تعالیٰ نے راہ سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہ ہدایت اور صراط مستقیم پر چلانے کے لئے ہر زمانہ اور ہر ملک میں اپنے ایسے بندوں کو بھیجا ہے جو ساری انسانیت کے خیر خواہ، غم خوار، مخلص، مصلح اور بد اعمالیوں کے برے انجام سے ڈرانے اور نیکیوں پر ابدی جنت اور اس کی راحتوں کے عطا کئے جانے کی خوش خبریاں سنانے آتے ہیں۔ جن کی کوئی دنیاوی غرض اور لالچ نہیں ہوتا بلکہ وہ اللہ کی مخلوق کے لئے دن رات مخلصانہ جدوجہد کرتے رہتے ہیں تا کہ ان کو شیطان کے راستے سے بچا کر رحمٰن کا بندہ بنا دیں۔ تمام نبیوں اور رسولوں کے آخر میں اللہ نے اپنی رحمت خاص سے حضرت محمد ﷺ کو اپنا آخری نبی بنا کر بھیجا ہے تا کہ ساری انسانیت پر اللہ کے پیغام کی تکمیل ہو جائے اور ان کی امت ان کی لائی ہوئی ہدایت سے قیامت تک ساری انسانیت کی رہنمائی کا فرض سرانجام دیتی رہے۔ انبیاء کرامؑ ہر شخص تک اس پیغام کو پہنچا دیتے ہیں کہ اس کائنات کا ایک پتہ بھی اس وقت تک نہیں ہلتا جب تک اس خالق و مالک اللہ کی طرف سے حکم نہیں آجاتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ نرمی اور محبت سے اللہ کا پیغام پہنچاتے رہیے اور کسی کی پروا نہ کیجئے کیونکہ یہ روشنی پھیلنے کے لئے ہے اگر اس میں کوئی رکاوٹ بننے کی کوشش کرتا ہے تو آپ اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیجئے۔

ان ہی باتوں کو ان آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے

اے نبی ﷺ! اگر ہم چاہتے تو آپ کی مدد کے لئے ہر بستی میں ایک مددگار اور ڈرانے والے کو بھیج دیتے لیکن یہ بات اللہ کی مصلحت کے خلاف ہے۔ اس لئے آپ ان کی کسی بات کو نہ مانیئے، اللہ کا پیغام پہنچاتے رہیئے، اور پوری قوت و طاقت سے کفر و شرک کر ڈٹ کا مقابلہ کیجئے۔ یہ اس اللہ کا دین ہے جس نے ساری کائنات کو پیدا کیا ہے اور اس کے انتظام کو وہ بغیر کسی کی شراکت کے چلا رہا ہے۔ اس نے پوری دنیا کے نظام کو پوری طرح تھام رکھا ہے جو اس کی قدرت کی نشانی ہے۔ اس نے دو دریا بنائے جن میں سے ایک دریا کا پانی میٹھا ہے جس سے انسان اور جانور فائدہ حاصل کرتے اور اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ دوسرا دریا کھارے یا کڑوے پانی کا ہے دونوں دریا اس طرح بہہ رہے ہیں کہ میٹھا اور کھارا پانی آپس میں نہیں ملتا۔

علماء نے لکھا ہے کہ دنیا میں سیکڑوں ایسے مقامات ہیں جہاں دو مختلف پانی بہہ رہے ہیں مگر وہ آپس میں نہیں ملتے اور دونوں دریاؤں کی تمام خصوصیات اپنی جگہ برقرار رہتی ہیں۔ فرمایا کہ ان کو سنبھالنے والا کون ہے؟ اگر اللہ کی

قدرت وطاقت نہ ہوتی تو انسان کو میٹھا پانی تک نصیب نہ ہوتا کیونکہ سمندروں اور کھارے پانی کے دریا میٹھے پانی میں اس طرح مل جاتے کہ میٹھے پانی کا وجود تک مٹ جاتا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ خود انسان کا وجود اللہ کی ایک نشانی ہے۔ اللہ نے اس کو ایک معمولی قطرے سے جیتا جاگتا انسان بنا دیا۔ وہ جوان ہو کر شادی کرتا ہے جس سے اس کو سکون ملتا ہے، بیوی، بچے، نسبی اور سسرالی رشتہ داریاں بنتی چلی جاتی ہیں جس سے انسان معاشرہ کا ایک بہترین اور معزز فرد بن کر ابھرتا ہے۔ یہ سب کچھ اللہ کی قدرت کاملہ سے ہوتا ہے اس میں انسانی کوششوں کو دخل نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ ہے جس کی عبادت و بندگی کرنی چاہیے مگر بعض ایسے لوگ ہیں جو اللہ کی قدرت کو جانتے بوجھتے جب اس کے سامنے سر جھکانے اور بندگی کا وقت آتا ہے تو وہ اپنے حقیقی مالک اللہ کو بھول کر غیر اللہ کی عبادت و بندگی کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ وہ ''غیر اللہ'' نہ تو ان کو کوئی نفع پہنچانے کے قابل ہیں اور نہ ان کو کسی طرح کا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ وہ لوگ درحقیقت بتوں کی نہیں بلکہ شیطان کی پیروی کر کے اس کے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں وہ شیطان جو انسان کا کھلا ہوا ازلی دشمن ہے۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ نہایت وضاحت سے اس بات کا اعلان کر دیجئے کہ میں تمہارا مخلص ہوں تا کہ تمہیں خیر خواہی کے ساتھ سیدھے راستے کی ہدایت کروں۔ اس میں میری کوئی ذاتی غرض نہیں ہے میں تم سے دین اسلام کا پیغام پہنچانے کا کوئی معاوضہ یا بدلہ نہیں چاہتا۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ سب مل کر اس راستے پر چلیں جو ان کو جہنم سے بچا کر جنت کی راحتوں سے ہم کنار کر دے۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ تمام معاملات میں اس اللہ پر بھروسہ کیجئے جو زندہ ہے جس کو موت نہ آئے گی۔ وہی تمام حمد و ثنا کا مستحق ہے آپ اسی کی حمد و ثنا کیجئے۔ وہ اپنے تمام بندوں کے حالات اور خطاؤں کو جاننے کے لئے کافی ہے۔ اللہ وہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے وہ سب اسی کا ہے۔ اسی نے چھ دن میں اس دنیا کو پیدا کیا اور پھر اس نے نظام کائنات کو خود سنبھال کر بغیر کسی شرکت اور مدد کے وہ خود اس کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ وہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ جس کو ہر باخبر آدمی اچھی طرح جانتا ہے۔ وہ اللہ رحمٰن و رحیم ہے جو تمام عبادتوں کا مستحق ہے۔ لیکن ان کفار کا یہ حال ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ وہ رحمٰن کو سجدہ کریں تو وہ پوچھتے ہیں کہ یہ رحمٰن کون ہے؟ وہ کفار کہتے ہیں کہ کبھی آپ کہتے ہیں کہ اللہ کی عبادت و بندگی کرو اور کبھی کہتے ہیں کہ رحمٰن کی بندگی کرو کیا آپ کے کئی معبود ہیں اور کیا ہم اسی لئے رہ گئے ہیں کہ آپ جس کی بندگی کرنے کے لئے

کہیں ہم اسی کی بندگی شروع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان عقل کے اندھوں سے یہ فرمایا ہے کہ اللہ اور رحمٰن یہ دو ذاتیں نہیں ہیں بلکہ اللہ ایک ہی ذات ہے اور رحمٰن اس کی سب سے اعلیٰ صفت ہے۔ لیکن ان کفار کا تو یہ عالم ہے کہ جب ان سے اللہ رحمٰن رحیم کی عبادت و بندگی کے لئے کہا جاتا ہے تو ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کا یہ حال ہوتا ہے کہ ان کی نفرتوں میں اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے اور وہ ایک اللہ کی عبادت و بندگی اور سجدہ کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ

جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا ﴿۶۱﴾ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ﴿۶۴﴾ وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۶۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۱ تا ۶۶

وہ بہت برکت والا ہے جس نے آسمان میں برج (بڑے بڑے ستارے) بنائے اور اس نے اس میں چمکتا سورج اور روشن چاند بنایا۔ وہی ہے جس نے رات دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا۔ یہ اس کے لئے ہے جو سوچنے سمجھنے کا ارادہ رکھتا ہو یا شکر ادا کرنا چاہتا ہو۔ اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر وقار (عاجزی و تواضع) کے ساتھ

چلتے ہیں اور جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو وہ سلامتی کی بات کرتے ہیں۔ اور جو اپنے رب کے سامنے سجدے کرنے اور کھڑے رہنے میں رات گذار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کا عذاب دور رکھئے گا۔ بے شک عذاب جہنم ہمیشہ کی تباہی ہے۔ بے شک وہ ٹھہرنے کی جگہ بھی بری ہے اور اس کا مقام بھی برا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۱ تا ۶۶

بُرُوْجٌ (بُرْجٌ) — قلعہ۔ بڑے بڑے ستارے۔

سِرَاجٌ — چراغ۔ سورج۔

قَمَرٌ مُّنِيْرٌ — روشن چاند۔

خِلْفَةٌ — ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے۔

عِبَادُ الرَّحْمٰنِ — اللہ کے بندے۔ رحمٰن کے بندے۔

يَمْشُوْنَ — چلتے ہیں۔

هَوْنٌ — وقار۔ آہستہ اور نرمی۔

خَاطَبَ — خطاب کیا۔ گفتگو کی۔

سَلَامٌ — سلام۔ سلامتی۔

يَبِيْتُوْنَ — رات گزارتے ہیں۔

اِصْرِفْ — دور کردے پھیر دے۔

غَرَامٌ — لپٹ جانا۔ چمٹ جانا۔

سَاءَتْ برا۔

مُسْتَقَرٌّ ٹھکانا۔

تشریح: آیت نمبر ۶۱ تا ۶۶

آپ نے اس سے پہلی آیات میں کفار کا یہ انداز ملاحظہ کرلیا ہے کہ وہ اپنے حقیقی معبود اللہ تعالیٰ کو بھول کر بے حقیقت چیزوں کو معبود بنائے بیٹھے ہیں۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ وہ رحمٰن کی بندگی کریں تو وہ اس سے منہ پھیر کر نفرت وحقارت سے کہتے ہیں کہ کون رحمٰن؟ ہم تو نہیں جانتے کہ رحمٰن کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی مختلف نشانیوں کو بیان کر کے فرمایا کہ رحمٰن وہ ہے جس نے اس پورے نظام کائنات کو سنبھال رکھا ہے۔ وہ بڑی برکت ورحمت والی ذات ہے جس نے نہ صرف زمین وآسمان کو پیدا کیا بلکہ اس نے بڑے بڑے ستارے اور سیارے بنائے۔

چاند اور سورج سے زمین وآسمان کے اندھیرے دور کر کے روشنیاں پیدا کی ہیں۔ اس نے دن اور رات کے نظام کو اس طرح ترتیب دیا ہے کہ رات کو دن کے پیچھے اور دن کو رات کے پیچھے لگا دیا ہے جو لگاتار ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں۔ اس طرح انسان دن میں محنت مزدوری کر کے اپنی روزی پیدا کرتا ہے اور دن بھر تھکنے کے بعد رات کو آرام کرتا ہے جس سے وہ تازہ دم ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے چاند اور سورج کی منزلیں بنائی ہیں جن میں یہ سیارے حرکت کر رہے ہیں جس کے نتیجے میں دن اور رات کے علاوہ موسم پیدا ہوتے ہیں کبھی سردی کبھی گرمی کبھی جاڑا اور کبھی برسات اور یہ نظام بھی اس طرح مرتب انداز پر چل رہا ہے کہ دنیا کی گھڑیاں اور حساب غلط ہو سکتے ہیں لیکن اللہ نے چاند، سورج کے لئے جو بھی وقت مرتب کر دیا ہے اس میں ایک سیکنڈ کی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ سورج کس رفتار سے چل رہا ہے، چاند کن منزلوں سے گذر رہا ہے، سیارے کس رفتار سے گھوم رہے ہیں، موسم بننے کے اسباب کیا ہیں اگر ان چیزوں کو مشینوں کی آنکھوں سے دیکھا جائے تو انسان بے ساختہ پکار اٹھتا ہے ''وہ ذات بڑی برکتوں والی ہے جو پیدا کرنے میں سب سے بہتر ذات ہے'' ان تمام چیزوں میں اللہ نے انسان کے لئے بڑے فائدے رکھے ہیں مگر فائدے حاصل کرتے وقت وہ اس بات کو بھول جاتا ہے کہ یہ سب کچھ کس نے پیدا کیا ہے اور شیطان کے بہکائے میں آکر بے حقیقت مٹی، پتھر اور لکڑی کے بتوں کو اپنا معبود سمجھنے لگتا ہے۔

اگران تمام چیزوں کو استعمال کرتے ہوئے ذرا بھی اس بات پر دھیان دے لے کہ ہمارا مالک وآقا صرف اللہ ہے تو یہی توحید ہے اسی کا نام علم وعرفان ہے۔لیکن اگر انسان کائنات کی ان نشانیوں کو دیکھنے اور سمجھنے کے باوجود چمگادڑ کی طرح آنکھیں بند کر لے تو وہ بڑی سے بڑی حقیقت پر گذرنے کے باوجود ان سے لاعلم اور بے خبر رہتا ہے۔فرمایا کہ یہ کائنات میں ہر طرح کی تبدیلیاں اس لئے ہیں تا کہ انسانوں کو فائدہ پہنچے اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں پر شکر ادا کر سکے۔

کفار نے پوچھا تھا کہ رحمٰن کون ہے؟ اللہ نے اس کا جواب دے دیا تھا۔ یہاں فرمایا کہ رحمٰن کے بندے کون ہیں؟ ان کی کیا صفات اور خصوصیات ہیں؟

(۱) فرمایا کہ رحمٰن کے بندے وہ ہیں کہ جب وہ زمین پر چلتے ہیں تکبر، غرور اور بڑائی کے انداز پر نہیں بلکہ نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ چلتے ہیں۔ان کی ہر ادا میں تواضع اور عاجزی ہوتی ہے۔

(۲) فرمایا کہ وہ جاہلوں سے الجھنے کے بجائے یہ کہہ کر گذر جاتے ہیں کہ بھائی تم پر سلامتی ہو مراد یہ ہے کہ رحمٰن کے بندے نہ تو خود کوئی جہالت و نادانی کا کام کرتے ہیں اور نہ جاہلوں کی سطح پر اتر کر بات کرتے ہیں بلکہ نہایت وقار، عاجزی اور انکساری سے اللہ کے بندوں میں رلے ملے رہتے ہیں اور جب کوئی جاہل اپنی جہالت کی سطح پر اتر کر بات کرتا ہے تو اس سے الجھنے کے بجائے یہ کہہ کر گذر جاتے ہیں کہ میں تمہارے لئے سلامتی چاہتا ہوں۔

(۳) تیسری صفت رحمٰن کے بندوں کی یہ ہے کہ وہ راتوں کو اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر اس کی رضا و خوشنودی حاصل کرتے ہیں اور طویل رکوع و سجود کر کے اپنی راتوں کو زندہ کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ راتوں کو اس طرح اللہ کے سامنے قیام فرماتے تھے کہ طویل قیام کی وجہ سے پاؤں پر ورم آجاتا اور کبھی کبھی تو وہ ورم پھٹ کر رسنے لگتا تھا۔آپ کے سجدے طویل ترین ہوتے تھے یہاں تک کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ کبھی کبھی تو میں یہ سمجھتی کہ کہیں آپ کی روح پرواز تو نہیں کر گئی۔ میں پاؤں کا انگوٹھا ہلا کر دیکھتی تو اطمینان ہوتا تھا۔کاش نبی کریم ﷺ کی اس سنت اور اللہ کے حکم کی تعمیل میں ہم بھی راتوں کو اللہ کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر اور سجدے کر کے رحمٰن کے سچے بندے بن جائیں۔

(۴) وہ رحمٰن کے بندے اللہ سے یہی درخواست کرتے ہیں کہ الٰہی! ہمیں اس جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھئے گا جو ہمیشہ کی تباہی اور بدترین ٹھکانا ہے۔

رحمٰن کے بندوں کی یہ چار صفات ان آیات میں بیان کی گئی ہیں۔بقیہ صفات کا ذکر اس کے بعد کی آیات میں فرمایا گیا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ
يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ
مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا
بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿٦٨﴾ ۙ
يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ ۖ اِلَّا مَنْ
تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ
حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٧٠﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا
فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿٧١﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَ
اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿٧٢﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ
يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿٧٣﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا
مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿٧٤﴾
اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴿٧٥﴾ ۙ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٧٦﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ
رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿٧٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۷ تا ۷۷

اور وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں نہ تو فضول خرچی کرتے ہیں۔ نہ وہ تنگی اختیار کرتے ہیں اور

وہ اس کے درمیان اعتدال قائم رکھتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جس شخص کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے سوائے حق کے وہ کسی کو قتل نہیں کرتے۔ نہ وہ زنا کرتے ہیں۔ اور جو شخص زنا کرے گا تو اس کو بڑی سزا دی جائے گی۔ قیامت کے دن اس کا عذاب دوگنا کر دیا جائے گا اور وہ اس میں ہمیشہ ذلیل و خوار ہو کر رہے گا۔ سوائے اس کے جس نے توبہ کر لی۔ ایمان لے آیا اور اس نے عمل صالح اختیار کیے تو بے شک اللہ ان کے گناہوں کی جگہ نیکیاں عطا فرمائے گا۔ اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ اور جو شخص توبہ کرتا ہے اور عمل صالح کرتا ہے تو بے شک وہ اللہ کی طرف پوری طرح لوٹ آتا ہے۔

اور وہ لوگ جو فضول اور جھوٹ باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور جب کسی بے ہودہ چیز پر سے گذرتے ہیں تو سنجیدگی (وقار) سے گذر جاتے ہیں۔ اور جب ان کو ان کے رب کا کلام سنایا جاتا ہے تو وہ اس پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں ہماری بیویوں کی طرف سے اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا پیشوا بنا دے۔

یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کے بدلے میں اعلیٰ مقام دیا جائے گا۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہ ٹھہرنے کی بہترین جگہ اور رہنے کا عمدہ ترین مقام ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم میرے رب کی عبادت و بندگی نہیں کرو گے تو میرا ربّ بھی تمہاری پرواہ نہ کرے گا۔ تم نے جھٹلایا۔ پس بہت جلد اس کی سزا لازمی طور پر دی جائے گی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۷ تا ۷۷

اَنۡفَقُوۡا — انہوں نے خرچ کیا۔

لَمۡ یُسۡرِفُوۡا — انہوں نے بے جا نہیں اڑایا۔

لَمْ یَقْتُرُوْا	نہ انہوں نے تنگی کی۔
قَوَامٌ	ٹھرا ہوا۔ اعتدال و میانہ روی۔
یَلْقَ	وہ پڑے گا۔
اَثَامٌ	گناہ۔
یُضٰعَفُ	دوگنا کردے گا۔
مُهَانٌ	ذلیل و خوار۔
مَتَابٌ	لوٹنے والا۔ توبہ کرنے والا۔
لَایَشْهَدُوْنَ	وہ موجود نہیں ہیں۔
اَلزُّوْرُ	جھوٹ۔
لَغْوٌ	فضول۔ بے ہودہ۔
کِرَامٌ	سنجیدگی۔ عزت۔
لَمْ یَخِرُّوْا	وہ نہیں گرتے۔
صُمٌّ	بہرے۔
عُمْیَانٌ	اندھے۔
هَبْ	عطا فرما۔ دے دیجئے۔
قُرَّةٌ	ٹھنڈک۔
اَلْغُرْفَةُ	اونچا مکان۔

تَحِيَّةٌ	دعا۔
مَايَعْبَؤُا	وہ پرواہ نہیں کرتا۔
لِزَامٌ	چمٹنے والی۔

تشریح: آیت نمبر ۶۷ تا ۷۷

ان آیات سے پہلے یہ بیان کیا گیا ہے کہ رحمٰن کے بندے کون ہیں؟ ان سے پہلی آیت میں رحمٰن کے بندوں کی چار صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۵) پانچویں صفت یہ ہے کہ وہ مال و دولت کے خرچ میں راہ اعتدال اختیار کرتے ہیں نہ تو فضول خرچی میں اپنا سب کچھ لٹا بیٹھتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں بلکہ اس کے درمیان کی راہ کو اختیار کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں کئی مقامات پر اس مضمون کو بیان کیا گیا ہے کہ خرچ کرنے میں سب سے اچھی عادت اعتدال و توازن کی ہے کہ نہ تو اس قدر کنجوسی اختیار کی جائے کہ وہ کسی پر ایک پیسہ بھی خرچ نہ کریں اور نہ ان فضول خرچوں کی طرح بن جاتے ہیں کہ جب وہ خرچ کرنے لگتے ہیں تو یہ نہیں سوچتے کہ کہیں ان کو کل دوسروں کا محتاج نہ ہونا پڑ جائے۔

(۶) رحمٰن کے بندوں کی چھٹی صفت یہ ہے کہ وہ کسی کی ناحق جان نہیں لیتے۔ البتہ اگر جان لینے کا حق ہو تو عدالت کے ذریعہ جان لی جاسکتی ہے جس کو شریعت میں قصاص کہا جاتا ہے۔ شریعت نے تو ہمیں کسی جانور کی بھی بلاوجہ جان لینے کا اختیار نہیں دیا ہے۔ انسان تو شریعت کی نظر میں نہایت اہم ہے لہذا رحمٰن کے بندوں کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ ناحق کسی کی جان نہیں لیتے۔

(۷) رحمٰن کے بندوں کی ساتویں صفت یہ ہے کہ وہ ناجائز جنسی تعلق قائم نہیں کرتے (زنا نہیں کرتے) کیونکہ یہ فعل انسانی معاشرہ کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہے۔ جو بھی ایسا کرے گا وہ یقیناً گناہ گار ہے اور اللہ کے عذاب کو دعوت دیتا ہے اور قیامت میں اس کو دوگنی سزا دی جائے گی۔

(۸) آٹھویں صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ حق و صداقت کے پیکر بنے رہتے ہیں اور جھوٹ اور فریب کے قریب سے بھی نہیں گذرتے۔ نہ وہ جھوٹی گواہی دیتے ہیں نہ کسی سے دھوکے بازی اور فریب کا معاملہ کرتے ہیں۔

(۹) رحمٰن کے بندوں کی نویں صفت یہ ہے کہ جب وہ کسی فضول محفل یا جگہ سے گذرتے ہیں تو نہ اس میں شرکت کرتے ہیں نہ ان کی ہمت افزائی کرتے ہیں نہ جھگڑتے ہیں بلکہ بڑے وقار وسنجیدگی سے وہاں سے گذر جاتے ہیں اور اپنی منزل کی فکر جاری رکھتے ہیں۔

(۱۰) رحمٰن کے بندوں کی دسویں صفت یہ ہے ک جب ان کے سامنے اللہ کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے اور ان کو ان آیات پر دھیان دینے کے لئے کہا جاتا ہے تو اس کو نظر انداز نہیں کرتے یا ان پر اندھے بہروں کی طرح بے توجہی سے نہیں گرتے بلکہ پوری پوری توجہ سے سن کر اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۱۱) رحمٰن کے بندوں کی گیارہوں صفت یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر وقت اللہ کی بارگاہ میں یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں ہماری اولاد اور گھر والوں میں ایسی برکت عطا فرما کہ جس سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور ہمیں نیکیوں میں آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرما۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ رحمٰن کے بندے ہیں ان کو ان کی نیکیوں کی وجہ سے اور صبر وتحمل کی وجہ سے ایسے بلند وبالا مکانات اور جنت کی راحتیں عطا کی جائیں گی جن کا وہ اس دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ہر طرف دعائیں اور محبت وسلامتی کے پیغام ہوں گے۔ ان راحتوں اور سکون میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جو اہل ایمان کے لئے بہترین ٹھکانا ہوگا۔

آخر میں یہ فرمایا ہے کہ وہ رب العالمین بے نیاز ہے اگر ساری دنیا مل کر بھی اس کو نہ پکارے گی تو اس کی شان اور عظمت میں کوئی فرق پیدا نہ ہوگا۔ البتہ وہ لوگ جو اللہ کو پکارنے کی سعادت حاصل کر سکتے تھے اور وہ نہیں پکارتے تو وہ اس نیکی سے محروم رہیں گے اور آخرت میں وہ سخت سزا کے مستحق ہوں گے۔

رحمٰن کے بندوں کی مذکورہ صفات پر سورۃ الفرقان کو ختم فرمایا گیا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو رحمٰن کا سچا بندہ بننے کی توفیق عطا فرمائے اور آخرت کی تمام کامیابیاں نصیب فرمائے۔ آمین

الحمد للہ ان آیات کا ترجمہ اور تشریح مکمل ہوئی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۱۹

وقال الذین

سورۃ نمبر ۲۶

الشُّعَرَآءِ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الشعرآء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ نمبر	26
کل رکوع	11
آیات	227
الفاظ وکلمات	1347
حروف	5689

کفار مکہ کے سامنے جب اللہ کا ابدی پیغام پہنچانے کے لیے نبی کریم ﷺ کوشش فرماتے تو آپ ﷺ پر طرح طرح کے اعتراض کیے جاتے اور کفار طرح طرح کے مطالبات کرتے تھے کبھی کہتے کہ اے نبی! اگر آپ سچے ہیں تو مکہ کے چاروں طرف جو پہاڑ ہیں ان کو ہٹا کر میدان بنا دیجیے، چاروں طرف ریگستان ہے ان میں پانی کی نہریں بہا دیجیے یا کم از کم ایک پہاڑ سونے کا بنا دیا ہوتا یا کوئی فرشتہ آپ کے ساتھ ہوتا جو آپ کے ساتھ چلتا۔

سورۃ الشعراء مکہ مکرمہ کے درمیانے دور میں نازل کی گئی ہے جس میں سات جلیل القدر پیغمبروں کی دین اسلام کی سربلندی کے لیے جدوجہد اور ان کی قوم کی نافرمانیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جب ان کی قوموں کا کفر اور شرک انتہاء کو پہنچ گیا تو اللہ نے ان قوموں کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیا اور آج ان کے کھنڈرات ان کی نافرمانیوں کی داستان بن کر نشان عبرت بنے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے بچکانہ مطالبات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی یہ قدرت ہے کہ یہ جیسا کہہ رہے ہیں اللہ ایسا ہی کر دے لیکن جو قرآن جیسی عظیم کتاب اور عظیم صفتوں کے حامل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو دیکھ کر ایمان نہیں لاتے وہ معجزات کو دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں گے۔

ان آیات کو پڑھ کر بعض حضرات معجزات نبوی ﷺ کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو قرآن کریم کے سوا کوئی معجزہ نہیں دیا گیا حالانکہ یہاں اور قرآن کریم میں متعدد مقامات پر صرف یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن کریم ایک ایسا معجزہ ہے جس کے سامنے ساری دنیا کو گونگا کہنے والے خود حیران ہیں کہ ہم وہ زبان کہاں سے لائیں جو قرآن جیسی کتاب کو پڑھ کر اس جیسا قرآن لانے کی کوشش کر سکے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو لاتعداد معجزات دیئے ہیں جن کی تفصیلات احادیث میں بیان فرمائی گئی ہیں۔ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے معجزات لوگوں کی فرمائش پر دکھائے ہوں لیکن اللہ نے آپ ﷺ سے سیکڑوں

فرمایا گیا کہ یہ قرآن کریم قیامت تک ساری انسانیت کی رہبری کرتا رہے گا۔ یہ قرآن سادہ تعلیمات کی کتاب ہے یہ نہ شعر ہے نہ سحر نہ کہانت ہے بلکہ یہ وہ کلام الٰہی ہے جس کو اللہ نے معجزہ بنا کر نازل کیا ہے۔اب یہ ہر انسان کا اپنا کام ہے کہ اس کی تعلیمات سے فائدہ اٹھا کر اپنے لیے دنیا و آخرت کی سعادتیں حاصل کرے یا اپنے لیے دنیا اور آخرت کی بربادیوں اور نحوستوں کو دعوت دے۔

معجزات صادر فرمائے ہیں جن کے گواہ لاکھوں کی تعداد میں صحابہ کرامؓ ہیں۔قرآن کریم نے اس بات پر زور دیا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پہلے بہت سے انبیاء کرامؑ سے معجزات ظاہر ہوئے ہیں لیکن اس کے باوجود کفار ان پر ایمان نہ لائے۔دوسری بات یہ ہے کہ اگر معجزات آنے کے بعد قوم ایمان نہ لائے تو پھر اللہ کا شدید ترین عذاب نازل ہوتا ہے۔کیونکہ اس کے بعد کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی اور ایمان نہ لانے والوں کو سخت سزا دی جاتی ہے۔

چنانچہ سورۃ الشعرا میں سات انبیاء کرامؑ کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ ان کی قوموں نے ان سے معجزات کے مطالبات کیے جب اللہ نے وہ معجزات دکھا دیئے تو کفار و مشرکین نے ان کو جادوگری، کہانت اور شعر و شاعری قرار دیا اور ایمان نہ لائے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان نافرمان قوموں کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان آیات کو سامنے رکھ کر معجزات نبوی ﷺ کا انکار کرنا ایک بہت بڑی جہالت اور ناواقفیت ہے البتہ اللہ تعالیٰ نے اس بات پر زور دے کر فرمایا ہے کہ مکہ والو! تم گزشتہ قوموں کا جیسا مزاج نہ بناؤ جنہوں نے اپنے اپنے نبیوں سے معجزات کے مطالبات کیے اور پھر بھی وہ ایمان نہ لائے جس کی وجہ سے ان کو تہس نہس کر دیا گیا۔

اگر حقیقت میں کسی کو ایمان لانا ہے اور اس میں ایمان لانے کی طلب اور تڑپ ہے تو فرمایا کہ یہ قرآن مبین موجود ہے اس کی آیات، اس کے احکامات بالکل صاف صاف اور واضح ہیں اور حق و باطل کو چھانٹ کر رکھ دیتے ہیں۔اس کی تعلیمات اس قدر صاف، سیدھی اور سچی ہیں کہ ان کو پڑھنے کے بعد ہر شخص نہایت آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ قرآن کریم انہیں کس چیز کی طرف بلا رہا ہے اور کن باتوں سے روک رہا ہے۔اگر وہ اس واضح سچائی کو مانتا ہے تو یہ اس کی سعادت ہے لیکن اگر وہ نہیں مانتا تو کم از کم وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ قرآن کریم کی باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں۔

فرمایا کہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ کفار مکہ اس کلام الٰہی کو پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کے بجائے اس کو شعر و شاعری قرار دیتے ہیں۔فرمایا کہ قرآن کریم نہ شعر ہے نہ سحر ہے نہ کہانت ہے بلکہ زندگی کی سچائیاں ہیں۔

فرمایا کہ عام طور پر شاعر تو وہ ہیں جو گم راہی کے پیروکار ہوتے ہیں ان کے شعروں میں ذاتی فخر و غرور، قومی جہالت،

عورتوں کے حسن و جمال، عشق بازی، شراب نوشی اور فسق وفجور کے سوا کیا ہوتا ہے اور جو بات وہ کہتے ہیں عام طور پر وہ اس پر عمل بھی نہیں کرتے۔ شاعروں کی زندگیاں بے عملی کا شکار ہوتی ہیں البتہ اگر ایمان اور عمل صالح کے ساتھ شاعری ہو تو وہ دوسری بات ہے کیونکہ اس میں شاعری کا انداز بے حقیقت نہیں ہوگا بلکہ اس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا انداز جھلکتا ہوا نظر آئے گا۔

فرمایا کہ نبی کریم ﷺ پر ایک شاعر ہونے اور اشعار کہنے کا جو الزام لگایا جاتا ہے وہ بنیادی طور پر اس لیے غلط ہے کہ قرآن کریم کی تعلیمات راہ ہدایت اور صراط مستقیم ہیں اور حضرت محمد ﷺ کی زندگی ہر شخص کے سامنے ہے آپ میں نہ شاعروں کی ادائیں ہیں اور نہ بے عملی کی زندگی بلکہ آپ ﷺ تو سراپا حسن عمل ہیں۔ آپ ﷺ کا شعر و شاعری اور اس طرح کی گمراہی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

سُوْرَۃُ الشُّعَرَآءِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓمٓ ۝١ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝٢ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ
نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝٣ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ
مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ۝٤
وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ
مُعْرِضِيْنَ ۝٥ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ
يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٦ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ
زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝٧ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝٨
وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝٩

المنزل ٥

ع ۹/۱ ٥

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۹

ط۔س۔م۔ یہ ایک کھلی ہوئی واضح کتاب کی آیات ہیں۔ (اے نبی ﷺ) آپ تو (ان کافروں کے) ایمان نہ لانے (کے غم میں) اپنی جان گھلا ڈالیں گے۔ اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے ایک بڑی نشانی نازل کر دیں جس کے سامنے ان کی گردنیں جھک جائیں۔ اور ان کے پاس رحمٰن کی طرف سے جب بھی کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو وہ اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ یقیناً وہ جھٹلا چکے۔ جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے انہیں بہت جلد اس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ کیا ان لوگوں نے زمین کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اس میں ہر قسم کی چیزیں اگائی ہیں۔ بے شک اس میں بھی ایک

نشانی ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر وہ ہیں جو ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اور بے شک آپ کا پروردگار زبردست (قوت والا) اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۹

اَلْكِتَابُ الْمُبِيْنِ	کھلی اور واضح کتاب
بَا خِعٌ	گھلا ڈالنے والا
ظَلَّتْ	ہوگئی (ہوجائیں)
اَعْنَاقٌ (عُنُقٌ)	گردنیں
خٰضِعِيْنَ	جھکنے والے
مُحْدَثٌ	نئی بات۔ نئی نصیحت
اَنْبٰؤُا	خبریں
اَنْبَتْنَا	ہم نے اگایا
زَوْجٌ كَرِيْمٌ	عمدہ و پاکیزہ جوڑے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۹

سورۃ الشعراء کی ابتداء حروف مقطعات سے کی گئی ہے۔ اس سے پہلے وضاحت کر دی گئی ہے کہ قرآن کریم کی انتیس (۲۹) سورتوں کی ابتداء میں ان حروف کو لایا گیا ہے۔ ان حروف کے کیا معنی ہیں؟ علماء کرام نے فرمایا ہے کہ ان حروف کے معنی کا علم اللہ رب العزت کو ہے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے ان حروف کے معنی نبی کریم ﷺ کو بتا دیئے ہوں مگر نبی کریم ﷺ نے ان حروف کے معنی امت کو نہیں بتائے۔ اگر ان حروف کے معنی بتانا امت کے لئے ضروری ہوتا تو آپ اپنے جاں نثاروں کو ضرور بتا

دیتے۔ علماء مفسرین نے حروف مقطعات کو آیات متشابہات میں شمار فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس حقیقت کو بار بار بیان کیا ہے کہ قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کے فیض صحبت سے ان ہی لوگوں کو ہدایت اور صراط مستقیم پر چلنے کی روشنی عطا کی جاتی ہے جو اپنے دلوں میں حق و صداقت کی طلب اور تڑپ رکھتے ہیں لیکن جنہوں نے ضد، ہٹ دھرمی اور رسول دشمنی کا مزاج بنالیا ہے وہ بڑی سے بڑی سچائی اور صداقت کو کھلی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود اس پر ایمان لاکر ایک اللہ کی عبادت و بندگی اور نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت و محبت اختیار نہیں کرتے حالانکہ کائنات کا ذرہ ذرہ خود اپنے منہ سے اللہ کے خالق و مالک ہونے کی گواہی پیش کر رہا ہے۔ لذت و شیرینی سے بھر پور طرح طرح کے پھل، میوے، ترکاریاں اور غلے، سرسبز و شاداب درخت، پودے اور قسم قسم کے نباتات، لہلہاتے کھیت، زمین، پانی، ہوا ایک ہونے کے باوجود رنگ برنگ کے پھول، پتے۔ پہاڑ، دریا، چاند، سورج، ستارے، صبح و شام اور رات دن کے آنے جانے کا نظام اور خود انسان کا اپنا وجود اور اس کے اردگرد پھیلی ہوئی سیکڑوں نشانیاں عقل و فہم اور تفکر و تدبر کو دعوت نظارہ دیتی نظر آتی ہیں کہ اس پوری کائنات کا نظم و انتظام صرف اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے جو تمام عبادتوں کا مستحق ہے لیکن کھلی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود وہ ان سچائیوں پر ایمان نہیں لاتے۔ جب نبی کریم ﷺ کفار مکہ کے سامنے قرآن کریم کی آیات کی تلاوت فرماتے تو کہتے کہ یہ قرآن تو محض شعر و شاعری ہے۔ کبھی کہتے کہ یہ تو کوئی جادو یا کہانت ہے حد تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کو شاعر و مجنون قرار دیتے تھے۔ آپ کی بیان کی ہوئی سچائیوں کا انکار کر کے طرح طرح کے معجزات کا مطالبہ کیا کرتے تھے۔ حالانکہ قرآن کریم کی کھلی اور واضح آیات جو ایک معجزہ ہی تھیں ان کی موجودگی میں کسی طرح کے معجزے کا مطالبہ کرنا محض ایک بچکانہ سی بات تھی جس کا کوئی جواز نہ تھا مگر ان کے لئے عمل سے بھاگنے کا اس سے بہتر راستہ کوئی نہ تھا۔

نبی اپنی امت کا سب سے زیادہ خیر خواہ اور بھلائی چاہنے والا ہوتا ہے اور دین اسلام کی سچائی پھیلانے کی دن رات جدوجہد کرتا ہے لیکن سوائے چند سعادت مندوں کے ہر ایک انکار کر کے نبی کے پر خلوص جذبے کی ناقدری کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جب اعلان نبوت فرمایا تو علاوہ شدید مصائب اور پریشانیوں کے اپنے بھی غیر بن گئے تھے جس کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کو بہت صدمہ پہنچتا تھا۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کریم کی تمام آیات واضح اور صاف صاف احکامات پر مشتمل ہیں جن میں پاکیزہ اور کامیاب زندگی گذارنے کے پر تاثیر اور بھر پور طریقے ارشاد فرمائے گئے ہیں جن کی وضاحت آپ اپنے حسن عمل اور اعلیٰ کردار سے بھی فرما رہے ہیں۔ اگر وہ قرآن کریم کا انکار کریں اور آپ کو جھٹلائیں تو آپ اس پر اتنا غم نہ کیجئے کہ خیر و بھلائی سے دور بھاگنے والوں کے پیچھے اپنی جان گھلا ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو آسمان سے

کوئی ایسی نشانی نازل کردیتے جس کے سامنے تکبر اور غرور سے گردنیں اکڑانے والوں کی گردنیں جھک جاتیں لیکن ہم زبردستی کسی کو ایمان لانے پر مجبور نہیں کرتے کیونکہ ہم تو یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اللہ کے دیئے ہوئے اختیار اور ارادے کو کس حد تک اور کہاں تک استعمال کرتے ہیں کیونکہ قیامت میں اسی بات پر فیصلہ ہوگا کہ کس شخص نے اپنے لئے کونسا راستہ اختیار کیا تھا۔ یقیناً نیکیوں کا راستہ اختیار کرنے والے ہی دنیا اور آخرت میں کامیاب و بامراد ہوں گے۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ اللہ کا دین پہنچاتے رہیے اور ان کی فکر چھوڑ دیجئے جو دین کی ہر سچائی سے منہ پھیر کر چلنے والے اور دین کا مذاق اڑانے والے ہیں۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جو عقل و فکر رکھنے والے سعادت مند ہیں وہ بغیر کسی معجزے اور نشانی کے بھی ایمان لے آئیں گے لیکن جو ضدی، ہٹ دھرم اور بے انصاف لوگ ہیں اگر ان کے سامنے ہر طرح کی نشانیاں بھی رکھ دی جائیں تو وہ اس خیر اور بھلائی سے محروم ہی رہیں گے۔

نبی کریم ﷺ کو تسلی دینے اور کفار و مشرکین کو برے انجام سے آگاہ کرنے کے لئے اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے سات انبیاء کرام کے حالات اور واقعات کا ذکر فرمایا ہے جس میں اسی حقیقت کو کھول کر وضاحت سے بیان فرما دیا ہے کہ جن لوگوں نے عقل و فکر اور انبیاء کرامؑ کی اطاعت و فرماں برداری کا راستہ اختیار کیا تھا ان کی دنیا بھی بہتر ہوگئی اور آخرت کی کامیابی بھی یقینی ہے۔ لیکن جن لوگوں نے اپنے وقتی مفادات اور فائدوں کے سامنے انبیاء کرامؑ کی مخالفت کی اور دین اسلام کی سچائی کا مذاق اڑایا ضد، ہٹ دھرمی اور رسول دشمنی کا طریقہ اختیار کیا ان کی دنیا ان کے سامنے ہی اجاڑ دی گئی یا پانی میں غرق کردی گئی اور آخرت میں بھی وہ ہر طرح کی خیر اور بھلائی سے محروم رہیں گے۔

یہ ایسی کھلی حقیقتیں ہیں جن پر گذشتہ امتوں کی زندگیاں اور تاریخ کے اوراق گواہ ہیں اور عبرت و نصیحت کے لئے کافی ہیں۔ اکثر لوگ ان باتوں پر غور و فکر کر کے ایمان نہیں لاتے لیکن اللہ جو زبردست حکمت و دانائی والا ہے اور اپنے بندوں پر مہربان ہے وہ قیامت تک انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کرتا رہے گا۔ نبوت کا سلسلہ تو سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم ہوگیا ہے اب قرآن کریم جیسی واضح کتاب اور نبی کریم ﷺ کی سنتوں کی موجودگی میں کسی نئے نبی یا رسول کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اب آپ کی لائی ہوئی تعلیمات کو لے کر آپ کی امت کے علماء کرام دین کی سچائیوں کو پھیلاتے رہیں گے اور ہر دور میں ایسے مخلص اور کتاب و سنت پر چلنے والے علماء رہیں گے جو اللہ کے دین سے ساری دنیا کے اندھیرے دور کرنے کی جدوجہد کرتے رہیں گے۔ تاریخ گواہ ہے کہ گذشتہ ڈیڑھ ہزار سال سے نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات کو مخلص اور کتاب و سنت پر چلنے والے علماء کرام ہی دنیا کے کونے کونے تک پہنچاتے رہے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک پہنچاتے رہیں گے۔

وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠﴾ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ۭ اَلَا يَتَّقُوْنَ ﴿١١﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿١٢﴾ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ﴿١٣﴾ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿١٤﴾ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿١٥﴾ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦﴾ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ﴿١٧﴾ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿١٨﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٩﴾ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّاۗلِّيْنَ ﴿٢٠﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢١﴾ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ﴿٢٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰ تا ۲۲

(اے نبی ﷺ) یاد کیجئے جب آپ کے رب نے موسیٰؑ کو پکارا کہ تم ظالم قوم یعنی قوم فرعون کے پاس جاؤ۔ کیا وہ مجھ سے ڈرتے نہیں ہیں؟ عرض کیا اے میرے پروردگار مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔ (یہ سوچ کر) میرا سینہ تنگ ہونے لگتا ہے اور (اچھی طرح) میری زبان نہیں چلتی۔ ہارونؑ کے پاس بھی وحی بھیج دیجئے۔ اور میرے اوپر ان (فرعونیوں) کا ایک الزام بھی ہے مجھے یہ ڈر ہے

کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ اللہ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ تم دونوں ہماری نشانیوں کو لے کر جاؤ۔ ہم تمہارے ساتھ سننے والے موجود ہیں۔ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم رب العالمین کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اس لئے تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو جانے دے۔ فرعون نے (احسان جتاتے ہوئے) کہا کہ کیا ہم نے اپنے درمیان تمہاری پرورش نہیں کی تھی؟ تم برسوں ہمارے اندر رہے ہو۔ وہ کام کر گئے تھے جو تم نے کیا اور تم بڑے ناشکرے ہو۔ موسیٰؑ نے کہا کہ وہ میں نے اس وقت کیا تھا جب میں راہ سے بے خبر تھا۔ جب مجھے تم سے ڈر لگا تو میں یہاں سے فرار ہو گیا۔ پھر میرے رب نے مجھے حکمت و دانائی عطا فرمائی اور مجھے رسولوں میں سے بنا دیا۔ اور وہ احسان جو تو مجھ پر رکھ رہا ہے (اس لئے تھا کہ) تو نے بنی اسرائیل کو سخت ذلت و رسوائی میں ڈال دیا تھا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰ تا ۲۲

نَادٰی	آواز دی
یَضِیْقُ	تنگ ہوتا ہے۔ گھٹتا ہے
صَدْرِیْ	میرا سینہ
لِسَانِیْ	میری زبان
کَلَّا	ہرگز نہیں
مُسْتَمِعُوْنَ	سننے والے
نُرَبِّکَ	ہم نے تجھے پالا۔ پرورش کیا
وَلِیْدٌ	بچپن
لَبِثْتَ	تو رہا

سِنِیْنَ (سَنٌّ)	سال
فَعَلْتَ	تونے کیا
اَلضَّآلِّیْنَ	بھٹکنے والے
فَرَرْتُ	میں بھاگ گیا
وَھَبَ	دیا۔عطا کیا
تَمُنُّ	تواحسان جتاتا ہے
عَبَّدْتَّ	تونے غلام بنایا۔ذلیل کیا

تشریح: آیت نمبر ۱۰ تا ۲۲

اللہ تعالیٰ نے گذشتہ آیات میں ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ نبی اور رسول کی بات پر مکمل یقین رکھنے والے ہیں ان کو ایمان لانے کے لئے کسی نشانی اور بہانے کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن جن کو عمل اور ایمان سے زیادہ اپنے وقتی مفادات عزیز ہوتے ہیں وہ معجزات اور کھلی نشانیوں کا مطالبہ کرتے ہیں اور دین اسلام اور اس کو لانے والے انبیاء کرام کا مذاق اڑاتے ہیں۔ چنانچہ جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اس وقت مکہ میں یہی صورتحال تھی کہ وہ عمل اور ایمان سے بھاگنے کے لئے نبی کریم ﷺ اور اس قرآن مجید پر طرح طرح کے اعتراض کر کے گذشتہ انبیاء پر جس طرح معجزات نازل کئے گئے تھے اس کا مطالبہ کیا کرتے تھے۔ اس سے پہلے آیات میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ اللہ کا قانون یہ ہے کہ جب کوئی قوم اپنے نبی سے کسی معجزے کا مطالبہ کرتی ہے اور ان کے مطالبے پر وہ معجزہ دکھا دیا جاتا ہے اور پھر بھی وہ ایمان نہیں لاتی تو ان کو سخت عذاب دیا جاتا ہے اور کبھی کبھی ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جاتا ہے۔ چونکہ نبی کریم ﷺ جس طرح خاتم الانبیاء ہیں یعنی آپ کے بعد نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہو گیا اسی طرح آپ کی امت بھی آخری امت ہے۔ آپ کے بعد اسی امت کو قیامت تک ساری دنیا کی رہبری اور رہنمائی کی ذمہ داری سپرد کی گئی ہے۔ اگر کفار مکہ کا یہ مطالبہ مان لیا جاتا کہ ان کی فرمائش پر کوئی معجزہ دکھا دیا جاتا اور پھر بھی وہ ایمان نہ لاتے تو اس امت کو ختم

کر دیا جاتا۔لیکن یہ اللہ کی مصلحت کے خلاف ہوتا۔اس لئے کفار مکہ کے کہنے پر آپ نے کسی معجزہ کی درخواست نہیں فرمائی۔البتہ آپ سے وہ سیکڑوں معجزات ظاہر ہوئے ہیں جن کو صحابہ کرامؓ نے اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھا ہے جن کی تفصیلات پر علماء امت نے بڑی تفصیل سے کتابیں لکھی ہیں۔قرآن کریم خود اتنا بڑا اعلیٰ معجزہ ہے جس کی موجودگی میں کسی اور معجزہ کا مطالبہ کرنا ہی احمقانہ بات ہے کیونکہ جس قرآن کی آیات کے سامنے وقت کے بڑے بڑے شاعر، ادیب اور زبان داں عاجز تھے اور قرآن کریم کی چھوٹی سے چھوٹی ایک آیت یا سورت بنا کر لانے سے بھی عاجز و مجبور تھے ان کو کسی معجزہ کا مطالبہ کرنے کا کوئی حق نہ تھا۔خود نبی کریم ﷺ کی ذات پاک ایک معجزہ ہے کیونکہ آپ نے مکہ کے لوگوں میں سارا وقت گذارا تھا وہ لوگ جانتے تھے کہ آپ نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہ سیکھا تھا۔وہ ایک چھوٹا سا معاشرہ تھا جس میں کسی شخص کی زندگی کے حالات دوسرے سے چھپ نہ سکتے تھے لیکن چالیس سال کی عمر مبارک میں وحی نازل ہونا شروع ہوئی تو اللہ نے آپ کے قلب مبارک پر ایسے ایسے مضامین نازل فرمائے کہ جب آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوتے تو اس کلام کی فصاحت و بلاغت خود کسی معجزہ سے کم نہ تھی اور آپ نے اللہ کے حکم سے امت کو ایسے ایسے مضامین عطا فرمائے کہ آپ کے الفاظ بھی دنیا بھر کی زبانوں پر غالب آ گئے۔غرضیکہ قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کی ذات ایک معجزہ تھی۔جب کفار مکہ نے یہ دیکھا کہ ان کے اس مطالبے کا بھی کوئی اثر نہیں ہے جس میں معجزات دکھانے کا مطالبہ کیا گیا تھا تو انہوں نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو طرح طرح سے ستانا شروع کیا۔جب حالات انتہائی سنگین ہو گئے اس وقت اللہ نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو تسلی دینے کے لئے سورۃ الشعراء کی ان آیات کو نازل فرمایا۔سورۃ الشعراء میں سات انبیاء کرام اور ان کے معجزات کا ذکر کیا گیا ہے۔حضرت موسیٰؑ، حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت شعیبؑ کے واقعات کی کچھ تفصیل ارشاد فرمائی گئی ہے۔

ان آیات میں سب سے پہلے حضرت موسیٰؑ کا ذکر فرمایا گیا ہے۔جب حضرت موسیٰؑ کو اللہ نے یہ حکم دیا کہ تم فرعون کے پاس ہماری نشانیاں لے کر جاؤ اور اس سے یہ بات کہہ دو کہ اے فرعون تو بنی اسرائیل پر ظلم و ستم کا سلسلہ ختم کر دے اور بنی اسرائیل کو میرے ساتھ فلسطین کی طرف جانے میں رکاوٹ پیدا نہ کر۔حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا الٰہی! میں حاضر ہوں مگر مجھ سے نادانستگی میں ایک غلطی ہو گئی تھی کہ قبطی اور اسرائیلی میں جھگڑا ہو رہا تھا۔میں نے دونوں کو لڑنے سے روکا اور اس دوران میرے ایک ہی گھونسے سے قبطی مر گیا تھا اور میں خوف کی وجہ سے مدین چلا گیا تھا۔الٰہی! مجھے اندیشہ ہے کہ فرعون میرے فریضہ تبلیغ کو روکنے کے لئے اس واقعہ کو بہانہ بنا لے گا۔دوسرے یہ کہ مجھے بولنے میں بھی رکاوٹ محسوس ہوتی ہے اگر آپ اپنے فضل و کرم سے میرے بھائی ہارونؑ کو میرا دست بازو بنا دیں تو میں پوری قوت سے آپ کا پیغام فرعون تک پہنچا دوں گا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم حضرت ہارونؑ کو نہ

صرف آپ کے لئے قوت کا سبب بنا رہے ہیں بلکہ ان کے سر پر تاج نبوت بھی رکھ رہے ہیں تا کہ نبی کی حیثیت سے وہ آپ کے معاون و مددگار بن جائیں۔ فرمایا کہ تم دونوں نہایت اطمینان سے فرعون کے دربار میں جاؤ اور اس کو انسانوں پر ظلم و ستم سے روکو۔ میں خود تمہاری نگرانی و حفاظت کروں گا۔ کوئی تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔

جب یہ دونوں بھائی فرعون کے دربار میں پہنچے اور انہوں نے کہا کہ ہم اللہ رب العالمین کی طرف سے بھیجے ہوئے آئے ہیں اور یہ پیغام لے کر آئے ہیں کہ تو بنی اسرائیل پر ظلم و ستم سے باز آجا اور بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ (فلسطین کی طرف جانے کی) اجازت دیدے۔ اس وقت کے فرعون نے حضرت موسیٰ کو پہچان لیا کہ یہ تو وہی موسیٰ ہیں جن کو نہایت ناز و نخروں سے ہمارے محل میں پرورش کیا گیا تھا اور ان کا بچپن فرعون کے گھر میں گذرا تھا۔ اس نے کہا اے موسیٰ کیا تم وہی نہیں ہو جس کو بڑے ناز اور نخروں سے اسی گھر میں پرورش کیا گیا تھا اور تم نے برسوں ہمارے درمیان گذارے ہیں لیکن تم نے ان احسانات کا بدلہ یہ دیا کہ ایک قبطی کو مار ڈالا اور آج ہمارے ہی سامنے کھڑے ہو کر ہمیں ظالم و جابر کہہ رہے ہو؟ اے موسیٰ تم بہت ہی ناشکرے آدمی نکلے۔ حضرت موسیٰ کو وضاحت کا موقع مل گیا آپ نے فرمایا کہ جس قبطی کا قتل میرے ہاتھوں سے ہوا ہے وہ جان بوجھ کر نہیں ہوا تھا بلکہ میں تو ان دونوں کے درمیان سے جھگڑا دور کرانے کی کوشش کر رہا تھا اتفاق سے میرا ہاتھ قبطی کے لگ گیا جس سے وہ مر گیا۔ جس کا مجھے افسوس بھی ہے مگر میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا تھا۔ میں اسی خوف سے کہ کہیں مجھے اس کے بدلے میں قتل نہ کر دیا جائے مدین کی طرف چلا گیا تھا۔ اور یہ بات مجھ سے اس وقت سرزد ہوئی جب میں اس راہ سے بے خبر تھا۔ اب میرے پروردگار نے مجھے حکمت و دانائی عطا فرما دی ہے اور مجھے رسولوں میں سے ایک رسول بنایا ہے۔ تو نے جن بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا رکھا ہے وہ خود بہت بڑی زیادتی ہے۔ کہنے لگا کہ رب العالمین تو میں خود ہوں تم کس رب العالمین کا ذکر کر رہے ہو؟ اس کا جواب تو اس کے بعد کی آیات میں دیا گیا ہے۔

یہاں تک کی آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ مجھ سے ایک قبطی شخص کا قتل تو بلا ارادہ و اختیار کے ہوا تھا جس پر تو اتنا شور کر رہا ہے لیکن تو نے پوری قوم بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔ اتنی خدمات کے بعد بھی ان پر شدید ظلم کیا جاتا ہے اور ان کے بچوں کو ان کی ماؤں کی گود سے چھین چھین کر قتل کیا جا رہا ہے۔ اسی ظلم کی وجہ سے میری والدہ نے مجھے پانی میں بہا دیا تھا تا کہ میں تیرے ظلم سے بچ جاؤں۔ جب مجھے پانی سے نکال کر تم نے اپنے گھر میں رکھا تو یہ مجھ پر کوئی احسان نہ تھا کیونکہ اگر میری والدہ مجھے وہاں سے نہ ہٹا لیتیں تو میں بھی قتل کر دیا جاتا۔ اسی لئے یہ اللہ کا فضل و کرم ہے ورنہ تو نے تو ظلم و ستم کی انتہا کر دی تھی۔ فرعون اس طنز کو برداشت نہ کر سکا۔ کہنے لگا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ یہ تم کس رب العالمین کا ذکر کر رہے تھے؟ وہ کیا ہے؟ کہاں ہے؟ اللہ نے ان باتوں کا جواب اگلی آیات میں دیا ہے۔

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۳﴾

قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۲۴﴾

قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ

الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْۤ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾

قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿۲۹﴾

قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ

الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۳۲﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ

فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۳۳﴾

ع ۲ ۲۴ ٦

ترجمہ: آیت نمبر ۲۳ تا ۳۳

اور فرعون نے کہا کہ "رب العالمین" کیا ہے؟ (کون ہے) موسیٰ نے کہا تمام آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا پروردگار ہے۔ اگر تم یقین کرنے والے ہو۔ فرعون نے اردگرد والوں سے کہا کیا تم سنتے ہو؟ موسیٰ نے کہا کہ وہ تمہارا اور تم سے پہلوں کا پروردگار ہے۔ فرعون نے کہا یہ شخص جو تمہارے پاس تمہارا رسول بن کر آیا ہے وہ دیوانہ ہے۔ موسیٰ نے کہا وہ اللہ مشرق و مغرب اور جو کچھ اس کے درمیان ہے سب کا پروردگار ہے۔ اگر تم (کچھ بھی) عقل رکھتے ہو۔ فرعون نے کہا اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تجھے جیل خانے بھیج دوں گا۔ موسیٰ نے کہا اچھا اگر میں کھلی دلیل پیش کروں تب بھی؟ فرعون نے کہا دلیل پیش کر اگر تو سچے لوگوں میں

سے ہے؟ پھر موسیٰ نے اپنا عصا پھینکا تو وہ بڑا اژدھا بن گیا اور اس نے (اپنے گریبان سے) اپنا ہاتھ نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے لئے زبردست چمک دار بن گیا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۳ تا ۳۳

مُوْقِنِيْنَ	یقین کرنے والے
حَوْلَهٗ	اس کا اردگرد۔ آس پاس
اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ	کیا تم سنتے ہو؟
اِتَّخَذْتَ	تو نے بنایا
اَلْمَسْجُوْنِيْنَ	قید کئے گئے
عَصَا	لاٹھی
ثُعْبَانٌ	اژدھا۔ بڑا سانپ
نَزَعَ	اس نے نکالا۔ اس نے کھینچا
بَيْضَاءُ	سفید۔ روشن
نٰظِرِيْنَ	دیکھنے والے

تشریح: آیت نمبر ۲۳ تا ۳۳

جیسا کہ گذشتہ آیات میں آپ نے پڑھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ اللہ کا پیغام لے کر فرعون کے بھرے دربار میں پہنچے تو فرعون بوکھلا گیا پہلے تو اس نے اپنی کمینگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان احسانات کو یاد دلایا کہ

جب حضرت موسیٰ کو پانی سے نکال کر بڑی محبت اور شفقت سے اس کے محل میں عیش و آرام سے رکھ کران کی پرورش کی گئی تھی۔ دوسری بات یہ یاددلائی گئی کہ جب حضرت موسیٰ نے بغیر ارادہ کے ایک قبطی کو قتل کر دیا تھا اور اس خوف سے کہ کہیں فرعون اور اس کے درباری ان سے ناحق بدلہ نہ لے لیں مدین کی طرف تشریف لے گئے تھے۔

فرعون کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ موسیٰ ان مہربانیوں کو یاد تو کرو جو ہم نے آپ کو پال پوس کر اتنا بڑا کیا تھا اور تم نے احسان ماننے کے بجائے ایک قبطی کو بھی قتل کر دیا تھا۔ کیا احسانات کا بدلہ اسی طرح دیا جاتا ہے؟۔ حضرت موسیٰ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اے فرعون مجھ سے تو بغیر کسی قصد وارادے کے ایک قبطی کا قتل ہو گیا تھا لیکن تو نے سارے بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا کر ان کے بچوں کو ذبح کیا تھا۔ اگر میری والدہ نے مجھے ایک صندوق یا ٹوکرے میں رکھ کر دریا میں نہ بہا دیا ہوتا اور (ایک لاوارث) بچہ سمجھ کر مجھے تمہارے محل میں پرورش نہ کرایا ہوتا تو میرا حشر بھی بنی اسرائیل کے اور بچوں کی طرح ہوتا۔

فرعون سمجھ گیا کہ حضرت موسیٰ پر ان باتوں کا کوئی اثر ہونے والا نہیں ہے اس نے فوراً انداز گفتگو بدل دیا اور کہنے لگا کہ ساری دنیا کا ''رب اعلیٰ'' تو میں ہوں۔ میرے علاوہ یہ رب العالمین کون ہے؟ کیا ہے؟ حضرت موسیٰ نے بیان کرنا شروع کیا۔ فرعون درمیان درمیان میں ٹوکتا رہا تا کہ آپ کی گفتگو بے اثر ہو جائے اور درباری اس سے متاثر نہ ہوں لیکن حضرت موسیٰ نے اپنا خطاب جاری رکھا۔

آپ نے فرمایا کہ اگر تم یقین کرنے والے ہو تو یہ بات سن لو کہ زمین، آسمان اور اس کے درمیان جو بھی مخلوق ہے ان سب کا پروردگار صرف اللہ رب العالمین ہے۔ فرعون نے طنز بھرے انداز میں درباریوں سے کہا کہ تم نے یہ ایک عجیب بات سنی ہے کہ میرے سوا بھی کوئی رب العالمین ہے؟ حضرت موسیٰ نے گفتگو اور خطاب کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ وہ تمہارا اور تم سے پہلے لوگوں کا پروردگار ہے یعنی جب فرعون نہیں تھا وہ اس وقت بھی رب العالمین تھا اور جب یہ فرعون نہیں رہے گا اس وقت بھی صرف اسی ایک اللہ کی حکومت اور سلطنت ہوگی۔

فرعون پھر بولا کہ لوگو! اس کی بات مت سنو مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ موسیٰ پر دیوانگی طاری ہے اور وہ اپنی عقل کھو بیٹھا ہے حضرت موسیٰ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ وہ رب العالمین ہر سمت کا مالک ہے خواہ وہ مشرق ہو یا مغرب یا اس کے درمیان کی ہر طرح کی مخلوق وہی سب کا رب العالمین ہے اگر تم ذرا بھی عقل سے کام لو گے تو یہ حقیقت تمہارے اوپر کھل جائے گی۔

جب فرعون نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ کی باتوں کا اثر درباریوں پر ہو رہا ہے تو اب وہ غصہ میں آ گیا اور کہنے لگا کہ اے موسیٰ اگر تم نے میرے سوا کسی کو بھی اپنا معبود کہا تو میں تمہیں جیل میں سڑا دوں گا اور سخت سزا دوں گا۔ حضرت موسیٰ نے پہلے تو فرمایا

کہ اچھا یہ بتا کہ اگر میں تیرے سامنے سچائی کی دلیل پیش کروں کیا اس وقت بھی تو میرے ساتھ اسی طرح کا معاملہ کرے گا؟ فرعون کہنے لگا کہ اگر تم واقعی کسی رب العالمین کے نمائندے ہو تو تمہارے پاس اس کی کیا دلیل ہے اگر تم اپنے وعدے میں سچے ہو تو وہ دلیل اور معجزہ پیش کرو۔

حضرت موسیٰؑ نے اپنا عصا جیسے ہی زمین پر پھینکا تو وہ ایک بڑا خوف ناک اژدھا بن گیا۔ فرعون اور درباری سناٹے میں آگئے۔ جب اس اژدھے نے ادھر ادھر دوڑنا اور پھنکارنا شروع کیا تو پورے دربار میں بھگدڑ مچ گئی اور ایک دوسرے پر گرتے، پڑتے، چیختے، چلاتے سب کے سب بھاگ نکلے۔ جب اس بڑے سانپ اژدھے نے فرعون کے شاہی تخت کی طرف رخ کیا تو فرعون مارے خوف کے تخت شاہی کے پیچھے چھپ گیا۔

کہنے لگا کہ موسیٰؑ تم سب سے پہلے اس مصیبت کو دور کرو جس نے پورے دربار میں تباہی مچا رکھی ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے اللہ کے حکم سے اس اژدھے کے منہ میں ہاتھ ڈالا تو وہ سانپ پھر سے عصا بن گیا۔ جب خوف جاتا رہا تو فرعون اور اس کے درباری پھر سے جمع ہوگئے اس وقت حضرت موسیٰؑ نے اپنے داہنے ہاتھ کو بغل میں ڈال کر نکالا تو آپ کا ہاتھ چاند سورج کی طرح چمکنے لگا۔

یہ وہ دو معجزات تھے جن کو فرعون اور درباریوں نے کھلی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ مگر ان معجزات کو دیکھ کر بھی وہ ایمان نہ لائے تھے جس کے نتیجے میں اللہ نے فرعون اور اس کے درباریوں کو اسی پانی میں غرق کر دیا تھا جس پانی نے اللہ کے حکم سے بنی اسرائیل کو سمندر کے دوسری طرف حفاظت سے پہنچانے کا انتظام کر دیا تھا۔ اہل مکہ سے کہا جا رہا ہے کہ تم جو نبی کریم ﷺ سے ہر روز کسی نہ کسی معجزہ دکھانے کا مطالبہ کرتے ہو۔ کیا فرعون اور اس کے درباری بھی ان معجزات کو دیکھ کر ایمان لائے تھے؟ البتہ اللہ نے جب جادوگروں کو ایمان کی توفیق عطا فرمائی تو وہ اس ظالم فرعون کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہوگئے اور فرعون کی دھمکیوں سے ان کے ایمان پر کوئی اثر نہیں پڑا۔

کفار مکہ کو بتایا جا رہا ہے کہ جس طرح نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے والے صحابہ کرامؓ اپنے ایمان کی طاقت سے پورے عرب کے کفار کے مقابلے میں کھڑے ہیں اور صبر و تحمل سے ہر طرح کی تکالیف برداشت کر رہے ہیں۔ کفار مکہ کی دھمکیاں اور تکالیف ان کو راہ حق سے بھٹکا نہ سکیں گی کیونکہ جب ایمان دل میں پختہ ہو کر آجاتا ہے تو پھر اہل ایمان کے دل میں سوائے اللہ کے خوف کے کسی اور کا کوئی خوف نہیں رہتا۔

اللہ نے کفار مکہ کے سامنے اس آئینہ کو رکھ کر فرمایا ہے کہ تم فرعون اور اس کے درباریوں کی طرح زندہ رہنا چاہتے ہو یا ان سچے مسلمانوں کی طرح جنہوں نے اپنے ایمان کی خاطر ہر طرح کی قربانیاں پیش کیں اور ان کی دنیا اور آخرت دونوں سنور گئیں؟۔

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۴﴾ یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖۗ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَ اَخَاهُ وَ ابْعَثْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ ﴿۳۶﴾ یَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِیْمٍ ﴿۳۷﴾ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۳۸﴾ وَّ قِیْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿۴۰﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿۴۱﴾ قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤی اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَ عِصِیَّهُمْ وَ قَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَاَلْقٰی مُوْسٰی عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾ فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ؕ۬ لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۴۹﴾ قَالُوْا لَا ضَیْرَ ؗ اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۱﴾

ع ۳ ۱۸ ۷

ترجمہ: آیت نمبر ۳۴ تا ۵۱

فرعون نے اپنے اردگرد کے سرداروں سے کہا کہ یہ تو کوئی بڑا ماہر جادوگر ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے ذریعہ تمہیں تمہاری سرزمین سے نکال دے۔ تم سب کا کیا مشورہ ہے۔ کہنے لگے کہ اس کو اور اس کے بھائی (ہارونؑ) کو مہلت دیدے۔ اور دوسرے شہروں سے (جادوگروں کو) اکٹھا کرنے والوں کو بھیج دے۔ تا کہ وہ تمام ماہر جادوگروں کو لے آئیں۔

چنانچہ تمام جادوگر ایک متعین دن اور متعین وقت جمع ہو گئے۔ لوگوں سے پوچھا کہ کیا تم بھی جمع ہو گے؟ تا کہ اگر جادوگر چھا جائیں تو ہم ان ہی کے راستے پر رہیں۔ جب جادوگر آ گئے تو انہوں نے فرعون سے پوچھا کہ اگر ہم غالب آ گئے تو کیا یقینی طور پر ہمارے لئے انعام ہوگا؟ فرعون نے کہا ہاں کیوں نہیں۔ اس وقت تم میرے مقربین میں سے ہو جاؤ گے۔

موسیٰؑ نے ان سے کہا کہ تم جو کچھ ڈالنا چاہتے ہو ڈالو۔ پھر انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں اور انہوں نے کہا کہ فرعون کے جاہ وجلال کی قسم بے شک ہم ہی غالب ہونے والے ہیں۔ پھر موسیٰؑ نے اپنا عصا پھینکا تو اچانک اس نے ان کے بنائے ہوئے (سانپوں کو) نگلنا شروع کر دیا۔ جادوگر سب کے سب سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے کہ ہم "رب العالمین" پر ایمان لے آئے جو موسیٰ و ہارون کا رب ہے۔ فرعون نے کہا کہ تم میری اجازت سے پہلے ہی ایمان لے آئے ہو؟ (ایسا لگتا ہے کہ) یہ تم سب کا استاد ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے (اس کے نتیجے کو) تم بہت جلد جان لو گے۔

یقیناً میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ کر تم سب کو پھانسی پر چڑھا دوں گا۔ کہنے لگے کہ کوئی حرج نہیں ہے۔ ہم اپنے رب کے پاس لوٹ کر جانے والے ہیں۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری خطائیں معاف فرما دے گا کیونکہ ہم پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ٣٤ تا ٥١

سَاحِرٌ عَلِيْمٌ	ماہر جادوگر۔ بہت جاننے والا جادوگر
مَا ذَا تَاْ مُرُوْنَ	تم کیا مشورہ دیتے ہو۔ تم کیا کہتے ہو
اَرْجِهْ	چھوڑ دے اس کو۔ اس کو مہلت دے
حٰشِرِيْنَ	جمع کرنے والے۔ ہرکارے
مِيْقَاتٌ	مقرر وقت۔ مقرر جگہ
مُجْتَمِعُوْنَ	جمع ہونے والے
اَلْمُقَرَّبِيْنَ	قریب بیٹھنے والے
حِبَالٌ (حَبْلٌ)	رسیاں
عِصِيٌّ	لاٹھیاں
تَلْقَفُ	نگلنے لگا
يَاْفِكُوْنَ	وہ کھیل کھلونے بناتے ہیں
كَبِيْرُ كُمْ	تمہارا بڑا۔ تمہارا استاد
اُقَطِّعَنَّ	میں ضرور کاٹ ڈالوں گا
اَيْدِيْ (اَيْدِيْنَ)	دونوں ہاتھ
اَرْجُلٌ (رِجْلٌ)	پاؤں

اُصَلِّبَنَّ	میں ضرور پھانسی چڑھادوں گا
لَا ضَیْرَ	کوئی حرج نہیں
مُنْقَلِبُوْنَ	پلٹ کر جانے والے
نَطْمَعُ	ہم توقع رکھتے ہیں۔ہم لالچ رکھتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۳۴ تا ۵۱

فرعون اور اس کے درباریوں نے اپنی کھلی آنکھوں سے حضرت موسیٰؑ کے اس عصا کو جو ایک بڑا سانپ یعنی اژدھا بن گیا تھا اور وہ ید بیضا یعنی چمک دار ہاتھ جو چاند اور سورج کی طرح چمک رہا تھا دیکھ لیا تھا۔ جب بڑی بڑی ڈینگیں مارنے والے فرعون اور فخر وغرور کے پیکر وزیروں اور درباریوں نے حضرت موسیٰؑ کے ان معجزات کو دیکھا تو سب کے سب اتنے خوف زدہ ہوگئے کہ اپنی جان بچانے کے لئے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے اور فرعون کو تنہا چھوڑ گئے۔

جب اس بڑے سانپ نے فرعون کی طرف رخ کیا تو دھشت کے مارے فرعون تخت شاہی کے پیچھے چھپ کر کہنے لگا کہ اے موسیٰؑ! اس مصیبت کو ہم سے دور کرو۔ حضرت موسیٰؑ نے اژدھے کے منہ میں ہاتھ ڈالا تو وہ پھر سے عصا (لاٹھی) بن گیا۔ ایک دفعہ پھر دربار لگایا گیا اور ان تمام درباریوں سے جو ان کھلے ہوئے معجزات کو دیکھ کر بہت متاثر ہو چکے تھے۔

اس اثر کو زائل کرنے کے لئے فرعون کہنے لگا کہ لوگو! جو کچھ تم نے دیکھا ہے یہ معجزات نہیں ہیں بلکہ ایک کھلا ہوا جادو ہے۔ یہ سب کچھ دکھا کر دراصل موسیٰ اور ہارون تمہاری سرزمین پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ تمہاری بے مثال تہذیب اور ترقیات کو ختم کر کے ان پر اپنی اجارہ داری قائم کرلیں۔ اس نے درباریوں اور مشیروں سے پوچھا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ کیونکہ اس طرح تو موسیٰ و ہارون کی ہمتیں بڑھتی چلی جائیں گی۔

درباریوں نے کہا کہ اس معاملے میں سختی کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ ان دونوں کو کچھ وقت تک نظر انداز کر کے کچھ مہلت دے دو۔ جادو کا جواب جادو سے ہی ہوسکتا ہے۔ ملک میں ایسے ماہر جادوگروں کی کمی نہیں ہے جو ان کے جادو کا توڑ کر

سکتے ہیں۔ چنانچہ فرعون نے پورے ملک کے جادوگروں کو جمع کرنے کا حکم دیا اور لوگوں سے کہا کہ تم سب بھی جمع ہو جاؤ۔ اور اس کے لئے وہ دن زیادہ بہتر ہے جب کہ ہمارا سب سے بڑا میلہ ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰؑ کو بھی یہ بتا دیا کہ ''یوم الزینہ'' یعنی میلے والے دن تمہارا اور جادوگروں کا مقابلہ ہوگا۔ حضرت موسیٰؑ نے اس کے چیلنج کو قبول کرلیا۔ جب میلے والے دن صبح کے وقت سب ماہر جادوگر جمع ہو گئے تو جادوگر کہنے لگے کہ اگر ہم غالب آ گئے تو ہمارا انعام کیا ہوگا؟ فرعون نے کہا نہ صرف تمہیں انعام واکرام سے نوازا جائے گا بلکہ تمہیں قرب شاہی بھی عطا کیا جائے گا۔ یہ دن چونکہ قبطیوں کے قومی عید کا دن تھا اس لئے ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع ہوتے گئے۔

اس موقع پر حضرت موسیٰؑ نے پورے مجمع سے اور خاص طور پر جادوگروں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ لوگو! تم اللہ کے دین پر آ جاؤ اور اس پر جھوٹی باتیں نہ گھڑو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اوپر اللہ کا عذاب آ جائے جو تمہیں بنیادوں سے اکھاڑ کر پھینک دے گا۔ حق وصداقت کی بات میں ہمیشہ ایک جان اور قوت ہوتی ہے سب کے دلوں پر اثر ہوا اور خاص طور پر جادوگر بھی کافی متاثر ہو چکے تھے مگر دنیاوی لالچ اور فرعون کے قرب کی تمنا ان کو راہ حق سے روک رہی تھی۔

حضرت موسیٰؑ سے جادوگر کہنے لگے کہ اے موسیٰ تم جادو ڈالنے کی ابتداء کرتے ہو یا ہم کریں۔ حضرت موسیٰؑ نے نہایت سادگی سے جواب دیا کہ تم پہل کرو۔ جادوگر جنہیں اپنے کمالات پر بڑا ناز تھا انہوں نے نہایت فخر کے ساتھ اپنی لاٹھیاں اور رسیاں پھینکنا شروع کیں جن پر وہ جادو کا منتر پڑھتے جاتے تھے جس سے ایسا محسوس ہوا جیسے پورا میدان چھوٹے بڑے سانپوں سے بھر گیا ہے۔

جادوگر جانتے تھے کہ حقیقت میں وہ سانپ نہ تھے بلکہ نظر بندی کا کھیل تھا جو لوگوں کو سانپ نظر آ رہے تھے مگر جادوگروں کو رسیاں اور لاٹھیاں ہی نظر آ رہی تھیں۔

جب پورا میدان سانپوں سے بھر گیا تو بشری تقاضے کے تحت حضرت موسیٰؑ کچھ پریشان ہو گئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰؑ آپ نہ گھبرائیں اب آپ اپنا عصا پھینکئے اور ہماری قدرت دیکھئے۔ جیسے ہی حضرت موسیٰؑ نے اپنا عصا پھینکا تو وہ ایک زبردست اژدھا بن گیا جس نے جادوگروں کے پھیلائے ہوئے سانپوں کو نگلنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر میں پورا میدان صاف ہو گیا۔ جب لوگوں نے یہ منظر دیکھا تو وہ بوکھلا گئے۔ لیکن جادوگر جو اب تک نظر بندی کا کھیل دکھا رہے تھے جب انہوں نے اس عصا کو

اژدھا بنتے دیکھا تو وہ سمجھ گئے کہ یہ واقعی معجزہ ہے نظر بندی یا فریب نظر نہیں ہے۔

وہ تمام جادوگر فوراً اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑے اور انہوں نے اعلان کر دیا کہ ہم موسیٰؑ اور ہارونؑ کے پروردگار پر ایمان لے آئے۔ کیونکہ وہی رب العالمین ہے۔ اس اعلان سے پورے مجمع پر سناٹا چھا گیا۔ فرعون اپنی بے عزتی برداشت نہ کر سکا اور کہنے لگا کہ تم نے میری اجازت کے بغیر ہی ایمان قبول کر لیا۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ تمہاری ملی بھگت ہے یہ موسیٰ تم سب کا استاد ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے۔ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ اس غداری کی سزا کتنی سخت ہے۔ میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ کر تمہیں سولی پر لٹکا دوں گا۔

حقیقت یہ ہے کہ ایمان اور سچائی کی طاقت کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ وہی جادوگر جو کچھ دیر پہلے تک انعام و اکرام اور بادشاہ کے قرب کے لئے بے قرار تھے جب سچائی ان کے سامنے آگئی اور انہوں نے ایمان قبول کرتے ہوئے فرعون کی دھمکیوں کو نظر انداز کر کے کہنا شروع کیا کہ اے فرعون! تو جو کچھ کر سکتا ہے وہ کر ڈال اس میں ہمارا کوئی نقصان نہیں ہے۔ اگر ہم قتل کر دیئے جائیں گے یا سولی پر چڑھا دیئے جائیں گے تو ہم اپنے پروردگار ہی کے پاس جائیں گے جو ہمیشہ جنت کی ابدی راحتوں میں رکھے گا۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارا پروردگار ہماری خطاؤں کو معاف کر دے گا کیونکہ اس وقت ہم تمام لوگوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔

اس واقعہ کی تفصیل تو اگلی آیتوں میں آرہی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب تک انسان میں سچا ایمان گھر نہیں کر لیتا اس وقت تک وہ دنیاوی لالچ اور عہدوں کی فکر میں لگا رہتا ہے لیکن جب ایمان کے نور سے دل روشن و منور ہو جاتے ہیں تو پھر ان دلوں میں سوائے اللہ کے خوف کے کسی دوسرے کا کوئی خوف نہیں ہوتا۔

نبی کریم ﷺ نے جب اعلان نبوت فرمایا تو لوگوں نے آپ کو ہر طرح تنگ کیا لیکن جن سعادت مندوں کے حصے میں ایمان کی دولت آگئی تھی تو وہ اسی طرح کفر کے مقابلے میں ڈٹ گئے تھے جس طرح فرعون کے مقابلے میں ایمان لانے والے جادوگر ڈٹ گئے تھے اور انہوں نے اپنی جان و مال اور گھر بار کی کوئی پرواہ نہیں کی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو دنیا میں بھی عزت و سربلندی عطا فرمائی اور آخرت میں ان کا وہ عظیم مقام ہوگا جس کا اس دنیا میں تصور بھی ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایمان کی یہ حلاوت و عظمت نصیب فرمائے۔ آمین

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ ۭ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا تَرَاۗءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۶۲﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۭ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿۶۳﴾ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶۸﴾

ع ۱۷ / ۸

ترجمہ: آیت نمبر ۵۲ تا ۶۸

اور ہم نے موسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے کر نکل جاؤ بے شک تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔ پھر فرعون نے شہروں میں ہرکارے بھیجے (اور کہلا بھیجا کہ) یہ لوگ ایک چھوٹی سی جماعت ہیں اور بے شک یہ لوگ ہمیں غصہ دلا رہے ہیں۔ اور ہم ان سے خطرہ محسوس کرتے ہیں۔ (اللہ نے فرمایا) پھر ہم نے (فرعون اور اس کے ماننے والوں) کو باغات سے چشموں سے خزانوں اور عمدہ ٹھکانوں سے نکال باہر کیا اور اس طرح ہم نے بنی اسرائیل کو ان

چیزوں کا مالک بنادیا۔ پھر انہوں نے سورج نکلنے تک ان کا پیچھا کیا۔ پھر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰؑ کے ساتھیوں نے کہا یقیناً ہم تو پکڑے گئے موسیٰؑ نے کہا ہرگز نہیں۔ بے شک میرا رب میرے ساتھ ہے۔ (وہ مجھے بچ نکلنے کے لئے جلد) راستہ دکھادے گا۔

پھر ہم نے موسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ تم اپنا عصا سمندر پر مارو۔ چنانچہ وہ سمندر پھٹ کر بڑے بڑے پہاڑ کی طرح ہوگیا۔ پھر ہم نے اسی جگہ دوسروں کو (فرعونیوں کو) بھی قریب لے آئے۔ اور ہم نے موسیٰؑ کو اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے سب کو بچالیا۔ پھر ہم نے دوسروں (فرعونیوں) کو غرق کردیا۔ بے شک اس میں ایک نشانی ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے اور بے شک آپ کا پروردگار بڑی قوت والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۲ تا ۶۸

اَوْحَیْنَا	ہم نے وحی کی
اَسْرِ	راتوں رات نکل جا
مُتَّبَعُوْنَ	پیچھا کئے جانے والے
اَرْسَلَ	بھیج دے
مَدَائِنٌ (مَدِیْنَةٌ)	شہروں
شِرْذِمَةٌ	جماعت۔ گروہ
غَائِظُوْنَ	غصہ دلانے والے
حٰذِرُوْنَ	احتیاط کرنے والے۔ بچنے والے
عُیُوْنٌ (عَیْنٌ)	چشمے
کُنُوْزٌ (کَنْزٌ)	خزانے
مَقَامٌ کَرِیْمٌ	عمدہ پاکیزہ ٹھکانے

اَوْرَثْنَا	ہم نے وارث (مالک) بنادیا
مُشْرِقِیْنَ	سورج نکلنے (والے) کی جگہ
مُدْرَكُوْنَ	پکڑے جانے والے
اِنْفَلَقَ	پھٹ پڑا
كُلُّ فِرْقٍ	ہر حصہ
طَوْدُ الْعَظِيْمِ	پہاڑ کی طرح بڑا حصہ
اَزْلَفْنَا	ہم نے قریب کردیا
ثَمَّ	اسی جگہ

تشریح: آیت نمبر ۵۲ تا ۶۸

جب نبی کریم ﷺ نے مکہ میں دین اسلام پھیلانے کی جدوجہد کا آغاز کیا تو کفار مکہ نے ہر طرح مذاق اڑایا۔ ایمان لانے والوں کو طرح طرح سے ستایا اور دین کی سچائیوں سے دور بھاگنے اور بے عملی کی زندگی گذارنے کے لئے ایسی ایسی باتیں پھیلانے کی کوششیں کی گئیں جن سے نبی کریم ﷺ اور دین اسلام کی روشنی پھیکی پڑ جائے۔ علاوہ اور کوششوں کے ایک کوشش یہ تھی کہ کفار مکہ ہر روز نئے نئے معجزات دکھانے کی فرمائشیں کرتے رہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے دو جوابات عنایت فرمائے ایک تو یہ کہ نبی کریم ﷺ کی یہ آخری امت ہے۔ اگر ان کفار کی فرمائشوں پر کوئی معجزہ دکھا دیا گیا اور دیکھنے کے باوجود وہ ایمان نہ لائے تو اللہ کے دستور کے مطابق تمام منکرین کو تہس نہس کردیا جائے گا اور ان پر شدید عذاب آجائے گا جو اللہ کی مصلحت اور اصول کے خلاف ہوگا کیونکہ اللہ آخری نبی کی آخری امت کو قیامت تک باقی رکھنا چاہتا ہے جو انشاء اللہ قیامت تک رہنمائی و رہبری کا فرض سرانجام دیتی رہے گی۔ معجزات دکھانے کے سلسلہ میں دوسرا جواب یہ عنایت فرمایا ہے کہ جس کو ایمان لا کر عمل صالح اختیار کرنا ہے اس کو کسی ظاہری معجزہ کی ضرورت نہیں ہوتی اور جس کو ایمان اور عمل صالح سے فرار اختیار کرنا ہے وہ معجزات دیکھ کر بھی ایمان قبول نہیں کرتا۔ سوائے ان لوگوں کے جن پر اللہ اپنا فضل و کرم فرمادیں۔

چنانچہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے واقعہ کو ایک مرتبہ پھر ارشاد فرمایا ہے۔ فرعون جو اپنے اقتدار حکومت و سلطنت اور ذاتی مفادات سے چمٹا ہوا تھا جب بھرے دربار میں اس نے حضرت موسیٰؑ کے معجزات کو اپنی کھلی آنکھوں سے

دیکھ لیا تو اس نے اپنے درباریوں سے مشورہ کیا کہ حضرت موسیٰؑ نے جو عصا اور ید بیضا کا معجزہ دکھایا ہے اس کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟ درباریوں نے مشورہ دیا کہ کچھ دن ایسا ہی رہنے دیا جائے اور پورے ملک سے ماہر جادوگروں کو جمع کیا جائے۔ جب موسیٰؑ کو سب کے سامنے ذلت ہوگی تو ہمارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ چنانچہ قبطیوں کے قومی دن کے میلے میں مقابلہ طے ہوا مگر وہاں فرعون اور اس کے ساتھیوں کو جس شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا اس پر وہ اور بھی پریشان ہو گئے۔ اس سے بڑی شکست اور کیا ہوگی کہ جن جادوگروں کی مہارت پر ناز تھا وہ سب کے سب ایمان قبول کر کے فرعون، اس کی طاقت وقوت اور دھمکیوں کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہو گئے تھے جس سے پورے ملک میں ایک ہنگامہ بپا ہو گیا تھا۔ اور لوگوں کے سامنے سچائی کھل کر آ گئی تھی۔ فرعون نے پورے ملک کے کونے کونے میں اپنے نمائندے اور ہر کارے بھیج کر اعلان کرا دیا کہ موجودہ حالات میں گھبرانے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے موسیٰ اور اس کے ماننے والوں کی تعداد بہت تھوڑی سی ہے جو ہماری طاقت وقوت کا مقابلہ نہیں کر سکتی بہت جلد ان پر ہمارا قہر نازل ہونے والا ہے۔

دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ وہ نہایت خاموشی سے راتوں رات پورے بنی اسرائیل کو لے کر فلسطین کی طرف نکل جائیں۔ فرعونی اور اس کے ساتھی تمہارا پیچھا کریں گے مگر اس کی پروانہ کرنا کیونکہ ہم نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ فرعون اور اس کے ماننے والوں کو ان کے لہلہاتے باغوں، بہتے چشموں، خزانوں اور بلند و بالا محلات سے محروم کر کے بنی اسرائیل کو ان کا مالک بنا دیں گے۔ لاکھوں کی تعداد میں بنی اسرائیل رات کے آخری حصے میں نہایت خاموشی سے حضرت موسیٰؑ کے ساتھ فلسطین جانے کے لئے روانہ ہو گئے۔ جب صبح ہوئی اور حکمران طبقے کے قبطیوں نے دیکھا کہ پورا میدان صاف ہے تو اصل حقیقت جان کر پوری قوت و طاقت لے کر فرعون بنی اسرائیل کا پیچھا کرتے ہوئے اس طرف روانہ ہو گیا جس طرف بنی اسرائیل جا رہے تھے۔ جب بنی اسرائیل نے دیکھا کہ پوری فوج اور قوت کے ساتھ فرعون نہایت تیزی سے ان کی طرف آ رہا ہے تو سارے بنی اسرائیل بوکھلا اٹھے اور کہنے لگے کہ پیچھے فرعون اور اس کا لشکر ہے اور آگے سمندر ہے ہم تو بری طرح مارے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ وہ اپنے عصا کو پانی پر ماریں اور ہماری قدرت کا تماشہ دیکھیں۔ جیسے ہی حضرت موسیٰؑ نے اپنا عصا پانی پر مارا تو وہ پانی پہاڑوں کی طرح کھڑا ہو گیا جس میں بارہ راستے بن گئے۔ چونکہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے لہذا وہ نہایت نظم وضبط سے ہر راستے سے گذر کر دوسری طرف کنارے پر پہنچ گئے۔ جب فرعون اور اس کے ساتھی سمندر کے کنارے پہنچے تو انہوں نے بھی اپنے گھوڑے اور سواروں کو سمندر کے ان راستوں میں اتار دیا۔ ابھی وہ پانی کے درمیان ہی میں تھے کہ اللہ نے پانی کو پھر سے آپس میں مل جانے کا حکم دیا اور اس طرح فرعون اور اس کے تمام ساتھی اس سمندر میں ڈوب کر ہلاک و برباد ہو گئے۔ اور بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم وستم اور حکومت وسلطنت سے نجات مل گئی۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ فرعون کے اس واقعہ میں عبرت و نصیحت کے بے شمار پہلو ہیں مگر

ان کو دیکھ کر بھی بہت سے لوگ ایمان قبول نہیں کرتے اور اپنی روش زندگی کو درست سمجھتے ہیں اور بدنصیبی کے اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو ان سچائیوں کو دیکھ کر بھی جو ایمان نہیں لائے ان کو ہلاک و برباد کر دیتا لیکن وہ ہر طرح کی قدرت و طاقت کے باوجود نہایت مہربان ہے اور وہ ان کو مہلت پر مہلت دیئے جا رہا ہے تاکہ وہ سنبھل کر اور سمجھ کر اللہ کے دین کی سچائیوں کو قبول کرلیں۔ یہ اللہ کی قدرت ہے کہ اگر انہوں نے گذشتہ قوموں جیسا طریقہ اختیار کیا اور سیدھی سچی راہ کو نہ اپنایا تو ان کا انجام بھی گذری ہوئی قوموں سے مختلف نہ ہوگا پھر یہ ان کی دولت بڑے بڑے محل، مال و دولت اور سرداریاں ان کے کام نہ آسکیں گی۔

ان آیات میں نبی کریم ﷺ اور جاں نثار صحابہ کرامؓ کو بھی تسلی دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ موجودہ حالات سے رنجیدہ اور پریشان نہ ہوں کیونکہ اس طرح کے حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے۔ بہت جلد اسلام کا بول بالا ہو کر رہے گا۔ اہل ایمان کو دنیا اور آخرت کی کامیابیاں عطا کی جائیں گی اور کفار و مشرکین کی دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو کر رہیں گی۔

وقف لازم

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿۷۱﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿۷۲﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَا اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۷﴾ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿۷۸﴾ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ﴿۷۹﴾ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿۸۰﴾ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۸۲﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۳﴾

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿٨٤﴾ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿٨٥﴾ وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿٨٦﴾ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٨٧﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿٨٨﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿٨٩﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٩٠﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿٩١﴾ وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿٩٢﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿٩٣﴾ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿٩٤﴾ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿٩٥﴾ قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٩٦﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٩٧﴾ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٩٩﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿١٠٠﴾ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٢﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٦٩ تا ١٠٤

(اے نبی ﷺ) آپ ان کو ابراہیمؑ کا واقعہ سنایئے جب انہوں نے اپنے والد اور اپنی قوم کے لوگوں سے پوچھا تھا کہ یہ کیا ہے جس کی تم عبادت و بندگی کرتے ہو؟ کہنے لگے کہ یہ کچھ بت ہیں جن کی ہم پوجا کرتے ہیں اور ان کے پاس جمے بیٹھے رہتے ہیں۔ ابراہیمؑ نے پوچھا جب تم ان

کو پکارتے ہو تو کیا یہ تمہاری پکار کو سنتے ہیں یا تمہیں نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ کہنے لگے کہ ہم نے اپنے باپ داداؤں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔ ابراہیمؑ نے پوچھا کیا تم نے کبھی اس بات پر غور کیا ہے کہ تم اور تمہارے باپ دادا پہلے سے جن کی عبادت و بندگی کرتے رہے ہیں وہ کیا ہیں؟ اس کے بعد (حضرت ابراہیمؑ نے کہا) سوائے رب العالمین کے یہ سب میرے دشمن ہیں۔ وہ رب العالمین جس نے مجھے پیدا کیا پھر وہی میری رہنمائی کرتا ہے۔ وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔ پھر وہی مجھے موت دے گا اور وہی مجھے دوبارہ زندگی دے گا اور اسی سے میں قیامت کے دن اس بات کی امید رکھتا ہوں کہ وہ میری خطاؤں کو معاف کر دے گا۔ اے میرے پروردگار مجھے علم و حکمت عطا فرما اور مجھے نیک اور صالح لوگوں میں شامل فرما اور بعد میں آنے والوں میں میرا ذکر خیر جاری فرما اور مجھے راحت بھری جنتوں کا حق دار بنا دے اور میرے والد کو معاف فرما دے۔ بے شک وہ گمراہوں میں سے ہے اور اس دن مجھے رسوا نہ کیجئے گا جس دن سب زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ وہ دن جس میں نہ تو مال نفع دے گا اور نہ بیٹے کام آئیں گے۔ سوائے اس کے جو پاک اور بے عیب دل لے کر حاضر ہوگا۔ اور اس دن اہل تقویٰ کے لئے جنت قریب کر دی جائے گی اور گمراہ لوگوں کے سامنے جہنم کھول دی جائے گی۔ اور ان سے پوچھا جائے گا کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت و بندگی کرتے تھے وہ کہاں ہیں؟ کیا (آج کے دن) وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا خود اپنے آپ کو (اللہ کے عذاب سے) بچا سکتے ہیں؟ پھر وہ، ان کے جھوٹے معبود اور شیطانوں کا لشکر سب کے سب اوندھے منہ اس جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔ وہاں یہ سب لوگ آپس میں جھگڑیں گے۔ گم راہ لوگ اپنے (جھوٹے) معبودوں سے کہیں گے کہ اللہ کی قسم ہم تو اس وقت کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا تھے جب ہم نے تمہیں رب العالمین کے برابر کا درجہ دیا تھا۔ اور ہمیں صرف مجرموں نے گم راہ کیا تھا۔ اب تو ہمارا نہ کوئی سفارشی ہے اور نہ کوئی ہمدردی کرنے والا۔ کاش ہمیں ایک مرتبہ پھر دنیا میں جانے کا موقع ملتا تو ہم بھی ایمان والوں میں سے ہو جاتے۔ (لوگو!) اس میں ایک نشانی ہے۔ مگر ان میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو یقین نہیں رکھتے۔ اور بے شک آپ کا پروردگار زبردست قوت والا اور نہایت رحم و کرم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۹ تا ۱۰۴

اُتْلُ	تلاوت کر۔ سنا دے
اَصْنَامٌ (صَنَمٌ)	بت
نَظَلُّ	ہم رہتے ہیں
عٰكِفِيْنَ (عَاكِفٌ)	جم کر بیٹھنے والے
يَسْمَعُوْنَ	وہ سنتے ہیں
وَجَدْنَا	ہم نے پایا
اَلْاَقْدَمُوْنَ	پہلے
يُطْعِمُنِىْ	وہ مجھے کھلاتا ہے
يَسْقِيْنِ (يُسْقِيْنِىْ)	وہ مجھے پلاتا ہے
يَشْفِيْنِ (يَشْفِيْنِىْ)	وہ مجھے شفا (صحت) دیتا ہے
يُمِيْتُنِىْ	وہ مجھے موت دے گا
يُحْيِيْنِ (يُحْيِيْنِىْ)	وہ مجھے زندگی دے گا
اَطْمَعُ	میں امید کرتا ہوں۔ میں توقع رکھتا ہوں
حُكْماً	علم وحکمت (فیصلہ)
اَلْحِقْنِىْ	مجھے ملا دے

لِسَانُ صِدْقٍ	ذکرِ خیر۔ اچھا ذکر۔ سچی زبان
لَا تُخْزِنِیْ	مجھے رسوا نہ کیجئے گا
یُبْعَثُوْنَ	وہ اٹھائے جائیں گے
مَنْ اَتَی	جو آیا۔ (جو لایا)
قَلْبٌ سَلِیْمٌ	پاک، صاف، سچا دل
اُزْلِفَتْ	قریب کردی گئی
بُرِّزَتْ	ظاہر کردی گئی
غٰوِیْنَ	گم راہ ہونے والے
یَنْتَصِرُوْنَ	بدلہ لیں گے۔ بدلہ لے سکتے ہیں
کُبْکِبُوْا	اوندھے پھینکے گئے
جُنُوْدٌ (جُنْدٌ)	لشکر
یَخْتَصِمُوْنَ	وہ جھگڑتے ہیں
تَاللّٰہِ	اللہ کی قسم
نُسَوِّیْ	ہم نے برابر کردیا۔ برابر کا درجہ دیا
اَضَلَّنَا	ہمیں گم راہ کیا
حَمِیْمٌ	غم خوار، مخلص دوست

كَرَّةٌ دوبارہ

تشریح: آیت نمبر ۶۹ تا ۱۰۴

سورۃ الشعراء میں سات انبیاء کرامؑ کے واقعات کا ذکر خیر فرمایا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ کے بعد اب ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ان قربانیوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جس میں انہوں نے کفر و شرک، بدعات اور فضول رسموں کے خلاف نہ صرف آواز اٹھائی بلکہ حق و صداقت کی سربلندی کے لئے اپنی قوم، گھر اور خاندان کی راحتوں اور سکھ چین کو چھوڑ کر فلسطین کی طرف ہجرت فرمائی۔ اور ساری زندگی کفر و شرک کے خلاف جنگ کرتے رہے۔

قرآن کریم میں انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا بنیادی مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کو بھلا کر کفر، شرک رسم و رواج اور غیر اللہ کی عبادت و بندگی کو زندگی سمجھ بیٹھے ہوں ان کو یاد دلا دیا جائے کہ اگر انہوں نے اپنی روش زندگی کو نہ بدلا تو ان کو جہنم کی آگ اور دنیاوی ذلتوں سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا اور وہ جنت کی ابدی راحتوں کی خوشبو سے بھی محروم رہیں گے۔

اسی توحید خالص کی تعلیم کے لئے وہ اپنی دعوت کا آغاز ''لا الہ الا اللہ'' سے کرتے ہیں یعنی اس بات کا یقین کامل پیدا کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے۔ اس کائنات کا ''الہ'' اگر کوئی ہے تو وہ صرف ایک اللہ ہی ہے جس کا کوئی کسی طرح شریک نہیں ہے وہی ہر طرح کی حمد و ثناء اور تعریفوں کا مستحق ہے اور بے شمار صفات کا مالک ہے۔

دوسرے یہ کہ انبیاء کرام خود اللہ کے احکامات کی پابندی کرتے ہیں اور اپنے ماننے والوں کو اس بات کا درس دیتے ہیں کہ وہ اپنے باپ دادا کی چھوڑی ہوئی رسموں کے بجائے صرف اس ایک اللہ کو اپنا خالق و مالک سمجھیں جس نے اس کائنات کو پیدا کر کے اس کا نظام اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ وہ اس نظام کے چلانے میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔

جب اس نظریے پر ایک جماعت تیار ہو جاتی ہے تو ان کو دنیا اور آخرت کی کامیابیوں کا یقین دلایا جاتا ہے لیکن جو لوگ انبیاء کرام کا بتایا ہوا راستہ چھوڑ کر رسم و رواج کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور وہ نبیوں کا نام تو لیتے ہیں اور ان کی عظمت کے ترانے بھی گاتے ہیں مگر عملاً وہ ہر ایسا کام کرتے ہیں جس سے انبیاء کرام نے زندگی بھر منع کیا ہو۔

چنانچہ جب خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اس وقت پوری قوم اللہ اور اس کے احکامات کو بھول کر غیر اللہ کی عبادت و بندگی کفر، شرک اور بری رسموں کی اس طرح عادی ہو چکی تھی کہ اس کے خلاف بولنے والوں

کو دیوانہ کہا جاتا تھا۔ مکہ مکرمہ اور اس کے آس پاس بسنے والے بے شمار خاندان اور قبیلے تھے جن کو یہ ناز تھا کہ ہم ابراہیمی ہیں مگر عملاً ہر وہ کام کرتے تھے جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہ صرف منع کیا تھا بلکہ توحید خالص کے نظام کو قائم کرنے کے لئے پوری زندگی وہ قربانیاں پیش کیں جن کی عظمت کا اعتراف خود اللہ رب العزت نے فرمایا ہے کہ ''اللہ نے ابراہیمؑ کو طرح طرح سے آزمایا جس میں وہ پورے اترے۔ جس کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں پیشوائی و امامت کا وہ مقام عطا کیا جو کسی دوسرے کو نصیب نہ ہوسکا۔'' (بقرہ)

حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی زندگی کے ان ہی پہلوؤں کا ان آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان لوگوں کو جو کفر و شرک اور رسم و رواج میں مبتلا ہیں بتا دیجئے کہ ابراہیم علیہ السلام کی عظمت کیا ہے؟ جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر اور اپنی بت پرست قوم سے پوچھا کہ تم کن فضول چیزوں کی عبادت کرتے ہو؟ کہنے لگے کہ ہم بتوں کی پوجا کرتے اور ان ہی کی خدمت میں لگے رہتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا کہ اچھا بتاؤ جب تم انہیں پکارتے ہو تو یہ تمہاری پکار سنتے ہیں؟ یا تمہیں کوئی نفع یا نقصان پہنچانے کی صلاحیت رکھتے ہیں؟

رسم و رواج کے بندھنوں میں جکڑے ہوئے لوگوں کا جواب یہ تھا کہ ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا اسی طرح کرتے تھے لہٰذا ہم بھی کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ کیا تم نے اور تمہارے گزرے ہوئے باپ دادا نے آنکھیں کھول کر کبھی دیکھا ہے کہ تم کن چیزوں کی عبادت و بندگی کر رہے ہو؟ حق و صداقت کی اس آواز کو سنتے ہی اپنے پرائے سب دشمن ہوگئے اس وقت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ سوائے رب العالمین کے ہر شخص میری دشمنی پر آمادہ نظر آتا ہے۔ رب العالمین جس نے مجھے پیدا کر کے میری صحیح رہنمائی کی ہے۔ جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ اگر میں بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھے شفا اور صحت عطا فرماتا ہے۔ وہی مجھے موت دے گا اور وہی مجھے دوبارہ زندگی دے گا۔ مجھے صرف اسی رب العالمین سے امید ہے کہ قیامت کے دن میری بھول چوک کو معاف فرمادے گا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے پروردگار سے دعا کرتے ہوئے عرض کیا۔ الٰہی! مجھے علم و حکمت عطا فرما۔ اور مجھے صالحین میں شامل فرمائیے گا۔ اور بعد میں آنے والوں میں مجھے نام وری عطا فرمائیے گا۔ اور مجھے راحت بھری جنتوں کا وارث بنائیے گا۔ الٰہی میرے باپ کو معاف فرمادیجئے کیونکہ وہ گمراہی کے راستے پر چل رہا ہے۔ اور مجھے اس دن رسوا نہ کیجئے گا جب لوگ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے اور جس دن مال و اولاد کسی کے کام نہ آسکے گی۔

البتہ وہ جو ''قلب سلیم'' (یعنی ایسا دل لے کر حاضر ہوگا جو کفر و شرک، حسد، بغض اور انبیاء کی دشمنی سے پاک ہوگا)۔ یہ وہ دن ہوگا جب تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرنے والوں کے قریب جنت کو لایا جائے گا اور گمراہوں کے سامنے جہنم ظاہر کردی جائے

گی۔اس وقت ان سے پوچھا جائے گا کہ اللہ کو چھوڑ کر تم جن لوگوں اور چیزوں کی عبادت و بندگی کرتے تھے آج وہ کہاں ہیں؟ کیا آج وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا وہ اپنا ہی بچاؤ کر سکتے ہیں؟ اس کے بعد وہ گمراہ لوگ اور شیطانوں کا لشکر سب کے سب اوندھے منہ جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔ وہاں وہ سب آپس میں جھگڑیں گے اور یہ گمراہ لوگ اپنے جھوٹے معبودوں سے کہیں گے کہ اللہ کی قسم، ہم تو کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے جب ہم نے تمہیں اللہ کے برابر کا درجہ دے رکھا تھا۔ ہمیں تو مجرمین نے راستے سے بھٹکا دیا تھا۔ آج نہ تو کوئی ہماری طرف سے سفارش کرنے والا ہے نہ کوئی مخلص دوست ہے۔

اب حقیقت ہم پر کھل گئی ہے کاش ہمیں ایک مرتبہ پھر دنیا میں جا کر اپنی اصلاح کرنے کا موقع مل جاتا تو ہم اپنی اصلاح کر کے ایمان والوں میں شامل ہو جاتے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کو جس آیت پر ختم کیا ہے اسی آیت پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ کو بھی ختم فرمایا ہے کہ بے شک اس میں سمجھ اختیار کرنے والوں کے لئے ایک زبردست نشانی ہے۔ مگر ان میں سے اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو یہ سب کچھ دیکھنے اور سمجھنے کے باوجود اپنی ضد پر قائم رہیں گے اور وہ ایمان نہ لائیں گے۔

فرمایا کہ اللہ ہر طرح کی طاقت و قوت اور قدرت رکھنے کے باوجود نہایت مہربان اور کرم کرنے والا ہے اس کی یہ زبردست مہربانی ہے کہ وہ کسی گناہ گار اور کفر و شرک اختیار کرنے والے کو فوراً ہی نہیں پکڑتا بلکہ ان کو سنبھلنے، سمجھنے اور غور و فکر کرنے کی مہلت پر مہلت دیئے جاتا ہے۔

ان آیات میں ایک مرتبہ پھر نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرام کو تسلی دی گئی ہے کہ یہ لوگ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام تو لیتے ہیں اور اپنے ابراہیمی ہونے پر فخر کرتے ہیں مگر ہر وہ کام کرتے ہیں جو ان کی اپنی مرضی ہوتی ہے۔ یہی ان کی گمراہی کا سبب ہے۔

لہٰذا اہل ایمان اپنی زندگی کو رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں پر ڈھال لیں اور اس راستے سے بچیں جس پر چل کر کفار و مشرکین اپنے لئے جہنم کما رہے ہیں۔

نجات اور کامیابی صرف اللہ و رسول کی اطاعت میں ہے۔ جس طرح اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ماننے والوں پر مہربانی فرمائی اور وہ کامیاب ہوئے اسی طرح رسول اللہ ﷺ اور ان کے جاں نثاروں کو بھی دنیا اور آخرت کی کامیابیاں عطا کی جائیں گی۔

كَذَّبَتۡ قَوۡمُ نُوۡحِ ۣ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۞١٠٥ اِذۡ قَالَ لَهُمۡ اَخُوۡهُمۡ نُوۡحٌ اَلَا تَتَّقُوۡنَ ۞١٠٦ اِنِّىۡ لَـكُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِيۡنٌ ۞١٠٧ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوۡنِ‌ ۞١٠٨ وَمَاۤ اَسۡـَٔـلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ‌ ۚ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ‌ ۞١٠٩ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوۡنِ ۞١١٠ قَالُوۡۤا اَنُؤۡمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الۡاَرۡذَلُوۡنَ ۞١١١ قَالَ وَمَا عِلۡمِىۡ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ‌ ۞١١٢ اِنۡ حِسَابُهُمۡ اِلَّا عَلٰى رَبِّىۡ‌ لَوۡ تَشۡعُرُوۡنَ‌ ۞١١٣ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ‌ ۞١١٤ اِنۡ اَنَا اِلَّا نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ؕ ۞١١٥ قَالُوۡا لَـئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَهِ يٰـنُوۡحُ لَـتَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمَرۡجُوۡمِيۡنَ ؕ ۞١١٦ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوۡمِىۡ كَذَّبُوۡنِ‌ ۞١١٧ فَافۡتَحۡ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَهُمۡ فَتۡحًا وَّنَجِّنِىۡ وَمَنۡ مَّعِىَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۞١١٨ فَاَنۡجَيۡنٰهُ وَمَنۡ مَّعَهٗ فِى الۡـفُلۡكِ الۡمَشۡحُوۡنِ‌ ۞١١٩ ثُمَّ اَغۡرَقۡنَا بَعۡدُ الۡبٰقِيۡنَ ؕ ۞١٢٠ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً‌ ؕ وَمَا كَانَ اَكۡثَرُهُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۞١٢١ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ ۞١٢٢

النصف

١٨ ١٠

ترجمہ : آیت نمبر ١٠٥ تا ١٢٢

قوم نوحؑ نے رسولوں کو جھٹلایا۔ یاد کرو جب ان کے بھائی نوحؑ نے (ان سے) کہا تھا کہ کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو رب العالمین کے ذمے ہے تم اللہ سے

ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ کہنے لگے کہ ہم تمہارے پیچھے کیسے چلیں جبکہ تمہارے پیچھے چلنے والے (اکثر لوگ) گھٹیا درجہ کے لوگ ہیں۔ نوحؑ نے کہا مجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ ان کا حساب کتاب میرے رب کے ذمے ہے۔ کاش تم عقل و شعور سے کام لیتے۔ میرا یہ کام نہیں ہے کہ میں ان کو دھکے دے کر (نکال دوں) جو ایمان لے آئے ہیں۔ میں تو صرف ایک صاف صاف (برے انجام سے) ڈرانے والا ہوں۔ کہنے لگے کہ اے نوحؑ اگر تم باز نہ آئے تو ضرور سنگسار کر دیئے جاؤ گے۔ نوحؑ نے عرض کیا۔ الٰہی میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔ اب میرے اور میری قوم کے درمیان واضح فیصلہ کر دیجئے۔ مجھے اور وہ مومنین جو میرے ساتھ ہیں ان کو نجات دید یجئے۔ پھر ہم نے اس کو اور جو لوگ اس کی بھری ہوئی کشتی میں تھے ان کو نجات دیدی اور باقی لوگوں کو ہم نے غرق کر دیا۔ بے شک اس میں ایک نشانی ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر لوگ وہ ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔ اور بے شک آپ کا رب قوت والا اور نہایت رحم و کرم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۵ تا ۱۲۲

اَلْاَرْذَلُوْنَ	گھٹیا اور معمولی لوگ
لَوْ تَشْعُرُوْنَ	کاش تم عقل و فہم سے کام لیتے
طَارِدٌ	بھگانے والا۔ دھکے دینے والا
لَمْ تَنْتَهِ	تو باز نہ آیا
اِفْتَحْ	کھول دے
اَلْمَشْحُوْنُ	بھری ہوئی۔ بھرپور

تشریح: آیت نمبر ۱۰۵ تا ۱۲۲

سورۃ الشعراء میں سات انبیاء کرام کے واقعات زندگی میں سے موقع کی مناسبت اور عبرت و نصیحت کے بے شمار پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لئے حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیمؑ کا تذکرہ فرمایا گیا اور اب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی نافرمانیوں اور ان پر عذاب کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تک مسلسل اپنی قوم کو درس توحید دیا لیکن ان کی قوم جو بت پرستی، غیر اللہ کی عبادت و بندگی، عیش و عشرت کی بدمستی میں اس طرح ڈوبی ہوئی تھی کہ جب حضرت نوحؑ نے ایک اللہ کی عبادت و بندگی، بری رسموں سے پرہیز اور دیانت و امانت کی زندگی گزارنے کی بات کی تو پوری قوم نے آپ کا مذاق اڑانا، ستانا، حق و صداقت کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنا شروع کردیں۔ ان کی لائی ہوئی تعلیمات کو ماننے کے بجائے ان کا انکار اور حضرت نوحؑ پر ایمان لانے والوں سے حقارت کا معاملہ شروع کردیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے جب ان کو اللہ کا پیغام پہنچایا تو اس وقت آپ نے فرمایا کہ

۱۔ اے میری قوم تمہیں کیا ہو گیا ہے تم اللہ سے کیوں نہیں ڈرتے؟

۲۔ میں پوری دیانت و امانت سے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا رہا ہوں۔

۳۔ تم سے میں کوئی صلہ، بدلہ یا اجرت تو نہیں مانگ رہا ہوں۔

۴۔ تمہیں صرف اس ایک اللہ سے ڈرنا چاہیے جو ہم سب کا خالق اور مالک ہے۔

۵۔ تمہیں میری اطاعت و فرماں برداری کرنا چاہیے۔

قوم کا جواب یہ تھا کہ اے نوحؑ ہم آپ کے پاس کیسے آئیں جب کہ معاشرہ کے وہ لوگ آپ کے اردگرد موجود ہیں جن کا معاشرہ میں کوئی مقام نہیں ہے۔ ان کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اگر تمہاری باتوں میں واقعی کوئی صداقت یا بھلائی ہوتی تو ہمارے معاشرے کے بڑے لوگ جو انتہائی ذہین ہیں اور ہر بات کی گہرائی تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ سب سے پہلے ایمان لاتے وہ آپ کا کہا مانتے لیکن معاشرے کے ان لوگوں کے برابر ہم کیسے بیٹھ کر آپ کی باتیں سن سکتے ہیں جن کے پاس بیٹھنا ہماری توہین ہے ہمارے مرتبے اور مقام کے خلاف ہے۔ ٹھیک یہی صورت حال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی تھی جب کفار اور سردار ان قریش یہ کہتے تھے کہ بلال حبشی، عمار اور صہیب رومی جیسے غلام اور غریب و مفلس لوگ آپ کے اردگرد بیٹھے رہتے ہیں یہ ہماری شان کے خلاف ہے کہ ہم ایسے معمولی لوگوں کے برابر بیٹھیں اور آپ کی باتیں سنیں۔ پہلے آپ ان کو اپنی مجلس سے نکال دیجئے پھر

ہم آپ کی بات سننے پر غور کریں گے۔اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ

اے نبی ﷺ! جو لوگ رات دن محض اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے اس کو پکارتے ہیں ان کو اپنے پاس سے نہ ہٹایئے کیونکہ ان میں سے کسی کا حساب آپ کے ذمے نہیں ہے۔اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ کا شمار بے انصافوں میں ہو جائے گا۔ہم نے تو اسی طرح بعض لوگوں کو بعض لوگوں سے آزمایا ہے تاکہ وہ یہ کہنے لگیں کہ ’’کیا ہم میں سے صرف یہی لوگ رہ گئے تھے جن پر اللہ اپنا فضل وکرم نازل کرتا ہے۔‘‘ فرمایا ہاں، کیوں نہیں، کیا اللہ اپنے ایسے شکر گزار بندوں سے واقف نہیں ہے۔(الانعام آیت ۵۲)

حضرت نوح علیہ السلام نے ان بت پرستوں کو وہی جواب دیا جو ہر نبی سے اس طرح کی باتیں کرنے والوں کو دیا گیا ہے کہ۔

۱۔مجھے اس سے کوئی بحث یا مطلب نہیں ہے کہ (ایمان لانے والے مخلص) کیا کرتے ہیں۔ان کا مشغلہ یا پیشہ کیا ہے؟

۲۔وہ دل سے ایمان لائے ہیں وہ اپنا حساب خود دیں گے میرے ذمے ان سے حساب لینا نہیں ہے۔

۳۔تمہارے کہنے سے میں ان صاحبان ایمان کو دور نہیں پھینک سکتا جو ایمان لے آئے ہیں کیا تمہیں اتنا بھی شعور نہیں ہے۔

۴۔میں تو صرف اللہ کے احکامات کے ذریعہ برے اعمال کے برے انجام سے کھول کر ڈرانے والا ہوں۔

حضرت نوح علیہ السلام کے اس دوٹوک جواب سے مایوس ہو کر وہ جاہلانہ دھمکیوں پر اتر آئے۔کہنے لگے کہ اے نوحؑ اگر تم اپنی باتوں سے باز نہ آئے یعنی ہمارے بتوں اور رسموں کو برا کہنا نہ چھوڑا تو ہم تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے۔ حضرت نوح علیہ السلام قوم کی نافرمانیوں اور دھمکیوں کے باوجود اللہ کے دین کی طرف دعوت دیتے رہے۔علماء مفسرین نے فرمایا ہے کہ ساڑھے نو سو سال میں حضرت نوح علیہ السلام کی جدوجہد کے نتیجے میں ایک سو آدمیوں سے بھی کم لوگوں نے ایمان قبول کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے نے بھی ایمان قبول نہیں کیا اور اس قوم نے نافرمانیوں کی حد کر دی۔اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام میں صبر، برداشت اور بے انتہا عمل کی قوت عطا فرماتا ہے اس لئے وہ دن رات جدوجہد کرتے اور اپنی قوم کی بدعملی پر روتے اور گڑگڑاتے رہے ہیں۔وہ اپنی امت کے سب سے زیادہ مخلص ہوتے ہیں لیکن اگر وہ مایوس ہو کر اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول کر لیتا ہے چنانچہ قوم سے قطعاً مایوس ہو کر ایک دن حضرت نوحؑ نے بارگاہ الٰہی میں درخواست پیش کر دی کہ الٰہی! میری قوم مجھے مسلسل جھٹلا رہی ہے اور کہتی ہے کہ اے نوحؑ اس روز روز کے جھگڑے کو ختم کرو اور تم جس عذاب کی باتیں کرتے ہو وہ لے آؤ۔اے اللہ ان کے اور میرے درمیان آپ سے بہتر فیصلہ کون کر سکتا ہے؟ مجھے اور میرے ساتھ ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرما دیجئے۔جیسا کہ قرآن کریم میں دوسری جگہ اس کی تفصیل آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا کہ اے نوح تم ایک ایسی کشتی تیار کرو جس میں تمام اہل ایمان اور تمام جانوروں کا ایک ایک جوڑا رکھا جا سکتا ہو۔ حضرت نوح علیہ السلام نے جب کشتی (جہاز) بنانا شروع کی تو کفار نے ہر طرح مذاق اڑایا مگر حضرت نوحؑ اور اہل ایمان ان لوگوں

سے بے پرواہ ہوکر اس کشتی کو تیار کرنے میں لگے رہے۔ جب کشتی مکمل ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے عذاب کو بھیج دیا۔ زمین سے پانی نکلنا شروع ہوا اللہ نے پانی کے چشموں کو ابل پڑنے اور بادلوں کو برسنے کا حکم دیا۔ پانی اس قدر تیزی سے بڑھنا شروع ہوا کہ منکرین تیزی سے پہاڑوں کی طرف دوڑنے لگے مگر بتدریج پانی نے بڑھنا شروع کیا تو پہاڑوں کی چوٹیاں بھی پانی میں ڈوب گئیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس نافرمان قوم اور ان کی عیش پرستی کے ہر نشان کو مٹا کر رکھ دیا۔ اہل ایمان جو اس کشتی میں سوار تھے ان سب کو اور حضرت نوح علیہ السلام کو نجات عطا فرما دی۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی اس آیت کو دھرایا ہے کہ بے شک (اس واقعہ میں) عبرت و نصیحت کے بے شمار پہلو موجود ہیں۔ لیکن اکثر لوگ وہ ہیں کہ سب کچھ دیکھتے بھالتے بھی ایمان کی نعمت سے محروم رہتے ہیں۔ یہ تو اللہ کا فضل و کرم ہے ورنہ اللہ جب چاہے ان کو صفحہ ہستی سے مٹا سکتا ہے۔

كَذَّبَتْ عَادٌ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوْهُمْ هُوْدٌ أَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾ إِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ أَمِيْنٌ ﴿١٢٥﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْنِ ﴿١٢٦﴾ وَمَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢٧﴾ أَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿١٢٨﴾ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿١٢٩﴾ وَإِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ﴿١٣٠﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْنِ ﴿١٣١﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ أَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٣٢﴾ أَمَدَّكُمْ بِأَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ﴿١٣٣﴾ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿١٣٤﴾ إِنِّيْٓ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٣٥﴾ قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ أَوَعَظْتَ أَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿١٣٦﴾ إِنْ هٰذَآ إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِيْنَ ﴿١٣٧﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿١٣٨﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَأَهْلَكْنٰهُمْ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٤٠﴾

ع ٧ ١٨ ١١

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۳ تا ۱۴۰

قوم عاد نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے بھائی ہودؑ نے کہا کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟ بے شک میں تمہارے لئے امانت دار پیغمبر ہوں۔ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں تم سے اس پر کوئی صلہ تو نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو رب العالمین پر ہے۔ کیا تم ہر بلندی پر بغیر کسی ضرورت کے ایک یادگار بنا دیتے ہو۔ اور تم مضبوط اور شان دار محل بناتے ہو۔ جیسے تمہیں ہمیشہ دنیا میں ہی رہنا ہے۔ جب تم کسی کو پکڑتے ہو تو ظالم اور بے رحم بن کر پکڑتے ہو۔ تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ تم اللہ سے ڈرو جس نے تمہاری ان چیزوں سے مدد کی ہے جنہیں تم جانتے ہو۔ اس نے مویشیوں اور بیٹوں سے تمہاری مدد کی، باغات اور چشمے عطا کئے بے شک مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ انہوں نے کہا تم ہمیں نصیحت کرو یا نصیحت کرنے والے نہ بنو ہمارے لئے سب برابر ہے۔ یہ گزرے ہوئے لوگوں کی ایک عادت اور رسم ہے۔ اور ہم عذاب دیئے جانے والوں میں سے نہیں ہیں۔ پھر انہوں نے اس کو جھٹلایا۔ پھر ہم نے ان (کافروں) کو ہلاک کر دیا جس میں ایک نشانی ہے۔ اکثر ان میں سے وہ ہیں جو ایمان لانے والے نہیں ہیں بے شک آپ کا رب بڑی قوت والا نہایت مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲۳ تا ۱۴۰

اَتَبْنُوْنَ — کیا تم تعمیر کرتے ہو

رِیْعٌ — بلندی اونچائی

تَعْبَثُوْنَ — بلاضرورت کام کرتے ہو

مَصَانِعٌ — شان دار۔ مضبوط

تَخْلُدُوْنَ — تم ہمیشہ رہو گے

۱/۱۹/۲

بَطَشْتُمْ	تم نے پکڑا۔گرفت میں لیا
جَبَّارِيْنَ	زبردستی کرنے والے۔ظالم لوگ
اَمَدَّكُمْ	اس نے تمہاری مدد کی
اَنْعَامٌ	مویشی جانور
بَنِيْنَ (بِنٌ)	بیٹے
سَوَاءٌ	برابر
وَعَظْتَ	تو نے نصیحت کی
خُلُقٌ	عادتیں۔رسمیں۔اخلاق

تشریح: آیت نمبر ١٢٣ تا ١٤٠

سورۃ الشعراء میں حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت نوح علیہم السلام جیسے جلیل القدر پیغمبروں کی دین اسلام کی سربلندی کے لئے جدوجہد، کچھ لوگوں کا ایمان لاکر نجات پانا اوران کی قوموں کی نافرمانیوں اورانکار کی وجہ سے جو شدید ترین عذاب آئے ان کا ذکر کرنے کے بعد اب قوم عاد کا ذکر کیا جارہا ہے جن کی اصلاح اور ہدایت کے لئے اللہ نے حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا تھا۔قوم عاد جو عظیم الشان تہذیب وتمدن، حکومت وسلطنت اور بے پناہ قوت وطاقت کی مالک تھی وہ بنیادی طور پر اللہ کی ہستی اور اس کی قدرت وطاقت کا انکار تو نہ کرتی تھی مگر اپنے ہاتھوں سے بنائے گئے ان بے شمار بتوں کو اپنا مشکل کشا اور سفارشی سمجھتی تھی جن کے متعلق ان کا یہ گمان تھا کہ اس دنیا میں اور آخرت میں یہ بت ہی ان کے کام آئیں گے اور سفارش کرکے جہنم سے نجات دلائیں گے۔انہوں نے اپنی ہر خواہش اور تمنا کے لئے الگ الگ بت بنا رکھے تھے جن سے اپنی منتیں اور مرادیں مانگا کرتے تھے۔اللہ کے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام نے ان کی رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا کہ اے میری قوم کے لوگو! تم ایک اللہ کی عبادت وبندگی چھوڑ کر ان بے شمار بتوں کی عبادت و پرستش نہ کرو۔ یہ گمراہی ہے اس راستے کو چھوڑ دو۔ برسوں سے ان بتوں کی پوجا کرنے والے

حیران و پریشان ہو کر کہنے لگے کہ کیا ہم اپنے ان معبودوں کی عبادت چھوڑ کر ایک بن دیکھے معبود کی عبادت و بندگی کریں۔ جبکہ ہمارے باپ دادا ان بتوں سے اپنی حاجات اور مرادیں مانگ کر کامیاب ہوئے تھے۔ ان کا گمان تھا کہ ان کو جو طاقت وقوت اور عظمت ملی ہے وہ ان کے بتوں کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔ وہ ان بتوں کو چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت واطاعت قبول کرنے کو اپنے باپ دادا کی توہین سمجھتے تھے۔ کیونکہ ان کے باپ دادا اسی گمراہی میں مبتلا رہے تھے۔ جب حضرت ہودؑ نے ہر جگہ اور ہر مجلس میں ان باتوں کو کہنا شروع کیا تو قوم عاد کے لوگوں کا غصہ بڑھنا شروع ہو گیا۔ ابتداء میں ان لوگوں نے حضرت ہودؑ اور ان پر ایمان لانے والوں کا مذاق اڑانا شروع کیا۔ پھبتیاں کسیں، دیوانہ اور مجنون کہا جب ان لوگوں نے تحریک کی سنجیدگی اور پھیلاؤ کو دیکھا تو اہل ایمان کو ستانا شروع کر دیا۔ انہیں اپنی قوت و طاقت پر بڑا ناز اور گھمنڈ تھا کہنے لگے کہ اے ہودؑ! ''من اشد منا قوۃ'' یعنی ہم سے زیادہ قوت و طاقت والا اور کون ہے؟ کہنے لگے کہ تم جس عذاب کی دھمکیاں دیتے رہے ہو اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اس سے پہلے بھی ہم نے بہت سے لوگوں کی ایسی باتیں سنی ہیں۔ اگر تم واقعی سنجیدہ ہو اور سچ کہہ رہے ہو تو اس عذاب کو لے آؤ جس کو تم بیان کرتے ہو تا کہ روز روز کی دھمکیوں سے جان چھوٹ جائے جس نے ہمارا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ حضرت ہودؑ نے فرمایا کہ واقعی تمہارے اعمال ایسے ہی ہیں کہ تمہارے اوپر عذاب آنے میں دیر نہیں لگنی چاہئے اور آخر کار اس قوم پر اتنا شدید عذاب آیا جس نے ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔

روایات میں آتا ہے کہ قوم عاد جسمانی طور پر مضبوط، نہایت لمبے چوڑے، طاقتور، حسین وخوبصورت بہادر اور جنگ جو لوگ تھے۔ خوش حالی، مال و دولت کی ریل پیل اور کثرت، سرسبز وشاداب علاقے بلند و بالا ستونوں والی عمارتیں، شاندار ترقیات نے ان کو نفس پرستی اور مادہ پرستی میں اس قدر ڈبو دیا تھا کہ دنیا کی چیزوں اور فضول بلڈنگوں کی دوڑ نے ایک جنون کی شکل اختیار کر لی تھی۔

ان کی بلند و بالا عمارتوں کا مقصد محض ایک دوسرے کو دکھا کر فخر وغرور کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ وہ معیار زندگی کو بلند کرنے کی تگ و دو میں انسانی ہمدردی۔ معیار اخلاق اور انسانیت کی حدود کو پھلانگ کر اس قدر کمزور، پست اور ذلیل ہو چکے تھے کہ وہ غریبوں، محتاجوں، بے کسوں پر ظلم وستم کرنے میں ذرا بھی شرم محسوس نہ کرتے تھے ان کے نزدیک ایک غریب آدمی کسی ہمدردی اور انصاف کا مستحق نہیں تھا۔ لہٰذا وہ کمزوروں کے حقوق کو غصب کرنا اور ان پر ہر طرح کے ظلم وستم کو جائز سمجھتے تھے۔ وہ لوگ دولت کے نشے میں سخت گیر، ظالم، جابر اور غرور و تکبر کے پیکر بن چکے تھے۔ قوم عاد کے اس فخر وغرور، تکبر اور جھوٹے اعتماد نے بھی ان کو پیغمبر برحق حضرت ہود علیہ السلام کی بات سننے سے دور کر دیا تھا۔ تاریخی اعتبار سے قوم عاد کا زمانہ حضرت عیسیٰ مسیحؑ کی پیدائش سے تقریباً دو ہزار سال پہلے تھا۔ قرآن کریم میں ''من بعد قوم نوح'' کہہ کر ان کو حضرت نوح علیہ السلام کے بعد آنے والی قوم میں شمار کیا ہے۔ قوم

عاد کی بستیاں حضر موت اور یمن میں خلیج فارس کے ساحلوں سے عراق کی حدود تک پھیلی ہوئی تھیں اور یمن ان کا دارالحکومت تھا۔

جب قوم عاد کا اخلاقی بگاڑ اور روحانی گمراہی اپنی انتہاؤں پر پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو خواب غفلت سے جگانے، آگاہ کرنے اور صراط مستقیم پر چلانے کے لئے حضرت ہودؑ کو بھیجا۔ حضرت ہودؑ کوئی اجنبی شخص نہ تھے بلکہ اس قوم کے وطنی اور قومی بھائی تھے۔ حضرت ہودؑ جن کی عمر مبارک تقریباً پونے پانچ سو سال کی ہوئی۔ پوری زندگی لوگوں کو فکر آخرت، قیامت کی ہولناکی اور توحید و رسالت کی عظمت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ بے جا فخر و غرور، تکبر، مال و دولت پر گھمنڈ، فضول بلڈنگوں کی تعمیر اور ظلم و ستم سے روکنے کی بھرپور کوشش فرماتے رہے مگر قوم کی بے حسی، بے عملی کا یہ حال تھا کہ وہ آپ کی باتوں کا اثر لینے کے بجائے مذاق اڑاتے، طرح طرح سے ستاتے اور حضرت ہودؑ کو دیوانہ سمجھتے تھے۔

حضرت ہودؑ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں نہایت دیانت کے ساتھ اللہ کا پیغام تم تک پہنچانے آیا ہوں۔ تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت و فرماں برداری اختیار کرو۔ فرمایا یہ سب کچھ کہنے اور سمجھانے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ میں اس اصلاحی کام پر تم سے کسی صلہ، بدلہ یا اجرت کا طلب گار ہوں کیونکہ میرا اجر تو اللہ رب العالمین کے ذمے ہے وہی بہترین بدلہ دینے والا ہے۔ فرمایا کہ دنیا دکھاوے، شہرت اور نام و نمود کے لئے اونچے اونچے ٹیلوں پر بلند و بالا عمارتیں، مینار اور سیر گاہیں اور فضول اور بے ضرورت بلڈنگیں بنانا یہ تمہارے کام نہ آئے گا۔ اپنے اعمال کی فکر کرو کیونکہ اگر تمہاری نافرمانیوں کی وجہ سے وہ عذاب آ گیا جو قوموں کو ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہے تو یہ تمہاری بلند و بالا بلڈنگیں اور مال و دولت تمہارے کسی کام نہ آ سکیں گے۔ تمہیں تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اللہ نے تمہیں صحت مند اور تندرست بنایا۔ اولاد کی نعمتوں، خوبصورت باغات، بہتے چشموں اور خوش حالیوں سے نوازا ہے۔ اس پر اگر شکر کرو گے تو اللہ تمہیں اس سے بھی زیادہ عطا فرمائے گا بلکہ آخرت کی کامیابیاں بھی عطا فرمائے گا۔ لیکن اگر تم نے اپنی روش زندگی کو تبدیل نہ کیا اور اسی طرح اللہ کی کھلی ہوئی نافرمانیوں میں لگے رہے تو مجھے ایک بہت بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔

قوم عاد کا جواب یہ تھا کہ اے ہودؑ! تم ہمیں نصیحت کرو یا نہ کرو ہمارے لئے یکساں ہے تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ پہلے کے لوگ بھی کہتے آئے ہیں۔ ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ تم جس عذاب کی باتیں کر رہے ہو وہ ہمارے اوپر نہیں آئے گا کیونکہ قوت و طاقت میں ہم سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔ اس طرح وہ حضرت ہودؑ کو مسلسل جھٹلاتے رہے اور کہنے لگے کہ اے ہودؑ! اگر واقعی کوئی عذاب آنے والا ہے تو ہمیں اس کی پرواہ نہیں ہے۔ تم وہ عذاب بس لے ہی آؤ جس کی دھمکیاں سن سن کر ہمارے کان پک گئے ہیں۔

حضرت ہودؑ نے فرمایا کہ میں تمہیں ہر طرح سمجھا چکا ہوں مگر تمہاری نافرمانیاں اس بات کی علامت ہیں کہ اللہ کا وہ عذاب

تم سے دور نہیں ہے۔ اللہ نے ان کی ان نافرمانیوں پر فوراً ہی اپنا عذاب نازل نہیں کیا بلکہ ان کو آگاہ کرنے کے لئے ان پر خشک سالی کا عذاب مسلط کیا۔ بارش برسنا بند ہوگئی جس سے ان کی کھیتیاں اس طرح خشک ہوگئیں کہ ان کے کھیتوں میں سوائے کانٹے دار درختوں کے کچھ بھی نہ اگ سکا۔ اس عذاب سے گھبرا کر انہوں نے حضرت ہودؑ سے اس قحط سالی کے دور ہونے کے لئے دعا کی درخواست کی چونکہ اللہ کے پیغمبر اپنی قوم پر انتہائی شفیق، مہربان اور ان کے خیر خواہ ہوتے ہیں لہٰذا انہوں نے قوم کی اس مشکل کے دور ہونے کی دعا کی جو قبول کرلی گئی۔ اس طرح وقتی طور پر قحط کا خطرہ ٹل گیا مگر ان کے کھیتوں کی رونقیں بحال نہ ہوئیں۔ ہر روز وہ امید بھری نظروں سے آسمان کی طرف دیکھتے کہ شاید بارش ہوجائے مگر یہ خشک سالی بڑھتی گئی۔ ایک دن اچانک آسمان پر بادل آنا شروع ہوگئے اور وہ بادل گھرے ہوتے چلے گئے۔ اس وقت بھی وہ اللہ کا شکر ادا کرنے کے بجائے اپنے کھیل کود، رنگ رلیوں اور بدمستیوں میں لگ کر خوشیاں منانے لگے مگر اس وقت ان کی امیدوں پر پانی پھر گیا جب ان بادلوں سے بارش برسنے کے بجائے تیز ہواؤں کے جھونکے آنا شروع ہوگئے۔ اور آہستہ آہستہ اس ہوا نے آندھی اور طوفان کی شکل اختیار کرلی۔ تیز طوفانی ہواؤں سے گھروں کی چھتیں اڑ گئیں، بڑے بڑے درخت ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے اور جڑوں سے اکھڑنے لگے۔ آندھی کی شدت کا یہ عالم تھا کہ اس نے لوگوں کو اٹھا اٹھا کر پتھروں سے ٹکرا دیا جس سے ان کی گردنیں ٹوٹ گئیں۔ مکانوں کی دیواریں اور چھتیں گر کر اڑنا شروع ہوگئیں۔ غرضیکہ اس آندھی اور طوفان کی شدت نے ان کے فخر و غرور کی ہر چیز کو تہس نہس کر ڈالا۔ یہ آندھی اور طوفان مسلسل آٹھ دن اور سات راتوں تک جاری رہا۔ جب تک اس قوم کا نافرمان ایک ایک فرد ختم نہ ہوگیا اس وقت تک اس طوفان کی شدت میں کمی نہیں آئی۔ اللہ نے بتادیا کہ اس نافرمان قوم کی ترقیات، تہذیب و تمدن، بلند و بالا عمارتیں کسی کام نہ آسکیں اور کھنڈر بن کر ان کے انجام کی داستانیں سنانے کے لئے کھڑی رہ گئیں۔ اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت ہودؑ اور ان پر ایمان والوں کو نجات عطا فرمادی اور ان کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس واقعہ میں عبرت و نصیحت کے بے شمار پہلو موجود ہیں۔ لیکن ان نشانیوں کے باوجود جو لوگ ان سچائیوں کو نہیں مانتے جن پر تاریخ کے اوراق بھی گواہ ہیں تو یہ ان کی بدنصیبی ہے مگر اللہ تعالیٰ جو ساری طاقتوں کا مالک ہے اپنے بندوں کو سنبھلنے کی مہلت دیئے چلا جارہا ہے۔ اگر انہوں نے ان واقعات سے عبرت و نصیحت حاصل کرلی تو دنیا اور آخرت کی تمام کامیابیاں ان کے قدم چومیں گی۔

ان آیات میں کفار مکہ اور قیامت تک آنے والے لوگوں کو بتادیا گیا ہے کہ جب تک انسان کے پاس توبہ کا وقت موجود ہے تو وہ توبہ کرکے ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کرلے۔ لیکن اگر یہ وقت نکل گیا تو پھر سوائے پچھتانے اور شرمندہ ہونے کے

کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا۔ اگر کفار مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری نہ کی اور تاریخ کی ان سچائیوں سے عبرت حاصل نہ کی تو پھر ان کا انجام گزری ہوئی قوموں سے مختلف نہیں ہوگا۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٤١﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صٰلِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٤٢﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٤٣﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٤٤﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿١٤٥﴾ أَتُتْرَكُونَ فِي مَا هٰهُنَا آمِنِينَ ﴿١٤٦﴾ فِي جَنّٰتٍ وَعُيُونٍ ﴿١٤٧﴾ وَزُرُوعٍ وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ ﴿١٤٨﴾ وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فٰرِهِينَ ﴿١٤٩﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٥٠﴾ وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ﴿١٥١﴾ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ﴿١٥٢﴾ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ﴿١٥٣﴾ مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا فَأْتِ بِآيَةٍ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِينَ ﴿١٥٤﴾ قَالَ هٰذِهِ نَاقَةٌ لَهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَعْلُومٍ ﴿١٥٥﴾ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥٦﴾ فَعَقَرُوهَا فَأَصْبَحُوا نٰدِمِينَ ﴿١٥٧﴾ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٥٨﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٥٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴۱ تا ۱۵۹

قوم ثمود نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے بھائی صالحؑ نے کہا کیا تم (اللہ

سے) ڈرتے نہیں ہو۔ میں تمہارے لئے امانت دار پیغمبر ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اس پر میں تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا، میرا اجر تو اللہ رب العالمین کے ذمے ہے۔ کیا تمہیں ان نعمتوں کے ساتھ (عیش وعشرت کے لیے) بے فکر چھوڑ دیا جائے گا۔ باغوں اور چشموں میں، کھیتوں میں اور ان کھجوروں میں جن کے خوشے نرم اور (پھلوں سے) لدے ہوئے ہیں۔ اور کیا تم پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے ہو؟ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ اور حد سے بڑھ جانے والوں کا کہنا نہ مانو۔ جو زمین میں فساد مچاتے ہیں اور اصلاح (کی فکر) نہیں کرتے۔ کہنے لگے کہ تم پر جادو کر دیا گیا ہے اور تم ہمارے ہی جیسے بشر ہو کہنے لگے کہ اگر تم سچے لوگوں میں سے ہو تو کوئی معجزہ پیش کرو۔ (حضرت صالح نے) کہا یہ ایک اونٹنی ہے۔ پانی پینے کے لئے ایک دن اس (اونٹنی) کا ہے اور ایک مقرر دن تمہارے مویشیوں کے لئے ہے اور اس (اونٹنی) کو بری نیت سے ہاتھ مت لگانا ورنہ تمہیں ایک بہت بڑے دن کا عذاب آ گھیرے گا۔ پھر ان لوگوں نے اس (اونٹنی) کی کوچیں کاٹ ڈالیں اور پھر وہ پچھتانے والے بن کر رہ گئے۔ پھر ان کو ایک عذاب نے آ پکڑا۔ بے شک اس میں ایک نشانی ہے۔ اور ان میں سے اکثر وہ ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔ اور بے شک آپ کا رب زبردست اور نہایت رحم و کرم والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴۱ تا ۱۵۹

اَتُتْرَكُوْنَ	کیا تم چھوڑ دیئے جاؤ گے
هٰهُنَا	اسی جگہ
زُرُوْعٍ (زَرْعٌ)	کھیتیاں
طَلْعٌ	گابھے۔ خوشے
هَضِيْمٌ	نرم و نازک
تَنْحِتُوْنَ	تم تراشتے ہو
فٰرِهِيْنَ	خوش ہونے والے

اَلْمُسْرِفِيْنَ	حد سے بڑھنے والے
اَلْمُسَحَّرِيْنَ	جادو کے مارے ہوئے
نَاقَةٌ	اونٹنی
شِرْبٌ	پانی پینا
عَقَرُوْا	انہوں نے پاؤں کاٹ ڈالے
نٰدِمِيْنَ	شرمندہ ہونے والے۔ پچھتانے والے

تشریح: آیت نمبر ۱۴۱ تا ۱۵۹

سورۃ الشعراء میں جن سات انبیاء کرامؑ کے واقعات کو عبرت ونصیحت کے لئے بیان فرمایا گیا ہے ان میں سے چار انبیاء کرامؑ کا ذکر ہو چکا ہے۔ اب قوم ثمود کے حضرت صالح علیہ السلام کا ذکر مبارک کیا جا رہا ہے۔ قوم عاد کی طرح قوم ثمود کے لوگ بھی بہت زیادہ صحت مند، طویل عمروں والے، لمبے چوڑے، مضبوط اور طاقتور تھے۔ جنہیں ہر طرح کی خوش حالی عطا کی گئی تھی۔ ہر طرف سرسبز وشاداب باغات کھیت، باغیچے، چشمے، بلند و بالا عمارتیں اور دولت کی ریل پیل تھی۔ جس نے ان کو مغرور اور متکبر اور زندگی کے عیش وآرام اور اس کے وسائل نے ان کو آرام طلب بھی بنا دیا تھا۔ قوم ثمود دنیا بھر سے تجارت کرنے اور فن تعمیر میں ساری دنیا سے بہت آگے تھے۔ پتھروں کو تراش کر اور پہاڑوں کو کاٹ کر نہایت شاندار اور مضبوط بلڈنگیں بنانے کے ماہر تھے۔ ہمارے دور میں تو دس بیس منزلہ بلڈنگوں کی تعمیر کوئی ایسی حیرت انگیز بات نہیں ہے کیونکہ ان سے بھی زیادہ اونچی عمارتیں بنانے کے تمام وسائل موجود ہیں لیکن اس دور میں بیس بیس منزلہ عمارتیں بنانا یقیناً حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ لیکن تمام مادی ترقیات کے باوجود وہ اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے بتوں کی اور کائنات کی سیکڑوں چیزوں کی عبادت و پرستش کرتے وقت بے عملی کا مظاہرہ کرتے اور ان کو اپنا معبود سمجھتے تھے۔ قوم عاد تو اللہ کی ذات اور ہستی کو مانتے تھے، انکار نہ کرتے تھے وہ بتوں کو اپنا سفارشی سمجھتے تھے۔ ان کا گمان یہ تھا کہ اگر یہ بت اللہ کے پاس ہماری سفارش نہ کریں تو ہمارا کوئی کام صحیح نہیں ہو سکتا۔ اس کے برخلاف قوم ثمود اللہ کی ہستی کا انکار کرتے اور بتوں کو اپنا معبود سمجھتے تھے۔ قوم عاد کی تباہی کے بعد ان کی جگہ قوم ثمود نے لی جن کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ حضرت صالحؑ ثمود ہی کی قوم اور قبیلے کی جانی پہچانی معتبر اور قابل اعتماد شخصیت تھے۔ ہر شخص ان کی دیانت وامانت، نیکی، پرہیزگاری اور عقل وفہم کو اچھی طرح جانتا تھا بلکہ ان سے بہت اچھی توقعات بھی رکھتا تھا۔ لیکن

جب انہوں نے اس بگڑی ہوئی قوم کو اس بات کی نصیحت فرمائی کہ وہ اپنی روش زندگی پر غور کریں۔ اللہ نے جن نعمتوں سے نواز رکھا ہے اس پر وہ اللہ کا شکر ادا کریں۔ اسی کی عبادت و بندگی کریں۔ بے حقیقت لکڑی، پتھر کے بتوں کی عبادت چھوڑ دیں۔ حضرت صالح نے فرمایا کہ میں اللہ کا بھیجا ہوا دیانتدار رسول ہوں۔ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت و فرماں برداری کرو۔ میں یہ سب کچھ اس لئے نہیں کہہ رہا ہوں کہ مجھے تم سے اس کا کوئی بدلہ یا صلہ چاہئے کیونکہ میرا اجر تو اللہ رب العالمین کے ذمے ہے۔ میں تو تمہاری خیر خواہی کرتے ہوئے یہی کہتا ہوں کہ اللہ نے تمہیں بہتے چشمے، حسین و خوبصورت باغات، لہلہاتے کھیت، پھل پھول، سبزہ، دنیاوی مال و دولت اور بے انتہا صلاحیتیں عطا کی ہیں ان کا یہ حق ہے کہ مالک کے سامنے جھکا جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے۔ تمہیں اللہ نے تعمیر کرنے کا عظیم فن عطا کیا ہے کہ تم پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ میرا کہا مانو کیونکہ میں تمہارا مخلص ہوں خیر خواہ ہوں۔ اگر تم ان لوگوں کی باتیں مانتے رہے جن کا کام صرف فساد کرنا اور تباہی مچانا ہے جو ہر کام میں حد سے گزر جاتے ہیں تو تمہیں کبھی کوئی بھلائی نصیب نہ ہوگی تم ان کے پیچھے نہ چلو۔

قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کی تمام باتیں سن کر کہا کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہے بس وہ اس دنیا کی زندگی ہے۔ اس کے بعد کچھ نہیں ہے۔ مر کر دوبارہ زندہ ہونا یہ بات ہماری عقل میں نہیں آتی۔ ہم اسی مٹی سے پیدا ہوئے اور مرنے کے بعد اسی خاک کا پیوند ہو جائیں گے۔ وہ کہتے تھے اے صالح ایسا لگتا ہے کہ کسی نے تمہارے اوپر جادو کر دیا ہے اس لئے یہ بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔ ہم تمہاری کسی بات کو سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ آخر تمہارے اندر وہ کونسی خاص بات ہے جس کی بناء پر ہم یہ مان لیں کہ تم اللہ کے رسول ہو ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ تم ہمارے ہی جیسے آدمی ہو یعنی اگر اللہ کو اپنا رسول بنا کر بھیجنا تھا تو کسی فرشتے کو بھیج دیتے۔ اچھا اگر تم واقعی اللہ کے بھیجے ہوئے ہو تو ہمیں کوئی ایسی نشانی دکھاؤ جس کو دیکھ کر ہم یقین کر لیں کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ بالکل سچ ہے۔ کہنے لگے کہ اگر تم واقعی سچے ہو تو یہ سامنے جو پہاڑ ہے اس سے ایک گابھن اونٹنی نکلے اور وہ نکلتے ہی بچہ دے۔ اگر ایسا ہوا تو ہم ایمان لے آئیں گے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں پوری صورت حال اور ان کے مطالبے کو پیش کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کے مطالبے پر پہاڑی چٹان سے گابھن اونٹنی کو نکالا۔ اس نے آتے ہی بچہ دیا۔ یہ ایک ایسا کھلا ہوا معجزہ تھا جس کے دیکھنے کے بعد ہر شخص کو ایمان لے آنا چاہئے تھا مگر چند لوگوں کے سوا سب نے طرح طرح کے بہانے بنانا شروع کر دیئے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کا حکم ہے کہ یہ اونٹنی اور اس کا بچہ ایک دن تمہارے کنویں سے پانی پئیں گے اس دن تم اور تمہارے مویشی پانی نہیں پئیں گے۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ یہ اونٹنی اللہ کی طرف سے ایک معجزہ ہے اگر کسی نے بری نیت سے اس کو ہاتھ لگایا یا ذبح کیا تو پھر پوری قوم اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکے گی۔ قوم ثمود نے حضرت صالح کی تمام باتیں اور

شرطیں سن کر کچھ دن تو صبر سے کام لیا لیکن جب اس طرح پانی کی قلت ہوئی اور ان کے مویشی شدید متاثر ہوئے تو انہوں نے اس اونٹنی کو مار ڈالنے کی سازشیں شروع کردیں۔ ایک دن ثمود کی قوم کے ایک شخص نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں جس سے وہ مرگئی۔ حضرت صالح علیہ السلام کو اس کا شدید افسوس ہوا مگر اب کچھ نہ ہوسکتا تھا چنانچہ انہوں نے اعلان فرمادیا کہ اب اللہ کے عذاب سے بچانے والی کوئی چیز نہیں ہے۔ اس لئے تمہیں صرف تین دن کی مہلت دی جارہی ہے اس میں تم عیش کرلو اس کے بعد اللہ کا فیصلہ آنے والا ہے۔ اللہ کا عذاب آنے سے پہلے علامات ظاہر ہونا شروع ہوگئیں۔ پہلے دن پوری قوم کے چہرے زرد پڑ گئے۔ دوسرے دن سرخ اور تیسرے دن سیاہ پڑ گئے۔ اس کے بعد زمین ہلنا شروع ہوگئی۔ زبردست جھٹکے محسوس کئے جانے لگے۔ اس کے بعد ایسی ہیبت ناک چیخ سنائی دی جس سے ان پر خوف طاری ہوگیا اور ان کے دل کی دھڑکنیں بند ہوگئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاص سے حضرت صالح علیہ السلام اور آپ کی بات مان کر ایمان لانے والوں کو اس عذاب سے نجات عطا فرمائی۔ ان کے علاوہ پوری قوم فنا کے گھاٹ اتار دی گئی۔ اس طرح دنیا کی خوش حال قوم اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ کے غضب کا شکار ہوکر تباہ و برباد ہوگئی۔

یہ جگہ آج بھی مدینہ منورہ اور تبوک کے درمیان کا مشہور علاقہ ہے جو الحجر اور مدائن صالح کے نام سے مشہور ہے۔ آج اس قوم کے کھنڈرات پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ جو قوم دنیاوی ترقیات میں بدمست ہوکر اللہ کی نافرمانی کرتی ہے تو اس کو اسی طرح موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔ جب اللہ کا عذاب آتا ہے تو پھر دنیاوی ترقیات، بلند اور اونچی بلڈنگیں، تہذیب و تمدن ان کے کام نہیں آیا کرتا۔

ان آیات اور واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر ان دو آیات کو دھرایا ہے کے اس واقعہ میں عبرت و نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے نشانیاں موجود ہیں۔ لیکن ان نشانیوں (معجزات) کو دیکھنے کے باوجود ضروری نہیں ہے کہ لوگ ایمان لے ہی آئیں۔ اسی لئے اکثر لوگ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے۔ فرمایا کہ اللہ جو زبردست قوت و طاقت کا مالک ہے جس کے سامنے کسی کی قوت و طاقت کوئی حیثیت نہیں رکھتی چونکہ وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے اور ان کی فوراً ہی گرفت نہیں کرتا اور ان کو مہلت پر مہلت دیئے چلا جاتا ہے تاکہ وہ اصل حقیقت کو سمجھ کر اللہ پر ایمان لے آئیں لیکن اگر بار بار کی آگاہی کے باوجود وہ اپنی روش زندگی تبدیل نہیں کرتے تو پھر اس قوم پر اللہ کا فیصلہ آجاتا ہے جس سے بچانے والا کوئی نہیں ہوتا۔

نبی کریم ﷺ اور آپ کے جان نثار صحابہ کرامؓ کو تسلی دی گئی ہے کہ وہ کفار کی اذیتوں اور انکار پر رنجیدہ نہ ہوں بلکہ اپنے ایمان و عمل صالح میں آگے بڑھتے رہیں۔ اگر کفار مکہ نے اپنی اس روش کو برقرار رکھا تو وہ وقت دور نہیں ہے جب ان کے لئے اللہ کا فیصلہ آجائے گا۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ٕالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۶۰﴾

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۶۲﴾
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِىَ
اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۴﴾ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَ
تَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱۶۶﴾
قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿۱۶۷﴾ قَالَ اِنِّىْ
لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ رَبِّ نَجِّنِىْ وَاَهْلِىْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَنَجَّيْنٰهُ وَ
اَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۷۲﴾
وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً
وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۷۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶۰ تا ۱۷۵

لوط کی قوم نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا اور جب ان کے بھائی لوطؑ نے کہا کہ تم (اللہ سے) نہیں ڈرتے؟ بے شک میں امانت دار پیغمبر ہوں۔ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں اس پر کوئی صلہ نہیں مانگتا، میرا اجر تو رب العالمین کے ذمے ہے کیا تم جہان بھر میں مردوں کے پاس (بدفعلی) کے لئے آتے ہو۔ اور تم ان بیویوں کو چھوڑ دیتے ہو جنہیں رب نے تمہارے لئے بنایا ہے۔ نہیں، بلکہ تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو۔ کہنے لگے اے لوطؑ! اگر تم باز نہ آئے تو تم بھی ان

لوگوں میں شامل ہو جاؤ گے جو بستی سے نکال دیئے گئے۔ لوطؑ نے کہا بے شک میں تمہارے فعل (بد) سے نفرت کرتا ہوں۔ اے میرے رب مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کی بدکرداریوں سے نجات عطا فرما جو وہ کرتے ہیں۔ ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو نجات عطا کر دی سوائے اس بڑھیا کے جو (حضرت لوط کی بیوی تھی) پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔ پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا۔ اور ہم نے ان پر (پتھروں کی) بارش کر دی۔ پس کیا ہی بری بارش تھی (ان پر جنہیں عذاب سے) ڈرایا گیا تھا۔ بے شک اس میں ایک نشانی ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہ تھے۔ اور بے شک آپ کا پروردگار قوت والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶۰ تا ۱۷۵

اَتَاْتُوْنَ	کیا تم آتے ہو
اَلذُّکْرَانُ (ذَکَرٌ)	مرد
تَذَرُوْنَ	تم چھوڑتے ہو
عٰدُوْنَ	حد سے آگے بڑھنے والے
اَلْمُخْرَجِیْنَ	نکالے جانے والے
اَلْقَالِیْنَ	نفرت کرنے والے
عَجُوْزٌ	بڑھیا
اَلْغٰبِرِیْنَ	پیچھے رہ جانے والے
دَمَّرْنَا	ہم نے ہلاک کر دیا

اَمۡطَرۡنَا	ہم نے برسایا
اَلۡمُنۡذَرِیۡنَ	ڈرائے جانے والے

تشریح: آیت نمبر ۱۶۰ تا ۱۷۵

سورۃ الشعراء میں جن سات انبیاء کرامؑ کے واقعات کو بیان کیا گیا ہے ان میں سے چھٹے نبی حضرت لوط علیہ السلام ہیں جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام جو اللہ کے نبی تھے سدوم اور عامورہ کی بستیوں میں رہنے والے بدکردار لوگوں کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے تھے۔ یہ وہ قوم تھی جو اپنی شہوت پرستی کی حدود کو پھلانگ چکی تھی۔ ان کے لئے ان کی عورتیں فطری خواہش کے لئے ناکافی تھیں اور وہ لڑکوں سے غیر فطری فعل بد میں کھلم کھلا بغیر کسی شرم و حیا کے مبتلا تھی۔ یہ قوم اپنی اس ناجائز اور غیر فطری خواہش کے پیچھے ایسے دیوانے ہو چکے تھے کہ جب حضرت لوط علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ اے میری قوم تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اپنی فطری خواہش کو پورا کرنے کے لئے لڑکوں کے پیچھے دیوانہ وار دوڑ رہے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جو فطری طریقہ مقرر فرمایا ہے یعنی عورتوں کو تمہارا جوڑا بنایا ہے تاکہ تم ان سے نکاح کر کے اپنے فطری تقاضوں کو حلال اور جائز طریقے سے پورا کرو۔ تم نے فطرت کے قانون کو توڑ کر جس راستے کو اپنایا ہے اس کا انجام بہت بھیانک ہے۔ میں اللہ کی طرف سے رسول اور امانت دار پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اللہ سے ڈرو اور میری بات مانو اور میری اطاعت کرو۔ میں یہ سب کچھ کہنے اور کرنے پر تم سے کوئی اجرت اور معاوضہ تو نہیں مانگ رہا ہوں میرا صلہ اور بدلہ تو اللہ کے ذمے ہے کتنی بدترین بات ہے کہ تم فطری اور جائز راستے کو چھوڑ کر لڑکوں کے پیچھے لگے ہوئے ہو۔ اس سے باز آجاؤ۔ یہ قوم اس خبیث اور گندے فعل کی وجہ سے بے شرمی کی انتہا پر پہنچ چکی تھی اس لئے ان کے لئے کسی بڑے سے بڑے ناجائز فعل کو کر گزرنے میں کوئی رکاوٹ نہ تھی چنانچہ وہ مسافروں کو لوٹتے، ڈاکے ڈالتے اور شراب نوشی میں بدمست ہو چکے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی یہ باتیں سن کر کہنے لگے کہ اے لوط اگر تم نے اپنی ان نصیحتوں کا سلسلہ بند نہ کیا تو ہم تمہیں اپنی بستیوں سے باہر نکال دیں گے۔ حضرت لوط علیہ السلام اپنی قوم کو بے حیائی، بے شرمی اور خبیث فعل پر برابر ملامت کرتے رہے اور ان کو پاکیزہ زندگی گزارنے کی تلقین کرتے رہے مگر یہ بے حیائی کا فعل اس قوم میں اس بری طرح رائج ہو چکا تھا کہ حضرت لوط بھی ان سے مایوس

ہو گئے تھے کیونکہ ان بد کرداروں کا کام صرف یہ رہ گیا تھا کہ وہ حضرت لوط علیہ السلام کی ہر بات کو جھٹلاتے ان کا مذاق اڑاتے اور جہاں اللہ کے دین کی بات ہوتی وہ رکاوٹ بن کر کھڑے ہو جاتے تھے۔

آخر کار حضرت لوط علیہ السلام نے ایک دن اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا الٰہی! میں نے دن رات اپنی قوم کے لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی مگر ایسا لگتا ہے کہ یہ قوم سوچنے سمجھنے اور نیک راہوں پر چلنے کی صلاحیت سے محروم ہو چکی ہے۔ اب آپ ہی بہتر فیصلہ فرما سکتے ہیں۔

چنانچہ اللہ نے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں اپنے چند فرشتوں کو بھیجا۔ جب اس بد کردار قوم کو اس بات کی اطلاع ملی کہ کچھ خوبصورت اور نوجوان لڑکے حضرت لوط علیہ السلام کے مہمان ہیں تو حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی جو اپنے کفر و شرک میں مبتلا تھی اس نے قوم کو اس بات کی اطلاع کر دی تھی کہ حضرت لوط کے پاس کچھ لڑکے آئے ہوئے ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام بھی اس صورت حال سے گھبرا اٹھے اس وقت فرشتوں نے بتایا کہ اے لوطؑ آپ پریشان نہ ہوں دراصل ہم تو اس بد کردار قوم کو اللہ کی طرف سے سزا دینے پر مقرر کئے گئے ہیں۔ فرشتوں نے کہا کہ اے لوطؑ! آپ اور آپ کے ساتھ جتنے بھی اہل ایمان ہیں ان کو لے کر کسی دوسری بستی میں چلے جائیں کیونکہ اس قوم کو اللہ نے شدید ترین عذاب دینے کا فیصلہ فرما لیا ہے۔ البتہ آپ اپنے اہل و عیال میں سے اپنی بیوی کو ساتھ نہ لیں کیونکہ وہ آپ کی بیوی ہونے کے باوجود ایمان سے محروم ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد اس قوم پر عذاب آنا شروع ہو گیا۔ ابتداء میں تو ایک زبردست چیخ سنائی دی جس نے ان کو اور ان کے در و دیوار کو ہلا کر رکھ دیا۔ اس کے بعد اس پوری بستی کو اٹھا کر الٹ دیا گیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش کر دی گئی جس سے اس قوم کا نام و نشان تک مٹ گیا اور وہی سدوم اور عامورہ کی آباد بستیاں جو کبھی پر رونق تھیں سمندر کے نیچے چلی گئیں۔ یہ علاقہ جو کبھی سرسبز و شاداب علاقہ کہلاتا تھا یا تو ویران حالت میں نظر آتا ہے اور اس بستی کا دوسرا علاقہ بحر مردار (Dead Sea) کے نیچے دفن ہے۔ آج اس بحر مردار کا یہ حال ہے کہ اس میں کوئی جان دار چیز یہاں تک کہ بیکٹر یا تک زندہ نہیں رہتا یا یوں کہیے کہ اس جگہ عذاب کے آج بھی اتنے شدید اثرات ہیں کہ یہ سمندر اپنے اندر کسی جان دار کو قبول تک نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ سنا کر ایک مرتبہ پھر اس بات کو دہرایا ہے کہ اس واقعہ میں بھی غور و فکر کرنے والوں اور عبرت و نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے ایک نشانی ہے مگر اکثر لوگ وہ ہیں جو ایسی کھلی نشانیوں کو دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے۔ اللہ کی قوت و طاقت کے سامنے کسی کی قوت نہیں ہے جب قوموں کو ان کی بدعملیوں کی وجہ سے تباہ و برباد کرنے کا ایسا فیصلہ

آ جاتا ہے تو پھر کوئی طاقت اس کے عذاب کو روکنے والی نہیں ہوتی مگر وہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ اس کے اس کرم سے فائدہ نہ اٹھانے والے ہی بدنصیب لوگ ہیں۔

كَذَّبَ أَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۶﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ إِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ أَمِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾ وَمَا أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿۱۸۲﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْأَوَّلِيْنَ ﴿۱۸۴﴾ قَالُوْا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَمَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَإِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۱۸۶﴾ فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ رَبِّيْ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ إِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۸۹﴾ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۹۱﴾

ع ۱۰ / ۱۶

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷۶ تا ۱۹۱

اصحاب الایکہ (بن والوں) نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب شعیبؑ نے ان سے کہا کہ تم (اللہ

سے) ڈرتے نہیں ہو۔ بے شک میں تمہارے لئے امانت دار پیغمبر ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور اس پر میں تم سے کوئی اجرت (صلہ) نہیں مانگتا میرا اجر تو اللہ رب العالمین کے ذمے ہے۔ تم ماپ تول پورا کرو اور نقصان پہنچانے والوں میں سے نہ بنو۔ صحیح ترازو سے تولو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو۔ اور زمین پر فساد مچانے والے نہ بنو۔ اور اس سے ڈرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلوں کو پیدا کیا۔ کہنے لگے کہ (اے شعیب) تجھ پر کسی نے جادو کر دیا ہے اور تو ہم جیسا ہی بشر ہے اور ہم تجھے جھوٹے لوگوں میں سے سمجھتے ہیں۔ اگر تو سچے لوگوں میں سے ہے تو ہم پر آسمان کا ایک ٹکڑا ہی گرا دے۔ شعیبؑ نے کہا کہ میرا پروردگار جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ پھر انہوں نے اس کو جھٹلایا۔ اور انہیں سائبان (چھتری) والے عذاب نے گھیر لیا۔ بے شک وہ بڑے سخت دن کا عذاب تھا۔ بے شک اس میں ایک نشانی ہے۔ اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے۔ اور بے شک آپ کا پروردگار قوت والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷۶ تا ۱۹۱

اَصۡحَابُ الۡاَیۡکَةِ بن والے۔ جنگل والے

اَوۡفُوۡا تم پورا کرو

اَلۡکَیۡلُ ماپ تول۔ پیمانہ

اَلۡمُخۡسِرِیۡنَ نقصان دینے والے

وَزِنُوۡا تم وزن کرو

اَلۡقِسۡطَاسُ ترازو

لَا تَبۡخَسُوۡا تم نہ گھٹاؤ

لَا تَعۡثَوۡا	تم نہ پھرو
مُفۡسِدِیۡنَ	فساد کرنے والے
اَلۡجِبِلَّةُ	مخلوق
اَسۡقِطۡ	گرادے
كِسَفًا	ٹکڑے ٹکڑے
يَوۡمُ الظُّلَّةِ	سائبان والا۔ چھتری والا (دن)

تشریح: آیت نمبر ۱۷۶ تا ۱۹۱

جب کوئی قوم ضد، ہٹ دھرمی، سرکشی اور نافرمانی کو اپنا مزاج بنالیتی ہے تو اس میں یہ احساس مٹ جاتا ہے کہ وہ کس قدر کمزور، ناقابل اعتبار اور غلط بنیادوں پر اپنی زندگی کی تعمیر کر رہی ہے۔ اس کو ہر وہ شخص سخت ناگوار گزرتا ہے جو صحیح رخ پر چل رہا ہے۔ اس کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ صراط مستقیم پر چلنے والوں کو بے حقیقت ظاہر کرنے کی ہر ممکن جدوجہد کرے، وہ قوم اپنے حال پر اس طرح مطمئن ہوتی ہے کہ وہ غلط تاویلیں کر کے اپنی اصلاح کرنے کی زحمت گوارا نہیں کرتی۔

سورۃ الشعراء میں سات انبیاء کرام اور ان کی دعوت کو قبول کر کے ایمان لانے والوں اور کفر و شرک اور انکار رسالت پر جم جانے والوں کا حال بیان کیا گیا ہے جس میں اسی حقیقت کی طرف واضح اشارے کئے گئے ہیں۔ ان آیات میں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا ذکر کیا گیا ہے جن کو "اصحاب الایکہ" فرمایا گیا۔ "ایکہ" کے متعلق مفسرین نے مختلف معنی بیان کئے ہیں۔

(۱) ایکہ تبوک کا پرانا نام ہے اللہ نے اسی قوم کی اصلاح کے لئے حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا تھا۔

(۲) ایکہ جنگل، بن، سرسبز و شاداب اور درختوں کے جھنڈ والے علاقے کو کہتے ہیں۔

(۳) ایکہ۔ والے ایک درخت کو اپنا معبود مانتے تھے جو ان کے قریب کے بن کا ایک درخت تھا۔ حضرت

شعیبؑ اس قوم کی اصلاح کے لئے تشریف لائے تھے۔

(۴) حضرت شعیب علیہ السلام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے تھے پوری زندگی اس قوم کی اصلاح کرتے رہے جو اپنی خوش حالی کی وجہ سے تمام اخلاقی اور معاشرتی خرابیوں میں مبتلا ہو چکی تھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام جس قوم کی اصلاح کے لئے تشریف لائے تھے وہ نہایت متمدن خوش حال اور تجارت پیشہ قوم تھی جو ایسے علاقے میں رہتی تھی جو نہایت سرسبز و شاداب جھاڑیوں، درختوں کی کثرت اور پرفضا مقام پر عیش و عشرت کی زندگی گزار رہی تھی۔ پورا علاقہ نہروں، چشموں اور درختوں کی کثرت کی وجہ سے نہایت حسین نظر آتا تھا۔ خاص طور پر خوشبودار پھولوں کے چمن تھے جو بڑا خوبصورت نظارہ پیش کرتے تھے چونکہ یہ قوم تجارت پیشہ تھی اس لئے مال و دولت کی کثرت نے ان کو دنیاوی زندگی کا ایسا دیوانہ بنا دیا تھا کہ وہ بہت سی اخلاقی اور معاشرتی خرابیوں میں مبتلا ہو چکے تھے۔ انہوں نے تجارتی بددیانتی کو اختیار کر کے ''میزان'' یعنی توازن واعتدال کو چھوڑ دیا تھا اور بے ایمانی کرنے اور کم تولنے کو اپنا مزاج بنا لیا تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ان میں خود غرضی، لالچ اور کردار کی ہزاروں کمزوریاں پیدا ہو چکی تھیں۔

مذہبی اعتبار سے اس قوم میں مشرکانہ رسمیں اس قدر کثرت سے پھیل چکی تھیں کہ ان کے نزدیک وہی اصل دین تھا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے جب ان کو بتایا کہ وہ خرید و فروخت میں بددیانتی، مشرکانہ رسمیں اور تجارت کے رستوں کو دوسروں پر بند کرنے کی عادت چھوڑ دیں اور صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کریں جس نے یہ تمام نعمتیں عطا کی ہیں۔

حضرت شعیبؑ نے فرمایا کہ میں نہایت دیانت و امانت والا رسول ہوں مجھے تم سے دنیا کی کوئی چیز بدلہ اور صلہ میں نہیں چاہئے وہ تو میرے رب العالمین کے ذمے ہے میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تم میری بات مانو، پورا تولو، اس میں کمی نہ کرو، ترازو کو سیدھا رکھو، لوگوں کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچاؤ۔ فسادی لوگوں کی اتباع نہ کرو۔ تمہارا اور تم سے پہلے لوگوں کا خالق صرف ایک اللہ ہے جو تمام عبادتوں کا مستحق ہے۔ اگر تم نے میری بات نہ مانی، میری اطاعت نہ کی تو تمہارے اوپر تمہاری بداعمالیوں کی وجہ سے سخت عذاب آسکتا ہے۔ اس برے انجام سے ڈرو۔

سورۃ الاعراف میں اس واقعہ کو کافی تفصیل سے ارشاد فرمایا گیا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام جو نہایت شیریں بیان اور عظیم مقرر تھے جن کو علماء نے ''خطیب الانبیاء'' کا لقب دیا ہے جب اپنی بات کہہ چکے تو پوری قوم غیظ و غضب سے پاگل ہو گئی، آپ

کی قوم کے لوگوں نے کہا کہ اے شعیب ہم تو تم سے بہت اچھی امیدیں وابستہ کئے ہوئے تھے مگر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ہماری ان رسموں کو برا کہہ رہے ہو جس پر ہمارے باپ دادا چلتے آئے ہیں۔ تم ہمیں تجارتی آداب سکھانے آ گئے ہو۔ ایسا لگتا ہے کہ تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے جس سے ایسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔ تم ہم جیسے آدمی ہو یعنی اللہ کو اگر اپنا نبی بنا کر بھیجنا تھا تو کسی فرشتے کو نبی بنا کر بھیجتے۔ ہمیں ایسا لگتا ہے کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ سب جھوٹ ہے۔ کہنے لگے کہ اگر تمہارے اندر طاقت وقوت ہے تو آسمان کا کوئی ٹکڑا ہی ہمارے اوپر گرا دو۔

غرضیکہ حضرت شعیب علیہ السلام دن رات ان کو سمجھاتے رہے مگر وہ اپنی حرکتوں اور غیر اللہ کی عبادت و بندگی سے باز نہ آئے، بالآخر اللہ نے ان پر عذاب بھیجنے کا فیصلہ فرمایا۔

اس قوم پر عذاب کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ سات دن تک پورے علاقے میں اس قدر شدید گرمی پڑی کہ پوری قوم بوکھلا اٹھی۔ وہ ہر طرف اس دھوپ کی آگ سے بچنے کی کوشش کرتے مگر ان کو گھر میں یا گھر سے باہر کہیں سکون نہ ملتا تھا۔ جب مسلسل سات دن تک شدید دھوپ اور گرمی پڑی تو ایسا لگتا تھا کہ آسمان آگ برسا رہا ہے کہ اچانک آسمان پر ایک گہری گھٹا اور بادل چھا گئے۔ گرمی سے پریشان حال لوگوں نے سکھ کا سانس لیا۔ خوشیاں منانا شروع کر دیں اور سب کے سب گھروں سے باہر نکل پڑے اور بادلوں کے سائے میں آ گئے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے دیکھا کہ ابر پھٹا اور اس میں سے آگ برسنا شروع ہو گئی۔ زمین ہلنے اور زور زور سے جھٹکے لینے لگی۔ ایک زوردار اور ہیبت ناک آواز آئی جس سے کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔ یہ عذاب اتنا بڑھتا گیا کہ نافرمانوں میں سے کوئی بھی اس عذاب سے نہ بچ سکا۔

اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام اور آپ کی بات مان کر ایمان لانے والوں کو پوری طرح نجات عطا فرما دی۔ اس عذاب کو "یوم الظلة" فرمایا گیا ہے جو عذاب سائے کی طرح ان پر مسلط کیا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ پر آخر میں بھی ان ہی دو آیات کو ارشاد فرمایا ہے کہ اس واقعہ میں عبرت و نصیحت کی نشانیاں موجود ہیں۔ لیکن ان نشانیوں کو دیکھنے کے باوجود بھی اکثر و بیشتر لوگ وہ ہیں جو کسی واقعہ سے نصیحت حاصل نہیں کرنا چاہتے اور اپنی روش زندگی میں کسی تبدیلی کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ فرمایا کہ اس کائنات میں ساری قوت و طاقت کا مالک صرف اللہ ہے جو اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ اور بالآخر سب کو اس کے پاس لوٹ کر جانا ہے جہاں وہ فیصلہ فرما دے گا۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۞١٩٢ نَزَلَ بِهِ
الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۞١٩٣ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۞١٩٤ بِلِسَانٍ
عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۞١٩٥ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ۞١٩٦ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ
يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۞١٩٧ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ۞١٩٨
فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ۞١٩٩ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ
الْمُجْرِمِيْنَ ۞٢٠٠ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۞٢٠١ فَيَاْتِيَهُمْ
بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۞٢٠٢ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ۞٢٠٣
اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ۞٢٠٤ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ۞٢٠٥ ثُمَّ
جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۞٢٠٦ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ۞٢٠٧
وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ۞٢٠٨ ذِكْرٰى ۛ وَمَا كُنَّا
ظٰلِمِيْنَ ۞٢٠٩ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ۞٢١٠ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا
يَسْتَطِيْعُوْنَ ۞٢١١ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ۞٢١٢ فَلَا تَدْعُ مَعَ
اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ۞٢١٣

مع ٩

ترجمہ: آیت نمبر ١٩٢ تا ٢١٣

اور بے شک (یہ قرآن) رب العالمین نے نازل کیا ہے جس کو جبرئیل امین آپ کے قلب
پر لے کر نازل ہوتے ہیں تاکہ آپ ڈر سنانے والوں میں سے ہو جائیں۔ روشن اور واضح عربی میں

ہے اور بے شک اس کا ذکر پہلے پیغمبروں کے صحیفوں میں بھی ہے۔ کیا ان کے لئے یہ نشانی کافی نہیں ہے کہ علماء بنی اسرائیل بھی اس کو جانتے ہیں۔ اگر ہم اس (قرآن) کو عجمیوں میں سے کسی پر نازل کرتے پھر وہ اس کو پڑھ کر سناتا تب بھی وہ ایمان لانے والے نہ تھے۔ اس طرح ہم نے مجرموں کے دلوں میں انکار داخل کر دیا ہے۔ وہ اس پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک وہ دردناک عذاب کو (اپنی آنکھوں سے) نہ دیکھ لیں گے۔ جو ان پر اچانک آئے گا اور ان کو خبر بھی نہ ہوگی۔ پھر وہ کہیں گے کہ کیا ہمیں کچھ مہلت مل سکتی ہے؟

(اے نبی ﷺ) کیا آپ نے دیکھا۔ اگر ہم ان کو برسوں فائدہ پہنچائیں۔ پھر ان پر وہ عذاب آ جائے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔ وہ جس سے فائدہ اٹھاتے تھے ان کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔

اور ہم نے کسی بستی کو اس وقت تک ہلاک نہیں کیا جب تک ہم نے ڈرانے والے نہ بھیج دیئے ہوں۔ ہم ظالم نہیں ہیں۔ اس قرآن کو لے کر شیطان نازل نہیں ہوئے نہ ان کی یہ مجال ہے اور نہ وہ ایسا کر سکتے تھے۔ بے شک وہ سننے کی جگہ سے بھی دور کر دیئے گئے ہیں۔

پس تم اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پکارو کہ تم عذاب میں مبتلا لوگوں میں سے ہو جاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹۲ تا ۲۱۳

رُوْحُ الْاَمِیْنِ — حضرت جبرئیل امینؑ

لِسَانٌ — زبان

زُبُرٌ — صحیفے۔ کتابیں

اَعْجَمِیْنَ — عجمی لوگ۔ گونگے

سَلَکْنَا — ہم نے چلایا (داخل کیا)

حَتّٰی یَرَوُا	جب تک وہ دیکھ نہ لیں
بَغۡتَةً	اچانک
مُنۡظَرُوۡنَ	مہلت دیئے گئے
یَسۡتَعۡجِلُوۡنَ	وہ جلدی کرتے ہیں
مَتَّعۡنَا	ہم نے فائدہ پہنچایا
مَا اَغۡنٰی	کام نہ آیا
یُمَتَّعُوۡنَ	وہ فائدہ اٹھاتے ہیں
مُنۡذِرُوۡنَ	ڈرانے والے
ذِکۡرٰی	نصیحت۔یاددھانی
مَا یَنۡبَغِیۡ	مناسب نہیں ہے۔شان نہیں ہے
یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ	وہ طاقت رکھتے ہیں
مَعۡزُوۡلُوۡنَ	دور کردیئے گئے
لَا تَدۡعُ	نہ پکار
اَلۡمُعَذَّبِیۡنَ	عذاب میں مبتلا کیے گئے

تشریح: آیت نمبر ١٩٢ تا ٢١٣

- اللہ تعالیٰ نے سورۃ الشعراء میں سات انبیاء کرام کا ذکر فرمایا ہے تاکہ ان کی قوم کی مسلسل نافرمانیوں اور ان پر جو عذاب

سے تباہی و بربادی آئی تھی اس سے عبرت و نصیحت حاصل کی جاسکے۔ اب فرمایا جارہا ہے نبی کریم ﷺ انبیاء کرام علیہم السلام کی اسی سلسلہ کی آخری کڑی ہیں۔

اللہ نے جو قرآن کریم نازل فرمایا ہے وہ ایک معتبر اور امانت دار فرشتے جبرئیل کے ذریعہ قلب مصطفی ﷺ پر نازل کیا گیا ہے جو نہایت صاف اور واضح عربی زبان میں ہے۔ شیطانوں کی یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ اتنے عظیم قرآن کریم کو لے کر نازل ہوتے یا اپنے کاہنوں کو بتاتے کیونکہ یہ وحی اس قدر محترم ہے کہ شیطانوں کو اس سے روک دیا گیا ہے کہ وہ اس کلام کی سن گن بھی لے سکیں۔

یہ قرآن کریم ایک ایسی سچائی ہے جس کو سارے نبی کہتے چلے آئے ہیں ان کی کتابیں اس پر گواہ ہیں۔ اس کی سب سے روشن اور واضح دلیل یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے اہل علم اس سے اچھی طرح واقف ہیں مگر اپنی ضد اور ہٹ دھرمی اور وقتی مفادات کی وجہ سے وہ بہانے کر رہے ہیں۔

فرمایا کہ یہ قرآن کریم جو نبی کریم ﷺ پر نازل کیا گیا ہے اگر کسی ایسے شخص پر اس کو نازل کر دیا جاتا جو عربی سے واقف تک نہ ہوتا عجمی ہوتا پھر وہ اس کو نہایت فصاحت و بلاغت سے پڑھ کر ان کو سنا دیتا تو پھر بھی وہ ایمان نہ لاتے کیونکہ نہ ماننے کے سو بہانے ہوا کرتے ہیں۔

فرمایا کہ اب تو ان کو اس وقت ہی یقین آ سکتا ہے جب اچانک ان کی بے خبری میں ایسا شدید عذاب آ جائے جس سے ان کی بنیادیں تک ہل جائیں۔ اس وقت یہ رو کر چلا کر فریاد کریں گے کہ اگر ان کو کچھ اور مہلت مل جاتی تو وہ اپنے اعمال کی اصلاح کر لیتے۔

فرمایا کہ اگر اللہ ان کو کچھ اور مہلت دے کر عیش و عشرت کی زندگی عطا کر دیتا تو یہ ان کے کسی کام نہ آتی کیونکہ جو لوگ ایک طویل عرصہ رہنے کے باوجود اپنی اصلاح کی فکر نہ کر سکے چند دنوں میں وہ اپنی اصلاح کا کیا کام کریں گے۔ یہ تو کہنے کی باتیں اور بہانے ہیں۔ ماننے والوں کو کسی مہلت اور بہانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس بات کو ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

اے نبی ﷺ! یہ قرآن مجید جسے اللہ رب العالمین نے آپ کے قلب مبارک پر ایک امانت دار اور معتبر فرشتے (جبرئیل امین) کے ذریعہ صاف اور واضح عربی میں نازل کیا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ آپ لوگوں کو ان کے برے اعمال کے برے

نتائج سے آگاہ فرمادیں۔ یہ وہ عظیم کتاب ہے جس کی سچائیوں کا ذکر ہر آسمانی کتاب میں موجود ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی کہ علماء بنی اسرائیل اس سے اچھی طرح واقف ہیں۔

فرمایا کہ اگر ہم اس قرآن کریم کو کسی ایسے شخص پر نازل کرتے جو عربی زبان سے ناواقف ہوتا۔ پھر وہ اس کو پڑھ کر سناتا تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے (تاریخ انسانی گواہ ہے کہ) ایسے مجرم لوگ اسی طرح کا طرز عمل اختیار کیا کرتے ہیں۔ یہ لوگ اس وقت تک اس پر ایمان نہ لائیں گے جب تک یہ لوگ دردناک عذاب کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں گے جو عذاب اچانک ان کے سروں پر آکر کھڑا ہو جائے گا جس کی انہیں خبر تک نہ ہوگی۔ اس وقت یہ لوگ کہیں گے کہ کیا ہمیں کچھ اور مہلت مل سکتی ہے۔ (تاکہ ہم اپنی اصلاح کر سکیں) فرمایا کہ کیا یہ لوگ وہی نہیں ہیں جو اس بات کا مطالبہ کرتے تھے کہ ان پر جس عذاب کو آنا ہے جلد ہی آجائے۔

فرمایا کہ اگر ہم ان کو کچھ برسوں تک کچھ اور مہلت دے بھی دیں تاکہ وہ عیش و عشرت سے زندگی گزار سکیں اور پھر ان پر وہی عذاب آجائے جس سے ڈرایا گیا تھا تو کیا یہ مہلت ان کے کسی کام آسکے گی؟

فرمایا کہ ہم اپنے بندوں پر ظلم و زیادتی نہیں کرتے بلکہ کسی بستی پر اس وقت تک عذاب نہیں بھیجتے جب تک ان میں کوئی برے اعمال کے برے نتائج سے آگاہ کرنے والا (ڈرانے والا) نہ بھیج دیں چنانچہ اللہ تعالیٰ ہر دور میں اپنے نیک بندوں کو بھیجتا رہا ہے اور اس نے آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک آنے والے لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیج دیا ہے اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات کو امت کے سینوں اور ذہنوں میں محفوظ کر دیا ہے تاکہ ہر شخص اس سے اچھی طرح آگاہی حاصل کرتا رہے۔

فرمایا کہ یہ قرآن کریم جس کو جبرئیل قلب مصطفیٰ ﷺ پر لے کر نازل ہوتے ہیں یہ ایک محفوظ کلام ہے۔ شیطانوں کی یہ مجال اور طاقت نہیں ہے کہ وہ اس کلام کو لاسکیں، یا اس کے پاس بھی پھٹک سکیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ قرآن کریم قیامت تک کے لئے محفوظ ہے اور نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت بھی قیامت تک کے لئے محفوظ ہے۔

جس طرح قرآن کریم کو شیطانوں سے محفوظ کیا گیا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی شان ختم نبوت کو بھی محفوظ کر دیا ہے آپ کے بعد کوئی شیطان ہی نبوت کا دعویٰ کر سکتا ہے ورنہ کسی انسان کی مجال نہیں ہے کہ وہ آپ جیسے عظیم نبی و رسول (ﷺ) کے بعد کسی طرح کی نبوت کا اعلان کر سکے۔

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿٢١٤﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢١٥﴾ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٢١٦﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿٢١٧﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿٢١٨﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿٢١٩﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٢٢٠﴾ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿٢٢٢﴾ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿٢٢٣﴾ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿٢٢٤﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿٢٢٥﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٢٢٦﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ۭ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿٢٢٧﴾

١١ ع ٣٦ ١٥

ترجمہ: آیت نمبر ٢١٤ تا ٢٢٧

(اے نبی ﷺ) آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو (اللہ کے خوف سے) ڈرایئے۔ اور ایمان لانے والوں میں سے جو لوگ آپ کی اتباع کریں ان کے ساتھ تواضع اور عاجزی اختیار کیجئے۔ لیکن اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو ان سے کہہ دیجئے کہ جو کچھ تم کرتے ہو میں تمہارے اعمال سے بیزار ہوں۔ اور اس زبردست رحم کرنے والے پر بھروسہ کیجئے جو آپ کو اس وقت بھی دیکھتا ہے جب آپ (نماز کے لئے) کھڑے ہوتے ہیں۔ اور سجدہ کرنے والوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کو دیکھتا ہے۔ بے شک وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں۔

(آپ بتادیجئے کہ) ہر بدکار، دھوکے باز پر اترتے ہیں۔ وہ اکثر جھوٹی باتوں پر کان لگا دیتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔ شاعر لوگ وہ ہیں جن کے پیچھے تو گم راہ لوگ ہی چلا کرتے ہیں۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اور وہ جو کچھ کہتے ہیں کرتے نہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لے آئے اور انہوں نے اعمال صالح اختیار کئے اور وہ اللہ کو کثرت سے یاد کرتے ہیں اور جب ان پر ظلم کیا جاتا ہے تو وہ صرف اپنا بدلہ لیتے ہیں۔ ظلم کرنے والوں کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیسی جگہ لوٹ کر جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱۴ تا ۲۲۷

عَشِیْرَۃٌ قبیلہ۔ خاندان۔ رشتہ دار

اِخْفِضْ جھکادے۔ عاجزی اور تواضع کر

جَنَاحٌ بازو۔ پر

بَرِیْءٌ بیزار۔ نفرت

تَوَکَّلْ بھروسہ کر

تَقَلُّبَ الٹنا پلٹنا۔ اٹھنا بیٹھنا

اَفَّاکٌ بہتان و الزام لگانے والا

اَثِیْمٌ گناہ کرنے والا۔ گناہ گار

اَلْغَاوٗنَ گمراہ لوگ

یَھِیْمُوْنَ وہ گھومتے ہیں

اِنۡتَصَرُوۡا	انہوں نے بدلہ لیا
اَیُّ	کونسا
مُنۡقَلَبٌ	لوٹنے والا
یَنۡقَلِبُوۡنَ	وہ لوٹ کر جاتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۲۱۴ تا ۲۲۷

نبی کریم خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے محبوب پیغمبر اور معصوم ہیں جن کی طرف کسی گناہ، خطا یا شرک کا تصور کرنا بھی گناہ ہے۔ آپ کی سیرت و کردار اور قول و فعل یکسانیت کا ایک حسین مجموعہ ہے۔ لہذا آپ جو توحید الٰہی کے داعی ہیں آپ سے شرک کا صدور ممکن ہی نہیں ہے۔ یہاں نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے یہ فرمانا کہ ''اے نبی ﷺ! آپ اللہ کے ساتھ اپنی مشکلات کے حل کے لئے کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریئے ورنہ آپ بھی ان لوگوں میں سے ہو جائیں گے جن کو عذاب دیا جاتا ہے۔'' درحقیقت توحید کی عظمت قائم کرنے اور ہر طرح کے شرک و کفر سے پوری امت کو نفرت دلائی جارہی ہے۔ خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے لیکن آپ کی وساطت سے پوری امت اور آنے والی نسلوں کو بتایا جارہا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں کو پکارنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ اگر اس شرک کا ارتکاب اللہ کے محبوب نبی سے بھی ہو جائے تو وہ بھی اللہ کے قانون کی زد میں آسکتے ہیں یہ بالکل اسی طرح ہے کہ جب ایک مرتبہ بنی مخزوم جیسے معزز قبیلے کی ایک خاتون نے چوری کرلی تھی۔ گواہوں سے جب یہ ثابت ہوگیا کہ اس نے واقعی چوری کی ہے تو آپ ﷺ نے اللہ کے حکم کے مطابق ہاتھ کاٹنے کا حکم دیدیا۔ چونکہ یہ قبیلہ احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس قبیلے کے داماد تھے اس لئے حضرت اسامہ ابن زید کو قبیلے کے لوگوں نے سفارشی بنا کر بھیجا تاکہ فاطمہ مخزومی کی یہ سزا معاف کردی جائے۔ حضرت اسامہ جن کی کسی بات کو آپ ﷺ نہیں ٹالتے تھے اور اولاد کی طرح شفقت و محبت فرماتے تھے آپ ﷺ نے سن کر فرمایا کہ اسامہ یہ تو فاطمہ مخزومی ہے۔ اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ گویا آپ ﷺ نے اپنی اس بیٹی پر بات کو رکھ کر فرمایا جو صرف خاتون جنت ہی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چہیتی بیٹی تھیں۔ یعنی اگر خاتون جنت بھی اس قانون کی زد میں آجاتیں تو ان کے ساتھ بھی کوئی رعایت نہ کی

جاتی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے پوری امت اور آنے والی نسلوں کو بتا دیا کہ اللہ کے ساتھ اس کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک کرنا اور غیر اللہ کو اپنی حاجت روائی کے لئے پکارنا اتنا بڑا جرم اور ظلم عظیم ہے کہ اس میں کسی کی کوئی رعایت نہیں ہے۔

فرمایا کہ اس نصیحت کا آغاز آپ اپنے گھر، خاندان اور قبیلے والوں سے کیجئے اور ان کو برے اعمال کے بدترین انجام سے ڈرایئے اور آگاہ کیجئے جو لوگ آپ کے کہنے سے آگاہ اور خبردار ہو جائیں اور ایمان و عمل صالح کو اختیار کرلیں آپ ان سے نہایت مشفقانہ برتاؤ کیجئے۔ لیکن اگر وہ آپ کی اطاعت و فرماں برداری کو قبول نہ کریں اور انکار کردیں تو آپ صاف طور پر اس بات کا اعلان کردیجئے کہ میں تمہاری نافرمانیوں اور بداعمالیوں سے نفرت اور بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔ آپ اس حق و صداقت کی بات کو بغیر کسی خوف اور کسی کی پرواہ کئے بغیر کہئے اللہ پر بھروسہ کیجئے کیونکہ وہ اللہ سب سے زیادہ طاقت وقوت والا اور رحم و کرم کرنے والا ہے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ہم آپ کو اپنی نگاہ میں رکھے ہوئے ہیں اور نگرانی کررہے ہیں خواہ آپ کی زبان سے حق و صداقت کا اعلان ہو یا عبادات اور رکوع و سجدوں کی کثرت ہو ہم سنتے بھی ہیں اور جانتے بھی ہیں۔ لہٰذا آپ کسی کی پرواہ نہ کیجئے کوئی آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اگر یہ آپ کو طرح طرح سے ستائیں طعنے دیں۔ شاعر کاہن، مجنون اور دیوانہ کہیں تو آپ کی زندگی اور آپ کا کردار ایک کھلی ہوئی کتاب کی طرح ہے۔ جس کی عظمت کا انکار ممکن ہی نہیں ہے اور آپ ان کی بکواس سے متاثر نہ ہوں۔

آپ کو جو لوگ شاعر کہتے ہیں آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میری زندگی، میرا کردار سب تمہارے سامنے ہے تم نے شاعروں کی زندگی کو بھی دیکھا ہے وہ سوائے گمراہی کی پیروی کرنے، اپنے خیالات کے میدان میں دوڑنے، خیالات کی دنیا میں گم رہنے، ہر وقت دوسروں کی طرف داد طلب نگاہوں سے دیکھنے والے ہوتے ہیں وہ کہتے کچھ ہیں کرتے کچھ ہیں۔ ان کے اشعار میں جتنی بلندی نظر آتی ہے ان کے کردار کی پستی اس سے زیادہ نمایاں ہوتی ہے اگر کسی کی تعریف کرنے پر آئیں گے تو زمین و آسمان کے قلابے ملادیں گے اور اگر ناراض ہو کر کسی کی توہین اور ہجو پر اتر آئیں گے تو اس کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں گے وہ شاعر ہر میدان کے کھلاڑی ہوتے ہیں اور ہر وادی میں گھومتے پھرتے ہیں۔ فرمایا گیا کہ کردار کا یہ جھول، کمزوری اور قوم و فعل کا تضاد کیا تمہیں میری زندگی میں کبھی نظر آیا ہے؟ یقیناً عرب کا بچہ بچہ اس پر پکار اٹھے گا کہ آپ میں شاعروں کی جیسی کوئی بات نہیں ہے بلکہ قول و عمل کی یکسانیت کو آپ کے کردار اور زندگی سے آبرو ملی ہے۔

فرمایا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ پر یہ قرآن کوئی جن لے کر اترتا ہے یا کاہنوں کی طرح جنات آسمان کی باتیں آ کر سنا دیتے ہیں جس کو آپ نقل کر دیتے ہیں۔ فرمایا گیا کہ آپ کہئے کہ میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر

اترتے ہیں۔تو سنو! شیطان تو ہر بدکردار، جھوٹے اور دھوکے باز شخص پر اترتے ہیں جو ایسی جھوٹی باتیں سن کر ان پر کان لگاتے ہیں اور ان کو جھوٹی اور پر فریب باتیں ہی پسند ہوتی ہیں۔

۱۔جب یہ آیات نازل ہوئیں تو نبی کریم ﷺ نے تمام بنو قریش کو بلا کر اللہ کے دین کی طرف دعوت دی۔ پھر مکہ مکرمہ کے پہاڑ پر چڑھ کر سارے مکہ والوں کو بلا کر بتایا کہ اگر تم نے اللہ سے توبہ نہ کی تو شیطان کا لشکر بہت جلد تم پر حملہ کردے گا۔ یہ پہلی آواز تھی جس کے ذریعہ آپ نے اپنے خاندان، قبیلے اور شہر والوں کو اللہ کا خوف دلایا۔اس کے بعد جب انہوں نے طعن وتشنیع سے گزر کر آپ کے ساتھ زیادتیوں کا معاملہ شروع کردیا تو آپ نے مکہ مکرمہ کی تیرہ سالہ زندگی میں کسی سے انتقام یا بدلہ نہیں لیا اور اگر آپ نے بدلہ لیا تو اس میں کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی۔

۲۔فرمایا کہ شاعروں کا کام تو یہ ہے کہ وہ گمراہی کی پیروی کرتے ہیں اور فکر وخیال کی ہر وادی میں ٹکریں مارتے پھرتے ہیں۔جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں، لیکن اس اصول سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو ایمان اور عمل صالح کا پیکر ہیں۔کیونکہ جس دل میں ایمان آجائے اور وہ عمل صالح کے راستے پر لگ جائے تو وہ حق وصداقت کی آواز کو اپنے اشعار میں ڈھال کر مردہ دلوں میں امنگ اور حق وصداقت سے بھٹک جانے والوں کو سچا راستہ دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔مردہ قوم میں اپنے ایمانی اشعار کے ذریعہ ایک نئی زندگی پھونک دیتے ہیں اور ہر وقت اپنی آخرت کی فکر کرتے ہیں۔

۳۔اہل ایمان کے اخلاق کریمانہ کا تقاضا تو یہی ہے کہ جب ان کے ساتھ کوئی زیادتی یا ظلم کیا جاتا ہے تو وہ اس کو معاف کردیتے ہیں لیکن اگر وہ اس کا بدلہ بھی لیتے ہیں تو اس احتیاط کے ساتھ کہ ان کی طرف سے کسی پر کوئی زیادتی نہیں ہوتی کیونکہ اس بات پر ان کا یقین ہوتا ہے کہ ایک دن ان سب کو اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہی مظلوم کا ساتھ دے گا اور ان کے ساتھ انصاف فرمائے گا۔

ان آیات پر سورۃ الشعراء کو ختم فرمایا گیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

الحمد للہ ان آیات کا ترجمہ وتشریح کے تکمیل تک پہنچی۔

واخردعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۱۹ تا ۲۰

• وقال الذین • امن خلق

سورۃ نمبر ۲۷

النَّمل

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ النمل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ نمبر	27
کل رکوع	7
آیات	93
الفاظ وکلمات	1167
حروف	4879

یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی جس میں توحید خالص کی تعلیم، عظمت نبوت، فکر آخرت اور تخلیق کائنات کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس سورۃ میں چند انبیاء کرام کا ذکر کر کے بتایا گیا ہے کہ انہوں نے کس طرح اللہ کا دین پہنچایا ان کے لیے دنیا کی مال داری اور سرداری ان کی تبلیغ دین میں رکاوٹ نہیں بنی بلکہ انہوں نے سب کچھ ہونے کے باوجود اللہ کا شکر ادا کیا اور اللہ کا دین پھیلانے کی ہر ممکن کوشش کی۔

نمل، چیونٹی کو کہتے ہیں۔ اس سورۃ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے چیونٹیوں کی ایک وادی کا ذکر ہے اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام النمل رکھا گیا ہے۔

اس سورۃ میں عبرت ونصیحت کے لیے چند انبیاء کرامؑ اور ان کی نافرمان قوموں کے واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا ہے کہ ایک طرف تو فرعون قوم ثمود اور قوم لوط تھی جن کو انبیاء نے اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور حسن عمل کرنے پر بشارتیں دیں لیکن انہوں نے نافرمانی اور گناہ کے راستے کا انتخاب کر لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت موسیٰؑ، حضرت صالحؑ اور حضرت لوطؑ اور ان کے ماننے والوں کو بچا لیا گیا اور نافرمان قوموں کو ان کے گناہوں کے سبب جڑ و بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیا گیا۔ ان کی بستیاں ان پر الٹ دی گئیں اور انہیں سمندر میں غرق کر دیا گیا۔ ان کی ترقیات، مال و دولت اور اونچی عمارتیں ان کو اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکیں۔ دوسری طرف حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کو حکومت وسلطنت اور تمام دنیاوی طاقتیں عطا کی گئیں حضرت سلیمانؑ کو چرند، پرند اور درند میں سے ہر ایک کی زبان اور بولی سکھائی گئی۔ انسان اور جنات کو ان کے تابع کر دیا گیا پوری دنیا پر ان کی حکومت تھی لیکن اس سب کے باوجود نہ ان میں اپنی سلطنت و طاقت کا غرور تھا نہ انہوں نے اپنی طاقت کو مظلوموں کو تباہ کرنے کا ذریعہ بنایا بلکہ قدم قدم پر اللہ کی نعمتوں کا شکر اور عاجزی وانکساری کو روش زندگی بنائے رکھا۔ ملکہ بلقیس کا ذکر کر کے مکہ مکرمہ کے کافروں سے یہ کہا جا رہا ہے کہ اب فیصلہ کرنا ان کا اپنا کام ہے کہ وہ تاریخ کی سچائیوں پر ایمان لاتے ہیں یا ان پر تاریخ کو پھر سے دہرایا جائے۔ اگر انہوں نے ملکہ بلقیس کا طریقہ اختیار کیا کہ وہ مشرکہ تھیں، سورج کو اپنا معبود مانتی تھیں لیکن جب ان پر اسلام کو پیش کیا گیا تو انہوں نے کفر و شرک سے توبہ کر کے اللہ کی فرمانبرداری اختیار کر لی اور اس طرح دنیا اور اپنی آخرت کو سنوار لیا۔ ان کو اختیار ہے اگر وہ چاہیں تو قوم فرعون، قوم ثمود اور قوم لوط کا طریقہ اپنا لیں

حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤدعلیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام کا خاص طور پر ذکر فرمایا گیا۔ دوسری طرف قوم فرعون، قوم ثمود اور قوم لوط کی نافرمانیوں کا ذکر کر کے بتایا کہ اللہ کا یہ دستور ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کو بچالیتا ہے اور منکرین کو مٹادیتا ہے یہ اس کا نظام ہے۔

جنہوں نے اللہ کی سرزمین پر ناحق غرور تکبر کیا اور اپنی طاقت وقوت کے نشے میں اللہ اور اس کے رسولوں کی نافرمانی اختیار کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام تر طاقت وقوت کے باوجود ان قوموں کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر عبرت کا نمونہ بنا دیا گیا۔ آج ان کے عالی شان مکانات کے کھنڈرات ان کے غرور وتکبر کا منہ چڑا رہے ہیں۔ اگر وہ اللہ و رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے تو ان کو دنیا میں اس سے زیادہ عروج وترقی دی جاتی جو وہ حاصل کر چکے تھے اور آخرت میں ان کو جنت کی ابدی راحتیں عطا کیے جانے کا وعدہ برحق ہے۔

اس سورۃ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے وحدانیت اور تخلیق کا ذکر کر کے انسانوں کے ضمیر سے پوچھا ہے کہ زمین وآسمان، چاند، سورج، ستارے، چرند، پرند، درند اور خود انسانوں اور جنات کو کس نے پیدا کیا۔ فرمایا کہ اگر وہ غرور وتکبر سے کام نہ لیں تو ان کے دل پکار اٹھیں گے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ ہی نے پیدا کیا ہے وہی اس کارخانۂ ہستی کو چلا رہا ہے ساری قدرت اور سارا اختیار اسی ایک اللہ کا ہے۔ اس کے برخلاف وہ معبود جن کو وہ اپنا حاجت روا مانتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی تمام تمناؤں کو وہ پورا کرتے ہیں وہ اپنے وجود میں خود انسانی ہاتھوں کے محتاج ہیں۔ وہ پیدا کیے جاتے ہیں لیکن کائنات میں وہ ایک ذرے کو بھی پیدا کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ فرمایا گیا کہ جو اپنے نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں وہ دوسروں کے نفع ونقصان کے مالک کیسے ہو سکتے ہیں؟

ملکہ بلقیس جو سورج کو اپنا معبود سمجھتی تھیں جب ان کو اللہ کا دین پہنچا تو انہوں نے اپنے شرک سے توبہ کر لی اور وہ اللہ کی فرمانبردار ہو کر عزت وعظمت کے بلند مقام کو حاصل کر سکیں۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ کی بات کوئی مانتا ہے یا نہیں مانتا آپ اعلان فرما دیجیے کہ میں اس اللہ کا فرماں بردار ہوں جس نے مجھے ایمان پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی۔ میں اس کا کلام تمہیں سناتا ہوں، قرآن پڑھتا پڑھاتا ہوں، نیک اور بہتر راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہوں جو شخص بھی میری بات سنے گا، میری اطاعت کرے گا اس میں اسی کا فائدہ ہے لیکن جو شخص نافرمانی کا راستہ اختیار کرے گا وہ دنیا اور آخرت میں سوائے نقصان کے کچھ بھی حاصل نہ کر سکے گا۔

نبی کریم ﷺ کی زبان سے یہ بھی کہلوایا گیا کہ اے نبی ﷺ! آپ اعلان کر دیجیے کہ میرا اللہ وہ ہے جو تمام خوبیوں، عظمتوں اور تعریفوں کا مستحق ہے۔ بہت جلد قیامت آنے والی ہے۔ اس دن وہ اللہ انکار اور کفر وشرک کرنے والوں کو بتا دے گا کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے کس طرح ایک اچھا موقع ضائع کر دیا ہے۔ اب ان کو اپنے اعمال کے برے نتائج کو بھگتنا ہوگا۔ کیونکہ وہ اللہ تمہارے کسی عمل سے بے خبر نہیں ہے۔

سورۃ النمل

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

طٰسٓ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡقُرۡاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيۡنٍۙ ۝۱ هُدًى وَّبُشۡرٰى
لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَۙ ۝۲ الَّذِيۡنَ يُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ وَ
هُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ يُوۡقِنُوۡنَ ۝۳ اِنَّ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ
زَيَّنَّا لَهُمۡ اَعۡمَالَهُمۡ فَهُمۡ يَعۡمَهُوۡنَؕ ۝۴ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ
لَهُمۡ سُوۡٓءُ الۡعَذَابِ وَهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ هُمُ الۡاَخۡسَرُوۡنَ ۝۵
وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الۡقُرۡاٰنَ مِنۡ لَّدُنۡ حَكِيۡمٍ عَلِيۡمٍ ۝۶

الثلثة

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۶

طا۔سین۔ یہ قرآن کی واضح اور روشن کتاب کی آیتیں ہیں جو ہدایت اور ان مومنوں کے لئے خوش خبری ہیں۔ جو لوگ نماز کو قائم کرتے، زکوۃ دیتے اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ بے شک جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ہم نے ان کے اعمال ان کی نظر میں خوش نما بنا دیئے ہیں اور وہ ان ہی میں بھٹکتے پھر رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے بدترین عذاب ہے اور وہ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔ (اے نبی ﷺ!) یقیناً آپ کو یہ قرآن بڑی حکمت والے اور بہت زیادہ جاننے والے کی طرف سے دیا گیا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۶

بُشْرٰی	خوش خبری۔اچھی اطلاع
یُؤْتُوْنَ	وہ دیتے ہیں
زَیَّنَّا	ہم نے خوبصورت بنا دیا
یَعْمَھُوْنَ	وہ اندھے بن رہے ہیں
اَلْاَخْسَرُوْنَ	زیادہ نقصان اٹھانے والے
تُلَقّٰی	دیا گیا ہے
لَدُنْ	قریب۔نزدیک

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۶

☆ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کرام کو ایسے معجزات عطا فرمائے تھے جو راہ حق سے بھٹک جانے والوں کو کھلی آنکھوں سے نظر آتے تھے مگر سچائیوں کا انکار کرنے والوں نے ان کا بھی انکار کر دیا اور اللہ کے غضب کا شکار ہو گئے۔ان ہی انبیاء کرام میں سے حضرت سلیمانؑ بھی تھے جن کو اللہ نے نہ صرف انسانوں اور جنات پر حکومت عطا فرمائی تھی بلکہ چرند، پرند، درند ہواؤں اور ہر مخلوق کو ان کے تابع کر دیا تھا۔وہ ہر جاندار کی بولی سمجھتے تھے۔ایک مرتبہ حضرت سلیمانؑ ''وادی النمل'' یعنی چیونٹیوں کے میدان سے گذر رہے تھے، چیونٹیوں کے سردار نے کہا کہ تم اپنی حفاظت کرو کہیں سلیمانؑ کا لشکر تمہیں روند نہ ڈالے۔حضرت سلیمانؑ یہ سن کر ہنس پڑے اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے انہیں ہر جاندار کی بولی اور اس کی سمجھ عطا فرمائی ہے۔چونکہ اس میں ''النمل'' کا ذکر آیا ہے جس کے معنی چیونٹی کے ہیں اسی لئے اس سورت کا نام النمل رکھا گیا ہے۔حضرت سلیمانؑ کا واقعہ سنا کر اللہ نے کفار مکہ سے فرمایا ہے کہ تمہارا یہ حال ہے کہ معمولی معمولی سرداریوں اور دولت کے گھمنڈ کر کے تم اللہ کے نبی اور ان کے جاں نثاروں پر ظلم توڑنے سے باز نہیں آتے۔حضرت سلیمانؑ جن کو اللہ نے ہر مخلوق پر سلطنت عطا کی تھی وہ چیونٹیوں کے ساتھ بھی انصاف کرتے تھے اور اللہ کی کسی

مخلوق کو ستاتے نہیں تھے۔

☆سورۃ النمل کا آغاز حروف مقطعات سے کیا گیا ہے۔علماء مفسرین نے فرمایا ہے کہ ان حروف کے معنی اور ان سے مراد کیا ہے؟ اس کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے ان حروف کے معنی سے نبی کریم ﷺ کو مطلع کر دیا ہو۔مگر آپ نے ان کی کوئی وضاحت نہیں فرمائی۔نیز صحابہ کرامؓ نے بھی نبی کریم ﷺ سے اس سلسلہ میں نہیں پوچھا۔لہٰذا ہمیں اس بات پر ایمان رکھنا ہے کہ اللہ ہی ان حروف اور ان کی مراد سے واقف ہے۔

☆سورۃ النمل میں بنیادی عقیدوں کی اصلاح یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسول کی رسالت، آخرت پر یقین اور حسن عمل کی تلقین فرمائی گئی ہے۔بتایا گیا ہے اس کائنات کا خالق، مالک، حقیقی معبود اور کارساز صرف ایک اللہ کی ذات ہے۔وہ اپنی پیدا کی ہوئی کائنات کو اپنی قدرت اور اپنی مرضی سے چلا رہا ہے۔وہ اس کائنات کے چلانے میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔البتہ جب انسان اپنے برے اعمال اور کفر و شرک سے کائنات کا توازن خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے پاکیزہ نفوس بندوں یعنی پیغمبروں کو بھیجتا ہے تاکہ وہ راستے سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو ان کی بری روش اور بداعمالیوں کی اصلاح کی طرف متوجہ کر سکیں۔اگر وہ انبیاء کرامؑ کے سمجھانے کے باوجود اپنی گمراہی پر قائم رہتے ہیں تو ان پر عذاب نازل کیا جاتا ہے۔نبیوں اور رسولوں کا یہ سلسلہ ابتدائے کائنات سے شروع کیا گیا اور آخر میں اس نے اپنے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا جن کی نبوت و رسالت قیامت تک جاری رہے گی تمام نبیوں کی طرح نبی کریم ﷺ نے بھی اسی بات پر زور دیا ہے کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔جو شخص بھی اللہ کی ذات اور صفات میں کسی طرح بھی شرک کرتا ہے وہ ایک بہت بڑا ظلم کرتا ہے جسے اللہ معاف نہیں کرتا۔جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو آخری نبی اور آخری رسول بنا کر بھیجا ہے وہیں آپ کو ایک ایسی عظیم کتاب بھی عطا فرمائی گئی ہے جو قیامت تک آنے والوں کے لئے ہدایت و رہنمائی کی محفوظ کتاب ہے۔وہ کتاب اور اس کی آیات واضح اور کھلی ہوئی دلیلوں کے ساتھ نازل کی گئی ہیں جو نہ صرف اہل ایمان کے لئے ہدایت کے اصولوں کی روشن کتاب ہے بلکہ ان لوگوں کے لئے دنیا اور آخرت میں کامیابی کی ضمانت ہے۔لیکن یہ صاحبان ایمان کون لوگ ہیں؟ فرمایا کہ وہ لوگ جو نمازوں کو قائم کرتے، زکوۃ ادا کرتے اور آخرت پر یقین کامل رکھنے والے ہیں۔لیکن وہ لوگ جو آخرت کی زندگی، اس کے حساب کتاب اور اچھے برے اعمال کے نتائج پر ایمان نہیں رکھتے وہ انتہائی ناکام لوگ ہیں۔اللہ تعالیٰ ان سے یہ بدلہ لیتا ہے کہ ان کے برے اور گندے اعمال کو ان کی نظروں میں خوبصورت بنا دیتا ہے اور وہ اپنے اعمال پر مطمئن ہو جاتے ہیں۔یہ خود فریبی ایک دن ان کو اللہ کے عذاب کا شکار بنا دیتی ہے اور ایسے لوگ آخرت میں خالی ہاتھ پہنچیں گے۔اس وقت انہیں اس بات کا اندازہ ہوگا کہ وہ کس قدر

نقصان اٹھانے والے بن چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ لوگوں کی بداعمالیوں کی فکر نہ کیجئے بلکہ آپ اللہ کے کلام کو ہر شخص تک پہنچانے کی جدوجہد کیجئے کیونکہ یہ قرآن کریم ایسی عظیم کتاب ہے جو اس علیم وخبیر اور حکمت و دانائی والی ذات کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کی پیدا کی ہوئی مخلوق کے لئے کیا بہتر ہے اور ان کی بھلائی کن کن چیزوں میں پوشیدہ ہے۔

اِذْ قَالَ مُوْسٰى

لِاَهْلِهٖۤ اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا ؕ سَاٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِیْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝۷ فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۸ یٰمُوْسٰۤی اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝۹ وَاَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ ؕ یٰمُوْسٰی لَا تَخَفْ ۫ اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۝۱۰ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۱۱ وَاَدْخِلْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ ۫ فِیْ تِسْعِ اٰیٰتٍ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ۝۱۲ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰیٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝۱۳ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ ۝۱۴

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۱۴

یاد کرو جب موسیٰؑ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں نے ایک آگ دیکھی ہے۔ میں تمہارے پاس یا تو (راستے کی) خبر لاتا ہوں یا آگ کا شعلہ (انگارہ) لے کر آتا ہوں تاکہ تم اس سے گرمائی حاصل کرسکو۔ پھر جب وہ آگ کے قریب پہنچے تو آواز دی گئی کہ مبارک ہے جو آگ کے اندر ہے اور جو اس کے اردگرد ہے۔ اللہ کی ذات پاک بے عیب ہے اور وہی رب العالمین ہے۔ اے موسیٰؑ! میں ہی اللہ ہوں غالب حکمت والا۔ اور تم اپنا عصا پھینکو۔ پھر جب انہوں نے اس کو حرکت کرتے دیکھا جیسے وہ سانپ ہو تو وہ (موسیٰؑ) پیٹھ پھیر کر بھاگے اور انہوں نے پلٹ کر بھی نہ دیکھا۔ اللہ نے فرمایا اے موسیٰ تم مت ڈرو۔ بے شک میرے سامنے رسول ڈرا نہیں کرتے۔ سوائے اس کے اگر کسی سے کوتاہی ہو جائے۔ اور پھر وہ اس کو نیکی سے بدل لے تو بے شک میں بہت زیادہ معاف کرنے والا نہایت مہربان ہوں۔ اور اے موسیٰؑ! اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالئے وہ بغیر کسی عیب کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا۔ نو نشانیوں میں سے (دو نشانیاں) لے کر فرعون اور اس کی قوم کی طرف جایئے کیونکہ وہ بہت حد سے نکل جانے والے لوگ ہیں۔ پھر جب وہ ان کے پاس روشن معجزات لے کر پہنچے تو کہنے لگے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ حالانکہ ان کے دلوں میں اس کا یقین تھا مگر انہوں نے ظلم اور تکبر سے اس کا انکار کر دیا۔ اے نبی ﷺ! دیکھئے ان فسادیوں کا انجام کیسا (بھیانک) ہوا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۱۴

اَھْلِ — گھر والے۔ اہل خانہ

اٰنَسْتُ — میں نے دیکھا

شِھَابٌ — شعلہ

قَبَسٌ	انگارہ
نُوْدِیَ	آواز دی گئی
تَصْطَلُوْنَ	تم سینکو۔ گرمائی حاصل کرو
بُوْرِکَ	برکت دی گئی
حَوْلٌ	اردگرد۔ آس پاس
تَهْتَزُّ	لہراتا ہے
جَانٌّ	سانپ۔ اژدھا
مُدْبِراً	پیٹھ پھیرنے والا
لَمْ یُعَقِّبْ	مڑ کر نہ دیکھا
مُبْصِرَةٌ	آنکھیں کھولنے والی
اِسْتَیْقَنَتْ	یقین کرلیا
عُلُوٌّ	بڑائی۔ تکبر
عَاقِبَةٌ	انجام۔ نتیجہ

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۱۴

ان آیات میں حضرت موسیٰ کے اس واقعہ کو اس سورت کے مضامین کے لحاظ سے دوبارہ ارشاد فرمایا گیا ہے جب وہ مدین میں حضرت شعیبؑ کے پاس دس سال گذارنے کے بعد اپنے گھر والوں کے ساتھ واپس مصر تشریف لا رہے تھے۔ جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ جب حضرت موسیٰ سردی کی رات اور اندھیرے کی وجہ سے مصر کا راستہ بھول گئے تھے۔ دور دور تک کوئی

شخص بھی نہ تو راستہ بتانے والا تھا اور نہ سردی سے بچنے کا سامان تھا۔ یہ جگہ وادی سینا یا وادی طویٰ کے قریب واقع تھی۔ آپ نے جب ایک جلتی ہوئی آگ کو دیکھا تو اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ ذرا تم ٹھہرو میں نے ایک جلتی آگ کو دیکھا ہے شاید وہاں کوئی راستہ بتانے والا مل جائے یا کم از کم میں تھوڑی سی آگ یا انگارہ ہی لے آؤں گا تا کہ سردی سے بچاؤ کیا جا سکے۔ حضرت موسیٰؑ جب اس آگ سے کچھ قریب ہوئے تو ایسا محسوس ہوا جیسے کسی جھاڑی یا درخت میں آگ لگی ہوئی ہے اور وہ ایک ہرا بھرا درخت ہے۔ جب موسیٰؑ اس آگ کی طرف بڑھے تو وہ آگ آپ سے دور ہونے لگی اور جب آپ پیچھے ہٹتے تو ایسا لگتا جیسے آگ ان کا پیچھا کر رہی ہے۔ آپ اسی حیرت و تعجب میں تھے کہ اس جھاڑ یا درخت میں سے ایک آواز بلند ہوئی کہ اے موسیٰؑ جو کچھ آگ کے اندر ہے یا اس کے ارد گرد ہے وہ مبارک و برکت والا ہے۔ اللہ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے اور وہی رب العالمین ہے۔

فرمایا اے موسیٰ یہ میں ہی اللہ ہوں جس کی حکمت ہر چیز پر غالب ہے۔ حضرت موسیٰ نے دیکھنا شروع کیا کہ یہ آواز کدھر سے آرہی ہے کیونکہ ایسا لگ رہا تھا کہ یہ آواز ہر سمت اور جانب سے آرہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰؑ! تم اپنا عصا (لاٹھی) کو پھینکو۔ جیسے ہی انہوں نے اپنے عصا کو پھینکا تو وہ ایک اژدھا بن گیا جو پتلے سانپ کی طرح نہایت پھرتیلا اور دوڑنے والا تھا۔ جب حضرت موسیٰؑ نے اس اژدھا کو دیکھا تو بشری تقاضے کے تحت ان پر ایک خوف طاری ہو گیا اور انہوں نے خوف کے مارے اس طرح بھاگنا شروع کیا کہ پیچھے پلٹ کر بھی نہ دیکھا اللہ کی طرف سے آواز آئی کہ اے موسیٰ! تم ڈرو مت کیونکہ میرے سامنے رسول ڈرا نہیں کرتے۔ ڈر تو اس شخص کو ہوتا ہے جو کسی قسم کی کوتاہی یا گناہ کرتا ہے۔ پھر بھی اگر وہ پلٹ آئے اور توبہ کر لے تو اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے وہ معاف کر دیتا ہے چونکہ آپ نے تو کوئی خطا کی نہیں ہے لہٰذا ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

پھر فرمایا کہ اے موسیٰؑ! اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر نکالیے وہ بغیر کسی عیب یا بیماری کے (چاند کی طرح) چمکتا ہو نکلے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو یہ دونوں معجزات دے کر ارشاد فرمایا کہ اب آپ ان دونوں معجزات کو لے کر فرعون کے دربار میں بے خوف و خطر پہنچ جائیے۔ اور اس کو اور اس کی نافرمان قوم کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیے کیونکہ وہ لوگ بہت زیادہ حد سے نکل چلے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کو طرح طرح کے نو معجزات عطا فرمائے مگر اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود فرعون اور اس کی قوم نے اپنے ظلم و تکبر سے توبہ نہیں کی اور آخر کار اللہ تعالیٰ نے فرعون اور قوم فرعون کو ان کے فساد کی وجہ سے بھیانک انجام سے دوچار کیا اور پانی میں ڈبو دیا گیا۔

سورۃ النمل کی ان آیات کی مزید تشریح اور وضاحت یہ ہے کہ

(۱) اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانیت سے پاک ذات ہے۔ اس موقع پر یہ بات ایک دفعہ اور عرض ہے کہ اس جھاڑ یا

درخت میں حضرت موسیٰؑ کو جو چمک، آگ اور روشنی نظر آئی ہے وہ اللہ کا نور اور تجلی ہے جو اس درخت پر ڈال دی گئی تھی۔ اس آگ کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ نے اس درخت میں حلول کر لیا تھا بلکہ محسوسات میں حضرت موسیٰؑ کو دکھایا گیا کہ یہ درخت میں لگی ہوئی آگ، یہ دنیا کی آگ نہیں ہے بلکہ اللہ کی تجلی کا عکس ہے جو نظر آتا ہے۔ آگ کی شکل میں اس لئے دکھائی گئی کہ اس وقت حضرت موسیٰؑ کو آگ اور روشنی کی ضرورت تھی۔

(۲) یہ غیبی آواز جو اس درخت سے معجزاتی طور پر آ رہی تھی اس کی کوئی سمت یا جہت مقرر نہیں تھی بلکہ ایسا لگ رہا تھا کہ یہ آواز ہر طرف سے آ رہی ہے جس کو صرف حضرت موسیٰ کے کان ہی نہیں بلکہ تمام اعضاء یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ سن رہے تھے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے اس وادی طوی میں حضرت موسیٰؑ کو دو معجزات عطا فرمائے عصا کا اژدھا بن جانا اور بغل میں سے ہاتھ نکالنا جو چاند کی طرح چمک دار اور روشن ہو جاتا تھا۔ بقیہ معجزات مختلف اوقات میں عطا فرمائے۔

(۱) جادوگروں کی شکست اور فرعون کی ذلت۔

(۲) شدید ترین قحط سالی۔

(۳) ٹڈیوں کا عذاب۔

(۴) غلے اور اناج میں سرسریوں کا پڑ جانا۔

(۵) ہر چیز میں خون کا عذاب۔

(۶) مینڈکوں کا عذاب۔

(۷) طوفان۔

جب بھی ان میں سے کوئی عذاب آتا تو وہ حضرت موسیٰؑ کے پاس آتے، دعا کی درخواست کرتے۔ جب حضرت موسیٰ کی دعا سے یہ عذاب ٹل جاتا تو پھر سے اسی طرح اپنی نافرمانیوں میں لگ جاتے تھے۔ غرضیکہ جب یہ قوم حد سے آگے بڑھ گئی اور فساد فی الارض کی انتہاؤں پر پہنچ گئی تب اللہ کا فیصلہ آگیا اور فرعون اور اس کے تمام لشکر کو تباہ و برباد کر دیا گیا اور پانی میں ڈبو دیا گیا۔ اس کے برخلاف اللہ نے حضرت موسیٰؑ اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرما دی۔

(۴) ظلم و زیادتی اور تکبر و غرور ایسی بڑی خرابی ہے جو انسان کو حق و صداقت کی راہوں سے روک دیتی ہے اور اس برے انجام تک پہنچا دیتی ہے جہاں سے واپسی کا کوئی راستہ نہیں ملتا۔

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا دَاوٗدَ وَ
سُلَيۡمٰنَ عِلۡمًا‌ ۚ وَقَالَا الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِىۡ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيۡرٍ مِّنۡ عِبَادِهِ
الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۵﴾ وَوَرِثَ سُلَيۡمٰنُ دَاوٗدَ‌ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمۡنَا
مَنۡطِقَ الطَّيۡرِ وَاُوۡتِيۡنَا مِنۡ كُلِّ شَىۡءٍ‌ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡفَضۡلُ الۡمُبِيۡنُ ﴿۱۶﴾
وَحُشِرَ لِسُلَيۡمٰنَ جُنُوۡدُهٗ مِنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ وَالطَّيۡرِ فَهُمۡ يُوۡزَعُوۡنَ ﴿۱۷﴾
حَتّٰٓى اِذَاۤ اَتَوۡا عَلٰى وَادِ النَّمۡلِ ۙ قَالَتۡ نَمۡلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمۡلُ ادۡخُلُوۡا
مَسٰكِنَكُمۡ‌ۚ لَا يَحۡطِمَنَّكُمۡ سُلَيۡمٰنُ وَجُنُوۡدُهٗ ۙ وَهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۸﴾
فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنۡ قَوۡلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوۡزِعۡنِىۡۤ اَنۡ اَشۡكُرَ
نِعۡمَتَكَ الَّتِىۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَىَّ وَعَلٰى وَالِدَىَّ وَاَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا
تَرۡضٰٮهُ وَاَدۡخِلۡنِىۡ بِرَحۡمَتِكَ فِىۡ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿۱۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵ تا ۱۹

اور بے شک ہم نے داؤدؑ اور سلیمانؑ کو علم عطا کیا۔ ان دونوں نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت دی ہے۔ اور سلیمانؑ داؤد کے وارث ہوئے۔ انہوں نے کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے۔ اور ہمیں ہر نعمت دی گئی ہے۔ بے شک یہ اللہ کا کھلا ہوا فضل و کرم ہے۔ اور سلیمانؑ کے لئے جنات، انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کئے گئے تھے۔ وہ پورے نظم و ضبط میں رکھے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا۔ اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں گھس جاؤ۔ کہیں ایسا

نہ ہو کہ سلیمانؑ اور ان کا لشکر تمہیں روند ڈالیں اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ اس پر سلیمانؑ مسکراتے ہوئے ہنس پڑے اور کہا اے میرے پروردگار مجھے اس بات پر قائم رکھیئے گا کہ میں آپ کے ان احسانات کا شکر ادا کرتا رہوں جو آپ نے مجھ پر اور میرے والدین پر کئے ہیں۔ اور میں ایسے بھلے کام کرتا رہوں جس سے آپ راضی ہو جائیں۔ اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل رکھیئے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵ تا ۱۹

فَضَّلْنَا	ہم نے فضیلت دی۔ بڑائی دی
عُلِّمْنَا	ہمیں سکھایا گیا
مَنْطِقٌ	بولنا۔ بولی
اَلطَّيْرُ	پرندہ۔ پرندے
حُشِرَ	جمع کیا گیا
يُوْزَعُوْنَ	وہ روکے جاتے ہیں
وَادُالنَّمْلِ	چیونٹیوں کا میدان
لَا يَحْطِمَنَّ	روند نہ ڈالیں
تَبَسَّمَ	وہ مسکرادیا
ضَاحِكٌ	ہنسنے والا
اَوْزِعْنِيْ	مجھے توفیق دے
تَرْضٰى	تو خوش ہو جائے

تشریح: آیت نمبر ۱۵ تا ۱۹

حضرت داؤدؑ جو بنی اسرائیل کے عظیم پیغمبر تھے ان کو اللہ نے زبور کے ساتھ ساتھ ایسی خوبصورت آواز سے نوازا تھا کہ جب وہ اپنی خوبصورت آواز میں زبور کی آیات کی تلاوت اور اللہ کی حمد و ثناء کرتے تھے تو تمام انسان، جنات، چرند، پرند اور درند بھی

جھوم اٹھتے اور ان کی حمد وثنا سے پہاڑ گونج اٹھتے تھے۔ وہ اپنے اور اپنے گھر والوں کے اخراجات اپنے ہاتھ کی محنت سے پورے فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں لوہے کو موم کی طرح نرم کر دیا تھا وہ جس طرح چاہتے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں سے لوہے کو گرم کئے بغیر باریک اور نازک زنجیروں کے حلقے بنا کر ایسی زرہیں تیار کرتے تھے جن سے ایک سپاہی میدان جنگ میں آسانی سے نقل وحرکت کر سکتا تھا اور اس طرح ایک جنگی ضرورت بھی پوری ہو جاتی تھی۔ حضرت داؤدؑ کے انیس بیٹے تھے جن میں سب سے چھوٹے بیٹے حضرت سلیمانؑ تھے۔ تمام اولاد میں صرف حضرت سلیمانؑ ہی ان کے علم کے وارث تھے۔ وقت کے عظیم نبی اور عالی شان حکومت وسلطنت کے مالک تھے۔

ایک مرتبہ حضرت سلیمانؑ نے اللہ سے دعا کی ''الٰہی مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو میسر اور حاصل نہ ہو (سورۃ ص) اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو قبول فرمایا اور ان کو وہ سلطنت عطا فرمائی جو اپنی مثال آپ ہے۔ اللہ نے ان کو انسانوں اور جنات کے علاوہ چرند، پرند، درند اور ہواؤں پر بھی حکومت عطا کی تھی۔ ہوا ان کے اسی طرح تابع اور مسخر کر دی گئی تھی کہ وہ آپ کے تخت کو لے کر اڑ جاتی۔ تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ ایک مہینے کا سفر آدھے دن میں طے ہو جایا کرتا تھا۔ ان کا لشکر زبردست قوت وطاقت کا مالک تھا جس میں چرند، پرند، درند، انسان اور جنات سب ہی شامل تھے۔ اور آپ ہر مخلوق کی بولی سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ اسی زبردست لشکر کے ساتھ جا رہے تھے کہ آپ کے کان میں ایک چیونٹی کی آواز پڑ گئی جو اپنی ساتھی چیونٹیوں سے کہہ رہی تھی کہ تم جلدی سے اپنے بلوں میں گھس جاؤ کیونکہ حضرت سلیمانؑ کا لشکر آ رہا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لشکر تمہیں اپنے پاؤں سے روند ڈالے اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ حضرت سلیمانؑ اس چھوٹے سے جانور کی بات سن کر بے ساختہ ہنس پڑے اور شکر کے طور پر اللہ کے سامنے جھک گئے اور عرض کیا'' الٰہی میں کس منہ سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔ واقعی آپ نے مجھے اور میرے والدین کو اپنی بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ عاجزی اور انکساری سے عرض کیا کہ اے اللہ مجھے اپنے صالح بندوں میں شامل فرما لیجئے گا۔ اپنی خاص رحمت اور اعلیٰ درجات سے نواز دیجئے گا۔ مجھے ایسے اعمال کی توفیق عطا فرمایئے گا کہ جس سے آپ راضی ہو جائیں۔

اللہ نے ان آیات میں چند باتوں کو ارشاد فرمایا ہے (۱) اللہ نے حکومت تو فرعون کو بھی دی تھی مگر وہ اس قوت وطاقت کو اپنا ذاتی کمال سمجھ کر نافرمان بن گیا اور اللہ کے مقابلے میں اس نے لوگوں کو اپنے سامنے جھکانا شروع کر دیا۔ اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کو زبردست قوت وطاقت، حکومت وسلطنت عطا فرمائی تھی لیکن انہوں نے اس کو اپنا ذاتی کمال نہیں بلکہ اللہ کی عطا و بخشش سمجھا اسی لئے وہ ہر آن ہر نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرتے تھے۔ (۲) اتنی بڑی سلطنت وحکومت کے باوجود حضرت داؤدؑ لوہے کی زرہیں بنا کر اور حضرت سلیمانؑ ٹوکریاں بنا کر اپنی گذر اوقات کرتے تھے۔ یہ وہ ہاتھ کی کمائی تھی جو انسان کو اللہ کا محبوب بنا دیتی ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کسی انسان کا بہترین رزق اس کے اپنے ہاتھ کی کمائی ہے۔ بلاشبہ حضرت داؤد اپنے ہاتھ سے محنت کرتے تھے۔ (۳) اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ اس نے حضرت سلیمانؑ کو حضرت داؤدؑ کا وارث بنایا۔

اس سے مراد ''وراثت علم'' ہے مال و دولت کی وراثت نہیں ہے کیونکہ انبیاء کرام کی وراثت مال و دولت نہیں ہوتی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہم انبیاء کرام نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿٢٠﴾
لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ
مُّبِيْنٍ ﴿٢١﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ
جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿٢٢﴾ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ
وَ اُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٣﴾ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا
يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ
فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿٢٤﴾ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ
الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ
وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿٢٥﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿٢٦﴾ (السجدة)
قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٢٧﴾ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ
هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالَتْ
يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿٢٩﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿٣٠﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿٣١﴾
قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا
حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿٣٢﴾ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ

السجدة
٢ ١٧ ١٧

وَالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَأْمُرِيْنَ ۝۳۳ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۝۳۴ وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ۝۳۵ فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ۝۳۶ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝۳۷

ترجمہ: آیت نمبر ۲۰ تا ۳۷

اور انہوں نے (سلیمانؑ نے) پرندوں کا جائزہ لیا تو کہا کیا بات ہے میں نے ہدہد کو نہیں دیکھا۔ کیا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے؟ البتہ میں اس کو سخت سزا دوں گا یا میں اس کو ذبح کر ڈالوں گا۔ ورنہ اسے میرے سامنے کوئی معقول وجہ پیش کرنا ہوگی۔

زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ ہدہد نے حاضر ہو کر کہا کہ میں ایک ایسی بات معلوم کر کے آیا ہوں جس کا شاید آپ کو علم نہیں ہے۔ اور میں آپ کے پاس قوم سبا سے ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا ہے جو وہاں کے لوگوں پر حکومت کر رہی ہے۔ اور اس کو ہر طرح کا ساز و سامان دیا گیا ہے۔ اور اس کے پاس ایک عظیم الشان تخت ہے۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو دیکھا کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کر رہے ہیں۔ اور شیطان نے ان کے اعمال ان کی نظروں میں آراستہ کر کے دکھا دیئے ہیں اور ان کو صحیح راستے سے روک دیا ہے لہٰذا وہ راہ ہدایت نہیں پا سکتے۔ اور وہ اس اللہ کو (کیوں) سجدہ نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو نکالتا

ہے۔ اور وہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جسے تم چھپاتے ہو اور جسے تم ظاہر کرتے ہو۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے۔ وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔

سلیمانؑ نے کہا کہ ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے۔ میرا یہ خط لے کر جا اور اس کو ان کے آگے ڈال دے۔ پھر دور ہٹ کر دیکھنا کہ وہ کیا باتیں کرتے ہیں۔

(ملکہ بلقیس نے) کہا کہ اے میرے سردارو! مجھے ایک باعظمت خط بھیجا گیا ہے۔ وہ سلیمانؑ کی طرف سے ہے۔ اللہ جو رحمٰن و رحیم ہے اس کے نام سے شروع کیا گیا ہے۔

(اس میں لکھا ہے کہ) تم میرے مقابلے میں بڑائی اختیار نہ کرو۔ اور اطاعت کے ساتھ میرے پاس چلی آؤ۔ (ملکہ نے) کہا اے سردارو! میرے اس معاملے میں مجھے مشورہ دو میں اس وقت تک کوئی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس موجود نہ ہو۔

انہوں نے کہا۔ ہم بڑی قوت و طاقت والے اور سخت جنگ کرنے والے ہیں۔ فیصلہ تمہارے اختیار میں ہے تم خود دیکھو کہ تمہیں کیا حکم دینا ہے۔

(ملکہ سبا نے) کہا کہ بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ و برباد کر ڈالتے ہیں۔ اور وہاں کے باعزت لوگوں کو ذلیل و خوار کر دیتے ہیں۔ اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے۔ اور بے شک میں ان کے پاس کچھ ہدیہ بھیجتی ہوں پھر دیکھتی ہوں کہ قاصد کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں۔ پھر جب سلیمانؑ کے پاس قاصد آیا تو انہوں نے کہا۔ کیا تم مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو۔ پس جو کچھ اللہ نے ہمیں دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تمہیں دیا گیا ہے۔ بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) تم اپنے تحفے پر اتراتے ہو۔ تو ان کی طرف لوٹ جا۔ اب ہم ان پر ایک ایسا لشکر لے کر آئیں گے جس کا وہ مقابلہ نہ کر سکیں گے اور ہم ان کو وہاں سے بے عزت کر کے نکالیں گے اور وہ ذلیل و خوار ہو جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۰ تا ۳۷

تَفَقَّدَ اس نے جائزہ لیا۔ اس نے ڈھونڈا

مَكَثَ	وہ ٹھہرا۔اس نے دیر کی
نَبَاءٌ	خبر
وَجَدَتُّ	میں نے پایا
تَمْلِكُ	وہ بادشاہت کرتی ہے
اُوْتِيَتْ	دیا گیا
اَلْخَبْءُ	پوشیدہ
اَلْقِهْ	اس کو ڈال دے
اَفْتُوْنِیْ	مجھے بتاؤ۔مجھے مشورہ دو
قَاطِعَةٌ	کاٹنے والی
تَشْهَدُوْنَ	تم موجود ہو
اُولُوْقُوَّةٍ	قوت وطاقت والا
اُولُوْبَاْسٍ	لڑنے والے
تَاْمُرِيْنَ	تو کیا حکم دیتی ہے
مُرْسِلَةٌ	بھیجنے والی
نٰظِرَةٌ	دیکھنے والی
اَتُمِدُّوْنَ	کیا تم مدد کرتے ہو

تَفْرَحُوْنَ وہ اتراتے ہیں۔خوش ہوتے ہیں

صٰغِرُوْنَ ذلیل وخوار ہونے والے

تشریح: آیت نمبر ۲۰ تا ۳۷

حضرت سلیمانؑ بنی اسرائیل کے ایک عظیم پیغمبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت کے ساتھ ساتھ ایک ایسی حکومت و سلطنت بھی عطا فرمائی تھی کہ جس میں صرف انسان ہی نہیں بلکہ جنات اور پرندے بھی ان کے تابع کر دیئے گئے تھے اور وہ اللہ کے حکم سے ہر جان دار یہاں تک کہ چیونٹی جیسی معمولی اور چھوٹی سی مخلوق کی زبان تک کو سمجھتے تھے۔

ہدہد جو ارض شام و فلسطین کا ایک ایسا پرندہ ہے جو زمین کی تہہ میں یہ آسانی سے دیکھ سکتا ہے کہ پانی کہاں موجود ہے۔ یقیناً حضرت سلیمانؑ جو ایک عظیم لشکر کے مالک تھے جب بھی جہاد کے لئے نکلتے تو پورے لشکر کے لئے پانی ایک بہت بڑا مسئلہ ہوتا تھا جس کے لئے ہدہد جیسے پرندے سے کام لیا جاتا تھا۔

ایک دن حضرت سلیمانؑ نے اپنے لشکر میں ہدہد کو نہ دیکھ کر پوچھا کہ ہدہد کہاں ہے اور جس مقصد کے لئے اس کو بھیجا گیا تھا اس میں کوتاہی کیوں کی گئی ہے۔ اگر اس کی کوتاہی ثابت ہوگئی تو نہ صرف اس کو سخت سزا دی جائے گی بلکہ اس کو ذبح کر دیا جائے گا۔ چند روز کے بعد ہدہد پرندہ جب حضرت سلیمانؑ کے دربار میں حاضر ہوا تو اس سے پوچھا گیا کہ وہ کہاں اور کیوں غائب ہو گیا تھا اور اس کے ذمے جو کام لگایا گیا تھا اس میں کوتاہی کیوں کی گئی؟ ہدہد نے کہا کہ میں اڑتے ہوئے ایک ایسے ملک میں گیا جہاں عورت حکمرانی کر رہی ہے جس کے پاس نہ صرف تمام وسائل، مال و دولت موجود ہے بلکہ اس کا تخت سلطنت بھی بہت وسیع ہے۔

یہ قوم سورج کو اپنا معبود مانتی ہے۔ ایک اللہ کو چھوڑ کر وہ شیطان کی پیروی کرتی ہے۔ شیطان نے ان کے برے اعمال کو ان کی نگاہوں میں اتنا خوبصورت بنا دیا ہے کہ جس سے وہ صراط مستقیم کو چھوڑ کر گم راہی میں جا پڑے ہیں حالانکہ ان کو اس اللہ کی عبادت و بندگی کرنا چاہیے تھی جو تمام آسمانوں اور زمین کے بھیدوں سے واقف ہے۔ اسی نے زمین کو سرسبز و شاداب بنایا ہے، وہی معبود برحق ہے اور اس کا تخت سلطنت ہی سب سے بلند و بالا ہے۔ ہدہد نے کہا شاید آپ کو اس سلطنت اور اس کی حکمران کے متعلق معلومات نہیں ہیں۔ مجھے جو معلوم ہوا وہ میں نے عرض کر دیا ہے۔

حضرت سلیمانؑ نے ہدہد کی ساری بات سن کر فرمایا کہ میں تیری بات کی تصدیق کر لیتا ہوں کہ تو سچ کہہ رہا ہے یا اپنی طرف سے جھوٹ گھڑ رہا ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے جو صرف ایک بادشاہ ہی نہ تھے بلکہ اللہ کی طرف سے نبوت سے سرفراز فرمائے گئے تھے انہوں نے ملکہ سبا جس کا نام بلقیس بنت شراحیل تھا اس کے نام ایک خط لکھا اور فرمایا کہ یہ خط اس ملکہ کے سامنے جا کر ڈال دے اور کچھ فاصلے پر کھڑے ہو کر یہ دیکھ کہ وہ اس کا کیا جواب دیتی ہے۔

حضرت سلیمانؑ نے شان پیغمبری کے مطابق اللہ کے نام سے اس خط کو شروع کیا اور فرمایا کہ تمہیں جیسے ہی میرا خط ملے تو ایک فرماں بردار کی طرح فوراً حاضر ہو جاؤ۔ خط کی مہر اور شاہی انداز سے لکھے گئے اس خط سے ملکہ بلقیس نے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ یہ خط ایک عظیم بادشاہ نے لکھا ہے جن سے وہ واقف بھی تھی۔ یہ دعوت ملکہ بلقیس کا تاج و تخت، حکومت و سلطنت حاصل کرنے کے لئے نہ تھی بلکہ اسلام کے اس مزاج کی عکاسی تھی جو اس نے ہمیشہ انسانوں کو راہ راست پر رکھنے کے لئے اختیار کی ہے تا کہ وہ کفر و شرک کو چھوڑ کر دین اسلام کی سچائیوں کی طرف آ جائیں چنانچہ خود مختار قوموں کو یہ کہا گیا کہ وہ دین اسلام کو ایک سچا دین سمجھ کر اس کو قبول کر لیں تا کہ وہ ان کے بھائی بن کر برابری کی بنیاد پر اسلامی نظام کا ایک حصہ بن جائیں اور اگر وہ اس کو قبول نہیں کرتے تو اسلامی حکومت کی تابع داری قبول کر لیں اور سیدھے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں تا کہ ان کی حفاظت کی جا سکے۔ اور اگر یہ دونوں صورتیں ممکن نہ ہوں تو پھر وہ جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔ تلوار خود فیصلہ کر دے گی کہ کس کو حکمرانی کا حق حاصل ہے۔

ملکہ بلقیس جنوبی عرب کی مشہور تجارت پیشہ، ترقی یافتہ اور مال دار قوم سبا کی حکمران تھی جس قوم سبا نے دنیا پر ایک ہزار سال تک حکمرانی کی ہے اور دنیاوی وسائل میں بہت مشہور ہے۔ اس نے پانی کو روکنے اور اس کو تقسیم کرنے کے لئے ایسے بہترین بند باندھ رکھے تھے کہ جس سے یہ ملک سرسبز و شاداب نظر آتا تھا۔ سورۂ سبا میں اس کی کچھ تفصیلات ملتی ہیں۔

غرضیکہ جب ملکہ بلقیس کو حضرت سلیمانؑ کا یہ خط پہنچا تو اس نے ملک کے تمام ذمہ داروں کو جمع کر کے پوچھا کہ میں ہمیشہ تم سے مشورہ کرتی ہوں مجھے یہ مشورہ دو کہ ہمیں اس موقع پر کیا کرنا چاہیے کہنے لگے کہ ہم بہترین اور ہر اعتبار سے جنگ کرنے کی عظیم صلاحیتیں رکھتے ہیں اگر ہمارے اوپر جنگ مسلط کی گئی تو ہم اس کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے اور پیچھے ہٹنے والے نہیں ہیں ہمیں کسی سے دبنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہم تو ہر طرح تیار ہیں باقی آپ جیسے بہتر سمجھیں فیصلہ کر لیجیے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ مشورہ کے بعد ملکہ بلقیس جو نہایت ذہین عورت تھی اس نے عقل مندی اور ہوشیاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ دنیا کے بادشاہوں کا طریقہ یہ ہے کہ جب وہ کسی ملک میں فاتحانہ داخل ہوتے ہیں تو اس ملک کو تباہ و برباد کر ڈالتے ہیں اور وہاں کے

باعزت لوگوں کو ذلیل وخوار کر کے رکھ دیتے ہیں۔ میں اپنی طاقت پر بے جا گھمنڈ کرنے کے بجائے ایک ایسا طریقہ اختیار کرتی ہوں جس سے اندازہ ہو جائے گا کہ سلیمانؑ کیا چاہتے ہیں۔ انہیں ہماری دولت سے غرض ہے یا وہ ہمیں دین اسلام کی دعوت دے رہے ہیں۔ اس نے بڑے قیمتی تحفے بھیجے جس میں سونا، چاندی، قیمتی جواہرات کے علاوہ کچھ غلام اور باندیاں بھی بھیجیں۔ حضرت سلیمانؑ نے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے تحفے لانے والوں سے کہا کہ مجھے اللہ نے اس سے بھی زیادہ دیا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ اس لئے نہیں کہا تھا کہ مجھے تمہاری دولت اور تحفوں کی ضرورت ہے بلکہ میں نے دین اسلام پیش کیا تھا۔ لہٰذا یہ تحفے قبول کرنے سے انکار کرتا ہوں۔ ملکہ سے جا کر کہہ دینا کہ اگر تم نے میری اس دعوت کو قبول نہ کیا تو میں ایک ایسے زبردست لشکر کے ساتھ حملہ کرنے والا ہوں جس کے سامنے تم اور تمہاری طاقت ٹھہر نہ سکے گی۔ گویا اب میدان جنگ میں تلوار ہی فیصلہ کرے گی۔

حضرت سلیمانؑ کے واقعہ کی بقیہ تفصیل اس کے بعد کی آیات میں آ رہی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ جو اپنے وقت کے عظیم بادشاہ ہی نہ تھے بلکہ اللہ کی طرف سے نبوت کے مقام پر مقرر فرمائے گئے تھے۔ آپ نے ملکہ بلقیس کو دعوت اسلام دے کر صراط مستقیم کی طرف بلایا ہے تاکہ وہ سورج کی عبادت و بندگی کو چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت کریں اور اپنے کفر و شرک سے توبہ کر لیں۔ ان کا مقصد حکومت و سلطنت یا مال و دولت سمیٹنا نہیں تھا کیونکہ اللہ نے ان کو اتنا کچھ عطا فرمایا تھا اور ہر مخلوق پر حکمرانی حاصل تھی کہ اس سے پہلے کسی کو نصیب نہ ہوئی تھی۔

چنانچہ جب ملکہ بلقیس نے سونے، چاندی اور جواہرات وغیرہ بھیجے تو حضرت سلیمانؑ نے ملکہ بلقیس پر اس بات کو واضح کر دیا کہ حضرت سلیمانؑ کو ملکہ کا قبول اسلام یا اسلامی حکومت کے تابع داری مطلوب تھی دنیا کا ساز و سامان کوئی حیثیت نہ رکھتا تھا۔ یہ وہ اسلامی مزاج تھا جس پر صحابہ کرامؓ نے بھی عمل کیا۔ وہ جب بھی کسی سے جنگ کرتے تھے تو سب سے پہلے ان کو اسلام کی طرف بلاتے تھے اور ان پر واضح کر دیتے تھے کہ اگر انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو وہ ہمارے بھائی ہیں اور تمام حقوق میں برابر ہیں۔ اگر وہ دین کو قبول نہیں کرتے تو اسلامی حکومت کی ذمہ داری میں آ جائیں اور ایک معمولی سا ٹیکس ادا کریں یعنی جزیہ دیں۔ اگر وہ دونوں میں سے کسی بات کو قبول نہ کریں تو پھر جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔

قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا
قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ

بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ تَقُوۡمَ مِنۡ مَّقَامِكَ‌ۚ وَاِنِّىۡ عَلَيۡهِ لَقَوِىٌّ اَمِيۡنٌ ﴿۳۹﴾ قَالَ الَّذِىۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡكِتٰبِ اَنَا اٰتِيۡكَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ يَّرۡتَدَّ اِلَيۡكَ طَرۡفُكَ‌ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسۡتَقِرًّا عِنۡدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنۡ فَضۡلِ رَبِّىۡ ۖ لِيَبۡلُوَنِىۡۤ ءَاَشۡكُرُ اَمۡ اَكۡفُرُ‌ؕ وَمَنۡ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشۡكُرُ لِنَفۡسِهٖ‌ۚ وَمَنۡ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّىۡ غَنِىٌّ كَرِيۡمٌ‏ ﴿۴۰﴾ قَالَ نَكِّرُوۡا لَهَا عَرۡشَهَا نَـنۡظُرۡ اَتَهۡتَدِىۡۤ اَمۡ تَكُوۡنُ مِنَ الَّذِيۡنَ لَا يَهۡتَدُوۡنَ‏ ﴿۴۱﴾ فَلَمَّا جَآءَتۡ قِيۡلَ اَهٰكَذَا عَرۡشُكِ‌ؕ قَالَتۡ كَاَنَّهٗ هُوَ‌ۚ وَاُوۡتِيۡنَا الۡعِلۡمَ مِنۡ قَبۡلِهَا وَكُنَّا مُسۡلِمِيۡنَ‏ ﴿۴۲﴾ وَصَدَّهَا مَا كَانَتۡ تَّعۡبُدُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ‌ؕ اِنَّهَا كَانَتۡ مِنۡ قَوۡمٍ كٰفِرِيۡنَ‏ ﴿۴۳﴾ قِيۡلَ لَهَا ادۡخُلِى الصَّرۡحَ‌ۚ فَلَمَّا رَاَتۡهُ حَسِبَتۡهُ لُـجَّةً وَّكَشَفَتۡ عَنۡ سَاقَيۡهَا‌ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرۡحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنۡ قَوَارِيۡرَ‌ؕ قَالَتۡ رَبِّ اِنِّىۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِىۡ وَاَسۡلَمۡتُ مَعَ سُلَيۡمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ‏ ﴿۴۴﴾

ع ۳ ۱۳ ۱۸

ترجمہ: آیت نمبر ۳۸ تا ۴۴

(سلیمانؑ نے) کہا اے سردارو! تم میں سے وہ کون ہے جو اس کا (ملکہ بلقیس) تخت میرے پاس لے آئے۔ اس سے پہلے کہ وہ فرماں بردار بن کر یہاں آئے۔ جنات میں سے ایک نہایت

مضبوط اور قوی جن نے کہا بے شک میں اس کو اس سے پہلے لے کر آ سکتا ہوں کہ آپ اپنی جگہ سے کھڑے ہوں۔

اور بے شک میں اس پر یقیناً قوت والا امانت دار ہوں۔ ایک شخص نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہا کہ میں اس تخت کو آپ کی خدمت میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر سکتا ہوں۔

پس جب سلیمانؑ نے (اچانک) اس (تخت) کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا یہ سب کچھ میرے رب کے فضل و کرم سے ہے۔ تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں۔ کیونکہ جس نے شکر ادا کیا اس نے اپنے ہی فائدے کے لئے شکر ادا کیا۔ اور جس نے ناشکری کی تو بے شک میرا پروردگار بے نیاز ہے اور کرم کرنے والا ہے۔

سلیمانؑ نے حکم دیا کہ اس کے تخت میں تبدیلی پیدا کر دو۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس کو پتہ لگتا ہے یا اس کا ان لوگوں میں شمار ہے جن کو (ایسی باتوں کا) پتہ نہیں لگتا۔

پھر جب (ملکہ بلقیس) حاضر ہوئی تو پوچھا کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ جواب دیا کہ ہاں! ہے تو کچھ ایسا ہی۔ (اور یہ بھی کہ) ہمیں تو اس سے پہلے ہی (آپ کی عظمت کا) اندازہ ہو چکا تھا۔ اور ہم تو فرماں بردار (بن کر ہی) آئے ہیں۔ اور اس کو (ایمان لانے سے) جس بات نے روک رکھا تھا وہ ان معبودوں کی عبادت و بندگی تھی جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتی تھی۔ کیونکہ وہ کافروں کی قوم سے تھی۔

(ملکہ بلقیس سے) کہا گیا کہ محل میں داخل ہو جاؤ۔ جب اس نے (محل کے) فرش کو دیکھا تو اسے گہرا پانی سمجھا اور اس نے اپنی پنڈلیاں کھول دیں۔

سلیمانؑ نے کہا یہ ایک محل ہے جس میں شیشے جڑے ہوئے ہیں۔ اس (پر ملکہ بلقیس نے) کہا اے میرے پروردگار میں نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا تھا۔ اور اب میں سلیمانؑ کے ساتھ ہو کر رب العالمین پر ایمان لے آئی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۸ تا ۴۴

اَیُّکُم	تم میں سے کون؟
مُسْلِمِیْنَ	فرماں برداری اختیار کرنے والے
عِفْرِیْتٌ	قوت وطاقت والا
اَنْ یَّرْتَدَّ	یہ کہ وہ پلٹے
طَرْفٌ	پلک۔ آنکھ کا گوشہ
مُسْتَقِرٌّ	رکھا ہوا
نَکِّرُوْا	شکل بدل دو۔ تبدیلی کردو
اَھٰکَذَا	کیا ایسا ہی ہے؟
کَاَنَّهٗ هُوَ	جیسے اسی جیسا ہو
صَدَّ	اس نے روکا
اَلصَّرْحُ	محل
لُجَّةٌ	گہرا پانی
سَاقٌ	پنڈلی (سَاقَیْنِ)
مُمَرَّدٌ	جڑا ہوا
قَوَارِیْرُ	شیشے۔ آئینے

اَسۡلَمۡتُ میں نے فرماں برداری اختیار کر لی

تشریح: آیت نمبر ۳۸ تا ۴۴

جب ہد ہد پرندے نے حضرت سلیمانؑ کا خط سبا کی ملکہ بلقیس کو پہنچایا تو اس نے اپنے درباریوں سے مشورہ کیا اور فیصلہ کیا گیا کہ اتنی بڑی اور طاقت ور شخصیت سے ٹکراؤ کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ اس نے حضرت سلیمانؑ کو آزمانے اور کچھ وقت لینے کے لئے نہایت قیمتی تحفے بھیجے۔ لیکن حضرت سلیمانؑ نے اس کے تحفے واپس کر کے فرمایا کہ وہ یا تو فرماں بردار بن کر حاضر ہو جائیں یا اس عظیم لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں جو اس کے ملک کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دے گا۔

حضرت سلیمانؑ نے اپنے اس طرز عمل سے ثابت کر دیا کہ ان کا مقصد دنیا کی دولت، حکومت و سلطنت نہیں ہے بلکہ ایمان اور عمل صالح کی طرف دعوت دینا ہے۔ جو لوگ ملکہ بلقیس کی طرف سے تحفے لے کر گئے تھے جب انہوں نے حضرت سلیمانؑ کے علم و کمالات، شان نبوت، اخلاق کریمانہ، عظیم سلطنت اور اس میں عدل و انصاف کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تو وہ دنگ رہ گئے اور انہوں نے ملکہ بلقیس کو تمام حالات سے مطلع کیا۔

ملکہ بلقیس یہ سب کچھ سن کر اس قدر متاثر ہوئی کہ اس نے حضرت سلیمانؑ کی مکمل اطاعت کا فیصلہ کر لیا اور ملک سبا (یمن) سے فلسطین کے لئے روانہ ہوگئی۔ اسی دوران حضرت سلیمانؑ نے اپنے درباریوں سے کہا کہ کیا تم میں کوئی ایسا ہے کہ جو ملکہ بلقیس کے اطاعت و فرماں برداری اختیار کر کے آنے سے پہلے اس کا شاہی تخت (جس پر اسے بڑا ناز ہے) لے کر آجائے۔

شاید اس بات کا مقصد یہ ہوگا کہ اس کافر اور سورج کو اپنا معبود سمجھنے والی ملکہ کو یہ دکھا دیا جائے کہ حضرت سلیمانؑ عام بادشاہوں کی طرح ایک بادشاہ نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کی طرف سے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں اور ان کو معجزانہ کام کرنے کی توفیق دی گئی ہے۔

چنانچہ درباریوں میں سے ایک نہایت مضبوط اور قوی جن نے کہا کہ میں اپنے اندر ایک ایسی طاقت و قوت رکھتا ہوں کہ نہایت دیانت و امانت کے ساتھ آپ کے اس دربار کے برخاست ہونے سے پہلے لے کر آسکتا ہوں۔ ایک دوسرے شخص یا جن نے کہا کہ میں پلک جھپکنے سے پہلے اس تخت کو حاضر کر سکتا ہوں۔ اس شخص کا نام آصف بن برخیا تھا۔ حضرت سلیمانؑ نے اجازت دی تو اسی لمحے ملکہ بلقیس کا حسین ترین اور ہیرے جواہرات سے جڑا ہوا تخت ان کے سامنے تھا۔

حضرت سلیمانؑ نے فخر وغرور کرنے کے بجائے فوراً ہی اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ سب کچھ میرے اللہ کا فضل و کرم ہے اور اس بات کا امتحان بھی ہے کہ ہم اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں یا نہیں کیونکہ جو شخص اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اس کا فائدہ خود اس کو پہنچتا ہے اور جو کفر و ناشکری کرتا ہے اس کا نقصان خود اسی کو بھگتنا پڑتا ہے۔ اللہ کسی کا محتاج نہیں ہے وہ بے نیاز ذات ہے اور ہر شخص پر رحم و کرم کرنے والا ہے۔

حضرت سلیمانؑ نے اس تخت کے رنگ و روغن میں معمولی سی تبدیلی کا حکم دیا تا کہ ملکہ کی ذہانت کا امتحان لیا جا سکے۔ اور یہ معجزہ دکھا کر یہ ثابت کر دیا جائے کہ حضرت سلیمانؑ اللہ کے نبی ہیں جو صرف یہ چاہتے ہیں کہ ملکہ سورج کی عبادت و بندگی کو چھوڑ کر صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کرے جس نے ان کو ہر طرح کی نعمتوں سے نواز رکھا ہے۔

جب ملکہ بلقیس حضرت سلیمانؑ کے پاس پہنچی تو حضرت سلیمانؑ نے پوچھا کہ کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے؟ ملکہ حیران ہو کر کہنے لگی کہ ہاں، ہے تو کچھ ایسا ہی۔ کہنے لگی کہ واقعی اللہ نے آپ کو اپنے خصوصی فضل و کرم سے نوازا ہے۔ اور میں تو پہلے ہی آپ کی مکمل اطاعت و فرماں برداری کا فیصلہ کر چکی ہوں۔ اب سورج کی عبادت و بندگی میرے اس جذبہ میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتی کیونکہ میں نے ہر سچائی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔

اس کے بعد حضرت سلیمانؑ نے ملکہ کو اپنے عالی شان محل میں آنے کی دعوت دی۔ جب وہ محل میں داخل ہوئی تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کیونکہ حضرت سلیمانؑ کے محل کے اندر پہنچنے کا راستے ایک بہتے ہوئے دریا میں سے گذرتا محسوس ہو رہا تھا۔ ملکہ بلقیس نے یہ سوچ کر کہ پانی میں اتر کر دوسری طرف پہنچنا ہے اپنے پائنچے اٹھائے جس سے اس کی پنڈلیاں بھی ظاہر ہو گئیں۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ یہ پانی نہیں ہے بلکہ خوبصورت فرش ہے تم ایسے ہی آگے آسکتی ہو۔

ملکہ بلقیس نے حکومت و سلطنت اور ان کے محل کی خوبصورتی کو دیکھ کر اس بات کا اچھی طرح اندازہ کر لیا تھا کہ حضرت سلیمانؑ نے ملکہ کو کسی دنیاوی لالچ یا غرض سے نہیں بلوایا تھا کیونکہ اللہ نے ان کو اتنا کچھ دے رکھا ہے کہ اس کے سامنے دنیا کا مال و دولت کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ بلکہ انہوں نے دین اسلام کو سکھانے اور بتانے کے لئے بلوایا ہے۔ یہ وہ تمام اسباب تھے جن کو سامنے رکھ کر ملکہ بلقیس نے سورج کی پرستش اور عبادت و بندگی سے توبہ کر کے دین اسلام کو قبول کر لیا۔

روایات کے مطابق ملکہ بلقیس اور اس کے تمام لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ بعد میں حضرت سلیمانؑ کا نکاح ملکہ بلقیس سے ہوا۔ جنہیں حضرت سلیمانؑ نے یمن کے اندر ہی کئی محل بنا کر دیئے تھے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى

ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْ لَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ۭ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۵ تا ۵۳

اور ہم نے ثمود کے پاس ان کے بھائی صالحؑ کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ (اے لوگو!) تم اللہ کی عبادت و بندگی کرو۔ پس اچانک وہ لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے اور آپس میں جھگڑنے لگے۔ صالح نے کہا اے میری قوم کے لوگو! تم بھلائی سے پہلے برائی کی جلدی کیوں کر رہے ہو۔ تم اللہ

سے گناہوں کی معافی کیوں نہیں مانگتے تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ وہ کہنے لگے کہ ہم نے تجھے اور ساتھیوں کو منحوس قدم پایا ہے۔ صالح نے کہا تمہاری بدشگونی اللہ کی طرف سے ہے۔ بلکہ تم لوگ آزمائش میں مبتلا کر دیئے گئے ہو۔

اور شہر میں ایسے نو آدمی تھے جو فساد کرتے تھے اور اصلاح کی بات نہ کرتے تھے۔ قوم کے لوگ کہنے لگے کہ تم سب اللہ کی قسم کھاؤ کہ رات کو اچانک ہم اس پر اور اس کے گھر والوں پر حملہ کر دیں گے۔ پھر ہم اس کے وارث سے کہہ دیں گے کہ ہم اس کے گھر والوں کی ہلاکت کے وقت موجود ہی نہ تھے اور بے شک ہم سچے ہیں۔ اور انہوں نے خفیہ سازش کی اور ہم نے بھی ان کے خلاف تدبیر کی جس کی انہیں خبر بھی نہ تھی۔ (اے نبی ﷺ) دیکھئے کہ ان کی سازش کا انجام کیا ہوا۔ بے شک ہم نے ان سب کو اور ان کی قوم کو برباد کر ڈالا۔ اب یہ ان کے گھر ہیں جو ان کے کفر کی وجہ سے ویران پڑے ہیں۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانی ہے جو علم رکھنے والے ہیں۔ اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دیدی جو ایمان لائے تھے اور جنہوں نے تقویٰ کا طریقہ اختیار کیا تھا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۵ تا ۵۳

فَرِيْقٰنِ — دو جماعتیں

يَخْتَصِمُوْنَ — وہ آپس میں جھگڑتے ہیں

لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ — تم کیوں جلدی مچاتے ہو؟

اَطَّيَّرْنَا — ہم نے برا شگون لیا

رَهْطٌ — لوگ۔ اشخاص

تَقَاسَمُوْا — تم آپس میں قسم کھاؤ

نُبَیِّتَنَّ	ہم رات کو حملہ کریں گے
مَا شَھِدْنَا	ہم موجود نہ تھے
مَکْرٌ	فریب۔ دھوکہ
خَاوِیَۃٌ	گر پڑنے والے
اَنْجَیْنَا	ہم نے نجات دی

تشریح: آیت نمبر ۴۵ تا ۵۳

بدعمل قوموں کی بدنصیبی یہ ہوتی ہے کہ جب ان کے سامنے حق وصداقت اور فکر آخرت کی بات کی جاتی ہے اور اس پر عمل نہ کرنے سے ان پر اللہ کے عذاب کی مختلف شکلیں سامنے آتی ہیں تو وہ اپنے برے اعمال پر غور کرنے کے بجائے انبیاء کرام اور نیک لوگوں کے قدموں کو منحوس قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب سے انہوں نے دین کی باتیں کرنا شروع کی ہیں اس وقت سے ہم اور ہمارے خاندان گروہوں میں بٹ کر رہ گئے ہیں۔ اور جب سے انہوں نے ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنا شروع کیا ہے وہ ہم سے ناراض ہوگئے ہیں جس کی وجہ سے ہماری زندگیوں کا عیش و آرام اور سکون جاتا رہا۔

حضرت موسیٰ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ جب فرعون کو کوئی اچھی بات پہنچتی یا اس کی قوم کو کوئی دنیاوی فائدہ مل جاتا تو وہ اس کو اپنا حق سمجھتا تھا اور جب اللہ کے عذاب کی کوئی شکل سامنے آتی تو کہتا کہ یہ سب موسیٰ کی نحوستیں ہیں۔ اسی طرح کفار مکہ نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق بھی کہتے تھے کہ جب سے یہ آئے ہیں اس وقت سے ہمارے قبیلوں اور گھروں میں نحوستوں نے ڈیرے ڈال دیئے ہیں۔ حالانکہ یہ ساری نحوستیں ان کفار کے برے اعمال کا نتیجہ تھیں جن کو وہ بھگت رہے تھے۔

زیر مطالعہ آیات میں حضرت صالح علیہ السلام نے جب اللہ کا پیغام اپنی قوم کے سامنے رکھا تو ان میں سے کچھ لوگوں نے اللہ کے دین کو قبول کرلیا اور اکثریت ان لوگوں کی تھی جنہوں نے اس پیغام حق وصداقت کو ماننے سے انکار کردیا تھا۔ اس طرح پوری قوم نظریاتی طور پر دو گروہوں میں تقسیم ہوگئی تھی۔ جب بات کافی بڑھ گئی تو قوم ثمود کے نافرمان لوگ کہنے لگے کہ "اے صالح اگر واقعی تم اللہ کے رسولوں میں سے ایک رسول ہو تو (ہم روز روز کی اس دھمکی سے عاجز آچکے ہیں) اس عذاب کو لے ہی آؤ تا کہ قصہ

تمام ہو جائے۔'' حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہیں تو اللہ تعالیٰ سے خیر اور سلامتی مانگنا چاہیے تھی لیکن تم اس اللہ سے عذاب مانگ رہے ہو؟۔ اگر تم توبہ اور استغفار کا راستہ اختیار کرتے تو اللہ تعالیٰ تمہارے حال پر رحم و کرم کر دیتا۔ کہنے لگے کہ ہم بڑے عیش و آرام سے رہا کرتے تھے لیکن اے صالح یہ تمہاری نحوست ہے جس کی وجہ سے ہم میں پھوٹ پڑ گئی ہے اور ہم دو گروہوں میں تقسیم ہو کر رہ گئے ہیں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہاری اس نحوست کا سبب تو اللہ کے علم میں ہے لیکن میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تم اپنے برے اعمال کی وجہ سے اللہ کے عذاب میں گرفتار ہو۔ یہ سب کچھ سننے کے باوجود قوم ثمود اپنی نافرمانیوں میں لگی رہی اور انہوں نے مخالفتوں کا طوفان برپا کر دیا تھا۔ خاص طور پر ان میں سے نو ایسے بڑے بڑے سردار تھے جو قوم کی اصلاح کرنے کے بجائے شرارت اور فساد مچایا کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ آج رات ہم سب مل کر اس بات پر قسم کھائیں گے کہ آج کی رات حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے متعلقین اور گھر والوں کو قتل کر دیں گے تاکہ یہ روز روز کا جھگڑا ختم ہو جائے۔ اس زمانہ میں یہ رواج تھا کہ اگر کسی قبیلے کا آدمی مار دیا جاتا تو وہ قبیلہ اس کے خون کا قصاص اور بدلہ مانگا کرتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہم سب رات کے اندھیرے میں اس طرح قتل کریں گے کہ حضرت صالح علیہ السلام کا قبیلہ ہم سے خون کا بدلہ نہ مانگ سکے۔ یہ ان کفار و مشرکین کی خفیہ تدبیریں اور سازشیں تھیں لیکن وہ قدرت کی خفیہ تدبیروں سے ناواقف تھے۔ کفار کی کوشش تھی کہ پہلے اس اونٹنی کو ذبح کریں گے جو اس قوم کے مطالبہ پر ان کو معجزاتی طور پر دی گئی تھی۔ پھر حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے گھر والوں اور ماننے والوں کو قتل کر دیں گے۔

لیکن دوسری طرف اللہ کا فیصلہ آ گیا اور پوری قوم کو تہس نہس کر کے رکھ دیا گیا۔ جس طرح قوم ثمود کے سرداروں نے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو قتل کرنے کی سازش تیار کی تھی بالکل اسی طرح کفار مکہ نے بھی نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کی اسی طرح منصوبہ بندی کی تھی لیکن جس طرح اللہ نے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے گھر والوں اور متعلقین کو بچا کر ان سازشیوں کو تباہ و برباد کر دیا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اس سازش سے محفوظ رکھا۔ اور آپ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور آہستہ آہستہ آپ کے گھر والوں اور صحابہ کرامؓ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اللہ نے ان کو نجات عطا فرمائی اور کفار کا برا انجام ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی خفیہ تدبیروں کے سامنے انسانی سازشوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اللہ ان لوگوں کا انجام بخیر فرماتا ہے جو اللہ کی فرماں برداری کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے عبرت دلاتے ہوئے فرمایا کہ آج بھی قوم ثمود کے کھنڈرات اور عظیم الشان بلڈنگیں عبرت کا نمونہ بنی ہوئی ہیں جن کو مکہ والے ملک شام جاتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ ان سے عبرت و نصیحت حاصل کرنا چاہیے کہ اللہ کس طرح اہل ایمان اور اہل تقویٰ کو نجات عطا فرماتا ہے اور کس طرح کفار و مشرکین اپنے انجام کو پہنچتے ہیں۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ

لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۡ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۵۸﴾ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰي عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۭ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾

ع ۴ / ۱۴ / ۱۹

ترجمہ: آیت نمبر ۵۴ تا ۵۹

اور یاد کرو جب لوطؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ تم دیکھتے بھالتے بے حیائی پر اتر آئے ہو۔ کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کی طرف مائل ہوتے ہو۔ بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) تم جہالت میں مبتلا ہو۔ ان کی قوم کا جواب یہ تھا کہ لوطؑ اور اس کے ماننے والوں کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو کیونکہ یہ بہت پاک باز بنتے ہیں۔ پھر ہم نے لوطؑ کو اور ان کے گھر والوں کو نجات دے دی سوائے ان کی بیوی کے، ہم نے ان کی (بیوی کو) پیچھے رہ جانے والوں میں طے کر دیا تھا۔ اور ان پر ہم نے (پتھروں کی) بارش کر دی جو بہت بری بارش تھی ان لوگوں پر جن کو (اس عذاب سے) ڈرایا گیا تھا۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور اللہ کی سلامتی (ان لوگوں پر نازل ہوتی) ہے جنہیں اس نے منتخب کر لیا ہے۔ کیا

ایک اللہ بہتر ہے یا وہ جنہیں یہ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۴ تا ۵۹

اُنَاسٌ (اِنْسٌ) لوگ۔انسان

یَتَطَهَّرُوْنَ پاک باز بنتے ہیں

قَدَّرْنَا ہم نے ٹھہرا دیا

اَلْغٰبِرِیْنَ پیچھے رہ جانے والے

اَمْطَرْنَا ہم نے برسایا

سَلَامٌ سلامتی

اِصْطَفٰی چن لیا۔منتخب کرلیا

تشریح: آیت نمبر ۵۴ تا ۵۹

اللہ تعالیٰ جو اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے اس کا دستور یہ ہے کہ اگر کوئی شخص گناہ کرتا ہے اور اس سے توبہ نہیں کرتا تو اس کو اسی دنیا میں مختلف شکلوں میں سزا دی جاتی ہے اور آخرت کا نقصان تو واضح ہے لیکن اگر ساری قوم ایک گناہ پر راضی ہو جائے اور گناہ کو گناہ نہ سمجھا جائے تو پھر اس قوم کی طرف اللہ کا عذاب متوجہ ہو جاتا ہے۔

اسی لئے شاعر نے بڑی اچھی بات کہی ہے کہ

قدرت افراد سے اغماض تو کر لیتی ہے
نہیں کرتی کبھی ملت کے گناہوں کو معاف

یعنی جب تک خطاؤں کا دائرہ افراد تک محدود رہتا ہے تو قدرت بھی ان کے معافی مانگنے پر ان کو معاف کر سکتی ہے لیکن جب پوری قوم مل کر بڑی ڈھٹائی سے گناہوں میں اجتماعی طور پر مبتلا ہو جاتی ہے تو پھر اللہ کا عذاب آ کر رہتا ہے۔

دنیا بھر کے انسانوں کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کے بعد اب دنیا پر وہ عذاب تو نہ آئیں گے جو گذری ہوئی امتوں پر آئے تھے لیکن زلزلے، طوفان، قحط سالی، خون خرابہ اور آپس کے شدید اختلافات وغیرہ آتے رہیں گے۔

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کے بھتیجے اور اللہ کے نبی تھے۔ وہ اس قوم کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے تھے جو ایک گھناؤنے اور شرمناک فعل یعنی ہم جنس پرستی کے فعل میں مبتلا تھے۔ جب حضرت لوطؑ اپنی قوم کے لوگوں کو اس فعل بد سے روکنے اور دنیا و آخرت میں اس کے شدید ترین نقصانات سے آگاہ کرتے تو آپؑ کی قوم اس کی شدید مخالفت کرتی یہاں تک کہ پوری قوم آپ کی دشمن ہوگئی اور کہنے لگی کہ لوط کو اور اس کے گھر والوں کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو کیونکہ یہ اپنے آپ کو بہت پاک باز اور نیک سمجھتے ہیں۔

ہم جیسے ناپاک لوگوں میں ان جیسے پاک باز لوگوں کا کیا کام ہے؟ حضرت لوطؑ پھر بھی اپنی قوم کے لوگوں کو ہر طرح نصیحت کرتے رہے۔ جب وہ قوم ہم جنس پرستی سے باز نہیں آئی تو اللہ کا عذاب اس قوم کی طرف متوجہ ہوا ان کی بستیوں کو الٹ دیا گیا، اوپر سے پتھروں کی بارش کی گئی اور ان کی بستیاں زمین کے اندر دھنسا دی گئیں اور ان بستیوں پر سمندر کا پانی چڑھ گیا۔ آج وہ سمندر جس کے نیچے قوم لوط کی بستیاں ڈبو دی گئیں اسی کو بحر میت (Dead Sea) کہتے ہیں۔ اس پانی کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کوئی کشتی بھی نہیں چل سکتی اور کسی جان دار کو وہ اپنے اندر برداشت نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے پوری قوم کو ان کے برے اعمال کے سبب تباہ و برباد کر دیا لیکن حضرت لوطؑ اور ان کے گھر والوں (سوائے ان کی بیوی کے جو کافرہ تھی) اور ان کے اوپر ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرما دی۔

قرآن کریم کی ان آیات اور قوم لوط کے برے انجام کو سامنے رکھ کر میں یہ سوچتا ہوں کہ آج دنیا کے ترقی یافتہ ممالک نے نہ صرف اس ہم جنس پرستی کو قانونی تحفظ دے رکھا ہے بلکہ میڈیا کے ذریعہ اس کی بے انتہا ہمت افزائی کی جاتی ہے۔ ان کے اپنے کلب ہیں، انجمنیں ہیں اور یہ بات بہت تیزی سے آگے جا رہی ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ دنیا پھر سے ہم جنس پرستی کے سمندر میں غرق ہونے کے قریب ہے۔ اللہ رحم فرمائے۔

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ
السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ
اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿٦٠﴾
اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ
لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ
بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦١﴾ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ
وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ
قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦٢﴾ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ
الْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ
ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٣﴾ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا
الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ
ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٦٤﴾
قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ
وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٦٥﴾ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي
الْاٰخِرَةِ ۫ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ ع

ترجمہ: آیت نمبر ۶۰ تا ۶۶

کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا؟ اور کس نے تمہارے لئے بلندی (آسمان) سے پانی برسایا۔ پھر ہم نے اس کے ذریعہ حسین منظر باغات اگائے۔ ورنہ یہ تمہارے بس کا نہ تھا کہ تم ان باغات کو اگا سکتے۔ تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے؟ بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو دوسروں کو اللہ کے برابر ٹھہراتے ہیں۔

وہ کون ہے جس نے زمین کو قرار گاہ بنایا؟ اور اس کے درمیان نہریں بہا دیں اور اس (کا توازن قائم رکھنے) کے لئے بوجھ (پہاڑ) بنائے۔ اور دو دریاؤں کے درمیان روک بنائی۔ کیا اللہ کے سوا کوئی معبود ہے؟ بلکہ اکثر لوگ وہ ہیں جو سمجھتے نہیں ہیں۔

وہ کون ہے جو بے قرار کی پکار سنتا ہے جب وہ پکارتا ہے؟ برائی کو دور کرتا ہے۔ اور کس نے زمین میں تمہیں نائب بنایا ہے؟ کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے؟ تم میں سے بہت تھوڑے سے لوگ ہیں جو (اس پر) دھیان دیتے ہیں۔

وہ کون ہے جو تمہیں خشکی اور دریا کے اندر اندھیروں میں راستہ دکھاتا ہے؟ وہ کون ہے جو بارش (برسنے) سے پہلے خوش خبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے؟ کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے؟ اللہ اس سے بہت بلند و برتر ہے جن چیزوں کو وہ (اللہ کے ساتھ) شریک کرتے ہیں۔

بھلا وہ کون ہے جس نے مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے۔ پھر وہی اس کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ اور کون ہے جو آسمانوں اور زمین سے تمہیں رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے؟

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی (مضبوط) دلیل لے کر آؤ۔ آپ کہہ دیجئے کہ جو بھی آسمانوں اور زمین میں غیب ہے اس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ انہیں نہیں معلوم کہ وہ کب دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) آخرت کے بارے میں ان کا علم تھک کر رہ گیا ہے۔ یہ لوگ اس سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ بلکہ وہ آخرت سے اندھے بنے ہوئے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۰ تا ۶۶

اَمَّنْ	کون ہے وہ؟
اَنْبَتْنَا	ہم نے اگایا
حَدَائِقُ (حَدِيْقَةٌ)	باغات
ذَاتُ بَهْجَةٍ	رونق والے
اَنْ تُنْبِتُوْا	یہ کہ تم اگاؤ
يَعْدِلُوْنَ	وہ برابر کرتے ہیں
قَرَارٌ	ٹھہرنے کی جگہ
خِلٰلٌ	درمیان
رَوَاسِيَ	بوجھ۔ پہاڑ
حَاجِزٌ	آڑ۔ رکاوٹ
يُجِيْبُ	وہ قبول کرتا ہے
اَلْمُضْطَرُّ	بے قرار۔ بے چین
يَكْشِفُ	وہ کھولتا ہے
هَاتُوْا	آؤ۔ (لے آؤ)
بُرْهَانٌ	دلیل
اَيَّانَ	کب
اِدّٰرَكَ	تھک گیا
عَمُوْنَ	وہ اندھے بن رہے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۶۰ تا ۶۶

جو لوگ اللہ کی ذات اور صفات اور قدرت میں دوسروں کو شریک کرتے اور ان کی عبادت و بندگی کرتے ہیں ان کے

سامنے کائنات کی بے شمار نشانیوں کو رکھ کر اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کیا ہے کہ کیا ان میں سے کوئی چیز بھی ایسی ہے جس کے پیدا کرنے میں تمہارے یہ بت اور جن کی تم پیروی کرتے ہو وہ شریک ہوں؟ فرمایا

(۱) عظیم الشان آسمان اور وسیع زمین جس کے لاتعداد فائدے ہیں ان کو کس نے بنایا؟

(۲) پانی کو آسمان (بلندی) سے کس نے برسایا جس سے حسین اور خوبصورت باغات بنائے۔ کیا تم اور تمہارے معبود ان کے اگانے میں شریک تھے۔ کیا اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود ہے جس نے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ یہ اللہ کے ساتھ دوسروں کو اس کے برابر قرار دے رہے ہیں۔

(۳) اس زمین کو کس نے ٹھہرا رکھا ہے جس سے وہ کانپنے کے بجائے اپنے اوپر کروڑوں اربوں انسانوں اور ان کے وسائل اور بلڈنگوں کو سنبھالے ہوئے ہے؟

(۴) وہ کون ہے جس نے اس زمین کے اندر سے نہریں بہادیں، اس کا توازن برقرار رکھنے کے لئے (پہاڑوں کے) بوجھ رکھ دیئے اور (کھارے، میٹھے پانی کے) دو دریاؤں کے درمیان پردے حائل کر دیئے۔ کیا ان کے پیدا کرنے اور بنانے میں کوئی دوسرا معبود بھی ہے (یقیناً نہیں ہے) اکثر لوگ وہ ہیں جو اس حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔

(۵) وہ کون ہے جو مصیبت کے وقت بے قرار اور بے چین کی پکار کو سنتا اور اس کی فریاد کو پہنچتا ہے۔

(۶) وہ کون ہے جو لوگوں کی تکلیفوں کو دور کرتا ہے اور ہر طرح کی راحتوں کے سامان عطا کرتا ہے۔

(۷) وہ کون ہے جو ایک کے بعد دوسرے کو اور ایک قوم کی جگہ دوسری قوم کو ابھارتا ہے اور یہ سلسلہ ابتدائے کائنات سے جاری ہے۔ یقیناً وہ اللہ کی شان اور قدرت ہے۔ کیا اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود ہے جو یہ سب کچھ کرتا ہے۔ یقیناً اس حقیقت پر بہت کم لوگ توجہ کرتے ہیں۔

(۸) وہ کون ہے جو تمہیں خشکی اور دریا و سمندر کے اندھیروں میں ستاروں کے ذریعہ راستہ دکھاتا ہے؟

(۹) وہ کون ہے جو بارش (برسنے سے) پہلے خوش خبری دینے والی ٹھنڈی ہواؤں کو بھیجتا ہے۔ یقیناً یہ سب اسی ایک اللہ کی شان ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں سے بہت بلند و برتر ہے جن چیزوں کو وہ اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔

(۱۰) اللہ نے ان مشرکوں سے پوچھا ہے کہ بتاؤ وہ کون ہے جس نے اپنی ساری مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کیا اور پھر وہی قیامت کے دن تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کرے گا۔

(۱۱) وہ کون ہے جو آسمانوں اور زمین سے تمہیں رزق دیتا ہے۔ یقیناً وہ ایک اللہ ہے۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے جو یہ سب کچھ عطا کرتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ صاف اعلان کر دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی مضبوط

دلیل لے کر آؤ جس سے یہ ثابت کرسکو کہ تمہارے یہ جھوٹے معبود بھی کوئی حقیقت رکھتے ہیں۔

آخر میں نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجیے کہ غیب کا علم صرف اللہ کو ہے اس کے علاوہ کوئی عالم الغیب نہیں ہے۔ فرمایا کہ کہہ دیجئے مجھے اس کا علم نہیں ہے کہ وہ لوگ جو مر جائیں گے کب زندہ کئے جائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ شک و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں وہ آخرت کی فکر سے اندھے بنے ہوئے ہیں اور وہ اس شک میں مبتلا ہیں کہ آخرت واقع ہوگی بھی یا نہیں؟

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّ اٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿٦٧﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٦٩﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٧١﴾ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٤﴾ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٥﴾ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٧٦﴾ وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٧﴾ اِنَّ رَبَّكَ

يَقْضِي بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ﴿٧٨﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۖ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ ﴿٧٩﴾ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٨٠﴾ وَمَا أَنْتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلَالَتِهِمْ ۖ إِنْ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ ﴿٨١﴾ وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴿٨٢﴾

ع ۶ ۱۶ ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۶۷ تا ۸۲

اور کافروں نے کہا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم (قبروں سے) نکالے جائیں گے۔ یقیناً ہم سے اور ہمارے باپ دادا سے اس سے پہلے بھی اسی طرح کے وعدے کئے گئے تھے۔ یہ تو گذرے ہوئے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ زمین پر چلو پھرو پھر دیکھو مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔ آپ (ان کے حال پر) نہ تو غم کھائیں اور نہ ان کے مکر وفریب سے دل تنگ ہوں۔

وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم جس (عذاب) کی جلدی کر رہے ہو شاید وہ تم سے قریب آ لگا ہے۔ اور بے شک آپ کا پروردگار لوگوں پر فضل وکرم کرنے والا ہے۔ لیکن اکثر لوگ وہ ہیں جو شکر ادا نہیں کرتے۔ اور بے شک آپ کا رب خوب جانتا ہے جو ان کے دلوں میں چھپا ہوا ہے اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔ (یاد رکھو) زمین اور آسمانوں میں جو کچھ پوشیدہ ہے وہ ایک روشن کتاب (لوح محفوظ) میں موجود ہے۔

بے شک (یہ قرآن) بنی اسرائیل کے لئے اکثر ان باتوں کو بیان کرتا ہے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ اور بے شک (یہ قرآن) ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت ورحمت ہے۔ بے شک

آپ کا پروردگار اپنے حکم سے ان کے درمیان فیصلہ کردے گا۔ وہ زبردست اور علم رکھنے والا ہے۔ آپ اللہ پر بھروسہ کیجئے۔ بے شک آپ کھلی سچائی پر ہیں۔ بے شک آپ نہ تو مردوں کو سنا سکتے ہیں اور نہ ان بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں جو پیٹھ پھیر کر چلے جا رہے ہیں۔ نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے بچا کر راہ حق دکھا سکتے ہیں۔ آپ صرف ان لوگوں کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں کا یقین کرنے والے ہیں۔ اور وہ فرماں بردار ہیں۔ اور جب ان پر عذاب کا وعدہ پورا ہو جائے گا تو ہم زمین سے ایک چوپایہ جانور نکالیں گے جو ان سے باتیں کرے گا۔ کیونکہ بے شک یہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہ رکھتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۷ تا ۸۲

تُرَابٌ مٹی

مُخْرَجُوْنَ نکالے گئے۔ نکلنے والے

وُعِدْنَا ہم سے وعدہ کیا گیا

اَسَاطِیْرُ کہانیاں۔ قصے

سِیْرُوْا تم چلو پھرو

لَا تَحْزَنْ رنجیدہ نہ ہو

ضَیْقٌ تنگ ہونا۔ دل تنگ ہونا

رَدِفَ قریب۔ پیچھے

مَا تُکِنُّ جو چھپائی گئی ہے۔ جو چھپی ہے

یَقُصُّ وہ بیان کرتا ہے

یَقْضِیْ وہ فیصلہ کرتا ہے

لَا تُسْمِعُ	تو نہیں سنا سکتا
وَقَعَ	پورا ہوا۔ واقع ہوا
دَابَّةٌ	جان دار۔ جانور
يُوْقِنُوْنَ	وہ یقین کرتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۶۷ تا ۸۲

کفار و مشرکین کہتے تھے کہ جب ہم مرنے کے بعد مٹی ہو جائیں گے یعنی ہمارے وجود کے ذرے بھی بکھر جائیں گے اور خاص طور پر ہمارے باپ دادا جن کو مرے ہوئے ایک طویل عرصہ گذر گیا ہے وہ دوبارہ کیسے زندہ کئے جائیں گے؟ ایسا لگتا ہے کہ یہ وہی باتیں ہیں جنہیں ہم اور ہمارے باپ دادا سنتے چلے آرہے ہیں اگر اس بات میں کوئی وزن ہوتا تو آخر اس دنیا سے جانے والا کوئی ایک آدمی تو آکر بتاتا کہ یہ سب کچھ ممکن ہے۔

یہ وہ باتیں ہیں جن کو کفار و مشرکین کہتے چلے آئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مرتبہ کفار کے ان جملوں کو نقل کر کے جواب دیا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ عالم برزخ سے تو کوئی آکر وہاں کی کیفیات بیان نہیں کر سکتا البتہ اللہ و رسول کی نافرمانی کرنے والے مجرموں کی بنائی ہوئی عمارتیں اور ان کے کھنڈرات کو جا کر دیکھیں کہ وہ خود اس بات کے گواہ ہیں کہ اللہ ایسے مجرموں کو جڑ و بنیاد سے کھود ڈالتا ہے اور ان کی بلند و بالا عمارات اور مال و دولت کی کثرت انہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتیں۔ کیونکہ وہ بھی یہی کہتے ہوئے اس دنیا سے چلے گئے کہ ہم مرنے کے بعد دوبارہ زندگی پر یقین نہیں رکھتے۔ حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ جس نے انسان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے وہ ان کو دوبارہ زندہ کیوں نہیں کر سکتا۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ اپنے مشن اور مقصد کو پھیلاتے رہیے اور ان کفار کے اعتراضات اور دشمنی کی نہ تو پروا کیجیے اور نہ آپ کسی طرح کا رنج اور افسوس کیجیے۔ کیونکہ وہ دن بہت دور نہیں ہے جب اللہ تعالیٰ اس دنیا کو ختم کر کے ایک نئی دنیا بنائے گا اور پھر ہر شخص سے اس کے کئے ہوئے اعمال کا حساب لے گا۔ یہ وعدہ الٰہی کب پورا ہوگا اس کا علم تو اللہ کو ہے البتہ ایسا لگتا ہے کہ اب اس وعدے کے پورا ہونے کا وقت بہت دور نہیں ہے بلکہ قریب آ گیا ہے۔

ان آیات میں دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ یہ قرآن کریم ایک ایسی معیاری کتاب ہے جو اس سے پہلے نازل کی جانے والی کتابوں کے لئے کسوٹی کا درجہ رکھتی ہے یعنی بنی اسرائیل جنہوں نے اپنی کتابوں میں اپنی طرف سے اتنی جھوٹی باتوں کو

گھڑ لیا تھا جس سے ان کی کتابیں تضاد اور اختلاف کا نمونہ بن کر رہ گئی ہیں لیکن قرآن کریم نے ان تمام اختلافات کو دور کر کے ان سچائیوں کو بیان کیا ہے جو اصل حقائق ہیں۔ قرآن کریم اہل ایمان کے لئے ہدایت و رہنمائی اور رحمت کا سبب ہے۔ اگر قرآن کریم کی آیات نازل نہ ہوتیں تو ان بنی اسرائیل کی من گھڑت باتوں سے ساری دنیا گمراہ ہو کر رہ جاتی۔ قرآن کریم نے ہر سچائی کو کھول کر رکھ دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ ان کی پرواہ نہ کیجئے کیونکہ ان کے اختلافات کی قلعی تو اللہ نے کھول کر رکھ دی ہے وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے اور آپ کھلی ہوئی سچائی پر ہیں۔ یقیناً وہ لوگ جو آنکھیں رکھنے کے باوجود اندھے بنے ہوئے ہیں ان کو آپ راہ ہدایت دکھا نہیں سکتے۔ البتہ آپ اپنی کوشش کرتے رہیے۔ قیامت کب آئے گی اس کا تعین تو نہیں کیا گیا البتہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے قریب زمانہ میں دجال کا خروج دابتہ الارض کا ظہور، دخان (دھواں) اور سورج کا مغرب سے نکلنا جب یہ سب علامتیں پوری ہو جائیں تو سمجھ لینا کہ قیامت بہت قریب ہے۔

دابتہ الارض زمین سے پیدا ہونے والا ایک خوفناک جانور ہو گا جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوگوں سے باتیں کرے گا اور جو لوگ قیامت کا یقین نہ کرنے والے ہوں گے ان کو یقین آ جائے گا۔ لیکن اس وقت کا یقین اور ایمان قبول نہیں کیا جائے گا۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿٨٣﴾ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوا قَالَ أَكَذَّبْتُمْ بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا أَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٨٤﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنْطِقُونَ ﴿٨٥﴾ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا اللَّيْلَ لِيَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٨٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۳ تا ۸۶

اور جس دن ہم ہر ایک امت میں سے ایک ایک گروہ ان لوگوں کا نکالیں گے جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے۔ پھر ان کو اکٹھا کرنے کی غرض سے جمع کیا جائے گا۔ پھر جب وہ حاضر ہوں گے تو اللہ فرمائیں گے۔ کیا تم نے میری آیات کو جھٹلایا تھا جب کہ تم نے اس

کو اچھی طرح جان لیا تھا۔ یا بتاؤ کہ تم کیا کرتے تھے؟ اور ان کے ظلم کی وجہ سے ان پر وعدہ الٰہی پورا ہو کر رہے گا۔ پھر وہ بات تک نہ کر سکیں گے۔

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ بے شک ہم نے رات کو اس لئے بنایا ہے تا کہ وہ اس میں آرام کر سکیں اور دن کو دیکھنے کے لئے روشن بنایا ہے۔ بے شک ان آیات میں ان لوگوں کے لئے نشانی ہے جو ایمان رکھتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۳ تا ۸۶

نَحۡشُرُ	ہم جمع کریں گے
یُوۡزَعُوۡنَ	جماعت بندی کی جائے گی
لَمۡ تُحِیۡطُوۡا	تم نے نہیں گھیرا تھا
لَا یَنۡطِقُوۡنَ	وہ بات نہ کریں گے
لِیَسۡکُنُوۡا	تا کہ وہ سکون حاصل کریں
مُبۡصِرٌ	دیکھنے والا

تشریح: آیت نمبر ۸۳ تا ۸۶

گذشتہ آیات میں بتایا گیا تھا کہ جب سارے انسانوں کو فنا کر دیا جائے گا تو پھر صور پھونکا جائے گا اور اللہ کے حکم سے سب لوگوں کو دوبارہ زندہ کر دیا جائے گا۔ پھر تمام امتوں میں سے ایسے لوگوں کے گروہ جمع کئے جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی آیات اور اللہ کے پیغمبروں کو جھٹلایا کرتے تھے۔ اگلے پچھلے تمام لوگ جمع ہو جائیں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ بتاؤ جب تمہارے پاس ہماری نشانیاں آگئی تھیں اور غور و فکر کا موقع بھی تھا پھر تم کس مشغلے میں پھنسے رہے کہ تم نے بے سوچے سمجھے ہماری آیات کا انکار کر دیا تھا اور ہمارے رسولوں کو جھٹلایا تھا۔ چونکہ انہوں نے زندگی بھر ظلم و زیادتی کے ساتھ زندگی گذاری ہو گی تو وہ جواب دینے کے قابل بھی نہ رہیں گے اور وہ اس کا کوئی جواب نہ دیں گے۔ فرمایا کہ ویسے تو ہم نے کائنات میں قدم قدم پر اپنی نشانیوں کو بکھیر دیا تھا جن

پر غور وفکر ان کو کامیابی کی منزل تک پہنچا دیتا لیکن اگر وہ صرف رات اور دن کے آنے جانے ہی میں غور وفکر اور تدبیر سے کام لیتے جس کو وہ دیکھتے رہتے تھے تو وہ اللہ کی ذات اور پیغمبروں کی صداقت میں کبھی شک وشبہ نہ کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رات اس لئے بنائی ہے تا کہ اس میں راحت وسکون حاصل کر سکیں اور دن اس لئے بنایا ہے تا کہ اس میں دیکھ بھال کر اپنے لئے روزی پیدا کر سکیں۔ یہ رات دن کے الٹ پھیر پر ہی غور کر لیتے تو ان کی سمجھ میں آجاتا کہ کوئی ایسی ذات موجود ہے جو اس پورے نظام کائنات کو چلا رہی ہے۔ یہ دنیا خود بخود پیدا نہیں ہوگئی ہے بلکہ اس کا خالق و مالک اللہ ہے۔ ایمان لانے والوں کے لئے یہ بہت بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۭ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۭ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَىِٕذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۭ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ۡ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

ع ۷ ۱۱/۲

ترجمہ: آیت نمبر ۸۷ تا ۹۳

اور جس دن صور میں پھونک ماری جائے گی تو جو بھی زمین و آسمان میں ہوں گے وہ گھبرا اٹھیں گے سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ چاہے۔ اور سب کے سب اس کے سامنے عاجز بن کر حاضر ہوں گے۔ (اے مخاطب تو) پہاڑوں کو اپنی جگہ جما ہوا خیال کرتا ہے حالانکہ وہ (قیامت کے دن) بادلوں کی طرح اڑتے پھریں گے۔ یہ سب اس اللہ کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں جو نہایت مضبوط و مستحکم ہیں۔ تم جو کچھ کرتے ہو اس سے اللہ باخبر ہے۔

جو شخص نیکی لے کر حاضر ہوگا تو اس کو اس کی نیکی سے زیادہ بہتر بدلہ ملے گا۔ اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا۔ اور جو برائی کے ساتھ آئے گا اس کو اوندھے منہ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ کہا جائے گا کہ تمہیں وہی بدلہ دیا گیا ہے جو کچھ تم کرتے تھے۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر (مکہ مکرمہ) کے پروردگار کی عبادت و بندگی کروں۔ وہ جس نے اس (شہر کو) قابل احترام بنایا ہے۔ اور ہر چیز اسی کے لئے ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کے فرماں برداروں میں سے رہوں۔

اور (مجھے حکم دیا گیا ہے کہ) میں اس قرآن کی تلاوت کروں۔ جو صحیح راستہ اختیار کرتا ہے تو وہ اپنے بھلے کے لئے کرتا ہے۔ اور جو راستے سے بھٹکتا ہے تو آپ فرما دیجئے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ وہ بہت جلد تمہیں اپنی نشانیاں دکھا دے گا۔ اس وقت تم اس کو پہچان سکو گے۔ اور آپ کا پروردگار اس سے بے خبر نہیں ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۷ تا ۹۳

یُنْفَخُ	پھونک ماری جائے گی
فَزِعَ	گھبرا گیا
دَاخِرِیْنِ	عاجزی کرنے والے
تَحْسَبُ	تو گمان کرتا ہے

جَامِدَةً	جمع ہوجانے والی
تَمُرُّ	وہ چلے گی
اَلسَّحَابُ	بادل
صُنْعَ اللّٰهِ	اللہ کی کاری گری
كُبَّتْ	اوندھا پھینک دیا گیا
هَلْ تُجْزَوْنَ	کیا تم بدلہ دیئے جاؤ گے
اُمِرْتُ	میں حکم دیا گیا ہوں
اَلْبَلْدَةُ	شہر
حَرَّمَ	قابل احترام بنایا
اَنْ اَتْلُوَ	یہ کہ میں تلاوت کروں گا
سَيُرِيْ	وہ بہت جلد دکھائے گا
تَعْرِفُوْنَ	تم پہچانتے ہو

تشریح: آیت نمبر ۸۷ تا ۹۳

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر قیامت اور اس دن کی ہولنا کی کو بیان کیا گیا ہے۔ یہاں پر ایک اصولی بات ارشاد فرمائی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس دن حضرت اسرافیلؑ اللہ کے حکم سے صور پھونکیں گے تو صور کی ہیبت ناک آواز سے زمین و آسمان میں رہنے والی مخلوق پر دہشت طاری ہو جائے گی۔ اور ہر ایک کو اس کے سامنے دب کر اور عاجزی کے ساتھ حاضر ہونا ہے۔ فرمایا کہ سب پر بدحواسی اور گھبراہٹ طاری ہوگی لیکن وہ لوگ جنہوں نے نیکیوں اور بھلائیوں میں زندگی گذاری ہوگی وہ اس گھبراہٹ اور اس دن کی پریشانی سے محفوظ رہیں گے۔ قیامت کے دن ان کی چند کیفیات کو یہاں بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے

(۱) ہر شخص کو نہایت عاجزی اور انکساری سے گردن جھکا کر اس کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا۔

(۲) وہ پہاڑ جنہیں ہم جما ہوا محسوس کرتے ہیں صور پھونکے جانے کے بعد اس طرح چلتے، اڑتے نظر آئیں گے جس طرح آسمان پر بادل چلتے اور اڑتے نظر آتے ہیں۔

(۳) فرمایا کہ یہ ساری دنیا اور اس کی بناوٹ سب اللہ کی کاریگری ہے اس میں ہر انسان جو کچھ کرتا ہے اس کی ایک ایک حرکت اور عمل سے وہ پوری طرح واقف ہے۔

(۴) جو لوگ نیکیوں اور بھلائیوں کے ساتھ آئیں گے وہ اس دن کی گھبراہٹ، پریشانی اور بدحواسی سے محفوظ رہیں گے اور وہ نہایت سکون سے اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے۔

(۵) لیکن وہ لوگ جنہوں نے اپنی زندگی گناہوں اور خطاؤں، کفر اور شرک میں گذاری ہوگی وہ نہایت گھبرائے ہوئے ہوں گے اور ان کو اوندھے منہ جہنم میں جھونک دیا جائے گا اور کوئی کسی کا ساتھ نہ دے گا اور کوئی کسی کے حال کو پوچھنے والا نہ ہوگا۔ اور ان کو وہی بدلہ دیا جائے گا جس کو وہ دنیا میں کرتے رہے تھے۔ یعنی ان پر کسی طرح کا ظلم نہیں کیا جائے گا بلکہ ان کے اعمال کے مطابق ان کو بدلہ دیا جائے گا۔

آخر میں نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ مجھے میرے اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ میں اس شہر یعنی مکہ مکرمہ کے مالک اور پروردگار کی عبادت و بندگی کروں جس نے اس شہر کو عزت و عظمت سے نوازا ہے۔ اور مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کے فرماں بردار بندوں میں شامل رہوں۔ اور میں اس قرآن کریم کی تلاوت کرتا رہوں جو اس نے نازل کیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کا آنا برحق ہے۔ وہ بڑا ہیبت ناک دن ہوگا جہاں کوئی کسی کو نہ پوچھے گا۔ وہاں اگر کوئی چیز کام آنے والی ہے تو وہ اللہ کی رحمت اور انسان کے نیک اور بہتر اعمال ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو اس کے مقدس گھر کا احترام کرنے والے اور اس کے فرماں بردار ہیں ان کو اس دن نہ صرف گھبراہٹ سے نجات عطا فرمائے گا بلکہ آخرت کی تمام بھلائیاں ان کا مقدر رہوں گی۔

آخر میں فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ اس بات کا اعلان فرما دیجئے کہ جس نے ہدایت کا راستہ اختیار کیا اس نے اپنا فائدہ کیا لیکن جس نے گمراہی اختیار کرلی تو میرا کام خبردار کرنا تھا میں نے کردیا البتہ ہر انسان کو خود فیصلہ کرنا چاہیے کہ اس کے لئے آخرت میں کام آنے والی چیز کیا ہے۔ تمام تعریفیں اور عظمتیں اللہ کے لئے ہیں وہ بہت جلد تمام سچائیوں کو کھلی آنکھوں سے دکھا دے گا۔ اور ہر شخص اس بات کو پیش نظر رکھے کہ وہ جو کچھ کرتا ہے اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے وہ ہر ایک کی ہر بات کو اچھی طرح جانتا ہے۔

الحمدللہ سورۂ نمل کا ترجمہ وتشریح مکمل ہوئی۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۰

امن خلق

سورۃ نمبر ۲۸

اَلْقَصَص

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ القصص

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ نمبر	28
کل رکوع	9
آیات	88
الفاظ وکلمات	1454
حروف	6011

سورۃ القصص جس کے ابتدائی پانچ رکوعوں میں حضرت موسیٰؑ کے واقعات زندگی کو بڑی تفصیل سے ارشاد فرمایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ پر اپنا کلام نازل کیا مگر انسانی ہاتھوں نے اللہ کی تعلیمات کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔

اب اللہ نے قرآن کریم کو نازل کیا ہے وہی قیامت تک انسانوں کی ہدایت کے لیے کافی ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لے رکھی ہے۔ بنی اسرائیل کی ہدایت کا سامان قرآن کریم میں ہے۔ اگر انہوں نے اس راستے کو چھوڑ دیا تو پھر قیامت تک ان کو راہ ہدایت نصیب نہ ہوگی۔

سورۃ القصص مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس کے ابتدائی پانچ رکوعوں میں حضرت موسیٰؑ کا واقعہ نہایت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ پانچویں رکوع میں قرآن کریم کی تعلیمات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ بے شک توریت اور انجیل کو اللہ نے نازل فرمایا لیکن لوگوں نے ان میں ایسی باتوں کو شامل کر دیا تھا جن کا تعلق اللہ کی اتاری ہوئی بنیادی تعلیمات سے نہیں تھا اب قیامت تک ساری انسانیت کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ قرآن کریم کی سچی تعلیمات پر چل کر راہ ہدایت حاصل کریں۔

مصر میں دو قومیں آباد تھیں ایک قبطی حکمران ٹولہ جس کے حکمران کو فرعون کہا جاتا تھا۔ وہ پورے ملک میں پانچ فیصد بھی نہ تھے مگر ظالم حکمراں ہونے کی وجہ سے اپنی فوج کی قوت سے ان بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا رکھا تھا جو پورے ملک میں واضح اکثریت رکھتے تھے۔ چونکہ بنی اسرائیل بے عمل ہو چکے تھے اور پوری قوم اس قدر منتشر تھی کہ وہ کسی کو اپنا رہنما تسلیم نہ کرتی تھی۔ ان کے اس انتشار سے فائدہ اٹھا کر قبطیوں کا یہ مختصر سا ٹولہ ہر طرح کے ظلم و ستم کرنے میں آزاد تھا۔

بنی اسرائیل مصر میں حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں آئے جن کی تعداد ایک سو سے بھی کم تھی لیکن دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی وجہ سے ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی تھی۔ قبطی اچھی طرح جانتے تھے کہ بنی اسرائیل ایک بہت بڑی قوت ہیں ان میں اگر اس کا شعور بیدار ہو

> قارون جو حضرت موسیٰ کی قوم سے تھا اور بے پناہ دولت کا مالک تھا۔ جس کے خزانوں کی چابیاں اٹھا کر ایک مضبوط جماعت بھی تھک جاتی تھی جب اس نے غرور و تکبر کیا تو اللہ نے اس کو اور اس کی دولت کو زمین میں دھنسا دیا وہ دولت اس کو اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکی۔ اللہ کو کسی کا غرور و تکبر پسند نہیں ہے۔

گیا تو پھر قبطی اپنی تمام تر طاقت و قوت کے باوجود حکمرانی نہ کرسکیں گے۔ ان کے خوف کی انتہا یہ تھی کہ جب کسی نے یہ بتا دیا کہ بنی اسرائیل میں ایک ایسا لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو فرعون کے اقتدار کا خاتمہ کر دے گا۔

فرعون نے حکم جاری کیا کہ اب بنی اسرائیل میں جو بھی لڑکا پیدا ہوگا اس کو قتل کر دیا جائے گا چنانچہ بنی اسرائیل میں جو بھی لڑکا پیدا ہوتا اس کو ماں کی گود سے چھین کر قتل کر دیا جاتا تھا۔ بنی اسرائیل کی کمزوریوں کی انتہا یہ تھی کہ جن ماؤں کی گود سے ان کے لخت جگر کو چھینا جاتا وہ اس پر احتجاج تک نہ کرسکتی تھیں۔ اسی دوران حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے حضرت موسیٰؑ کی والدہ کو بھی یہی خطرہ تھا کہ ان کی گود بھی ویران ہو جائے گی۔ اللہ نے حضرت موسیٰؑ کی والدہ کے قلب میں یہ الہام فرمایا کہ وہ اس بچے کو کسی صندوق یا ٹوکری میں رکھ کر دریا میں بہا دیں حضرت موسیٰؑ کی والدہ نے ایسا ہی کیا۔ ادھر اللہ نے اپنی قدرت کاملہ کا اس طرح اظہار فرمایا کہ وہ صندوق فرعون کے گھر والوں نے ہی پانی سے نکالا۔ سب کی رائے یہی تھی کہ اس بچے کو قتل کر دیا جائے مگر فرعون کی بیوی حضرت آسیہ نے کہا کہ ہم اس بچے کو پرورش کریں گے اور اپنا بیٹا بنائیں گے۔ حضرت موسیٰؑ کی والدہ نے حضرت موسیٰؑ کی بہن کو اس کام پر مامور کیا تھا کہ وہ دیکھتی چلی جائیں کہ یہ صندوق کہاں پہنچتا ہے۔ جب وہ فرعون کے گھر میں پہنچ گیا تو انہیں اطمینان ہوا۔ ادھر حضرت موسیٰؑ جو ایک چھوٹے سے دودھ پیتے بچے تھے انہوں نے رونا شروع کیا اور بھوک سے تڑپنا شروع کیا اور کسی کا دودھ نہ پیتے تھے۔ حضرت موسیٰؑ کی بہن نے کہا کہ میں ایک ایسے خاندان سے واقف ہوں جو بچے کی پرورش اچھی طرح کر سکتے ہیں چنانچہ حضرت موسیٰؑ کی والدہ کو بلایا گیا اور حضرت موسیٰؑ نے ان کا دودھ پینا شروع کر دیا۔ اس طرح اللہ نے ایک ماں کو اپنے بیٹے سے ملا دیا اور فرعون کے گھر میں اسی بچے کی شاہانہ پرورش کرا دی جس کے خوف سے وہ بنی اسرائیل کے بچوں کو ذبح کر رہا تھا۔

جب حضرت موسیٰؑ جوان ہو گئے تو وہ قبطیوں کے ظلم کو برداشت نہ کر سکے۔ ایک دن کوئی قبطی اور بنی اسرائیلی شخص کسی بات پر جھگڑ رہے تھے۔ قبطی بنی اسرائیلی شخص کو گھسیٹ رہا تھا حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیلی کو اس ظلم سے بچانا چاہا تو وہ قبطی حضرت موسیٰؑ سے الجھ گیا۔ حضرت موسیٰؑ نے ایک گھونسا مارا تو وہ قبطی وہیں ڈھیر ہو گیا۔ حضرت موسیٰؑ کو افسوس ہوا کہ ان کے ہاتھوں ایک شخص کا قتل ہو گیا۔ انہوں نے اللہ سے اس خطا پر معافی مانگی جس کو اللہ نے قبول کر لیا اگلے دن حضرت موسیٰؑ نے دیکھا

کہ وہی بنی اسرائیلی شخص کسی دوسرے آدمی سے جھگڑ رہا ہے۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ تو بڑا ہی جھگڑالو آدمی ہے اس کو پکڑنے کی کوشش کی تو اس نے یہ کہہ کر شور مچا دیا کہ اے موسیٰ جس طرح تم نے گذشتہ کل ایک قبطی کو مار دیا تھا مجھے بھی قتل کر دو گے۔ یہ بات فرعون کے کان تک پہنچ گئی اس نے حضرت موسیٰ کو گرفتار کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ کسی مخلص آدمی نے حضرت موسیٰ کو بتا دیا کہ فرعون کے دربار سے آپ کو گرفتار کرنے اور قتل کرنے کے احکامات جاری ہو چکے ہیں۔ حضرت موسیٰ فرعون کے اس ظلم سے بچنے کے لیے مصر سے نکل کر مدین کی طرف ہجرت کر گئے۔

مدین پہنچ کر حضرت موسیٰ نے دیکھا کہ ایک کنویں پر لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں لیکن دو لڑکیاں اپنے جانوروں کو روکے ہوئے الگ تھلگ کھڑی ہوئی ہیں حضرت موسیٰ نے ان سے پوچھا کہ تم الگ تھلگ کیوں کھڑی ہو؟ انہوں نے کہا یہ تو ہمارے ہر روز کا معمول ہے جب سارے چرواہے اپنے جانوروں کو پانی پلا لیتے ہیں تب ہمارا نمبر آتا ہے اور ہم اپنے جانوروں کو پانی پلاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ کڑیل جوان تھے وہ آگے بڑھے اور انہوں نے ان لڑکیوں کے جانوروں کو پانی پلا دیا۔ جب وہ دونوں لڑکیاں اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئیں تو حضرت موسیٰ نے ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو کر فریاد کی الٰہی! مجھے اس غربت میں آپ جو کچھ بھی عطا کریں گے اس کے لیے میں حاجت مند ہوں۔

ابھی وہ دعا اور فریاد کر رہے تھے کہ وہی دونوں لڑکیاں حضرت موسیٰ کے پاس آئیں۔ ان میں سے ایک جو شرم و حیا کا پیکر تھی کہنے لگی ہمارے والد آپ کو بلا رہے ہیں تا کہ آپ نے ہماری بکریوں کو پانی پلانے کی زحمت کی ہے اس کا کچھ بدلہ دے سکیں۔ حضرت موسیٰ روانہ ہو گئے۔ حضرت موسیٰ جن کے پاس آئے تھے وہ حضرت شعیبؑ تھے۔ انہوں نے حضرت موسیٰ کے تمام واقعات سن کر فرمایا کہ اب تم مت گھبراؤ۔ اللہ نے تمہیں ایک ظالم قوم سے نجات عطا کر دی ہے۔ ان لڑکیوں میں سے ایک نے کہا ابا جان! اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان کو اپنے پاس ملازم رکھ لیں کیونکہ یہ انتہائی مضبوط اور دیانت دار آدمی ہیں۔

حضرت شعیبؑ نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ اگر تم آٹھ سال تک میری خدمت کرو تو میں اپنی لڑکیوں میں سے ایک لڑکی سے تمہارا نکاح کر سکتا ہوں۔ اور زور زبردستی تو ہے نہیں اگر تم خوشی سے دس سال پورے کر لو تو یہ تمہارا احسان ہوگا۔ حضرت موسیٰ نے اس شرط کو قبول کر لیا اور اس طرح دس سال تک حضرت موسیٰ نے حضرت شعیبؑ کی خدمت کی۔ چنانچہ ان کی ایک لڑکی سے ان کی شادی کر دی گئی۔ دس سال کے بعد حضرت موسیٰ اپنی بیوی کو لے کر مصر کی طرف روانہ ہو گئے۔ شاید وہ اس اندھیری رات میں سردی کے موسم میں راستہ بھٹک گئے تھے۔ انہوں نے دور سے ایک روشنی کو دیکھا۔ کہنے لگے کہ میں ابھی اس آگ میں سے کوئی

انگارہ لے کر آتا ہوں اور اگر کسی نے راستہ بتا دیا تو اسی پر چل پڑیں گے۔

حضرت موسیٰؑ اس وقت کوہ طور کے دامن میں تھے۔ جب وہ ایک درخت کے پاس پہنچے دیکھا کہ ایک درخت میں آگ سی لگی ہوئی ہے۔ اچانک آواز آئی اے موسیٰ یہ میں ہوں تیرا رب اللہ۔ یہی وہ موقع ہے جہاں اللہ نے حضرت موسیٰؑ کو نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا اور عصا اور ید بیضا کے معجزات عطا کر کے فرمایا کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اور اس کی سرکشی کے گھمنڈ کو توڑ کر رکھ دو حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا الٰہی! میرے لیے ہارون کو جو زبان کے بڑے فصیح و بلیغ ہیں ان کو میرا مددگار بنا دیجیے۔ چنانچہ اللہ نے حضرت موسیٰؑ کے بڑے بھائی حضرت ہارونؑ کو ان کا معاون و مددگار بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ کے پیغام کو لے کر یہ دونوں بھائی فرعون کے پاس پہنچے۔ اس کو سمجھایا اور معجزات دکھائے۔ اس نے ان معجزات کو جادو قرار دے کر ملک بھر کے جادوگروں کو جمع کر لیا۔ لیکن جب ان جادوگروں نے دیکھا کہ ان کے بے حقیقت جادو کے سامنے حضرت موسیٰؑ نے معجزے کے طور پر اپنا عصا پھینکا تو وہ اژدھا بن گیا اور اس نے ان جادوگروں کے جادو اور طلسم کو توڑ کر رکھ دیا اور وہ سب جادوگر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

آخر کار اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو کامیابی اور فتح نصیب کی اور حضرت موسیٰؑ راتوں رات تمام بنی اسرائیل کو مصر سے فلسطین کی طرف لے کر چل پڑے۔ ادھر فرعون نے ان کا پیچھا کیا۔ اللہ نے پانی میں راستے بنا دیئے۔ بنی اسرائیل پار اتر گئے مگر فرعون اور اس کے لشکریوں کو پانی کی لہروں میں ڈبو دیا گیا۔ اس طرح اللہ نے بنی اسرائیل کو کامیاب فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے ان سب کی ہدایت کے لئے ایک عظیم کتاب توریت عطا فرمائی تا کہ یہ قوم دین کے اصولوں کی روشنی میں زندگی کا سفر طے کر سکے۔ مگر انہوں نے اسی توریت میں اپنی طرف سے طرح طرح کی باتیں گھڑ کر اس کتاب کو مشکوک بنا دیا۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک توریت و انجیل اللہ نے نازل فرمائیں لیکن انسانی ہاتھوں نے اور بنی اسرائیل کی بے عملی نے ان کی کتاب میں کافی بڑی مقدار میں ایسی باتیں شامل کر دیں جو اللہ نے نازل نہیں کی تھیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اب قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے قرآن حکیم جیسی عظیم کتاب نازل کی ہے جس کی حفاظت کا اس نے خود ذمہ لیا ہے۔

فرمایا کہ اب یہی قرآن ساری انسانیت کی ہدایت کے لیے کافی ہے۔ اگر بنی اسرائیل اور دنیا کی سب قوموں نے قرآن کریم کی تعلیمات کو اپنا لیا تو ان کو ہدایت اور دین و دنیا کی تمام عظمتیں حاصل ہو جائیں گی۔ لیکن اگر اس قرآن کریم سے اور نبی کریم ﷺ کی اطاعت سے منہ موڑا گیا تو پھر قیامت تک ان کو کوئی اور ہدایت دینے والا نہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو سچائی اور

پاکیزگی کے ساتھ ساری دنیا کے لیے رہبرو رہنما بنایا ہے۔

آخر میں فرمایا گیا کہ لوگو! یہ سارا نظام کائنات اللہ کے حکم سے چل رہا ہے۔ وہی دن کی روشنی اور رات کی تاریکی کو پیدا کرنے والا ہے۔ اگر وہ دن کی روشنی اور رات کی تاریکی کو ختم کر کے ایک ہی چال پر رہنے دے تو انسانی حیات مٹ کر رہ جائے گی۔ یہ رات اور دن کا پورا نظام اس کی قدرت کاملہ سے چل رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی قوم کے ایک شخص قارون کا ذکر کیا ہے جو بے پناہ دولت کا مالک تھا مگر اس کا غرور و تکبر اس کو لے ڈوبا۔ وہ مال و دولت اس کے کام نہ آئے بلکہ اللہ نے قارون اور اس کی دولت کو زمین میں دھنسا دیا۔ فرمایا کہ جو لوگ غرور و تکبر سے کام نہیں لیتے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہی عزت و سر بلندی سے نوازتا ہے لیکن جو لوگ غرور و تکبر اور بڑائی اختیار کرتے ہیں اللہ ان کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہے۔

سُورَۃُ القَصَص

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓمٓ ① تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ② نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ③ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِى الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ④ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ⑤ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَنُرِیَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ⑥

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۶

طا۔سین۔میم۔ یہ واضح کتاب (قرآن) کی آیتیں ہیں۔ ہم آپ ﷺ کو موسیٰؑ اور فرعون کے بعض صحیح واقعات ان لوگوں کے لئے پڑھ کر سنا رہے ہیں جو یقین رکھتے ہیں۔ بلاشبہ فرعون نے سرزمین (مصر) میں بڑی سرکشی اختیار کر رکھی تھی۔ اور اس نے وہاں کے باشندوں کو فرقوں میں بانٹ رکھا تھا۔ اور ان میں سے ایک گروہ کو اس نے اس طرح کمزور کر دیا تھا کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا تھا۔ بے شک وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا۔ اور ہم ان (بنی اسرائیل) پر یہ احسان کرنا چاہتے تھے کہ ملک میں جن لوگوں کو کم زور

کر دیا گیا تھا ان کو لوگوں کا پیشوا (رہنما) بنائیں اور ہم ان ہی کو (ملک کا) وارث بنائیں اور ان کو ملک میں جما دیں۔ اور (ہم چاہتے تھے کہ) فرعون اور ہامان کو ان ہی لوگوں کے ہاتھوں وہ کچھ دکھا دیں جن چیزوں کا ان کو خطرہ تھا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۶

نَتْلُوْا	ہم پڑھتے ہیں
نَبَأٌ	خبر۔ حال
عَلَا	اس نے سرکشی کی
شِيَعٌ	فرقے۔ گروہ
يَسْتَضْعِفُ	وہ کمزور کرتا ہے
يُذَبِّحُ	وہ ذبح کرتا ہے
يَسْتَحْيِ	وہ زندہ رکھتا ہے
نَمُنُّ	ہم احسان کرتے ہیں
اَئِمَّةٌ (اِمَامٌ)	پیشوا۔ رہنما
نُرِىْ	ہم دکھائیں گے
يَحْذَرُوْنَ	وہ ڈرتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۶

سورۃ القصص کی ابتداء حروف مقطعات سے کی گئی ہے۔ یہ وہ حروف ہیں جن کے معنی اور مراد کا علم صرف اللہ کو حاصل ہے۔ ممکن ہے ان حروف کے معنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بتا دیئے ہوں اور آپ نے امت کو بتانا

ضروری نہ سمجھا ہو۔ لہذا ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ ان حروف کے معنی اور مراد کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اگر امت کو بتانا ضروری ہوتا تو نبی کریم ﷺ اس سلسلہ میں ضرور ارشاد فرماتے یا صحابہ کرامؓ آپ ﷺ سے ضرور پوچھتے۔

سورۃ القصص میں کل 83 آیات ہیں جن میں سے 43 آیات میں حضرت موسیٰؑ کے واقعات زندگی کو بڑی تفصیل سے ذکر فرمایا گیا ہے جس میں عبرت و نصیحت کے بے شمار پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ فرمایا

(۱) اس کتاب قرآن مجید کی واضح اور کھلی ہوئی آیات ہیں جن کو سمجھنے اور عمل کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہے۔ وہ اپنے معنی اور مفہوم کے لحاظ سے نہایت واضح روشن اور آسان آیات ہیں۔ اگر ذرا بھی ان پر توجہ اور دھیان دیا جائے تو اس سے عمل اور نجات کی راہیں آسان ہوسکتی ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لئے حضرت موسیٰ کے واقعات کو بالکل صحیح اور درست انداز میں پیش کیا ہے اور بنی اسرائیل نے اس دعوے کے باوجود کہ حضرت موسیٰ ان کے ہیرو ہیں ان کی شخصیت کے بعض پہلوؤں کو داغ دار کر رکھا تھا۔ اور ان کے واقعات زندگی کو اس طرح توڑ مروڑ کر پیش کر رکھا تھا کہ اس سے عظمت کے تاثرات کے بجائے برے پہلو نمایاں ہو کر سامنے آرہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان برے پہلوؤں کو دور کر کے صحیح واقعات کو بیان کیا ہے۔

(۳) فرعون نے سرزمین مصر میں بنی اسرائیل کی واضح اکثریت ہونے کے باوجود ان کو انتہائی ذلیل کر کے رکھا ہوا تھا اور ان پر ہر طرح کے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رکھے تھے۔ جب فرعون اور اس قوم کی سرکشی، تکبر و غرور اور ظلم و ستم اپنی انتہاؤں پر پہنچ گیا تو اللہ نے ان کی اصلاح کے لئے حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی حضرت ہارونؑ کو چند معجزات دے کر بھیجا تا کہ ان کی اصلاح کی جاسکے۔

(۴) ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' اس سیاسی اصول کی ابتداء شاید فرعون نے کی تھی۔ صورت حال یہ تھی کہ اس وقت مصر میں بنی اسرائیل پچانوے فیصد تھے اور قبطی حکمران اور اس کے ماننے والوں کی تعداد بہت تھوڑی سی تھی مگر انہوں نے طاقت و قوت، ظلم و جبر کی ایسی پالیسی اختیار کی ہوئی تھی کہ جس سے پوری قوم بنی اسرائیل پست سے پست اور ذلیل کام کر کے اپنے پیٹ کی آگ بجھانے پر مجبور کر دی گئی تھی۔ نتیجہ یہ تھا کہ اس کے بعد اس قوم میں ظالم حکمرانوں کے ظلم کا مقابلہ کرنے کی ہمت اور طاقت ختم ہی ہو کر رہ گئی تھی۔ فرعون نے اس شخصی حکومت کی بقا کے لئے ہر طرف قدم قدم پر اپنے جاسوس پھیلا رکھے تھے۔ اور پوری قوم بنی اسرائیل کو مختلف فرقوں میں تقسیم کر کے ایک کو دوسرے سے بھڑا رکھا تھا۔ حکومتی جبر کے ان اقدامات سے بنی اسرائیل تباہی اور ذلت کے آخری کنارے تک پہنچ چکے تھے۔

(۵) قوم بنی اسرائیل مختلف فرقوں میں تقسیم ہونے اور ریاستی جبر اور ظلم و ستم کے سامنے اس قدر بے بس، مجبور اور کمزور ہو چکی تھی کہ ماؤں کی گود سے ان کے معصوم بچوں کو چھین کر ان کے سامنے ذبح کیا جاتا اور بچوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے مگر

اس پر کسی کو اعتراض کرنے یا اس سلسلہ میں احتجاج تک کرنے کی اجازت نہ تھی۔ لڑکیوں کو اس لئے زندہ رکھتے تھے کہ ان سے فرعون کی سلطنت کو کوئی خطرہ نہیں تھا اور ان کو یقین تھا کہ آئندہ وہ ان کی باندیاں اور غلام بن کر ان کے کام آئیں گی۔

(۶) فرعون زبردست فسادی آدمی تھا جس نے اپنے اقتدار اور سلطنت کو بچانے کے لئے ہر طرف تباہی و بربادی کا بازار گرم کر رکھا تھا اور اس کے شر سے کوئی محفوظ نہ تھا۔

(۷) فرعون کی ان سازشوں اور کوششوں کے برخلاف اللہ نے یہ فیصلہ فرما دیا تھا کہ اس کمزور اور بے بس قوم کو ایسی طاقت وقوت عطا کر دی جائے جس سے فرعون اپنے کیفر کردار تک پہنچ جائے اور بنی اسرائیل کو وہ عظمت، حکومت اور سلطنت دے دی جائے جس کا وہ تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔

حضرت موسیٰؑ کے پر جوش خطبات سے قوم بنی اسرائیل میں ایک نئی زندگی کی لہر پیدا ہو گئی اور وہ فرعون کے ظلم وستم کو مٹانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ دس سال تک مدین میں جلاوطنی کی زندگی گذارنے کے بعد جب حضرت موسیٰؑ مصر واپس تشریف لائے تو اللہ نے ان کو نبوت و رسالت سے نواز کر ایسے معجزات عطا کئے جن کے سامنے فرعون اور اس کی طاقتیں راکھ کا ڈھیر بن گئیں۔ اور اس طرح فرعون اور ہامان کو جو خطرہ تھا جس کی وجہ سے وہ قوم بنی اسرائیل کو تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ اللہ نے اپنی مشیت اور ارادے سے فرعون کی تدبیریں خود اس پر الٹ دیں۔ اللہ نے فرعون اور اس کے ماننے والے لشکریوں کو پانی میں غرق کر کے بنی اسرائیل کو ان کا وارث بنا دیا۔

جب تک قوم بنی اسرائیل فرقوں میں بٹ کر ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہے وہ فرعون کے غلاموں جیسی زندگی گذارتے رہے لیکن جب وہ اللہ کے دین پر چلتے ہوئے متحد و متفق ہوئے تو اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے فرعون کی سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ختم کر دیا اور اہل ایمان کو عظمت کی بلندیاں عطا فرما دیں۔

ان آیات میں درحقیقت کفار مکہ کو یہ سمجھایا جا رہا ہے کہ کفر کتنا بھی طاقت ور ہو جب لوگ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیتے ہیں تو قدرت کا غیبی ہاتھ ان کی مدد کر کے اس بلند مقام تک پہنچا دیتا ہے جہاں ان کا تصور بھی نہیں پہنچ سکتا۔ بتایا جا رہا ہے کہ کفار مکہ یہ نہ سمجھیں کہ اہل ایمان کمزور ہیں اور ان پر جو ظلم وستم کیا جا رہا ہے اس کا سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا۔ بلکہ وہ وقت بہت قریب ہے جب اللہ تعالیٰ ان کمزور اور بے بس مسلمانوں کو اتنی طاقت وقوت عطا فرما دے گا کہ کفر کے ایوانوں میں زلزلے آجائیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے خلوص کو قبول کر کے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو اتنی زبردست قوت وطاقت بنا دیا کہ ساری دنیا کی سلطنتیں ان کے سامنے بے بس ہو کر رہ گئیں۔ اہل ایمان کامیاب و بامراد ہوئے اور کافر اس دنیا میں بھی ذلیل و رسوا ہوئے اور انہوں نے اپنی آخرت بھی برباد کر ڈالی۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ
اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا
تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجٰعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝٧
فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ
فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ۝٨ وَقَالَتِ
امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّىْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ قے
عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝٩
وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِىْ بِهٖ
لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝١٠
وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۫ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ
لَا يَشْعُرُوْنَ ۝١١ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ
هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ
نٰصِحُوْنَ ۝١٢ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَىْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ
وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝١٣ ع

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۱۳

اور ہم نے موسیٰؑ کی والدہ کو الہام کیا (ان کے دل میں ڈالا) کہ وہ (موسیٰ کو) دودھ پلاتی رہیں۔ پھر جب اس طرف سے (فرعون کی طرف سے) کوئی خطرہ ہو تو اس کو دریا میں ڈال دیں۔

نہ تو کوئی اندیشہ کرنا اور نہ غم کھانا۔ یقیناً ہم اس کو تمہاری طرف لوٹا دیں گے اور اسے رسولوں میں سے بنا دیں گے۔ پھر فرعون کے گھر والوں نے اس کو (موسیٰ کو) اٹھالیا تا کہ وہ ان کے لئے دشمنی اور غم کا سبب بن جائے۔ بلاشبہ فرعون، ہامان اور ان دونوں کے لشکر نے بڑی غلطی کھائی۔ اور فرعون کی بیوی نے (فرعون سے) کہا یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اس کو قتل مت کرنا۔ ممکن ہے یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اس کو بیٹا بنالیں یہ (سب کچھ کرتے ہوئے وہ) بے خبر تھے۔ اور صبح کو موسیٰؑ کی والدہ کا دل بے قرار ہو گیا۔ اگر ہم نے اس کے دل کو مضبوط نہ کر دیا ہوتا تو وہ اس کا حال ظاہر کر دیتی۔ (یہ اس لئے کیا) تا کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے رہے۔ موسیٰؑ کی والدہ نے اس کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے جاؤ۔ چنانچہ وہ موسیٰؑ کو اس طرح دیکھتی رہی کہ (فرعون والوں کو) پتہ ہی نہ چل سکا۔ اور ہم نے پہلے ہی سے دودھ پلانے والیوں کے دودھ کی اس پر بندش لگا رکھی تھی۔ اس پر (موسیٰ کی بہن نے) کہا کیا میں تمہیں ایسے گھرانے کا پتہ بتاؤں جو تمہارے اس بچے کی پرورش کرے۔ اور وہ اس (بچے) کے خیر خواہ بھی ہوں۔ اور اس طرح ہم نے (موسیٰؑ کو) اس کی والدہ کی طرف لوٹا دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ اور وہ غم گین نہ ہو۔ اور تا کہ وہ جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۱۳

اَوْحَيْنَا	ہم نے وحی کی
اَرْضِعِيْهِ	دودھ پلا
اَلْيَمُّ	دریا۔ سمندر
اِنَّا رَادُّوْهُ	بے شک ہم اس کو لوٹا دیں گے
اِلْتَقَطَ	اس نے اٹھالیا
خٰطِئِيْنَ	خطا کرنے والے
اِمْرَاَةٌ	عورت

قُرَّةُ عَيْنٍ	آنکھوں کی ٹھنڈک
اَصْبَحَ	ہو گیا
فُؤَادُ	دل
فٰرِغٌ	بے قرار۔ بے چین
كَادَتْ	قریب ہے
رَبَطْنَا	ہم نے باندھ دیا
قُصِّيْ	پیچھے جا
جُنُبٌ	دور۔ اجنبیت
حَرَّمْنَا	ہم نے روک دیا
اَلْمَرَاضِعُ	دودھ پلانے والیاں
هَلْ اَدُلُّ	کیا میں بتاؤں
يَكْفُلُوْنَ	وہ ذمہ داری لیتے ہیں
كَيْ تَقَرَّ	تا کہ ٹھنڈی رہیں

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۱۳

حضرت موسیٰؑ کی پیدائش کے بعد ان کی والدہ نے ان کو فرعون کی ان جاسوس عورتوں سے چھپائے رکھا جو دن رات ہر گھر میں جھانک جھانک کر یہ دیکھتی رہتی تھیں کہ کوئی نیا بچہ پیدا تو نہیں ہوا۔ اگر ان کو معلوم ہو جاتا تو وہ پیدا ہوتے ہی بچے کو بے رحمی سے ذبح کر کے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ کی والدہ کا حمل بھی زیادہ ظاہر نہیں ہوا۔ جب حضرت موسیٰؑ پیدا ہو گئے تو ان کی والدہ ان کو اچھی طرح چھپائے رہیں کہ کہیں کسی کو معلوم نہ ہو جائے کہ اس گھر میں کسی بچے کی پیدائش ہوئی ہے۔ مگر حضرت موسیٰؑ کی والدہ ہر وقت ایک انجانے خوف سے لرزتی رہتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں

اس بات کو جما دیا کہ جب بھی خوف زیادہ ہو جائے تو حضرت موسیٰؑ کو کسی محفوظ ٹوکرے یا صندوق میں رکھ کر پانی میں بہا دیا جائے۔ اللہ ان کی حفاظت فرمائیں گے اور ہر دودھ پلانے والی کے دودھ کو اس سے روک دیں گے اور اس بچے کو ان کی والدہ کی طرف لوٹا دیں گے۔ یہ بات ان کی والدہ کو خواب میں بتا دی گئی یا اللہ نے ان کے دل میں جما دیا۔ بہرحال جب حضرت موسیٰؑ کی والدہ کو یقین ہو گیا کہ اب ان کو لوگوں کی نظروں سے محفوظ رکھنا ممکن نہ ہوگا تو انہوں نے دل پر پتھر رکھ کر ایک محفوظ ٹوکرے میں ڈال کر حضرت موسیٰؑ کو دریائے نیل کے پانی میں بہا دیا۔ حضرت موسیٰؑ کی بڑی بہن مریم اس ٹوکرے پر اس طرح نظر رکھے رہیں کہ کسی دیکھنے والے کو شبہ تک نہ ہونے پائے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰؑ کو فرعون کے لوگوں نے نکال لیا ہے تو حضرت موسیٰؑ کی بہن کسی طرح فرعون کے محل میں داخل ہو گئیں۔ انہوں نے سنا کوئی کہہ رہا ہے کہ اس بچے کو قتل کر دیا جائے یا مار دیا جائے مگر فرعون کی بیوی حضرت آسیہ نے کہا کہ اتنا پیارا بچہ ہے اس کو قتل نہ کیا جائے بلکہ اس کو محل میں پرورش کیا جائے اور بیٹوں کی طرح رکھا جائے۔ حضرت موسیٰؑ کی بہن نے دیکھا کہ (حضرت موسیٰؑ) بچے نے رونا شروع کیا۔ جو بھی دودھ پلانے والی دودھ پلانے کی کوشش کرتی تو حضرت موسیٰؑ اس طرف سے منہ پھیر لیتے۔ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرت موسیٰؑ کی بہن نے کہا کہ میں ایسے خاندان سے واقف ہوں کہ اگر ان کے حوالے کر دیا جائے تو وہ خیر خواہی سے اس کی پرورش کر سکتے ہیں۔ فرعون کی بیوی نے کہا کہ اس خاندان کی عورت کو بلایا جائے۔ جب حضرت موسیٰؑ کی والدہ نے حضرت موسیٰؑ کو گود میں لیا تو انہوں نے دودھ پینا شروع کر دیا اور اس طرح اللہ نے بیٹے کو ماں سے ملا دیا اور حضرت موسیٰؑ نے ان کی گود میں پرورش پانا شروع کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ایک ماں جس کا بچہ بظاہر اس سے جدا ہو گیا تھا ان کی ممتا کی کیفیت کو بیان کیا ہے۔ انہوں نے بچے کو موجوں کے حوالے تو کر دیا تھا مگر وہ اس قدر بے قرار ہو گئی تھیں کہ شاید وہ اس کا اظہار کر دیتیں مگر اللہ نے ان کے دل کو جمائے رکھا اور اس طرح یہ راز راز ہی رہا اور کسی پر ظاہر نہ ہو سکا۔ فرعون کے محل میں حضرت موسیٰؑ کی پرورش ہونے کا واقعہ درحقیقت فرعون اور ہامان کی بری طرح شکست تھی کیونکہ وہ اپنی تدبیریں کر رہے تھے لیکن اللہ کی تدبیر کے سامنے ان کی ایک نہ چل سکی کیونکہ اللہ کی تدابیر اور مشیت کے سامنے کسی کی تدبیر کام نہیں آ سکتی۔

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَىٰ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿١٤﴾ وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَىٰ حِينِ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَٰذَا مِن شِيعَتِهِ وَهَٰذَا مِنْ عَدُوِّهِ ۖ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِن شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ

عَدُوِّهٖ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۖ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ۖ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ۚ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶﴾ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴ تا ۱۷

اور جب موسیٰؑ اپنی جوانی اور کمال شباب کو پہنچ گئے تو ہم نے انہیں علم و حکمت سے نوازا۔ اور ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اور وہ (ایک دن) شہر میں ایسے وقت داخل ہوئے جب وہاں کے باشندے بے خبر (سوئے ہوئے) تھے۔ موسیٰؑ نے دو آدمیوں کو آپس میں لڑتے دیکھا۔ ایک تو موسیٰ کی جماعت کا تھا اور دوسرا ان کے دشمنوں میں سے تھا۔ تو جو شخص ان کا اپنا تھا اس نے اپنے دشمن پر موسیٰؑ سے مدد مانگی۔ اس پر موسیٰؑ نے ایک مکا مارا۔ تو اس کا کام تمام ہو گیا۔ موسیٰؑ نے کہا یہ تو ایک شیطانی کام ہو گیا۔ بے شک شیطان تو کھلا دشمن اور بہکانے والا ہے۔ عرض کیا اے میرے پروردگار میں نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا۔ پس مجھے بخش دیجیے تو اللہ نے ان کو معاف کر دیا۔ بے شک وہی تو بہت معاف کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ عرض کیا الٰہی! جیسا کہ آپ نے مجھ پر فضل و کرم کیا ہے تو میں کبھی مجرموں کا مددگار نہ بنوں گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴ تا ۱۷

بَلَغَ — پہنچ گیا

اَشُدٌّ — قوت۔ جوانی

اِسْتَوٰى — پورا ہو گیا۔ برابر ہوا

رَجُلَيْنِ (رَجُلٌ) — دو مرد

اِسْتَغَاثَ	اس نے فریاد کی
وَكَزَ	مکا مارا۔گھونسا مارا
قَضٰى	پورا ہو گیا
ظَهِيْرٌ	مددگار۔مدد کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۱۴ تا ۱۷

اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں حضرت موسیٰؑ کے واقعات زندگی کو ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے۔اس سلسلہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ پچیس تیس سال کے کڑیل جوان یعنی جسمانی، عقلی اور قلبی اعتبار سے متوازن شخصیت بن کر ابھرے تو شاہی محل میں پرورش پانے کی وجہ سے چہرے پر رعب اور گفتگو میں ایک خاص وقار جھلکتا نظر آتا تھا۔وہ اکثر بنی اسرائیل کی بستیوں میں تشریف لے جاتے اور اپنی آنکھوں سے حکمران طبقے قبطیوں کے ظلم و ستم کو دیکھتے تھے۔ایک دن جب سڑکیں ویران اور سنسان پڑی ہوئی تھیں تو آپ نے دیکھا کہ ایک قبطی جو فرعون کے باورچیوں میں سے تھا اور ایک اسرائیلی آپس میں ایک دوسرے سے مار پیٹ کر رہے ہیں۔جب اسرائیلی نے حضرت موسیٰ کو آتے دیکھا تو اس نے قبطی کے ظلم و زیادتی سے بچنے کے لئے ان سے فریاد کی۔حضرت موسیٰؑ نے اس قبطی کو سمجھانے اور بیچ بچاؤ کرنے کی کوشش کی مگر اس قبطی پر اپنی برتری کا جنون سوار تھا۔اس نے حضرت موسیٰؑ کی شان میں بھی گستاخانہ انداز اختیار کیا مگر حضرت موسیٰؑ نے نہایت تحمل اور برداشت سے کام لیا اور ایک دوسرے کو چھڑانے میں قبطی کے ایک گھونسا مارا تو وہ اس گھونسے کی تاب نہ لا کر مر گیا۔حضرت موسیٰؑ کو بہت افسوس ہوا کیونکہ ان کا مقصد قبطی کو تنبیہ کرنا تھا قتل کرنا نہیں تھا۔حضرت موسیٰؑ نے اسی وقت اللہ کی بارگاہ میں شرمندگی اور ندامت کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا الٰہی! یہ جو کچھ بھی ہوا وہ شیطان کی حرکتوں کا اثر ہے وہ شیطان جو انسان کا کھلا دشمن ہے۔الٰہی مجھ سے زیادتی ہو گئی ہے مجھے معاف کر دیجئے۔اللہ تعالیٰ جو اپنے بندوں کی خطاؤں کو معاف کرنے والا مہربان ہے اس نے حضرت موسیٰؑ کی اس غلطی کو معاف کر دیا کیونکہ انہوں نے یہ قتل ارادہ اور قصد کے ساتھ نہیں کیا تھا بلکہ آپ تو دونوں میں صلح کرانے کی جدو جہد فرما رہے تھے۔حضرت موسیٰؑ نے اس کے ساتھ ہی یہ بھی عرض کر دیا الٰہی! میرے اوپر تو آپ کے بہت احسانات ہیں اب میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ معاملے کی تحقیق ہونے تک کسی کی حمایت نہیں کروں گا۔

اس واقعہ کی بقیہ تفصیلات تو اس سے بعد کی آیات میں آ رہی ہیں۔ان آیات کے سلسلہ میں چند باتیں عرض ہیں۔

(۱) یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب آپ منصب نبوت پر فائز نہیں ہوئے تھے۔

(۲) اگر کہیں آپس میں جھگڑا ہو جائے تو ان میں صلح صفائی کرانے کی کوشش کرنا نہایت ثواب کا کام ہے۔

(۳) اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جائے تو اس کو فوراً ہی اللہ سے معافی مانگ لینا چاہیے۔ اللہ اپنے بندوں پر اس قدر مہربان ہے کہ وہ اپنے بندوں کی خطاؤں کو معاف کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے اور عام طور پر وہ معاف فرما دیتا ہے۔

(۴) جب تک معاملے کی پوری طرح تحقیق نہ ہو جائے اس وقت تک کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔ محض گمان پر فیصلہ کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے وہ گمان محض ایک گمان ہی ہو اور اصلیت کچھ بھی نہ ہو۔

فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآئِفًا
یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ
لَهٗ مُوْسٰٓی اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۸﴾ فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ یَّبْطِشَ
بِالَّذِیْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ یٰمُوْسٰٓی اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ
كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ ۖۗ اِنْ تُرِیْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا
فِی الْاَرْضِ وَمَا تُرِیْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ
رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰی ؗ قَالَ یٰمُوْسٰٓی اِنَّ الْمَلَاَ
یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۲۰﴾
فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ ؗ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸ تا ۲۱

پھر وہ صبح ہی صبح حالات کو دیکھتے ہوئے شہر پہنچے تو انہوں نے اچانک دیکھا وہی (اسرائیلی) شخص جس نے گذشتہ کل موسیٰؑ سے مدد مانگی تھی پھر وہ فریاد کر رہا ہے۔ موسیٰؑ نے کہا بلاشبہ تو کھلا گمراہ ہے۔ پھر جب (موسیٰؑ نے) چاہا کہ اس پر ہاتھ ڈالیں جو ان دونوں کا دشمن تھا تو اس نے کہا اے

موسیٰ! کیا تو یہ چاہتا ہے کہ مجھے قتل کردے جس طرح تو نے گذشتہ کل ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا۔ تو یہ چاہتا ہے کہ اس سرزمین پر زبردستی کرتا پھرے۔ اور تو میل ملاپ کرانے والوں میں سے نہیں ہے۔ اور ایک آدمی شہر کے پرلے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا۔ اس نے کہا اے موسیٰؑ (فرعون کے) درباری آپ کے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں تاکہ وہ آپ کو قتل کر دیں۔ پس آپ یہاں سے نکل جائیے۔ بے شک میں آپ کا بھلا چاہنے والوں میں سے ہوں۔ پھر موسیٰؑ ڈرتے ہوئے اور ادھر ادھر دیکھتے ہوئے نکل کھڑے ہوئے اور عرض کیا الٰہی! مجھے ظالم قوم سے بچا لیجئے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸ تا ۲۱

یَتَرَقَّبُ	انتظار کرتا ہے۔ دیکھتا بھالتا ہے
اِسْتَنْصَرَ	اس نے مدد مانگی
اَلْاَمْسُ	گذشتہ کل
یَسْتَصْرِخُ	فریاد کرتا ہے۔ چلاتا ہے
غَوِیٌّ	گم راہ
یَبْطِشُ	وہ پکڑتا ہے
جَبَّارٌ	زبردستی کرنے والا
اَقْصَا	دور
یَاْتَمِرُوْنَ	وہ مشورہ کرتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۱۸ تا ۲۱

ظالم و جابر قوموں کا انداز ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ اگر ہزاروں آدمی بھی ان کے ظلم و ستم کا شکار ہو کر مر جائیں، قتل ہو جائیں اور تباہ و برباد ہو جائیں تو ان کے نزدیک کوئی خاص بات نہیں ہوتی لیکن اگر ان ظالموں کا ایک آدمی بھی مارا جائے تو اس کو اتنی اہمیت

دی جاتی ہے جیسے ساری انسانیت کا خون ہوگیا ہے۔ چنانچہ فرعون جو اپنے اقتدار کی حفاظت کے لئے ظلم و زیادتی کا بازار گرم کئے ہوئے تھا اور ماؤں کی گودیں اجاڑنے اور قتل و غارت گری کرنے میں سب سے آگے تھا جب اس کی قوم کا ایک قبطی مارا گیا تو ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے پوری حکومت میں بھونچال آ گیا ہے۔ ہر طرف اسی کا چرچا تھا کہ ایک قبطی مارا گیا ہے۔ مگر قاتل کا پتہ نہیں چل رہا تھا۔ چونکہ حضرت موسیٰؑ جو ایک اسرائیلی اور قبطی کے درمیان صلح صفائی کرنے کے لئے آگے بڑھے تھے اور ان کے ایک ہی گھونسے سے قبطی مارا گیا تھا تو اگلے دن صبح کو ایک انجانے خوف سے پریشان شہر کی طرف نکلے۔ آپ نے دیکھا کہ وہی اسرائیلی شخص جس نے گذشتہ کل اپنی مدد کے لئے پکارا تھا وہ کسی دوسرے آدمی سے الجھ رہا ہے۔ اس نے حضرت موسیٰؑ کو دیکھا تو پھر فریاد کی۔ حضرت موسیٰؑ سمجھ گئے کہ یہ جھگڑالو آدمی ہے جو ہر ایک سے لڑتا پھرتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے اس کی مدد کرنے کے بجائے اس اسرائیلی کو زبردست ڈانٹ پلائی کہ تو بڑا ہی برا آدمی ہے جو لوگوں سے جھگڑتا پھرتا ہے حضرت موسیٰؑ نے اس اسرائیلی کو اس شخص سے علیحدہ کرنے کے لئے جو ہاتھ بڑھایا تو وہ اسرائیلی کہنے لگا کہ اے موسیٰؑ کیا تم مجھے اسی طرح قتل کرنا چاہتے ہو جس طرح گذشتہ کل تم نے ایک قبطی کو قتل کر دیا تھا ایسا لگتا ہے کہ تم اس سرزمین پر اپنا زور چلانا چاہتے ہو اور باہمی صلح اور ملاپ کرانا نہیں چاہتے۔ جب اسرائیلی کے منہ سے یہ نکلا تو پورے شہر میں اس کا چرچا ہوگیا کہ گذشتہ کل جس قبطی کا خون ہوا تھا وہ حضرت موسیٰؑ نے کیا تھا۔ بات فرعون تک پہنچ گئی۔ اس نے سارے درباریوں کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ طے پایا کہ حضرت موسیٰؑ کو بلا کر ان سے اس خون کا بدلہ لیا جائے۔ حضرت موسیٰؑ کا ایک خیر خواہ جو اس پوری کاروائی کو سن رہا تھا وہ شہر کے دوسرے سرے سے دوڑتا ہوا آیا اور اس نے حضرت موسیٰؑ سے کہا اے موسیٰؑ! فرعون کے دربار میں تمہارے قتل کے منصوبے بن رہے ہیں تم فوراً یہاں سے کہیں دور نکل جاؤ۔ حضرت موسیٰؑ تو پہلے ہی سے ان حالات کا اندازہ کر چکے تھے۔ وہ اسی خوف کی حالت میں ایک طرف روانہ ہوگئے۔ چونکہ حضرت موسیٰؑ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ان کا رخ کس طرف ہے اس لئے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا الٰہی مجھے ان ظالموں سے بچا لیجئے (اور سیدھا راستہ عطا فرما دیجئے)۔

اس طرح حضرت موسیٰؑ مصر سے مدین پہنچ گئے۔ اس واقعہ کی بقیہ تفصیل اگلی آیات میں آرہی ہے۔

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّىٓ اَنْ يَّهْدِيَنِىْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿٢٢﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۟ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۭ قَالَتَا لَا نَسْقِىْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ۫ وَاَبُوْنَا

شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿٢٣﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ﴿٢٤﴾ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْیَآءٍ٘ قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَیْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ٚ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿٢٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٢٢ تا ٢٥

اور جب (موسیٰ نے) مدین کی طرف رخ کیا تو کہا کہ مجھے امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ دکھائے گا۔ اور جب وہ مدین کے (کنویں) پانی پر آئے تو انہوں نے بہت سے لوگوں کو (اپنے جانوروں کو) پانی پلاتے پایا۔ اور (موسیٰؑ نے) دیکھا دو عورتیں ان سب سے الگ (اپنی بکریوں کو) روکے کھڑی ہیں۔ (موسیٰؑ نے) پوچھا کہ تمہارا کیا معاملہ ہے؟ ان دونوں نے کہا ہم اس وقت تک (اپنے جانوروں کو) پانی نہیں پلاتیں جب تک (چرواہے) واپس نہ چلے جائیں۔ اور ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں پھر (موسیٰؑ نے بکریوں کو) پانی پلا دیا۔ اور ہٹ کر ایک سائے کی طرف آ گئے۔ عرض کیا الٰہی! جو نعمت بھی مجھے عطا فرمائیں میں اس کا محتاج ہوں۔ پھر ان دونوں میں سے ایک شرم و حیا کے ساتھ چلتی ہوئی آئی۔ کہا میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تا کہ آپ کو اس کا صلہ دیں جو آپ نے (ہماری بکریوں کو) پانی پلا کر کیا ہے۔

پھر جب موسیٰؑ ان کے (شعیب کے) پاس آئے اور اپنا حال بیان کیا تو انہوں نے کہا مت ڈرو۔ تم ظالم قوم سے بچ کر آ گئے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر۲۲تا۲۵

تَوَجَّهَ	متوجہ ہوا۔اس نے رخ کیا
تِلْقَاءُ	طرف۔سمت
يَسْقُوْنَ	وہ پانی پلاتے ہیں
تَذُوْدَانِ	روکے ہوئے
مَا خَطْبُكُمَا	تم دونوں کا کیا معاملہ ہے
لَا نَسْقِيْ	ہم نہیں پلاتیں
يُصْدِرُ	واپس لے جاتا ہے/لے جاتے ہیں
اَلرِّعَاءُ (رَاعٌ)	چرواہے
اَلظِّلُّ	سایہ
تَمْشِيْ	وہ چلتی ہے

تشریح: آیت نمبر۲۲تا۲۵

حضرت موسیٰؑ فرعون کی ظالمانہ کاروائیوں سے بچنے کے لئے ایک انجانی سی منزل کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ ہر مشکل کے وقت تمام انبیاء کرامؑ اور صالحین کا ایک ہی طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنے اللہ سے دعا کر کے مدد مانگتے ہیں چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے بارگاہ رب العالمین میں عرض کیا الٰہی! مجھے پوری توقع ہے کہ آپ مجھے کسی سیدھے راستے کی طرف ڈال دیں گے۔ اللہ نے ان کا رخ مدین کی طرف پھیر دیا۔ مدین جو کہ فرعون کی سلطنت سے باہر کا علاقہ تھا۔ آپ جب مدین کے کنویں پر پہنچے جہاں بہت سے لوگوں کی بھیڑ جمع تھی اور وہ اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے۔ حضرت موسیٰؑ نے دیکھا کہ دو لڑکیاں الگ تھلگ اپنے

جانوروں کو روکے کھڑی ہیں۔ حضرت موسیٰ نے ان کی بے چارگی کو دیکھتے ہوئے پوچھا کہ تمہارا کیا معاملہ ہے؟ یعنی تم سب سے الگ تھلگ کیوں کھڑی ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ہم اس وقت تک اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلا سکتیں جب تک یہ سارے چرواہے اپنے جانوروں کو پانی پلا کر نکل نہ جائیں۔ کہنے لگیں کہ ہمارے والد بہت بوڑھے اور کمزور ہیں اس لئے ہمیں یہ سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ جوان اور طاقت ور تھے انہوں نے آگے بڑھ کر ان لڑکیوں کے جانوروں کو پانی پلا دیا اور یقیناً ان کے گھر کے لئے پانی بھی دے دیا ہوگا۔ سفر کی شدید تکان اور بھوک پیاس کے باوجود حضرت موسیٰؑ نے بغیر کسی معاوضے کے یہ خدمت سرانجام دی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت مندوں اور کمزوروں کی مدد کرنا انبیاء کرامؑ کی ایک سنت ہے۔ جب یہ دونوں لڑکیاں خلاف معمول بہت جلد گھر آ گئیں تو ان کے والد حضرت شعیبؑ نے حیرت سے پوچھا کہ آج اتنی جلدی تم کیسے آ گئیں؟ انہوں نے پورا واقعہ بتایا کہ ایک اجنبی مسافر نے ان کی کس طرح مدد کی۔ ادھر حضرت موسیٰؑ ایک درخت کے سائے میں بیٹھ کر رب العالمین سے عرض کرنے لگے کہ الٰہی! آپ کی عنایتوں کا میں محتاج ہوں میرا پروردگار جو بھی نازل فرمائے گا اس کا میں حاجت مند ہوں۔ جب حضرت شعیبؑ نے یہ پورا واقعہ سنا تو انہوں نے ان دونوں میں سے ایک لڑکی کو بھیجا کہ وہ اس مسافر کو ان کے پاس لے کر آئیں۔ چنانچہ وہ شرم و حیا کا پیکر بنی ہوئی حضرت موسیٰؑ کے پاس پہنچی اور کہا کہ ہمارے والد یہ چاہتے ہیں کہ آپ نے جو ہمارے ساتھ حسن سلوک کیا ہے شاید آپ کو اس کا صلہ دینا چاہتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ حضرت شعیب کے پاس پہنچے اور پورا واقعہ کہہ سنایا۔ حضرت شعیبؑ نے پورا واقعہ سننے کے بعد فرمایا کہ اے موسیٰؑ آپ اب کسی طرح کا خوف نہ کریں آپ محفوظ جگہ ہیں اور آپ کو اللہ رب العالمین نے اس ظالم قوم سے نجات عطا فرما دی ہے۔ اس واقعہ کا بقیہ حصہ اگلی آیات میں آ رہا ہے۔

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۫ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾

ع ۳ ۷ ۶

ترجمہ: آیت نمبر ۲۶ تا ۲۸

ان دونوں میں سے ایک نے کہا اے میرے ابا جان! انہیں (اپنے پاس) ملازم رکھ لیجئے بے شک بہترین ملازم وہ ہے جو طاقت ور اور امانت دار ہو۔ (شعیب نے) کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کر دوں۔ اس شرط کے ساتھ کہ تم آٹھ سال تک میری ملازمت کرو۔ پھر اگر تم دس سال پورے کر لو تو وہ تمہاری طرف سے نیکی ہوگی۔ لیکن میں تمہیں کسی مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ اگر اللہ نے چاہا تو مجھے تم بہترین معاملہ کرنے والا پاؤ گے۔ (موسیٰؑ نے) کہا یہ میرے اور آپ کے درمیان (ایک معاہدہ) ہے۔

ان دو مدتوں میں سے میں جو مدت پوری کرلوں بہر حال مجھ پر کوئی جبر نہیں ہونا چاہیے۔ اور جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اس پر اللہ گواہ ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۶ تا ۲۸

اِحْدٰی	ایک
یٰاَبَتِ	اے میرے ابا جان
اِسْتَاْجِرْ	اجرت پر رکھ لے
اُنْكِحُ	میں نکاح کرتا ہوں
هٰتَيْنِ	یہ دونوں
ثَمٰنِیُ	آٹھ
حِجَجٌ	سال۔ برس
اَشُقُّ	میں مشکل میں ڈالتا ہوں
اَيَّمَا	جو بھی

اَلْاَجَلَیْنِ (اَجَلٌ) مدتیں

لَا عُدْوَانَ کوئی جبر یا زبردستی نہ ہو

وَکِیْلٌ گواہ۔کام بنانے والا

تشریح: آیت نمبر ۲۶ تا ۲۸

جب حضرت موسیٰؑ مدین میں حضرت شعیبؑ کے گھر پہنچے تو ان کی مہمان نوازی کی گئی۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت شعیبؑ کی دونوں بیٹیوں میں سے ایک نے کہا کہ اے ابا جان! اگر ان کو بکریوں کی دیکھ بھال اور گھر کی حفاظت کے لئے رکھ لیا جائے تو بہتر ہوگا کیونکہ چند دنوں کے تجربہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ ان میں وہ صلاحیت موجود ہے جو کسی محنت پر مقرر کئے جانے والے شخص میں ہونی چاہیے یعنی طاقت وقوت اور دیانت وامانت۔ یہی دو باتیں ایسی ہیں جن پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت شعیبؑ کو ایک ایسے ہی آدمی کی ضرورت تھی اور حضرت موسیٰؑ بھی اپنے ٹھکانے کی تلاش میں تھے۔

حضرت شعیبؑ نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ اگر تم آٹھ سال تک میرے ساتھ رہنے کا وعدہ کرتے ہو تو میں ان دونوں لڑکیوں میں سے کسی ایک کا نکاح تم سے کروں گا۔ لیکن اگر تم آٹھ سال کے بجائے دس سال تک قیام کرو تو یہ تمہاری طرف سے ایک نیکی ہوگی۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ میں تیار ہوں لیکن ان دونوں مدتوں میں سے کسی ایک کو پورا کرنا میرے اختیار میں ہوگا میں آٹھ سال تک آپ کی خدمت کروں یا دس سال تک۔ حضرت شعیبؑ بھی تیار ہو گئے اور اس طرح حضرت شعیبؑ نے اپنی بڑی بیٹی جس کا نام توریت میں صفورا آتا ہے ان سے نکاح کر دیا۔ اس طرح شعیبؑ کو داماد مل گیا اور ان کے گھر کے کام کاج اور خاص طور پر بکریوں کو چرانے کی خدمات پر بھی وہ معمور ہو گئے۔

چند باتوں کی وضاحت پیش ہے جو ان آیتوں کو پوری طرح سمجھنے میں مددگار ہوں گی۔

(۱) علماء نے اس پر بحث کی ہے کہ کیا لڑکی کا مہر خدمت کو بھی قرار دیا جا سکتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ یہ سب باتیں نکاح سے پہلے کی ہیں جیسا کہ ایسے موقعوں پر ابتدائی بات چیت کی جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ شریعت مصطفوی ﷺ میں اس کی اجازت نہیں ہے کہ خدمت کو مہر قرار دے دیا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بکریاں ان لڑکیوں کی ملکیت ہوں جس کا پورا فائدہ ان لڑکیوں کو پہنچتا ہو اور حضرت شعیبؑ کی شریعت میں اس کی اجازت بھی موجود ہو۔

(۲) حضرت موسیٰؑ کو جو خدمت سپرد کی گئی تھی وہ بکریوں کو چرانے اور ان کو پانی پلانے پر تھی اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ نظام ہے کہ ہر جانور کے گوشت اور قریب رہنے کے پورے پورے اثرات انسان پر مرتب ہوتے ہیں۔ اسی لئے کسی نبی نے کتے نہیں پالے بلکہ بکریوں کو پالا اور چرایا ہے کیونکہ بکرے اور بکری میں ایک عاجزی اور انکساری موجود ہوتی ہے جو اللہ کو بہت پسند ہے۔ نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی نے بکریوں کو چرایا ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

''اللہ نے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں میں نے بھی مکہ والوں کی بکریاں چند قیراط (اس زمانہ کا سکہ) کی مزدوری پر چرائی ہیں۔'' (بخاری شریف)

(۳) حضرت موسیٰؑ نے ابتدا میں تو یہ کہہ دیا تھا کہ آٹھ سال یا دس سال دونوں مدتوں میں سے کسی ایک مدت کو پورا کرنے میں مجھے اختیار حاصل ہوگا۔ لیکن معتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے پورے دس سال تک حضرت شعیبؑ اور ان کے گھرانے کی خدمات سرانجام دی تھیں۔

(۴) دس سال تک حضرت موسیٰؑ کا حضرت شعیبؑ کی خدمت کرنا ممکن ہے قدرت کے نظام کا یہ حصہ ہو کہ اللہ نے حضرت شعیبؑ کو ان کی تعلیم و تربیت پر مقرر فرمایا ہو۔ کیونکہ جب حضرت موسیٰؑ حضرت شعیبؑ کی خدمت میں پہنچے ہیں تو قرآن کریم کے ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ان کی عمر مبارک تیس سال کی تھی اور جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ واپس مصر تشریف لے جا رہے ہیں تو ان کی عمر مبارک چالیس کی ہوگئی تھی۔ اسی عمر میں آپ کو وادی مقدس میں اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بنایا اور آپ کو معجزات دیئے گئے۔ نبی کریم ﷺ اور حضرت موسیٰؑ کی زندگیوں میں یہ بھی ایک مشابہت ہے کہ کس طرح نبی کریم ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں نعمت نبوت و رسالت سے نوازا گیا تھا اسی طرح حضرت موسیٰؑ کو بھی چالیس سال کی عمر میں نبی اور رسول بنایا گیا تھا اور اس طرح نبوت و رسالت سے پہلے ان کے ذہن و فکر کی تربیت حضرت شعیبؑ کے ذمے فرمائی گئی ہو۔

(۵) ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب بھی فریقین میں کوئی معاہدہ ہو تو وہ بالکل صاف ستھرا اور واضح طریقہ پر ہونا چاہیے تاکہ آگے چل کر مسائل پیدا نہ ہوں اسی لئے حضرت شعیبؑ نے بھی صاف صاف بات فرمائی اور حضرت موسیٰؑ کا جواب بھی واضح تھا کہ میں آٹھ سال خدمت کروں یا دس سال مجھے کسی مدت پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ البتہ میں پوری دیانت و امانت سے اپنا کام کروں گا۔

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ
الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ
مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّاۤ
اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ
مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤی اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۰﴾ۙ وَاَنْ
اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدْبِرًا وَّلَمْ
یُعَقِّبْ ؕ یٰمُوْسٰۤی اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ ﴿۳۱﴾
اُسْلُكْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ ؗ وَّ
اضْمُمْ اِلَیْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ
رَّبِّكَ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۳۲﴾
قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾
وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً
یُّصَدِّقُنِیْۤ ؗ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنَشُدُّ
عَضُدَكَ بِاَخِیْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا یَصِلُوْنَ
اِلَیْكُمَا ۚۛ بِاٰیٰتِنَاۤ ۚۛ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾

معانقة ۱۱

ترجمہ: آیت نمبر ۲۹ تا ۳۵

پھر جب موسیٰؑ نے (معاہدہ کی) مدت پوری کر لی اور وہ اپنی بیوی کو لے کر (مصر کی طرف) چلے تو انہیں کوہ طور کی طرف سے ایک آگ نظر آئی۔ انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا تم یہیں ٹھہرو میں نے ایک آگ دیکھی ہے۔ ممکن ہے میں وہاں سے تمہارے پاس کوئی خبر لاؤں یا کوئی آگ کا انگارہ لے آؤں تاکہ تم (اپنا بدن) تاپ سکو۔ پھر جب (موسیٰؑ) اس آگ کے پاس پہنچے تو اس میدان کے مبارک مقام کے داہنی جانب سے ایک درخت سے آواز آئی اے موسیٰؑ! یہ میں اللہ، میں رب العالمین ہوں۔ اور تم اپنا عصا (لاٹھی۔ زمین پر) پھینکو۔ پھر جب انہوں نے اس کو لہراتے بل کھاتے دیکھا جو ایک سانپ کی طرح تھا تو پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ اللہ نے فرمایا اے موسیٰؑ! آگے آؤ، مت ڈرو تم امن میں ہو۔ تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو (تم دیکھو گے کہ) وہ بغیر کسی عیب کے نہایت روشن ہو کر نکلے گا۔ اور خوف دور کرنے کے لئے اپنا ہاتھ اپنے بازو اپنے پہلو سے ملا لینا۔ تمہارے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے درباریوں (کی ہدایت کے لئے) یہ دو روشن نشانیاں ہیں۔ کیونکہ وہ نہایت نافرمان قوم ہیں۔ عرض کیا میرے پروردگار بے شک میں نے ان میں سے ایک شخص کو مار ڈالا تھا۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ (اس کے بدلے میں) مجھے قتل نہ کر دیں۔ اور میرے بھائی ہارونؑ زبان کے اعتبار سے زیادہ فصیح ہیں۔ آپ ان کو میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج دیجئے تاکہ وہ (ہارونؑ) میری تصدیق کریں۔ کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔ اللہ نے فرمایا کہ ہم تمہارے بھائی کے ذریعہ تمہارے بازو کو مضبوط کر دیں گے۔ اور ہم تم دونوں کو غلبہ عطا کریں گے۔ ہماری نشانیوں کے سبب وہ تم دونوں تک نہ پہنچ سکیں گے۔ تم دونوں اور وہ لوگ جو تمہاری پیروی کریں گے وہ غالب رہیں گے۔

لغات القرآن ۔۔۔ آیت نمبر ۲۹ تا ۳۵

سَارَ	وہ چلا
اَهْلٌ	گھر والے۔ گھر والی
اٰنَسَ	اس نے محسوس کیا
اُمْكُثُوْا	تم ٹھہرو
جَذْوَةٌ	انگارہ۔ شعلہ۔ چنگاری
شَاطِئٌ	کنارہ
وَادِالْاَيْمَنِ	داہنا میدان
اَلْبُقْعَةُ	جگہ
اَلْقِ	ڈال دے۔ پھینک دے
تَهْتَزُّ	وہ پھنکارتا ہے۔ وہ لہراتا ہے
جَانٌّ	سانپ
وَلّٰى	وہ پلٹا
مُدْبِرٌ	پیٹھ پھیرنے والا
لَمْ يُعَقِّبْ	پیچھے مڑ کر نہ دیکھا
اَقْبِلْ	سامنے آ
اُسْلُكْ	تو ڈال دے

اُضۡمُمۡ	ملالے
اَلرَّهۡبُ	خوف۔ڈر
اَفۡصَحُ	زیادہ فصیح۔اچھی زبان بولنے والا
رِدۡاً	مددگار
سَنَشُدُّ	ہم عنقریب مضبوط کردیں گے
عَضُدٌ	بازو
سُلۡطَانٌ	غلبہ۔قوت وطاقت

تشریح: آیت نمبر ۲۹ تا ۳۵

حضرت شعیبؑ اور حضرت موسیٰؑ کے درمیان آٹھ یا دس سال تک خدمت کرنے کا جب معاہدہ پورا ہو گیا تو حضرت موسیٰؑ اپنی بیوی اور دو بچوں کے ساتھ مصر کی طرف روانہ ہو گئے تا کہ اپنی والدہ، بھائی حضرت ہارونؑ اور رشتہ داروں سے ملاقات کرسکیں۔ چونکہ اس فرعون کا انتقال ہو چکا تھا جس کے زمانہ میں حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں غلطی سے ایک قبطی مارا گیا تھا اور اب دوسرا فرعون حکومت کر رہا تھا جو پہلے کے فرعون کے مقابلے میں ذرا کچھ نرم دل تھا۔ جب حضرت موسیٰؑ مدین سے مصر کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت شعیبؑ نے آپ کے ساتھ کچھ بکریاں بھی کر دیں تھیں تا کہ ان سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ سردی کا زمانہ تھا اور چلتے چلتے حضرت موسیٰؑ راستہ بھی بھول گئے تھے۔ سردی کی اس اندھیری رات میں حضرت موسیٰؑ کو دور سے ایک روشنی اور چمک نظر آئی۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو تا کہ میں کچھ آگ لاسکوں اور تم سردی اور ٹھنڈک سے بچنے کے لئے اپنے جسم کو تاپ سکو اور کسی سے راستہ بھی پوچھ لوں گا تا کہ اس صحرا میں ہم کہیں بھٹک نہ جائیں۔ حضرت موسیٰؑ اس آگ کی طرف روانہ ہوئے جو کوہ طور کے داہنی جانب روشن ہو رہی تھی۔ جب آپ اس آگ کے قریب پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک درخت میں آگ

لگی ہوئی ہے۔ حضرت موسیٰ اس توقع پر آگے بڑھے کہ اگر اس درخت کی کوئی شاخ جل کر گر جائے تو میں اس کو اٹھا کر لے جاؤں۔ جب قریب پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ وہ آگ ان سے دور ہو رہی ہے جب وہ ذرا پلٹے تو ایسا محسوس ہوا جیسے آگ ان کی طرف آ رہی ہے۔ حضرت موسیٰ کو ایک انجانا سا خوف محسوس ہوا۔ ابھی آپ اس کشمکش میں تھے کہ اس درخت میں سے آواز آئی اے موسیٰ تم مت گھبراؤ یہ میں ہوں اللہ۔ رب العالمین۔ حضرت موسیٰ چاروں طرف دیکھنے لگے کہ یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ آواز تو ہر طرف سے آ رہی ہے۔ اسی نور تجلی سے آواز آئی اے موسیٰ! تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے۔ عرض کیا یہ ایک لاٹھی ہے۔ فرمایا کہ تم اس عصا (لاٹھی) کو زمین پر پھینکو۔ حضرت موسیٰ نے جیسے ہی عصا کو پھینکا تو وہ عصا سانپ بن کر دوڑنے لگا۔ حضرت موسیٰ ڈر کے مارے اس طرح پیٹھ پھیر کر بھاگے کہ پیچھے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا۔ آواز آئی کہ اے موسیٰ! تم ڈرو مت آگے آؤ۔ تم بالکل امن و عافیت سے ہو۔ چنانچہ حضرت موسیٰ نے اللہ کے حکم سے جیسے ہی اس سانپ یا اژدھے کے منہ میں ہاتھ ڈالا تو وہ پھر سے عصا بن گیا۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کو اپنے بغل میں ڈال کر نکالو۔ حضرت موسیٰ نے جیسے ہی بغل میں ہاتھ ڈال کر اس کو باہر نکالا تو وہ سورج کی طرح چمکنے لگا۔ فرمایا کہ اے موسیٰ! عصا اور ید بیضا (چمکتا ہاتھ) یہ دونوں معجزات ہیں ان کو لے کر فرعون کے پاس جاؤ جس نے تکبر، غرور اور سرکشی اختیار کر رکھی ہے اور اس کی قوم بھی سخت نافرمان بن چکی ہے۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا الٰہی میں تو آپ کے ہر حکم کی تعمیل کے لئے حاضر ہوں مگر مجھے اس بات کا غم ستائے جا رہا ہے کہ میرے ہاتھوں سے ایک شخص قتل ہو گیا تھا۔ ہو سکتا ہے اس فریضہ تبلیغ کو ادا کرنے سے پہلے ہی فرعون اس واقعہ کو وجہ بنا کر مجھے نقصان پہنچائے اور میں فریضہ ادا نہ کر سکوں۔ اگر میرے بھائی حضرت ہارونؑ کو جو گفتگو میں بھی بہت فصیح ہیں ان کو میرا مددگار بنا دیا جائے تو وہ میری اس بات کی تصدیق بھی کر دیں گے کہ جو کچھ ہوا اس میں میرے ارادے کو دخل نہ تھا اور وہ اس فرض کی ادائیگی میں میری بھرپور مدد کر سکیں گے۔ جواب آیا کہ اے موسیٰ ہم آپ کے بھائی کے ذریعہ آپ کے بازوؤں کو مضبوط کر دیں گے اور تم جہاں بھی جاؤ گے تم دونوں کو غلبہ عطا کر دیا جائے گا۔ تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ۔ اللہ آپ کی اور ان تمام لوگوں کی حفاظت فرمائے گا جو آپ کی پیروی کریں گے اور وہی غالب بھی رہیں گے چنانچہ حضرت موسیٰ اپنے گھر مصر پہنچ گئے۔ والدہ سے بھی ملاقات ہو گئی اور حضرت ہارونؑ بھی آپ کے پاس پہنچ گئے۔ اس کے بعد کے واقعات کی تفصیلات اگلی آیات میں آئے گی۔

اس واقعہ کی تفصیل اور اس کے بعض پہلوؤں پر سورہ طٰہٰ اور سورہ شعراء میں وضاحت آچکی ہے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ۝۳۶ وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۳۷ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۳۸ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ۝۳۹ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝۴۰ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝۴۱ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ۝۴۲

ترجمہ: آیت نمبر ۳۶ تا ۴۲

پھر جب موسیٰ کھلی نشانیوں کے ساتھ (فرعون کے پاس) آئے تو کہنے لگا کہ یہ تو ایک گھڑا ہوا جادو ہے۔ اور ہم نے ایسی بات اپنے گذرے ہوئے باپ دادا سے بھی نہیں سنی۔

اور موسیٰ نے کہا کہ میرا رب خوب جانتا ہے کون اس کے پاس سے ہدایت لے کر آیا ہے اور کس کے لئے آخرت کا بہتر انجام ہے۔ بے شک ظالم فلاح وکامیابی حاصل نہیں کرتے۔

فرعون نے اپنے درباریوں سے کہا کہ میں تمہارے لئے اپنے سوا کسی کو (تمہارا) معبود نہیں جانتا۔ اے ہامان! تو میرے لئے مٹی (کی اینٹوں پر) آگ جلا۔ پھر ان (پکی اینٹوں) سے میرے لئے ایک بلند محل تعمیر کرتا کہ میں وہاں سے موسیٰ کے معبود کو جھانک کر دیکھوں۔ اور میں تو اس کو جھوٹے لوگوں میں سے سمجھتا ہوں۔ اس نے (فرعون نے) اور اس کے لشکر نے زمین پر ناحق تکبر اختیار کر رکھا تھا۔ اور وہ سمجھ بیٹھے تھے کہ وہ ہماری طرف نہیں لوٹائے جائیں گے۔

پھر ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو پکڑا اور انہیں دریا میں غرق کر دیا۔ دیکھو ظالموں کا انجام کیسا (برا) ہوا۔ ہم نے ان کو پیشوا (رہنما) بنایا تھا مگر وہ لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے رہے۔ اور قیامت کے دن وہ مدد نہ کئے جائیں گے۔ ہم نے اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت مسلط کر دی اور وہ قیامت کے دن بدترین حال میں ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۶ تا ۴۲

مُفْتَرًى	گھڑا گیا۔ بنایا گیا
مَا سَمِعْنَا	ہم نے نہیں سنا
عَاقِبَةُ الدَّارِ	آخرت کا گھر
اَوْقِدْ	بھڑکا دے۔ جلا دے
اَلطِّيْنُ	مٹی۔ گارا
صَرْحٌ	بلند محل۔ اونچی بلڈنگ

اَطَّلِعُ	میں جھانکتا ہوں
نَبَذْنَا	ہم نے پھینک دیا
اَلْمَقْبُوْحِيْنَ	بدحال لوگ

تشریح: آیت نمبر ۳۶ تا ۴۲

جب حضرت موسیٰؑ کھلی نشانیوں یعنی معجزات کے ساتھ فرعون کے بھرے دربار میں پہنچے تو معجزات کو دیکھ کر فرعون کہنے لگا کہ یہ معجزات نہیں ہیں بلکہ خود سے گھڑا ہوا وہ جادو ہے جس کے ذریعہ وہ لوگوں کے دل جیتنا چاہتا ہے۔ حالانکہ ایسی باتیں ہم نے پہلے تو کبھی بھی نہ دیکھیں نہ سنیں۔

حضرت موسیٰؑ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے جتنی نشانیاں پیش کی ہیں ان پر میرا پروردگار گواہ ہے۔ وہ رب خوب جانتا ہے جو اس کی طرف سے ہدایت لے کر آیا ہے۔ البتہ ایک بات مجھے معلوم ہے کہ اے فرعون تو جس تکبر اور غرور کے راستے پر چل رہا ہے وہ ظلم ہے اور اللہ کا دستور یہ ہے کہ ظالم کو کبھی فلاح اور کامیابی نصیب نہیں ہوتی۔

تکبر اور غرور سے سے فرعون کہنے لگا کہ اے درباریو! مجھے تو زمین پر اپنے سوا کوئی دوسرا معبود معلوم نہیں ہے۔ مذاق اڑاتے ہوئے کہنے لگا شاید آسمان پر ہو تو اے ہامان پکی اینٹوں کی ایک ایسی مضبوط اور اونچی بلڈنگ بنادے جس پر چڑھ کر میں موسیٰؑ کے معبود کو دیکھ سکوں۔ میرا خیال یہ ہے کہ موسیٰؑ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ جھوٹ ہے اور یہ جھوٹے لوگوں میں سے ہیں۔ فرعون اور اس کے لشکریوں کا غرور و تکبر بڑھتا چلا گیا اور وہ اس تصور سے بے نیاز ہو کر چلتے رہے کہ ان کو آخر کار ایک دن اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ فرمایا جب فرعون اور اس کے ماننے والوں کا ظلم و ستم اور نافرمانی حد سے بڑھ گئی تب ہم نے فرعون اور اس کے لشکریوں کو سمندر میں غرق کر دیا اور قیامت تک آنے والی نسلوں کو بتا دیا کہ ظالموں کا انجام کس قدر بھیانک ہوا کرتا ہے۔

فرمایا کہ ہم نے ان ظالموں کو پیشوائی اور عظمت کا مقام عطا کیا تھا مگر انہوں نے لوگوں کو عدل و انصاف کے بجائے کفر اور ظلم کی طرف بلایا جس نے ان کو جہنم کے کنارے تک پہنچا دیا جس سے ان کے چہرے بگڑ کر رہ گئے۔ چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی پڑ

گئیں اور ایسے قابل لعنت بن گئے کہ اس دنیا میں اور آخرت میں وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو گئے اور ہر ایک کے نزدیک لعنت و ملامت کا نشان بن کر رہ گئے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ
مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ
لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾
وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا
كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ
الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ
وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا
وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ
مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ
مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ
اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ فَلَمَّا
جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ
مُوْسٰى ۭ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا
سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۣ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ

فَأْتُوا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٩﴾ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ۗ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٠﴾

ع ۸ / ۵ / ۸

ترجمہ: آیت نمبر ۴۳ تا ۵۰

بے شک ہم نے پہلی امتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو کتاب (توریت) عطا کی جس میں بصیرت، ہدایت اور رحمت تھی تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

(اے نبی ﷺ) آپ (کوہ طور کے) مغربی جانب موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰؑ کو احکام دیئے تھے اور آپ اس واقعہ کے دیکھنے والوں میں سے بھی نہ تھے۔ لیکن ہم نے بہت سی امتیں پیدا کیں۔ پھر ان پر ایک لمبی مدت گذر گئی۔ اور آپ مدین والوں میں سے بھی نہ تھے کہ ان پر ہمارے احکام پڑھ کر سناتے۔ بلکہ ہم رسول بنا کر بھیجتے رہے۔ اور جب ہم نے کوہ طور کے کنارے پر (موسیٰؑ کو) آواز دی۔ اس وقت بھی آپ موجود نہ تھے بلکہ یہ سب کچھ آپ کے پروردگار کی رحمت سے تھا۔ تا کہ آپ اس قوم کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اگر ہم رسول نہ بھیجتے اور کبھی ان کے ہاتھوں کی کمائی (کرتوتوں کے) سبب ان پر عذاب نازل ہو جاتا تو وہ کہنے لگتے کہ اے ہمارے رب! آپ نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہ بھیج دیا کہ ہم آپ کی آیتوں کی پیروی کرتے۔ اور ہم ایمان لانے والوں میں سے ہو جاتے۔

پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق پہنچ گیا تو کہنے لگے کہ جیسی موسیٰؑ کو کتاب دی گئی تھی ویسی ہی کتاب اس پیغمبر کو کیوں نہیں دی گی۔ کیا (یہ حقیقت نہیں ہے کہ) اس سے پہلے جب موسیٰؑ کو کتاب دی گئی تھی تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ دو جادو ہیں جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم تو ہر ایک کا انکار کرنے والے ہیں۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ تم اللہ کی طرف سے (قرآن و توریت کے علاوہ) دوسری کوئی کتاب

لے آؤ جو ہدایت کرنے میں ان دونوں سے بہتر ہوتا کہ میں اس کتاب کی پیروی کرسکوں اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر یہ لوگ آپ کو جواب نہ دیں تو بلا شبہ آپ جان لیجئے کہ یہ لوگ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔ اور ایسے شخص سے زیادہ گمراہ اور کون ہوگا جو بغیر اللہ کی ہدایت کے صرف اپنی نفسانی خواہشات پر چلتا ہو۔ بے شک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۳ تا ۵۰

اَلْقُرُوْنُ الْاُوْلٰى	گذری ہوئی جماعتیں۔ زمانہ
بَصَائِرُ	آنکھیں کھولنے والی باتیں
اَلشّٰهِدِيْنَ	دیکھنے والے
اَنْشَاْنَا	ہم نے اٹھایا۔ ہم نے پیدا کیا
تَطَاوَلُ	طویل ہوگئی
اَلْعُمُرُ	مدت
ثَاوِيٌ	رہنے والے
قَدَّمَتْ اَيْدِيْ	آگے بھیجا۔ دونوں ہاتھوں کے آگے
سِحْرَانِ	دو جادو
تَظٰهَرَا	ایک دوسرے کے موافق
اَهْدٰى	زیادہ ہدایت
لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا	جواب نہ دیا
اَهْوَاءٌ (هَوَاءٌ)	خواہشیں۔ تمنائیں

تشریح: آیت نمبر ۴۳ تا ۵۰

سورۃ القصص کی گذشتہ آیات اور قرآن کی متعدد سورتوں میں حضرت موسیٰؑ کے واقعات زندگی کو کسی جگہ تفصیل سے اور کہیں مختصر ارشاد فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰؑ اور نبی کریم ﷺ کے حالات زندگی میں بہت زیادہ مناسبت اور مطابقت پائی جاتی ہے۔ بتایا جا رہا ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰؑ کو اللہ کا دین پہنچانے میں شدید ترین مشکلات کے باوجود بھرپور کامیابیاں عطا کی گئیں اسی طرح نبی کریم ﷺ اور آپ کے ماننے والوں کو حق و صداقت کی راہوں میں فقر و فاقہ، تنگ دستی اور ظلم و زیادتی کا سامنا ہے لیکن وہ وقت دور نہیں ہے جب ان کو دنیا اور آخرت کی ہر طرح کی کامیابیاں نصیب ہوں گی۔ تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو چند برسوں میں ہر طرح کی عزت و سربلندی اور خوش حالی عطا کی گئی اور آپ کے دشمنوں کو ذلت اور رسوائی سے دوچار ہونا پڑا۔

سورۃ القصص کی آیات میں حضرت موسیٰؑ کے واقعات زندگی کو تفصیل سے بیان کرنے کے بعد فرمایا جا رہا ہے کہ قوم نوحؑ، قوم ہودؑ، قوم صالحؑ اور قوم لوطؑ کو ان کی نافرمانیوں کی شدید ترین سزائیں دینے کے بعد حضرت موسیٰؑ کو توریت جیسی کتاب دی گئی جو ان کی قوم کے لئے عبرت و نصیحت، ہدایت اور رحمت کا ذریعہ تھی تا کہ وہ اپنے بھولے ہوئے سبق کو یاد رکھ سکیں۔ اور اب اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر قرآن کریم جیسی عظیم کتاب کو نازل کیا ہے جو ساری دنیا کی ہدایت کے لئے ایک روشن کتاب ہے جس کی سچائی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ گذشتہ قوموں کے وہ واقعات جن پر سیکڑوں سال گذر چکے ہیں ان کو نبی کریم ﷺ اس طرح بیان فرما رہے ہیں جیسے وہ ان واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ حالانکہ آپ وہاں موجود نہ تھے۔ آپ کے پاس ان علوم کا ذریعہ صرف اللہ کی طرف سے نازل کی ہوئی وحی ہے اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ فرمایا کہ جب کوہ طور کے مغربی کنارے پر حضرت موسیٰؑ کو توریت کی شکل میں احکامات دیئے جا رہے تھے یا حضرت موسیٰؑ مصر سے مدین کی طرف تشریف لے گئے تھے اور وہاں ان کو بہت سے واقعات پیش آئے اور جب ان کو وادی مقدس میں اللہ نے پکارا اور ان کے سر پر تاج نبوت و رسالت رکھ کر معجزات عطا کئے۔ فرمایا کہ آپ ان میں سے کسی جگہ بھی موجود نہ تھے بلکہ صرف اللہ کی رحمت اور وحی تھی جس کے ذریعہ آپ بیان کر رہے ہیں جس کی بنیاد یہ ہے کہ آپ ان کو اللہ کے خوف سے ڈرائیں جو اپنے انجام سے بے خبر ہیں۔ فرمایا کہ اللہ نے اپنے رسولوں کا یہ سلسلہ ابتدائے کائنات سے رکھا ہوا ہے تا کہ یہ لوگ یہ نہ کہنے لگیں کہ ہمارے پاس تو کوئی بتانے والا رسول آیا ہی نہیں۔ اگر ہمیں راہ ہدایت دکھائی جاتی تو ہم ضرور حق و صداقت کے راستے کو اختیار کر لیتے۔ فرمایا کہ اب ہماری طرف سے یہ آخری رسول اور آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لا چکے ہیں ان پر ایمان لانا نجات کی بنیاد ہے۔ اگر اللہ کے ان آخری نبی کو نہ مانا گیا تو پھر قیامت تک انہیں راہ ہدایت نصیب نہ ہوگی۔

فرمایا کہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ وہ قرآن کریم پر ایمان لے آتے۔ اس کے برخلاف انہوں نے وہی حرکتیں اور غلط سلط باتیں

شروع کر دیں جو پہلے لوگوں نے کر کے اپنی آخرت تباہ کر لی تھی۔ فرمایا کہ جب ہماری طرف سے یہ سچائی پہنچ چکی ہے تو اب کہتے ہیں کہ اے محمد ﷺ! آپ پر حضرت موسیٰؑ کی طرح ایک دم سے کتاب نازل کیوں نہ کی گئی؟ اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے کہ اگر قرآن کریم بھی ایک ساتھ نازل کر دیا جاتا تو کیا یہ اس کو مانتے کیونکہ حضرت موسیٰؑ پر جب توریت کو نازل کیا گیا تھا تو ان لوگوں نے اس پر ایمان لانے سے انکار کر دیا تھا۔ بعض کہتے کہ قرآن ہو یا توریت یہ دونوں (نعوذ باللہ) جادو (کی کتابیں) ہیں جو ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔ کبھی کہتے کہ ہم تو کسی کو بھی ماننے والے نہیں ہیں۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے صاف صاف کہہ دیجئے کہ اللہ نے اس قرآن کو ہدایت و رہنمائی کے لئے بھیجا ہے۔ اگر تمہارے اختیار میں ہے تو کوئی دوسری کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے زیادہ بہتر ہو۔ اگر تم سچے ہو تو ایسی کتاب لے آؤ میں بھی اس کی پیروی کروں گا۔ اللہ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کی باتوں کو سن کر رنجیدہ نہ ہوں کیونکہ اگر یہ لوگ اس چیلنج کا جواب نہیں دیتے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ اس کا جواب دے بھی نہ سکیں گے تو آپ یہ جان لیجئے کہ یہ لوگ صرف اپنی خواہشات کے غلام ہیں جن کی یہ پیروی کر رہے ہیں۔ یہ وہ بدنصیب اور گمراہ لوگ ہیں جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہشات کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں۔ اللہ بھی ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٥١﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٢﴾ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿٥٣﴾ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿٥٤﴾ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ز سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ز لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴿٥٥﴾

النصف

ترجمہ: آیت نمبر ۵۱ تا ۵۵

ہم نے اس کلام کو (ان لوگوں کے لئے) تھوڑا تھوڑا بھیجا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں

جنہیں ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی وہ اس (قرآن) پر یقین رکھتے ہیں۔ اور جب ان کے سامنے اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے۔ بے شک وہ ہمارے رب کی طرف سے برحق ہے۔ ہم تو درحقیقت اس کے آنے سے پہلے ہی اس کو مانتے تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کا دوگنا اجر دیا جائے گا۔ اس لئے کہ انہوں نے صبر کیا اور برائی کو بھلائی سے دور کرتے ہیں۔ اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ جب کوئی بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں۔ تم سلامت رہو۔ ہم جاہلوں سے الجھنا نہیں چاہتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۱ تا ۵۵

وَصَّلْنَا	ہم نے ایک دوسرے سے ملایا
يُؤْتَوْنَ	وہ دیئے گئے ہیں
مَرَّتَيْنِ (مَرَّةٌ)	دومرتبہ
يَدْرَءُ وْنَ	وہ دور کرتے ہیں
اَلْحَسَنَةُ	بھلائی۔ خیر
اَلسَّيِّئَةُ	برائی
اَللَّغْوُ	بیکار۔ فضول
اَعْرَضُوْا	انہوں نے منہ پھیر لیا
لَا نَبْتَغِيْ	ہم نہیں چاہتے

تشریح: آیت نمبر ۵۱ تا ۵۵

قرآن کریم میں اس مضمون کو کئی مرتبہ بیان کیا گیا ہے کہ جن لوگوں کو ایمان اور عمل صالح کے ذریعہ اپنی دنیا اور آخرت کو

بنانا اور سدھارنا ہوتا ہے وہ طرح طرح کے بہانے اور اعتراضات نہیں کرتے لیکن جو بدنصیب لوگ ہیں ان کا کام صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ زندگی بھر ایمان اور عمل صالح سے بھاگنے کے لئے بے تکی اور غیر سنجیدہ باتیں کرتے ہیں۔ چنانچہ کفار مکہ نبی کریم ﷺ سے ہر روز کوئی نہ کوئی سوال کرتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ کہنے لگے کہ جس طرح حضرت موسیٰؑ کو چند روز میں توریت کی تختیاں دے دی گئی تھیں آپ کو پورا قرآن کریم کسی کتابی شکل میں ایک ہی وقت میں کیوں نہ دیا گیا؟ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کریم کو موقع کی مناسبت سے تھوڑا تھوڑا اس لئے نازل کیا جا رہا ہے تا کہ اچھی طرح سوچنے، سمجھنے اور عمل کرنے کی سہولت مل جائے اور اس پر پورا دھیان دیا جا سکے۔

فرمایا کہ قرآن کریم سے پہلے جن لوگوں کو اللہ کی کتابیں دی گئی تھیں ان میں بعض لوگ تو وہ ہیں جو جانتے بوجھتے حق و صداقت کا راستہ اختیار نہیں کرتے کیونکہ اس سچائی کے راستے پر چلنے سے ان کے دنیاوی مفادات پر چوٹ پڑتی ہے لیکن ان ہی میں سے بعض وہ لوگ بھی ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ نہ صرف اس کا اقرار کرتے ہیں بلکہ ان کی زبانوں پر یہی ہوتا ہے کہ ہماری کتابوں میں جو پیش گوئیاں کی گئی تھیں ان کی بنیاد پر ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بالکل برحق کلام ہے اور ہمارے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے اور ان باتوں پر ہمیں پوری طرح یقین ہے اور ہم اس کے ''مسلم'' یعنی فرماں بردار ہیں۔ فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کی نیکیوں اور صبر پر دوگنا اجر عطا کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ لوگ گذشتہ انبیاء اور ان کی باتوں پر بھی یقین رکھتے ہیں اور نبی کریم ﷺ اور قرآن کریم پر بھی انہیں یقین کامل ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو برائی کا جواب شرافت سے دیتے ہیں اللہ نے ان کو جو کچھ عطا کیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔ جب وہ کسی لغو اور فضول بات کو سنتے ہیں تو نہ صرف اس سے منہ پھیر لیتے ہیں بلکہ فضول باتیں اور اعتراض کرنے والوں سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تم جو کچھ کرتے ہو وہ اعمال تمہارے لئے ہیں اور تم ان کے ذمہ دار ہو۔ ہم جہالت کی باتوں میں الجھنا نہیں چاہتے۔ تم پر سلامتی ہو۔

ان آیات کے پس منظر میں علماء مفسرین نے لکھا ہے کہ جب کچھ صحابہ کرامؓ نے ملک حبش کی طرف ہجرت فرمائی اور وہاں کے عیسائیوں کے سامنے دین اسلام کی سچائی آ گئی تو وہ اس کی پوری تحقیق کرنے کے لئے مکہ مکرمہ آئے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کچھ سوالات کئے اور قرآن کریم کی اس عالم گیر تحریک کا غور سے جائزہ لیا۔ جب نبی کریم ﷺ نے ان کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت فرمائی تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ انہوں نے اس کلام کی تصدیق کی اور انہوں نے ایمان قبول کر لیا۔ جب ابو جہل اور اس کے ساتھیوں کو اس کا علم ہوا تو اس نے ان سب لوگوں کو جو ایمان لے آئے تھے بہت برا بھلا کہا اور ملامت کی اور کہنے لگا کہ تم حالات معلوم کرنے آئے تھے مگر تم نے تو بہت جلد بازی کی اور ایمان بھی قبول کر لیا۔ ایمان قبول کرنے والوں نے کہا کہ جب سچائی ہمارے سامنے آ چکی ہے تو ہم ایمان لانے میں دیر کیوں کریں۔ لہٰذا ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں۔ ہم جاہلانہ باتوں میں الجھنا نہیں چاہتے۔ تم پر سلامتی ہو۔ ابو جہل کو اس جواب کی بالکل توقع نہ تھی اور وہ تلملا کر رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف فرمائی جو اپنے ایمان پر صبر و تحمل سے جم گئے تھے اور انہوں نے کفار مکہ کے منہ پر

جوتا مار دیا تھا۔ اللہ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے لئے دوگنا اجر و ثواب ہے کیونکہ وہ حضرت عیسیٰؑ پر بھی ایمان لائے تھے اور نبی مکرم ﷺ پر بھی ان کو مکمل ایمان و یقین حاصل ہو چکا تھا۔ ان کی شان یہ ہے کہ انہوں نے کفار مکہ کی شرارتوں کا جواب نہایت شرافت سے دیا ہے اور دور دراز جگہ سے آ کر اللہ کی راہ میں خرچ کر کے انہوں نے اللہ کے نزدیک ایک اہم مقام حاصل کر لیا ہے۔ ان کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ جب انہوں نے ابوجہل کی لغو باتوں کو سنا تو ان باتوں سے منہ پھیر لیا اور کہا کہ ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں۔ تم پر سلامتی ہو۔ ہم جہالتوں کی باتوں میں الجھنا نہیں چاہتے۔

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ
أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ
بِالْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾ وَقَالُوا إِنْ نَتَّبِعِ الْهُدَىٰ مَعَكَ نُتَخَطَّفْ
مِنْ أَرْضِنَا ۚ أَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ
كُلِّ شَيْءٍ رِزْقًا مِنْ لَدُنَّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٧﴾
وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا ۖ فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ
لَمْ تُسْكَنْ مِنْ بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا ۖ وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ ﴿٥٨﴾ وَ
مَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُو
عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَىٰ إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ ﴿٥٩﴾
وَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا ۚ وَمَا
عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٦٠﴾ أَفَمَنْ وَعَدْنَاهُ وَعْدًا
حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيهِ كَمَنْ مَتَّعْنَاهُ مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ﴿٦١﴾

ع ۶

ترجمہ: آیت نمبر ۵۶ تا ۶۱

(اے نبی ﷺ) بے شک آپ جسے (ہدایت دینا) چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو ہدایت پانے والے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہو کر ہدایت پر چلنے لگیں تو ہم اپنی سرزمین سے اچک لئے جائیں گے۔ (اللہ نے فرمایا) کیا ہم نے ان کو امن والے حرم میں ٹھکانا نہیں دیا۔ جس کی طرف ہماری جانب سے رزق کے طور پر ہر طرح کے ثمرات کھنچے چلے آتے ہیں۔ لیکن اکثر لوگ سمجھ سے کام نہیں لیتے۔ اور ہم نے کتنی ہی ایسی بستیوں کو ہلاک کر دیا جو اپنی معیشت (سامان عیش و آرام) پر اترایا کرتی تھیں۔ اب یہ ان کے مکانات (ویران) پڑے ہیں جن میں ہلاک ہونے والوں کے بعد کچھ لوگوں کے سوا کسی کو بسنا نصیب ہی نہ ہو سکا۔ اور آخر کار ہم ہی اس کے وارث رہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ کا پروردگار کسی بستی والوں کو اس وقت تک ہلاک نہیں کرتا جب تک ان بستیوں کے مرکز میں کسی رسول کو نہ بھیج دے جو ان پر ہماری آیتوں کی تلاوت کرتا ہے۔

اور (اسی طرح) ہم کسی بستی کو اس وقت تک ہلاک نہیں کرتے جب تک کہ وہاں کے رہنے والے شرارت (میں انتہا) نہ کر دیں۔ اور تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ محض دنیاوی زندگی کا سامان اور اس کی زیب و زینت ہے۔ اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔

کیا پھر وہ شخص جس سے ہم نے بہترین وعدہ کر رکھا ہے اور جو اس کو مل کر رہے گا کیا اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جس کو ہم نے دنیاوی زندگی کا کچھ سامان (برتنے کے لئے) دے رکھا ہو اور وہ قیامت کے دن (ایک مجرم کی حیثیت سے) حاضر ہونے والوں میں ہوگا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۶ تا ۶۱

لَا تَهْدِیْ	تو ہدایت نہیں دیتا
اَحْبَبْتَ	تو نے چاہا۔ تو نے پسند کیا
نُتَخَطَّفُ	ہم اچک لئے جائیں گے

لَمْ نُمَكِّنْ	ہم نے ٹھکانا نہیں دیا
يُجْبٰى	کھنچے آتے ہیں
ثَمَرَاتٌ (ثَمْرَةٌ)	پھل، پھول، سبزہ۔ سبزی
لَدُنَّا	ہمارے پاس
بَطِرَتْ	اترائی۔ (ناز کیا)
مَعِيْشَةٌ	زندگی گذارنا
لَمْ تُسْكَنْ	آباد نہ ہوئے
يَبْعَثُ	وہ بھیجتا ہے۔ اٹھاتا ہے
لَا قِيْهِ	اس کو پانے والا
مَتَّعْنَا	ہم نے سامان دیا
اَلْمُحْضَرِيْنَ	حاضر کئے گئے

تشریح: آیت نمبر ۵۶ تا ۶۱

سورۃ القصص کی گذشتہ آیات کی تشریح میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ ملک حبش سے بیس آدمیوں کی ایک جماعت دین اسلام، نبی کریم ﷺ کی سیرت و کردار اور اس ابھرتی ہوئی تحریک کا جائزہ لینے مکہ مکرمہ آئی ان لوگوں کا تعلق نصاری اہل کتاب سے تھا۔ جب انہوں نے اس حق و صداقت کا اچھی طرح جائزہ لے لیا تو دین اسلام اور نبی کریم ﷺ کی سیرت و کردار سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ابو جہل جیسے لوگوں کے طعنوں اور اعتراضات کے باوجود ایمان کے نور سے ان کے دل روشن و منور ہو گئے۔ اور انہوں نے اللہ کے ایک ہونے پر ایمان لا کر نبی کریم ﷺ کے دامن رسالت سے وابستگی اختیار کر لی۔ قریش کے ظلم و ستم اور ان کی پھیلائی ہوئی دہشت میں جہاں کفار مکہ اس واقعہ سے ہل کر رہ گئے وہیں اہل ایمان کو بھی ایک نیا حوصلہ مل گیا۔ تمام اہل ایمان اور نبی کریم ﷺ اس واقعہ سے بہت خوش بھی تھے لیکن اس بات سے رنجیدہ اور غم گین رہا کرتے تھے کہ باہر کے لوگ تو دین اسلام کی سچائیوں کو قبول

کرنے کے لئے کھنچے چلے آرہے ہیں لیکن مکہ مکرمہ کے وہ لوگ جن کے سامنے آپ ﷺ کی پوری زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح تھی وہ ایمان کی روشنی اور دولت سے محروم ہیں۔ آپ کو اس بات کا بھی افسوس تھا کہ آپ ﷺ کے سگے چچا ابو طالب جو آپ ﷺ کو بے انتہا چاہتے تھے اور ہر آڑے وقت میں آپ کے لئے ڈھال بن جاتے تھے جب آپ ﷺ نے ان کی وفات کے وقت کہا کہ اے چچا آپ صرف ایک مرتبہ زبان سے "لا الہ الا اللہ" کہہ لیجئے۔ میں آپ کے لئے دعائے مغفرت کروں گا۔ حضرت ابو طالب شاید اس کلمہ کو پڑھنا چاہتے تھے مگر ابو جہل، عتبہ اور ولید کے غیرت دلانے سے وہ اس سے رک جاتے تھے اور اسی حالت میں حضرت ابو طالب دنیا سے رخصت ہو گئے۔ یہ اور اسی طرح کے بہت سے واقعات سے آپ بہت رنجیدہ رہتے تھے۔ دوسری طرف آپ ﷺ کی دلی تمنا، خواہش اور جدوجہد یہ تھی کہ دنیا کا ہر آدمی دین اسلام کی سچائیوں کو قبول کر لے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو نازل کر کے نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کو تسلی دیتے ہوئے چند بنیادی اصول ارشاد فرمائے ہیں۔ فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ! آپ اللہ کے دین کو پھیلانے اور ہر شخص کے کانوں تک اس کا پیغام پہنچانے کی مسلسل جدوجہد اور کوششیں کرتے رہیں اور اس جدوجہد میں کمی نہ کریں۔ لیکن کسی کو ہدایت دینا یا نہ دینا یہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ اسے معلوم ہے کہ کس کے مقدر میں سیدھا راستہ اختیار کرنا ہے اور کون اس نعمت سے محروم رہے گا۔ کس کو توفیق دی جائے گی اور کون کفر و شرک کی نحوست کو اپنے گلے میں ڈال کر اللہ کے سامنے ایک مجرم کی حیثیت سے حاضر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے مزید تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ کفار مکہ کے ایمان لانے میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ خوف، اندیشہ اور ڈر ہے کہ اگر انہوں نے ایمان کا راستہ اختیار کر لیا تو سارا عرب ان کا دشمن بن جائے گا۔ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے رہنے کے قابل نہ رہیں گے اور ان کو نکال باہر کیا جائے گا ان کو ہر وقت یہ فکر کھائے جاتی تھی کہ ایمان لانے کے بعد ان کا، ان کے بال بچوں کا، گھر بار، جائیداد، مکانات اور دھن دولت کا کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس بدامنی اور بے سکونی کے دور میں جب کہ ہر طرف لوٹ مار، قتل و غارت گری اور بے رحمی کا بازار گرم ہے کس نے اس مقام یعنی بیت اللہ اور حرم محترم کو امن و سلامتی کا گہوارہ بنا رکھا ہے۔ ہر طرح کا رزق ان کی طرف کھنچا چلا آرہا ہے۔ سیکڑوں سال سے یہ شہر دنیا بھر کا مرکز بنا ہوا ہے۔ عرب کا بچہ بچہ اس جگہ کو احترام کی نظر سے دیکھتا ہے اور دنیا بھر سے لوگ اس کی طرف کھنچے چلے آرہے ہیں۔ ان سب چیزوں میں سوائے اللہ کے اور کس کی تدبیر اور کوشش کو دخل ہے۔ یہ سب کچھ بیت اللہ شریف اور حرم محترم کی برکتیں ہیں۔ ان آیات میں اس طرف بھی اشارہ کر دیا گیا ہے کہ بیت اللہ اور حرم کی برکتوں سے اگر مکہ کے سب لوگوں کو امن و سلامتی اور احترام کا درجہ حاصل ہے۔ اگر وہ اس کے مالک پر ایمان لے آئیں تو کیا اللہ ان کو دوسروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دے گا اور ان کی بھرپور مدد نہ کرے گا۔ یقیناً اللہ تو اپنے بندوں کی معمولی معمولی باتوں کی بھی قدر کرتا ہے۔ فرمایا کہ اس سطحی قسم کی سوچ سے انہیں آگے بڑھ کر اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ اگر انہوں نے اپنی روش زندگی کو تبدیل نہ کیا اور اسی طرح وہ لوگ اللہ کی نافرمانیوں میں لگے رہے تو پھر اللہ کا وہ فیصلہ آنے میں دیر نہیں لگے گی جس سے

قومیں تباہ و برباد ہو جایا کرتی ہیں۔ فرمایا کہ مکہ والوں نے کبھی اس بات پر غور کیا ہے کہ یہ دھن، دولت اور دنیا کے بے پناہ اسباب تو قوم عاد، قوم ثمود جیسی عظیم اور ترقی یافتہ قوموں کے پاس بھی تھے۔ لیکن جب انہوں نے اللہ کی نافرمانیوں اور کفر و شرک کی انتہا کر دی تو کیا ان کی دھن، دولت، بلند و بالا بلڈنگیں، تہذیب و تمدن ان کے کام آسکا؟ آج ان عظیم قوموں کے خوبصورت محلات خاک کا ڈھیر بن چکے ہیں۔ ان کے آباد شہروں کے کھنڈرات اس قدر ویران اور غیر آباد ہو چکے ہیں کہ دن کی روشنی میں بھی جاتے ہوئے خوف محسوس ہوتا ہے۔ اگر وہ اللہ کی فرماں برداری کرتے تو دنیا کے یہ سارے اسباب ان کے لئے قوت و طاقت بن جاتے اور آخرت میں نجات مل جاتی۔ اللہ کسی پر ظلم و زیادتی نہیں کرتا بلکہ لوگ جب خود ہی اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار لیں تو یہ ان کا اپنا قصور ہوا کرتا ہے۔

فرمایا کہ اللہ کا دستور یہ ہے کہ وہ کسی قوم اور ان کی بستیوں کو اس وقت تک تباہ نہیں کرتا جب تک اس قوم کو ان کے برے انجام سے ڈرانے والے رسولوں کو نہیں بھیج دیتا۔ لیکن جب وہ قوم اللہ کے رسولوں کی نافرمانی کرتی ہے اور اپنی ضد اور ہٹ دھرمی اور ظلم و زیادتی پر جم جاتی ہے تو پھر اس قوم کو اور ان کی ترقیات کو جڑ اور بنیاد سے کھود کر پھینک دیا جاتا ہے۔ کفار مکہ سے کہا جا رہا ہے کہ اللہ نے اپنی رحمت خاص سے اپنے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیج دیا ہے۔ ان کی فرماں برداری ہی میں ان کی نجات ہے لیکن اگر انہوں نے گذشتہ قوموں کی طرح نافرمانی کا راستہ اختیار کیا تو ان کی دنیا اور آخرت خراب ہو کر رہ جائے گی اور قیامت تک ان کو اور ان کی نسلوں کو ہدایت دینے والا کوئی نبی اور رسول نہ آئے گا۔

آخر میں فرمایا کہ اصل چیز فکر آخرت ہے کیونکہ وہی زندگی حقیقی اور مستقل زندگی ہے۔ یہ دنیا اور اس کے مال اسباب، دھن دولت اور مکان و جائیداد، بیوی بچے اور رشتہ دار اسی وقت تک کام دیتے ہیں جب تک اس دنیا میں وہ سانس لیتا ہے لیکن جیسے ہی موت آتی ہے تو انسان کے ساتھ سوائے اس کے نیک اور بہتر اعمال کے اور کوئی چیز نہیں جاتی۔ ہر شخص خالی ہاتھ اور مال و اسباب کو اسی دنیا میں چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ فرمایا کہ ہر شخص کو اپنی آخرت کی فکر کرنا چاہیے کیونکہ وہاں کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہی خیر ہے اور باقی ہر چیز کو فنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے آخر میں فرمایا کہ ایک وہ شخص ہے جس نے ہماری اطاعت کی اور وہ ہمارے انعام و کرم کا مستحق بن گیا۔ جس کی نجات کا اللہ نے وعدہ فرما لیا ہے۔ دوسرا وہ شخص ہے جسے اللہ نے دنیاوی زندگی کا کچھ سامان برتنے اور استعمال کرنے کے لئے دیا ہے اور وہ قیامت کے دن اپنی نافرمانیوں کے سبب اللہ کے سامنے ایک مجرم کی حیثیت سے حاضر ہوگا۔ کیا یہ دونوں شخص برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا ان دونوں کا انجام ایک جیسا ہوگا؟ ہر انسان کا ضمیر پکار اٹھے گا کہ نہیں۔ اللہ کے انعام و کرم کا مستحق تو وہی ہو سکتا ہے جو اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت و فرماں برداری کر کے اپنی نجات کا سامان کرے گا۔

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٦٢﴾ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۖ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٦٥﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٦٦﴾ فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿٦٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۲ تا ۶۷

اور جس دن وہ پکارے گا اور پوچھے گا کہ کہاں ہیں میرے شریک جنہیں تم میرا شریک سمجھتے تھے؟ وہ جن پر عذاب ثابت ہو گیا ہے وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار یہ ہیں وہ جنہیں ہم نے بہکایا ہم نے انہیں اس طرح گمراہ کیا جس طرح خود گمراہ ہوئے۔ ہم آپ کے سامنے ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ ہماری بندگی تو نہ کرتے تھے۔

اور کہا جائے گا کہ تم اپنے شریکوں کو پکارو۔ چنانچہ وہ ان کو پکاریں گے۔ لیکن وہ کوئی جواب نہ دیں گے۔ وہ عذاب کو آتا دیکھیں گے۔ وہ تمنا کریں گے کاش وہ لوگ صحیح راستے پر ہوتے۔

اور جس دن اللہ ان کو پکار کر پوچھے گا کہ تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا پھر اس دن ان کی سمجھ میں کچھ نہ آئے گا اور وہ آپس میں بھی سوال نہ کر سکیں گے۔

وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی، ایمان لائے اور عمل صالح کئے تو امید ہے کہ وہ کامیابی حاصل کرنے والے ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۲ تا ۶۷

یُنَا دِیُ	وہ آواز دیتا ہے
اَیُنَ	کہاں
شُرَ کَاءِ یُ	میرے شریک
تَزُعُمُوُنَ	تم گھمنڈ کرتے ہو۔تم گمان کرتے ہو
حَقَّ عَلَیُهِمُ	جن پر ثابت ہو گیا
اَغُوَیُنَا	ہم نے بہکایا
تَبَرَّ ءُ نَا	ہم نے بیزاری کا اظہار کیا
عَمِیَتُ عَلَیُهِمُ	ان پراندھی ہوگئی۔ان کو نہ سوجھی

تشریح: آیت نمبر ۶۲ تا ۶۷

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کی بے چارگی اور حسرت وافسوس کی تفصیل بیان کی ہے جو قیامت کے ہولناک دن بری طرح ذلیل وخوار ہو جائیں گے اور مجرم کی حیثیت سے اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آج کے دن اپنے ان معبودوں کو پکارو جنہیں تم میرا شریک بنا کر گھمنڈ کرتے تھے ان کو اپنا مشکل کشا مانتے تھے۔اس دن سب سے آگے بڑھ کر وہ جھوٹے معبود بولیں گے جن پر عذاب کا فیصلہ ثابت ہو چکا ہوگا کہ اے ہمارے پروردگار یہ وہی ہیں جن کو ہم نے بہکایا اور گمراہ کیا تھا کیونکہ ہم تو خود ہی گمراہ تھے۔اگر ہم نے ان کو گمراہ کیا تو اس میں تنہا ہمارا قصور نہیں ہے کیونکہ ہم نے ان کو گمراہی پر مجبور نہیں کیا تھا۔ اس گمراہی میں ان کی اپنی مرضی بھی شامل تھی۔اللہ تعالیٰ ان مشرکین سے فرمائیں گے کہ اب تم اپنے معبودوں کو اپنی مدد اور بچاؤ کے لئے پکارو۔جب وہ ان کو اپنی مدد کے لئے پکاریں گے تو انہیں کوئی جواب نہ ملے گا کیونکہ وہ خود مصیبت اور مشکل میں پھنسے ہوئے ہوں گے۔اس وقت جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو کہہ اٹھیں گے کہ کاش ہم دنیا میں کسی سیدھے راستے پر ہوتے تو یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔ابھی وہ مشرکین اپنے معبودوں سے مایوسی پر افسوس کر رہے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھیں گے کہ بتاؤ تم نے

اللہ کے پیغمبروں کی بات کیوں نہ مانی اور جو پیغام وہ سنانے آئے تھے اسے کیوں نہ سنا؟ اس سوال سے ان پر ایسی گھبراہٹ طاری ہو جائے گی کہ ان کے ہوش اڑ جائیں گے اور انہیں کچھ بھی یاد نہ آئے گا اور ایسا لگے گا جیسے ان کے منہ پر تالے پڑ گئے ہیں وہ اس حالت میں ایک دوسرے سے اس سوال کا جواب پوچھنے کے قابل بھی نہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے اسی دنیا میں توبہ کر لی ہوگی اور ایمان لا کر عمل صالح کا راستہ اختیار کر لیا ہوگا وہ اس بات کی امید رکھ سکتے ہیں کہ انہیں آخرت میں ہر طرح کی کامیابیاں عطا کی جائیں گی۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِىَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾

ع ۷ ۱۵ ۱۰

ترجمہ: آیت نمبر ۶۸ تا ۷۵

اور (اے نبی ﷺ) آپ کا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے (اپنی رسالت کے لیے) پسند کر لیتا ہے۔ لیکن ان لوگوں کو (اپنے معبودوں کی) پسندیدگی کا اختیار نہیں ہے۔ اللہ کی ذات پاک بے عیب ہے اور اس سے بلند و برتر ہے جنہیں وہ شریک کرتے ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ کا رب ان تمام باتوں سے واقف ہے جو انہوں نے دل میں چھپا رکھی ہیں اور جنہیں وہ ظاہر کرتے ہیں۔ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور دنیا میں اور آخرت میں تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں۔ اسی کی فرماں روائی ہے۔ اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے یہ تو بتاؤ اگر اللہ تم پر قیامت کے دن تک ہمیشہ رات ہی رکھے تو اللہ کے سوا وہ کون سا معبود ہے جو تمہارے لئے (دن کی) روشنی لے کر آئے گا۔ کیا تم سنتے نہیں ہو؟

آپ کہہ دیجئے بتاؤ اگر اللہ قیامت کے دن تک تمہارے اوپر ہمیشہ دن ہی رہنے دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمہارے لئے رات لے آئے گا تا کہ تم اس میں آرام و سکون حاصل کر سکو۔ کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے؟

اور اس اللہ نے اپنے فضل و کرم سے تمہارے لئے رات اور دن بنائے تا کہ تم اس میں آرام و سکون حاصل کرو اور دن میں اس کا فضل (رزق) تلاش کرو اور تم شکر ادا کر سکو۔

اور وہ دن جب اللہ ان کو پکار کر فرمائیں گے۔ وہ تمہارے شرکاء کہاں ہیں جنہیں تم میرا شریک خیال کرتے تھے؟ اور ہم ہر ایک جماعت میں سے ایک گواہ نکال لائیں گے۔ پھر ہم ان سے کہیں گے کہ تم اپنی دلیل لے کر آؤ۔ پھر وہ جان لیں گے کہ سچی بات تو اللہ کی ہے۔ اور وہ سب (جھوٹے) معبودان سے گم ہو جائیں گے جنہیں وہ (اللہ کے مقابلے پر) گھڑا کرتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۸ تا ۷۵

یَخْتَارُ	وہ پسند کرتا ہے۔ منتخب کرتا ہے
اَلْخِیَرَۃُ	اختیار۔ پسند

تُكِنُّ	چھپتا ہے
سَرْمَدٌ	ہمیشہ
ضِيَاءٌ	روشنی۔ چمک
تَسْكُنُوْنَ	تم سکون حاصل کرتے ہو
تَبْتَغُوْا	تم تلاش کرتے ہو
نَزَعْنَا	ہم نے کھینچ لیا۔ نکال لیا
هَاتُوْا	لے آؤ۔ (تم آؤ)
بُرْهَانٌ	دلیل۔ پسند
ضَلَّ	بھٹک گیا۔ گم ہو گیا
يَفْتَرُوْنَ	وہ گھڑتے ہیں۔ بناتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۶۸ تا ۷۵

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے ہر شخص کو بتایا جا رہا ہے کہ اے نبی ﷺ! اس کائنات میں ساری قدرت، طاقت، ہر چیز کی خوبی اور عبادت و بندگی صرف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اپنا پیغام پہنچانے کے لئے اپنی مرضی اور مشیت سے کچھ پاکیزہ نفس پیغمبروں کو منتخب کیا جس کا فیصلہ صرف وہی کر سکتا تھا اس کے اس فیصلے کا اختیار کسی کو نہیں ہے نہ کسی کے بس کا یہ کام ہے۔ اس کے کاموں اور اس کی ذات میں کوئی شریک نہیں ہے اور نادان لوگ جو اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں انہیں اپنی غلطی کا پوری طرح احساس ہو جائے گا کیونکہ اللہ کی ذات ان تمام چیزوں سے بلند و برتر ہے۔

وہ ہر شخص کے ظاہر اور باطن سے اچھی طرح واقف ہے وہ جانتا ہے کہ کون شخص زبان سے کیا بات کہہ رہا ہے اور کون کس بات کو اپنے سینے میں چھپائے بیٹھا ہے۔ وہی معبود حقیقی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور اس دنیا میں اور آخرت میں جو بھی خوبی اور بھلائی ہے وہ اسی کے لئے ہے۔ اور تمہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

فرمایا کہ اللہ کی یہ قدرت ہے کہ اس نے زمین کو اس طرح بنایا ہے کہ وہ سورج کے گرد چوبیس گھنٹے میں اپنی ایک گردش

پوری کرتی ہے جس سے رات اور دن پیدا ہوتے ہیں۔ اگر اللہ زمین کی اس گردش کو روک دے اور مسلسل قیامت تک رات کا اندھیرا چھایا رہے تو اس اللہ کے سوا اور کون سی ذات ہے جو دن کی روشنی کو واپس لے آئے گی کیا سچائی کی یہ بات انہیں سنائی نہیں دیتی اور اگر اسی طرح قیامت تک دن کی روشنی ہو اور رات نہ آئے جس میں آدمی دن بھر تھک کر سوتا اور سکون واطمینان حاصل کرتا ہے تو اللہ کے سوا اور کون سی ذات ہے جو رات اور اس کے اندھیرے کو لوٹا کر لا سکتی ہے۔ کیا تمہیں اتنی سی بات نہیں سوجھتی۔ اگر اتنی بڑی سچائی اور سامنے کی حقیقت کو دیکھ کر بھی اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا شریک بنایا جاتا ہے تو اس سے زیادہ ظلم وزیادتی اور کیا ہوگی۔ فرمایا کہ یہ اللہ کی کتنی بڑی رحمت ہے کہ اس نے رات اور دن کو بنایا تاکہ تم سکون واطمینان حاصل کر سکو۔ دن میں اس کا فضل وکرم اور رزق حاصل کر کے اس کا شکر ادا کرو۔ فرمایا کہ اس دن ایسے مشرکین کی حسرت کا کیا عالم ہوگا جب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آج تم اپنے معبودوں کو پکارو جن پر تمہیں بڑا ناز اور گھمنڈ تھا کہ وہ قیامت کے دن تمہارے کام آئیں گے۔ مگر آج وہ تم سے کہاں گم ہو گئے ہیں؟ پھر ہر جماعت میں سے ان لوگوں کو سامنے لایا جائے گا جو شرک کرتے تھے اور کہا جائے گا کہ اگر ان کے معبود ہونے پر کوئی دلیل ہے تو وہ آج پیش کرو۔ مگر وہ کیا پیش کریں گے کیونکہ ان کے پاس کوئی دلیل بھی نہ ہوگی اور اس طرح وہ جان لیں گے کہ سچی بات صرف وہی تھی جو اللہ نے فرمائی تھی اور اس طرح جن کو انہوں نے اپنا معبود بنا رکھا تھا وہ سب کے سب غارت ہو جائیں گے۔

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ﴿٧٦﴾ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ ۖ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ۖ وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۖ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٧٧﴾ قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِي ۚ أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا ۚ وَلَا يُسْأَلُ عَنْ ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ ﴿٧٨﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۷۶ تا ۷۸

بے شک قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا۔ اس نے سرکشی اختیار کی۔ ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے تھے کہ ان کی کنجیاں طاقت ور لوگوں کی جماعت مشکل سے اٹھا سکتی تھی۔
جب قارون کی قوم نے اس سے کہا کہ تو (اپنی دولت پر) اترایا مت کر۔ کیونکہ اللہ کو وہ لوگ پسند نہیں ہیں جو اترایا کرتے ہیں۔ اور تجھے جو اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی کوشش کر اور دنیا میں بھی اپنا حصہ لینا مت بھول۔ اور جس طرح اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہے تو بھی (لوگوں سے) نیکی کا معاملہ کر اور زمین میں فساد مت پھیلا۔ بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ کہنے لگا کہ یہ جو کچھ مجھے دیا گیا ہے یہ میرے علم و ہنر (کا نتیجہ) ہے جو میرے پاس ہے۔ (اللہ نے فرمایا) کیا وہ نہیں جانتا تھا کہ اللہ نے اس سے پہلے قوموں میں سے ایسے لوگوں کو بھی ہلاک کیا ہے جو قوت اور مال جمع کرنے کے اعتبار سے اس سے کہیں بڑھے ہوئے تھے۔ اور گناہ گاروں سے ان کے گناہ پوچھ کر (معاملہ) نہیں کیا جاتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۶ تا ۷۸

بَغٰی	اس نے زیادتی کی
اَلْکُنُوْزُ (کَنْزٌ)	خزانے
مَفَاتِیْحٌ (مِفْتَاحٌ)	چابیاں۔ کنجیاں
تَنُوْءُ	بھاری ہوئیں
اَلْعُصْبَۃُ	جماعت
لَا تَفْرَحْ	مت اترا۔ مت اکڑ
لَا تَنْسَ	تو مت بھول
نَصِیْبٌ	حصہ
اَحْسِنْ	بھلائی کر۔ نیکی کر
لَا تَبْغِ	تلاش نہ کر
ذُنُوْبٌ (ذَنْبٌ)	گناہ۔ خطائیں

تشریح: آیت ۷۶ تا ۸۷

مال و دولت اور تجارت اگر اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے اصولوں اور طریقوں کے مطابق حاصل کر کے اس کو صرف کیا جائے یا جمع کیا جائے تو وہ ہر ایک کے لئے خیر و برکت اور سلامتی کا ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کے مجبور و بے کس بندوں کی مدد پر خرچ کیا جائے تو وہ دنیا اور آخرت میں کامیابی اور نجات کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اسی لئے۔ قرآن کریم میں مال کو خیر اور تجارت کو اللہ کا فضل قرار دیا گیا ہے۔ اس کے برخلاف اگر مال و دولت، ظلم و زیادتی اور ناجائز طریقوں سے کمائی جائے اور اس کو اپنی محنت، علم اور قابلیت کا نتیجہ سمجھ کر فخر و غرور اور تکبر کا انداز اختیار کیا جائے اور اس دھن دولت پر سانپ بن کر بیٹھا جائے نہ اللہ کا حق ادا کرے اور نہ بندوں کا تو یہی دھن، دولت اس کی دنیا اجاڑنے اور آخرت کی بربادی کا سبب بن جایا کرتی ہے۔ قرآن کریم میں ایسے مال و دولت کو ''کنز'' (خزانہ) فرمایا گیا ہے۔

آپ نے سورۃ القصص کی گذشتہ آیات میں پڑھا ہے کہ جب کفار مکہ کے سامنے نبی کریم ﷺ دین اسلام کی دعوت پیش کر کے ان کو دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے پکارتے تو وہ یہ عذر پیش کرتے تھے کہ اگر ہم نے دین اسلام کو قبول کر لیا تو اس سے ہمارے گھر بار، کاروبار، دھن، دولت سب کے سب اچک لئے جائیں گے اور ہمارا اس زمین پر رہنا مشکل ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قارون کا واقعہ سنا کر عبرت دلائی ہے کہ قارون کے پاس دولت کے انبار تھے۔ اس کی ظاہری چمک دمک دیکھ کر دنیا داروں کے منہ میں پانی آ جاتا تھا اور وہ اس کی تمنا کرتے ہوئے کہتے تھے کہ کاش یہی مال و دولت ہمیں بھی مل جاتا تو ہم بھی قارون کی طرح عیش و آرام کی زندگی گذارتے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس کے کفر و شرک، نافرمانیوں اور غرور و تکبر کی وجہ سے قارون، اس کے ساتھیوں اور اس کے تمام خزانوں کو زمین میں دھنسا دیا تب لوگوں کی آنکھیں کھلیں اور انہوں نے کہنا شروع کیا کہ اگر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو ہم بھی قارون کے ساتھ زمین میں دھنسا دیئے جاتے۔

مفسرین نے قرآن کریم اور مختلف روایات کو سامنے رکھ کر فرمایا ہے کہ قارون بنی اسرائیل ہی کا ایک فرد تھا اور حضرت موسیٰؑ کا چچا زاد بھائی تھا اور توریت کا حافظ تھا۔ چونکہ وہ بنی اسرائیل کا باغی تھا تو فرعون کے دربار میں اس کو عزت کا ایک خاص مقام حاصل تھا۔ فرعون نے بنی اسرائیل کی نگرانی ان کے اندرونی حالات کی جاسوسی، ہر طرح کے ظلم و ستم اور دیکھ بھال پر اسے اپنا نمائندہ مقرر کر رکھا تھا اس لئے اس نے نہایت چالاکی سے ہر طرف سے دولت سمیٹنا شروع کر دی اور وہ غیر معمولی دولت کا مالک بن گیا جس کے خزانوں کی چابیاں ہی اتنی زیادہ تھیں کہ ایک مضبوط جماعت بھی انہیں مشکل سے اٹھا سکتی تھی۔ فرعون کی تباہی کے بعد قارون بنی اسرائیل کے ساتھ لگا رہا۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کے ستر منتخب آدمیوں کو لے کر کوہ طور تشریف لے گئے تو قارون بھی ان لوگوں میں شامل تھا۔ قارون کو اس کی دولت کی کثرت، فرعون کے قرب اور خوشامدیوں کی بھیڑ نے ضرورت سے زیادہ غرور و تکبر کا پتلہ بنا دیا تھا اور وہ اپنے سوا سب کو حقیر و ذلیل سمجھتا تھا۔ چنانچہ جب قوم کے کچھ سمجھ دار لوگوں نے اس سے یہ کہا کہ

تو اس مال و دولت پر مت اترا کیونکہ اللہ کو ایسے لوگ سخت ناپسند ہیں۔ اللہ نے تجھے جو کچھ دیا ہے اس سے آخرت میں گھر بنانے کی فکر کر۔ انہوں نے کہا کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ تو دنیا کی راحتوں کو چھوڑ دے۔ ان سے فائدہ حاصل کر اور جس طرح اللہ نے تیرے اوپر فضل کیا ہے تو بھی لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کر۔ اور اپنی دولت کے بل بوتے پر دنیا میں فساد مت پھیلا کیونکہ اللہ کو فساد کرنے والے ناپسند ہیں۔ قارون نے ان نصیحتوں کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ مجھے جو کچھ ملا ہے وہ میری محنت، قابلیت اور علم کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اس کے پاس علم تھا تو اس کے علم نے اسے یہ کیوں نہیں بتایا کہ اس سے پہلے بہت سی قوموں کو اللہ نے ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے تباہ و برباد کر دیا تھا جو اس سے بھی زیادہ طاقت و قوت اور لوگوں کی بھیڑ رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کا قانون یہ ہے کہ جب لوگ گناہ پر گناہ کرتے چلے جائیں اور توبہ نہ کریں تو وہ اپنے گناہوں کا اقرار کریں یا نہ کریں اللہ جب ان کو پکڑتا ہے تو ان سے پوچھ کر نہیں پکڑتا بلکہ وہ اپنے فیصلے کو اچانک نافذ کر دیتا ہے۔

قارون کے واقعہ کی بقیہ تفصیل اس کے بعد کی آیات میں ارشاد فرمائی گئی ہے۔

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ

فِىْ زِيْنَتِهٖ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِىَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۷۹﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۣ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۤ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۭ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

ع ۸ ۷ ۱۱

ترجمہ: آیت نمبر ۷۹ تا ۸۲

پھر وہ (ایک دن) اپنی پوری شان وشوکت کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے نکلا۔ وہ لوگ جو دنیاوی زندگی کے خواہش مند تھے کہنے لگے کاش ہمیں بھی وہ ساز وسامان ملتا جو قارون کو دیا گیا ہے۔ بلاشبہ وہ تو بہت خوش نصیب ہے۔ اور وہ لوگ جنہیں (صحیح اور سچا) علم دیا گیا تھا انہوں نے کہا افسوس ہے تم پر اللہ تعالیٰ کا وہ ثواب زیادہ بہتر ہے (جو اس کی بارگاہ سے) ان کو ملتا ہے جو ایمان لائے۔ اور انہوں نے عمل صالح کئے۔ اور (یہ مقام) صرف ان لوگوں کو ملتا ہے جو ثابت قدم رہنے والے ہیں۔ پھر ہم نے قارون کو اور اس کے مکان کو زمین میں دھنسا دیا۔ کوئی ایسی جماعت نہ تھی جو اس کو اللہ (کے عذاب سے) بچالیتی۔ اور نہ وہ خود ہی اپنے آپ کو بچانے والا بن سکا۔ اور گذشتہ کل جو لوگ اس جیسا بننے کی تمنا کر رہے تھے کہنے لگے ہائے افسوس! اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو بڑھا دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے گھٹا دیتا ہے۔ اگر اللہ کا ہم پر احسان نہ ہوتا تو ہم بھی (اسی طرح قارون کے ساتھ) دھنسا دیئے جاتے۔ حقیقت یہ ہے کہ کافروں کو فلاح نہیں ملتی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۹ تا ۸۲

خَرَجَ — وہ نکلا

زِيْنَةٌ — زیب وزینت۔ خوبصورتی

يٰلَيْتَ — اے کاش ایسا ہوتا

ذُوْحَظٍّ — نصیب والا۔ خوش نصیب

وَيْلَكُمْ — تمہاری خرابی۔ تم پر افسوس ہے

لَا يُلَقّٰى	وہ نہیں ملتا۔نصیب نہیں ہوتا
خَسَفْنَا	ہم نے دھنسا دیا
فِئَةٌ	جماعت۔گروہ
تَمَنَّوْا	تمنا کی تھی
وَيْكَاَنَّ	ہائے شامت۔ہائے افسوس
مَنَّ	اس نے احسان کیا

تشریح: آیت نمبر ۷۹ تا ۸۲

اگر ایمان اور عمل صالح نہ ہو تو مال و دولت کا نشہ آدمی کو دیوانوں جیسی حرکتیں کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔قارون جو نہایت چالاک،عیار اور دولت پرست آدمی تھا وہ حضرت موسیٰؑ کے خلاف ہر ممکن سازشیں کرتا رہتا تھا تا کہ ان کو نیچا دکھائے۔اس نے نہایت نازیبا حرکتیں کرنا شروع کر دیں۔اس نے کسی فاحشہ عورت کو کچھ دے دلا کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ حضرت موسیٰؑ پر بھرے مجمع میں زنا کا الزام لگا دے۔چنانچہ جب اس عورت نے سب کے سامنے اتنا بڑا الزام لگایا تو حضرت موسیٰؑ نے اس کو قسم دے کر پوچھا کہ وہ بتائے کیا ان سے یہ گناہ ہوا ہے۔اس عورت کو اللہ نے ہدایت دی اس نے بتا دیا کہ قارون نے اس کو یہ الزام لگانے پر مجبور کیا تھا۔حضرت موسیٰؑ نے اسی وقت اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا دیئے۔اللہ تعالیٰ نے قارون کو سزا دینے کا فیصلہ فرما لیا۔ایک دن وہ اپنے مال و دولت کا رعب جمانے کے لئے اپنے مال و دولت اور اپنے لاتعداد خادموں کو لے کر بڑی شان و شوکت سے اتراتا اکڑتا نکلا۔جو لوگ دنیا کی زندگی کو سب کچھ سمجھتے ہیں ان ہی میں سے دنیا پسندوں نے بڑی حسرت اور رشک کی نگاہوں سے قارون اور اس کے خزانوں کو دیکھ کر اس تمنا کا اظہار کیا۔کاش ان کے پاس بھی اسی طرح دولت کے ڈھیر ہوتے۔واقعی قارون بہت ہی خوش نصیب آدمی ہے۔اس کے برخلاف اللہ نے جن لوگوں کو علم و بصیرت اور دین کی سمجھ عطا فرمائی تھی جو وقتی چمک دمک کو دیکھ کر بے قابو نہیں ہو جاتے انہوں نے قوم کے لوگوں سے کہا کہ تم پر بڑا افسوس ہے کہ تم اس سامان زندگی کو بھلا بیٹھے ہو جو اللہ نے

تمہارے لئے تیار کر رکھا ہے جو ان بے حقیقت چیزوں سے کہیں بہتر ہے اور یہ ان کو نصیب ہوتا ہے جو صبر و شکر کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی بددعا کو قبول کر کے قارون کو تباہ و برباد کرنے کا فیصلہ فرمالیا تھا۔ چنانچہ اللہ نے قارون، اس کے خادموں، ساتھیوں اور اس کے زبردست خزانوں سمیت ان کو زمین میں دھنسا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کو بچانے کے لئے کوئی جماعت اس کی مدد کے لئے آئی اور نہ وہ خود اپنے آپ کو اور اپنی دولت کو بچا سکا اور اس طرح اس کا مال و دولت بھی اس کے کام نہ آسکا۔

جب دنیا پسندوں نے قارون کا یہ حشر اور انجام دیکھا تو کہنے لگے کہ کھلا رزق یا ناپ تلا رزق، یہ سب اللہ کے اختیار میں ہے وہ جس کو جتنا دینا چاہے دیتا ہے اگر اس اللہ کا ہم پر کرم اور احسان نہ ہوتا تو ہم بھی قارون کے ساتھ اسی طرح زمین میں دھنسا دیئے جاتے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ جو کفر کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں ان کو کبھی فلاح و کامیابی نصیب نہیں ہوتی۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٨٣﴾ مَنْ جَاۗءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَاۗءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٨٤﴾ اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَاۗدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ۭ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَاۗءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٨٥﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٨٦﴾

وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾

وقف لازم ۲ ع ۹ ۱۲ المنزلۃ

ترجمہ: آیت نمبر ۸۳ تا ۸۸

یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کو دیتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں کرتے اور فساد نہیں کرتے۔

اور بہتر انجام ان ہی لوگوں کا ہوتا ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔

جو شخص نیکی لے کر حاضر ہوگا اس کے لئے اس سے بہتر (بدلہ) ہوگا اور جو برائی لے کر حاضر ہوگا اس کو وہی سزا ملے گی جو وہ کیا کرتا تھا۔

بے شک جس اللہ نے آپ پر قرآن (کی تبلیغ اور عمل) کو فرض کیا ہے وہ آپ کو ضرور لوٹنے کی جگہ (مکہ مکرمہ) پھیر لائے گا۔ آپ فرما دیجئے کہ میرا رب اچھی طرح جانتا ہے کہ کون ہدایت لے کر آیا ہے اور کون کھلی گمراہی میں مبتلا ہے۔

اور (اے نبی ﷺ) آپ کو اس کی توقع نہ تھی کہ آپ کی طرف یہ کتاب (قرآن مجید) نازل کی جائے گی۔ بلکہ محض آپ کے رب کی رحمت سے (یہ کتاب نازل کی گئی) تو آپ ہرگز ان نافرمانوں کے مددگار نہ بنیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ کافر آپ کو ان احکامات سے روک دیں جو آپ کی طرف نازل کئے گئے ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ اپنے رب کی طرف بلاتے رہیے۔ اور آپ مشرکین میں سے نہ ہوں۔

اور آپ اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ پکاریئے (کیونکہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے سوائے اس کی ذات کے ہر چیز ختم ہو جائے گی۔ اسی کی حکمرانی ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۳ تا ۸۸

عُلُوٌّ بڑائی۔ برتری

اَلْعَاقِبَةُ انجام۔ نتیجہ

فَرَضَ فرض کردیا۔ لازم کردیا

رَادٌّ وہ لوٹ گیا

مَعَادٌ لوٹنے کی جگہ

لَا يَصُدُّنَّ وہ ہرگز نہ روکیں گے

هَالِكٌ ہلاک ہونے والا

وَجْهٌ چہرہ۔ ذات

تشریح: آیت نمبر ۸۳ تا ۸۸

سورۃ القصص میں حضرت موسیٰؑ کے واقعات زندگی کو عبرت ونصیحت کے لئے تفصیل سے بیان کرنے کے بعد بنی اسرائیل ہی کے ایک فرد قارون کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جو اپنی دولت کی کثرت، خوشامدیوں کی بھیڑ اور فخر وغرور کی وجہ سے حضرت موسیٰؑ پر الزام لگانے سے باز نہیں آیا تو اللہ نے اس کو اس کے خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا۔ اس کی دولت اور اس کے آگے پیچھے دوڑنے بھاگنے والے لوگ بھی اس کی مدد کر کے اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے۔ مکہ کے وہ کافر جو یہ کہتے تھے کہ اگر ہم نے اپنے باپ دادا کے مذہب کو چھوڑ کر دین اسلام قبول کر لیا تو عرب کے لوگ ہمارا جینا دوبھر کر دیں گے اور ہمیں اپنے بال بچوں، گھر بار اور مال و دولت سے محروم کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے قارون کا واقعہ سنا کر بتا دیا کہ قارون کے پاس بے پناہ اور بے حساب دولت تھی جس کے خزانوں کی چابیاں ہی طاقت ور جماعتیں اٹھانے سے قاصر تھیں جب اس پر اللہ کا عذاب آیا اور زمین میں دھنسا دیا گیا تو

اس کی دولت اوراس کے لوگ اس کے کام نہ آسکے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا کا دھن و دولت، چمک دمک، زیب و زینت اور رونقیں سب عارضی اور وقتی چیزیں ہیں جو موت کے ساتھ ہی اس کا ساتھ چھوڑ دیتی ہیں۔ اس کے برخلاف آخرت کا گھر یعنی جنت، اس کا سکون، راحت و آرام ہمیشہ کے لئے ہے۔ لیکن اس آخرت کے گھر کے مستحق وہی لوگ ہوتے ہیں جو زمین پر اپنی بڑائی قائم کرنے کے خواہش مند نہیں ہوتے بلکہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی پابندی کرتے ہیں۔ غرور و تکبر سے بچتے ہیں اور زمین پر فساد نہیں مچاتے۔ اللہ سے ڈرنے والوں کا انجام ہی بہترین انجام ہوتا ہے۔

اللہ کا قانون اور دستور یہ ہے کہ جو آدمی نیکی اور بھلائی لے کر آخرت میں پہنچے گا وہ اس کی نیکی کا اجر اور بدلہ اس سے بہتر عطا فرمائے گا جو اس نے کی ہوگی۔ لیکن جو لوگ گناہوں کے ڈھیر لے کر پہنچیں گے تو ان کو ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا جیسا انہوں نے کیا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! جس ذات نے آپ کو قرآن کریم جیسی عظیم کتاب دی ہے تاکہ آپ اللہ کے پیغام کو اس کے بندوں تک پہنچا کر ان کی تعلیم و تربیت اور اصلاح کر دیں تو وہی اللہ آپ کو اس مقام تک پہنچائے گا جہاں ان کا تصور بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اس سے مراد جنت اور اس کی راحتیں بھی ہیں اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مکہ مکرمہ کی وہ سرزمین جس میں اہل ایمان پر مکہ کی زمین کو تنگ کر دیا گیا تھا اس میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو عزت و عظمت کے ساتھ کامیاب و بامراد کر کے واپس لایا جائے گا۔ بہر حال بتایا یہ جا رہا ہے کہ دنیا ہو یا آخرت کی ابدی راحتیں وہ سب کی سب اہل ایمان کو عطا کی جائیں گی۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار ہی بہتر جانتا ہے کون ہدایت اور سیدھے راستے پر ہے اور کون کھلی گمراہی میں مبتلا ہے۔

سورۃ القصص کی آیات کو اس مضمون پر مکمل فرمایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ کو اس بات کی امید تک نہ تھی کہ قرآن کریم جیسی عظیم کتاب آپ پر نازل کی جائے گی یہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل و کرم ہے جس نے آپ کو قرآن کریم جیسی شان دار اور باعظمت کتاب عطا فرما دی ہے۔

اب آپ کی اور آپ کی امت کی یہ ذمہ داری ہے کہ

(۱) آپ کسی طرح کفار کے مددگار نہ بنیں۔

(۲) جب قرآن کریم نازل کر دیا گیا ہے تو آپ اس کی پابندی کیجئے اور لوگوں کو اس قرآن مجید کی طرف بلائیے۔

(۳) کفار و مشرکین (کی زیادتیوں) کا خیال چھوڑ دیجئے۔

(۴) اللہ کی ہستی کے ساتھ کسی اور کو نہ پکاریئے کیونکہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور سوائے اللہ کی ذات کے کسی چیز کو بقا نہیں ہے۔

(۵) سارے فیصلوں کا اختیار اسی کا ہے۔

(٦) اور تم سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

الحمدللہ سورۃ القصص کی آیات کا ترجمہ و تفسیر و تشریح تکمیل تک پہنچی

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۰ تا ۲۱

• امن خلق • اتل ما اوحی

سورۃ نمبر ۲۹

العَنکَبُوت

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ نمبر	29
کل رکوع	7
آیات	69
الفاظ وکلمات	990
حروف	4410

اللہ تعالیٰ اپنے نیک، متقی اور پرہیز گار بندوں کو دنیا اور آخرت میں بلند مقام عطا کرنے کے لیے طرح طرح سے آزماتا ہے۔ جو اس امتحان میں تکلیفیں، مصیبتیں اور شدید تر مخالفتوں کے باوجود صبر وتحمل کا دامن تھامے رہتے ہیں ان کو دنیا اور آخرت کی تمام نعمتوں سے مالا مال کر دیا جاتا ہے۔

اس کے برخلاف وہ لوگ جو انبیاء کرامؑ کے راستے کو چھوڑ کر کفر وشرک کا طریقہ اختیار کر لیتے ہیں وہ بظاہر عیش وآرام میں ہوتے ہیں لیکن ان کا انجام بڑا بھیانک ہوتا ہے۔ وہ مظلوم اہل ایمان پر ظلم وستم اور بربریت کی انتہا کو اپنی کامیابی سمجھتے ہیں حالانکہ وہ دنیا کے بد ترین ناکام لوگوں میں سے ہیں۔

یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں ہجرت حبشہ سے کچھ پہلے نازل ہوئی۔ یہ وہ وقت تھا جب کفار ومشرکین نے اہل ایمان پر ظلم وستم کر کے مکہ کی سرزمین کو ان پر تنگ کر دیا تھا اور وہ مکہ مکرمہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے حکم سے صحابہ کرامؓ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے لگے۔ اہل ایمان کو تسلی دی گئی ہے کہ برائی کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوتا۔ فرمایا تم صبر کرو بہتر نتیجہ تمہارے حق ہی میں نکلے گا اور تم کامیاب ہوگے۔

جب یہ سورت نازل ہوئی اس وقت کفار مکہ اور مشرکین عرب میں رسول اللہ ﷺ کی آواز حق وصداقت کو پابند کرنے کے لیے ہر وہ ظلم وستم کر رہے تھے کہ جس سے مکہ کی سر زمین نبی کریم ﷺ اور آپ کے ماننے والوں پر اس قدر تنگ ہو چکی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق صحابہ کرامؓ حق وصداقت کے لیے اپنا گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے حبشہ کی طرف ہجرت شروع کر دی اور کچھ عرصہ بعد اللہ کے حکم سے رسول اللہ ﷺ نے بھی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

ان حالات میں یہ سورۃ نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور ان کے ماننے والوں کو یہ سمجھایا ہے کہ اہل ایمان حق وصداقت کی راہوں کو روشن کرتے رہیں یہ کفار مکہ کا ظلم وستم اور ان کا غرور تکبر مکڑی کے جالے سے زیادہ طاقت ور نہیں ہے۔ جس طرح مکڑی اپنے جال کو مضبوط سمجھ کر اس میں ہر ایک کو شکار کرنے کے لیے مضبوط

اس سورۃ میں متعدد انبیاء کرامؑ کا ذکر کر کے بتایا گیا ہے کہ انہوں نے اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے صبر وتحمل سے کام لے کر دن رات جدوجہد کی۔ جو سعادت مند لوگ تھے انہوں نے دین کی سچائیوں کو قبول کر کے اپنی دنیا اور آخرت بہتر بنالی اور بدبخت لوگ نہ دنیا حاصل کر سکے نہ آخرت۔

ترین سمجھتی ہے حالانکہ مکڑی کا گھر اتنا ہی کمزور ہوتا ہے۔ فرمایا کہ اہل ایمان نہ گھبرائیں بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب ان کفار کی کمر ٹوٹ جائے گی اور ان کے لیے کوئی راہ نجات نہ ہو گی۔

اس بات کو سمجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے گذشتہ انبیاء کرامؑ اور ان کی نافرمان قوموں کے حالات کو بتا کر یہ سمجھایا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ جب بھی اللہ نے اپنے کسی نبی کو بھیجا تو کفار و مشرکین نے اس سچائی کو جھٹلایا۔ انبیاء کرام کی بات نہ مان کر انہوں نے اپنی دنیا اور آخرت برباد کر ڈالی اور اللہ نے انبیاء کرامؑ اور ان کے ماننے والوں کو کامیاب و بامراد فرمایا اور انہیں دین و دنیا کی ساری نعمتوں سے مالا مال فرمایا۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ اور ان کی نافرمان قوم کا ذکر فرمایا۔ حضرت نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم اور نسلوں کو سمجھایا مگر انہوں نے اہل ایمان کا مذاق اڑایا۔ انہیں طرح طرح سے ستایا جس سے وہ کفار خود ہی مشکلات میں پھنس گئے۔ جب وہ مسلسل نافرمانیاں کرتے رہے تو اللہ نے ان کو پانی میں غرق کر دیا اور حضرت نوحؑ اور ان کے ماننے والوں کو نجات عطا فرمادی۔

(۲) حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب انہوں نے اپنی قوم کو حق وصداقت کی طرف بلایا تو ساری قوم نے کہا کہ ہمارے بتوں اور معبودوں کی توہین کرنے والے ابراہیم کو قتل کر دو، مار دو، جلا ڈالو اور کڑی سے کڑی سزا دو۔ چنانچہ ان کو زندہ آگ میں پھینک دیا گیا۔ اللہ نے اس آگ کو ایسا گل وگلزار بنا دیا کہ آگ ان پر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہوگئی۔ حضرت ابراہیمؑ اپنی بیوی حضرت سارہ اور بھتیجے حضرت لوطؑ کو ساتھ لے کر فلسطین میں آباد ہو گئے اور کفار اپنے کیفر کردار کو پہنچ گئے۔

(۳) حضرت لوطؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے اپنی قوم کو غیر فطری گناہوں اور بدفعلیوں سے بچانے کے لیے ہر طرح سمجھایا مگر سوائے چند لوگوں کے سب نے حضرت لوطؑ کو جھٹلایا۔ ان کی بات سننے سے انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ حضرت لوطؑ کی بیوی بھی ان بدکرداروں کے ساتھ مل گئی اور دولت ایمانی سے محروم ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوطؑ، ان کے مومن گھر والوں اور ماننے والوں کو نجات دے دی اور ان کفار پر پتھروں کی بارش کر دی اور ان کی بستیوں کو ان پر الٹ کر ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔

(۴) حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم تک دین کو پہنچایا۔ ان کو حق و صداقت پر لانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ معاملات میں بد دیانتی، بے ایمانی اور ماپ تول میں کمی سے منع فرمایا مگر ان کی قوم ان کا مذاق اڑاتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیبؑ اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرمادی اور نافرمانوں کو طوفانی ہواؤں اور پانی کے طوفان سے تہس نہس کرڈالا۔

(۵) حضرت موسیٰؑ کے واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے بنی اسرائیل کو ہر طرح کے کفر و شرک سے بچانے اور قوم فرعون کے ظلم و ستم سے نجات دلانے کی ہر ممکن کوشش کی ایک نئی زندگی دی لیکن انہوں نے نافرمانی کرنے کو اپنا مزاج بنالیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمانبرداروں کو نجات دی اور کفار و مشرکین کو عذاب میں مبتلا کردیا۔

(۶) قوم عاد اور قوم ثمود کا ذکر فرمایا جنہوں نے اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا۔ ان کی نافرمانیاں کیں اللہ نے جو اُن کو بے پناہ قوت و طاقت عطا کی تھی اس کا غلط استعمال کیا تب اللہ تعالیٰ نے حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ کو اور ان کے ماننے والوں کو نجات دے دی اور ان قوموں کو تباہ و برباد کرڈالا۔

(۷) قارون کا واقعہ سنایا گیا جسے اللہ نے بے پناہ دولت عطا کی تھی مگر اس کی دولت نے اس کو ایسا سرکش، ضدی اور ہٹ دھرم بنادیا تھا کہ اس نے حضرت موسیٰؑ کو بھی جھٹلانا شروع کردیا۔ اللہ نے قارون کو اس کے خزانوں سمیت زمین میں دھنسادیا۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو یہ واقعات سنا کران کو تسلی دی ہے کہ آج اگر کفار مکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے جاں نثاروں کو ستارہے ہیں ایسے لوگ مذکورہ نبیوں اور لوگوں کی زندگی کا مطالعہ کریں کہ اللہ اور اس کے نبیوں کے انکار کا کس قدر بھیانک انجام ہوا اور اہل ایمان کو کس قدر عزت و سربلندی اور نجات نصیب ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے کام میں لگے رہیں، کسی کی پرواہ نہ کریں کیونکہ اللہ کا نظام اور طریقہ کبھی تبدیل نہیں ہوتا۔

اہل ایمان سے فرمایا کہ وہ

(۱) تلاوت کلام اللہ کرتے رہیں۔

(۲) نمازوں کی پابندی کریں۔

(۳) اور اہل کتاب سے گفتگو میں شائستگی کے پہلو کو نظر انداز نہ کریں۔

اس سورۃ میں چند اور اہم باتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

☆ جو لوگ معجزات کا مطالبہ کر رہے ہیں وہ اگر واقعی حق کی تلاش میں ہیں تو قرآن کریم ان کے سامنے ایک معجزہ کے طور پر ہے۔اس کے مقابلے میں کسی اور معجزہ کا مطالبہ ایک عجیب سا مطالبہ ہے۔

☆ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا عذاب کیوں نہیں آتا فرمایا کہ ان سے کہہ دیا جائے اللہ کا اپنا ایک نظام ہے جب وہ کسی قوم پر عذاب نازل کرتا ہے تو پھر اس سے بچانے والا اور کوئی نہیں ہوتا۔

☆ جب کوئی سرزمین اس حد تک تنگ کر دی جائے کہ وہاں رہنا مشکل ہو جائے تو وہاں سے ہجرت کر جانا ہی بہتر ہے۔

☆ اگر کوئی اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑتا ہے تو اس کو یہ سوچنا کہ ہم کھائیں گے کیا؟ فرمایا کہ پرندے بھی روزانہ اپنا رزق تلاش کرتے ہیں اور رات کو پیٹ بھر کر سوتے ہیں فرمایا کہ حق و صداقت کے راستے میں چلنے والوں کا رزق اللہ کے ذمے ہے۔

☆ فرمایا کہ جب یہ کفار کسی مصیبت میں پھنس جاتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور جب نجات پا لیتے ہیں تو پھر شرک کرنے لگتے ہیں حالانکہ ان کے دل جانتے ہیں کہ ساری کائنات اللہ نے پیدا کی ہے وہی نجات دیتا ہے۔

☆ فرمایا کہ جو لوگ اللہ کے راستے میں مشقت اور مصیبتیں اٹھاتے ہیں اللہ ان کے لیے زندگی کی راہیں آسان کر دیتا ہے۔دیانت و امانت اختیار کرنے والا اللہ کی مدد کا مستحق ہوتا ہے۔ان سے اللہ کا سچا وعدہ ہے اور اہل ایمان کے لیے بڑی خوش خبری اور بشارت ہے۔

سورۃ العنکبوت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۚ ﴿١﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴿٢﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٣﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿٤﴾ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۗءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٥﴾ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۷

الف۔ لام۔ میم۔ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ یہ کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے۔ اور وہ آزمائے نہ جائیں گے۔ حالانکہ ہم ان کو بھی آزما چکے ہیں جو ان سے پہلے ہو کر گذرے ہیں۔ اور البتہ اللہ ان کو جان لے گا جو سچے ہیں اور وہ ان کو بھی کھول کر رکھ دے گا جو جھوٹے ہیں۔

کیا ان لوگوں نے جو برائیاں (گناہ) کرتے رہتے ہیں یہ سمجھ لیا ہے کہ کہیں وہ ہم سے نکل بھاگیں گے (آگے بڑھ جائیں گے)۔ جو کر رہے ہیں وہ ایک برا فیصلہ ہے۔

پھر جو لوگ اللہ سے ملاقات کی امید رکھتے ہیں تو بے شک اللہ کی ملاقات کی مدت مقرر ہے۔ وہ سنتا اور جانتا ہے۔ جو شخص جد و جہد کرتا ہے وہ اس کی اپنی ذات کے لئے ہے۔ بے شک اللہ تو تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے بھلے کام کئے تو ہم ان کے گناہ ضرور دور کر دیں گے اور جو کچھ وہ کرتے تھے ان کو اس سے زیادہ بہتر بدلہ عطا کریں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۷

حَسِبَ گمان کیا۔ خیال کیا

لَا یُفْتَنُوْنَ وہ آزمائے نہ جائیں گے

سَاءَ برا ہے

یَرْجُوْا امید رکھتا ہے

یُجَاهِدُ وہ جد و جہد / کوشش کرتا ہے

غَنِیٌّ بے نیاز

نُکَفِّرَنَّ ہم ضرور اتار دیں گے

نَجْزِیَنَّ ہم ضرور بدلہ دیں گے

اَحْسَنَ زیادہ بہتر

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۷

اس سورت کا آغاز بھی حروف مقطعات سے کیا گیا ہے یعنی جن حروف کے معنی کا علم اللہ کو ہے۔

جب انسان حق و صداقت یعنی ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کرتا ہے تو اس کو باطل نظام زندگی اور ظالموں کی قوت و طاقت سے ٹکرانا پڑتا ہے۔ یہ اتنی بڑی آزمائش اور امتحان ہے کہ حالات کے سامنے اگر وہ ڈٹ کر اور جم کر کھڑا ہو جائے اور

اپنے اندر ہر طرح کے طوفانوں سے ٹکرانے کا حوصلہ پیدا کرلے تو وہ مخالف حالات کی اس بھٹی سے کندن بن کر نکلتا ہے۔جس طرح سونے کو آگ میں تپایا جاتا ہے تو اس کا میل کچیل نکل جاتا ہے اور وہ سونا کندن بن جاتا ہے۔

جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو کچھ سعادت مندوں کے علاوہ پورے عرب کے لوگ آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے اور ظلم و ستم کے ایسے پہاڑ توڑنے لگے جن کے تصور سے روح کانپ اٹھتی ہے۔ لیکن نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ نے بے مثال قربانیوں اور صبر و تحمل کا پیکر بن کر ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کیا۔اس خوف اور دہشت کے ماحول میں اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو نازل کر کے اہل ایمان کو تسلی دی ہے کہ وہ کفار کی اس یلغار سے قطعاً پریشان نہ ہوں کیونکہ ان سے پہلے سچائی کے راستے پر چلنے والوں کو اس سے بھی زیادہ تکلیفیں پہنچائی گئی ہیں۔حالات کی یہ سختی درحقیقت اہل ایمان کا ایک امتحان ہے جو اچھے اور برے لوگوں کو چھانٹ کر رکھ دیتی ہے۔لیکن اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ جو بھی اس حق و صداقت کے راستے پر چلے گا ثابت قدم رہ کر ہر ظلم و ستم کو برداشت کرتا چلا جائے گا اس کو دنیا اور آخرت میں کامیاب و بامراد کیا جائے گا۔

سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

''کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تمہیں جنت یوں ہی مل جائے گی اور تم اس میں داخل کر دیئے جاؤ گے حالانکہ ابھی تو تم پر وہ حالات بھی نہیں آئے جو تم سے پہلے لوگوں پر آئے تھے جو ایسی پریشانیوں اور تکلیفوں اور مصیبتوں میں مبتلا کئے گئے اور ہلا مارے گئے تھے کہ رسول اور اس کے ساتھ ایمان لانے والے بھی کہہ اٹھے تھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سنو! اللہ کی مدد بہت قریب ہے۔'' (سورۂ بقرہ)

اسی طرح جب حالات بہت زیادہ خراب ہو گئے اور صحابہ کرامؓ پر ہر طرف سے کفار کے ظلم و ستم بڑھ گئے تو حضرت خباب ابن ارتؓ نے نبی کریم ﷺ سے اس وقت عرض کیا جب آپ کعبہ کی دیوار کے سائے میں تشریف رکھتے تھے۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ ہمارے لئے (ان برے حالات سے نکلنے کے لئے) دعا کیوں نہیں کرتے؟ یہ سن کر آپ ﷺ کا چہرہ انور سرخ ہو گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلے جو اہل ایمان گذر چکے ہیں ان پر اس سے زیادہ تکلیفیں اور مصیبتیں آئی تھیں۔ان میں سے کسی کو زمین میں گڑھا کھود کر اس میں بٹھا دیا جاتا اور اس کے سر پر آرا چلا کر اس کے دو ٹکڑے کر ڈالے جاتے، کسی کے بدن پر لوہے کے کنگھے گھسے جاتے تا کہ وہ ایمان سے باز آجائے۔اللہ کی قسم یہ کام پورا ہو کر رہے گا (نظام اسلام مکمل ہو کر رہے گا) یہاں تک کہ ایک شخص صنعا سے حضر موت تک بے خوف و خطر سفر کرے گا اور وہ اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ رکھے گا۔ (بخاری، ابوداؤد، ترمذی)

خلاصہ یہ ہے کہ اس راہ عشق میں زبانی دعوے سے کام نہیں چلتا بلکہ دین کی سچائیوں کے لئے ہر طرح کی قربانی دینے سے کامیابی کی منزل قریب آتی ہے۔اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ارشاد فرمایا ہے۔

''کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ یہ کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور وہ آزمائے نہ جائیں گے۔ حالانکہ ہم ان لوگوں کو بھی آزما چکے ہیں جو ان سے پہلے ہو گذرے ہیں۔ یقیناً اللہ ان کو ظاہر کر کے رہے گا جو سچائی کے علم بردار ہیں اور ان لوگوں کی حقیقت کو بھی کھول کر رکھ دے گا جو جھوٹے ہیں''۔

فرمایا ''وہ لوگ جو کفر اور گناہ کے راستے پر چل کر اہل ایمان کو ستا رہے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم سے نکل کر وہ کہیں بھاگ نکلیں گے بلکہ وہ ہماری نظروں میں ہیں۔ اگر وہ ایسا سوچتے ہیں تو وہ ایک غلط فیصلہ کئے ہوئے ہیں یعنی وہ اللہ کی گرفت میں آ کر رہیں گے۔''

اہل ایمان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ

''وہ لوگ جو اللہ سے ملاقات کی امید رکھتے ہیں ان کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ وہ سن رہا ہے اور جانتا ہے۔ جو شخص (اللہ کی راہ میں) جدوجہد کرے گا اس کا فائدہ اسی کو پہنچے گا۔ بلاشبہ اللہ تو جہاں والوں سے بے نیاز ہے یعنی وہ کسی کی جدوجہد یا عبادت کا محتاج نہیں ہے۔ فرمایا جو لوگ ایمان لا کر بھلے اور نیک کام کریں گے تو ہم ان کے گناہ ضرور دور کر دیں گے۔ اور وہ جو بھی عمل صالح کرتے ہیں اس پر انہیں زیادہ بہتر بدلہ اور صلہ عطا کیا جائے گا جو وہ کرتے رہے ہیں''۔

خلاصہ یہ ہے کہ دین کی سچائیوں کو دنیا بھر میں قائم کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ایک مومن یہ نہیں دیکھتا کہ حالات کس قدر سنگین اور ناموافق ہیں بلکہ وہ اپنے ایمان کی قوت سے ہر طوفان کا رخ موڑ دیتا ہے۔ اس میں اس بات کا حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حالات کو تبدیل کر لیتا ہے۔ وہ اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں رکھتا۔ صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد آنے والوں کا یہی حوصلہ اور بے خوفی تھی کہ ساری دنیا کی سلطنتیں ان کے قدموں کی دھول بن کر رہ گئی تھیں کیونکہ ان کے دلوں میں صرف ایک اللہ کا خوف تھا باقی وہ دنیا کی ہر طاقت کے خلاف آندھی طوفان کی طرح اٹھے اور دنیا کو ظلم و ستم سے پاک کر کے انسانیت کی اقدار کو قائم کر کے دنیا کو امن و سلامتی کا گہوارہ بنا دیا۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِنْ جَاهَدَاكَ
لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ إِلَيَّ
مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۸﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ ﴿۹﴾ وَمِنَ
النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ
فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللَّهِ ۖ وَلَئِنْ جَاءَ نَصْرٌ مِنْ رَبِّكَ
لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۚ أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ
الْعَالَمِينَ ﴿۱۰﴾ وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ
الْمُنَافِقِينَ ﴿۱۱﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا
سَبِيلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطَايَاكُمْ وَمَا هُمْ بِحَامِلِينَ مِنْ خَطَايَاهُمْ
مِنْ شَيْءٍ ۖ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۱۲﴾ وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَعَ
أَثْقَالِهِمْ ۖ وَلَيُسْأَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۱۳﴾ ع

ترجمہ: آیت نمبر ۸ تا ۱۳

اور ہم نے انسان کو والدین سے حسن سلوک کرنے کی تاکید کی ہے۔ اور اگر وہ اس بات کی کوشش کریں کہ تو کسی کو میرا شریک بنالے جس کا تجھے علم نہیں ہے تو ان کا کہنا مت مان۔ تم سب کو میری طرف ہی پلٹ کر آنا ہے۔ پھر میں تمہیں ضرور بتاؤں گا جو کچھ تم کرتے تھے۔

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے تو میں انہیں ضرور نیک بندوں میں شامل کروں گا۔ اور بعض لوگ وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لے آئے۔ پھر جب اللہ کی راہ

میں ستائے گئے تو انہوں نے لوگوں کے ستانے کو ایسا سمجھ لیا جیسے اللہ کا عذاب ہے۔ اور اگر تمہارے رب کی طرف سے کوئی مدد آ جائے تو اس وقت وہ کہتے ہیں کہ بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ کیا اللہ کو معلوم نہیں ہے کہ جو کچھ دنیا جہاں کے لوگوں کے دلوں میں ہے۔ اور یقیناً اللہ ان لوگوں کو معلوم کر لے گا جو ایمان لائے۔ اور البتہ وہ ضرور معلوم کر لے گا منافقوں کو۔

اور کافروں نے ایمان والوں سے کہا کہ ہمارے راستے پر چلو۔ ہم تمہارے (گناہوں کا) بوجھ اٹھالیں گے۔ حالانکہ وہ ان کے گناہ اٹھانے والے نہیں ہیں۔ بے شک وہ جھوٹے ہیں۔ حالانکہ وہ خود اپنے بوجھ کے ساتھ دوسروں کے نجانے کتنے بوجھ اٹھائیں گے۔ اور قیامت کے دن ضرور پوچھا جائے گا جو کچھ وہ جھوٹ گھڑتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸ تا ۱۳

وَصَّيْنَا	ہم نے وصیت کی۔ ہم نے حکم دیا
جَاهَدَا	دونوں نے کوشش کی
لَا تُطِعْ	کہنا مت مان۔ اطاعت نہ کر
اُنَبِّئُ	میں بتاؤں گا
اُوْذِیَ	تکلیف دی گئی
صُدُوْرٌ (صَدْرٌ)	سینے
نَحْمِلُ	ہم اٹھائیں گے
اَثْقَالٌ (ثِقْلٌ)	بوجھ
يُسْئَلُنَّ	وہ ضرور سوال کئے جائیں گے

تشریح: آیت نمبر ۸ تا ۱۳

کفر، شرک اور منافقت وہ بدترین خصلتیں اور عادتیں ہیں جن کی بدترین سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔ اللہ کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک کرنے والا مشرک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ ”بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے۔ اور اس کے علاوہ وہ جس گناہ کو چاہے معاف کر سکتا ہے“۔ اگر کوئی مشرک اپنے شرک سے توبہ نہ کرے تو اس کی بخشش نہیں ہوگی اور اللہ اس کو کبھی معاف نہ کرے گا۔ کیونکہ شرک درحقیقت اللہ کی ذات پر براہ راست حملہ ہے جسے معاف نہیں کیا جا سکتا۔ شرک کتنا بڑا گناہ ہے اس کا اندازہ اس آیت سے بھی لگایا جا سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ والدین جن کے ساتھ حسن سلوک جائز باتوں میں ان کی اطاعت و فرماں برداری اور بے غرض خدمت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ تمام انسانی حقوق میں سب سے پہلا اور اہم حق ماں باپ کا ہے۔ اس سے قطع نظر کہ وہ مومن ہیں یا کافر و مشرک ہر حال میں ان کے ساتھ حسن سلوک ضروری ہے۔ لیکن اگر والدین اپنی اولاد پر دباؤ ڈالیں اور زور دیں کہ وہ اللہ کے ساتھ شرک یا گناہ کریں تو اس میں ان کی قطعاً اطاعت و فرماں برداری نہیں کی جائے گی۔ بلکہ اس کا صاف انکار کر دینا لازمی اور ضروری ہے۔ کیونکہ والدین کے حقوق اس وقت تک قابل احترام ہیں جب تک خالق کے حقوق سے نہ ٹکرائیں۔ اگر خالق اور والدین کے حقوق آپس میں ٹکرا جائیں تو ہر حال میں اپنے خالق و مالک اللہ کا حکم ماننا ضروری ہوگا۔ اسی لئے صاف حکم موجود ہے کہ

لا طاعته المخلوق فی معصیته الخالق

خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے

حضرت سعد ابن ابی وقاص ان دس خوش نصیب صحابہؓ میں سے ایک ہیں جن کو دنیا ہی میں جنتی ہونے کی خوشخبری اور بشارت دی گئی ہے۔ یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ان کے واقعات زندگی میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنی والدہ حمنہ بنت ابی سفیان سے والہانہ محبت کرتے اور ان کی اطاعت و فرماں برداری میں ایک مثال تھے۔ جب حضرت سعدؓ نے دین اسلام قبول کر لیا اور اس بات کی اطلاع ان کی والدہ کو ہوئی تو وہ بہت ناراض ہوئیں اور ان پر شدید دباؤ ڈالا کہ وہ اس دین کو چھوڑ کر اپنے باپ دادا کے مذہب کو پھر سے اختیار کر لیں۔ انہوں نے حضرت سعد پر دباؤ ڈالنے کے لئے قسم کھالی کہ جب تک وہ اس دین کو نہ چھوڑیں گے اس وقت تک وہ نہ کھائیں گی نہ پئیں گی اور نہ سائے میں بیٹھیں گی۔ انہوں نے کہا میں اسی طرح بھوکی پیاسی مر جاؤں گی۔ انہوں نے حضرت سعد سے کہا کہ اگر اسی حالت میں مر گئی تو ساری دنیا تجھے طعنے دے گی اور کہے گی کہ تو اپنی ماں کا قاتل ہے۔ حضرت سعدؓ کے لئے یہ بہت کڑا اور کٹھن امتحان تھا۔ ایک طرف والدہ کی اطاعت و محبت اور دوسری طرف ان کی اپنی آخرت کا مسئلہ تھا۔ آخر کار

انہوں نے دین اسلام پر استقامت کا فیصلہ کرتے ہوئے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ اے اماں جان! اگر آپ کی سو جانیں بھی ہوں اور وہ ایک ایک کر کے نکلتی جائیں تو اللہ کی قسم میں حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت کا انکار نہ کروں گا۔ آگے آپ کی مرضی ہے۔ آپ جو چاہے کریں۔ حضرت سعدؓ کے اس فیصلے کو سن کر ان کی والدہ قطعاً مایوس ہو گئیں اور انہوں نے اپنی قسم توڑ ڈالی اور خاموشی اختیار کر لی۔ (مسلم، ترمذی)

اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ارشاد فرمایا ہے کہ

''ہم نے انسان کو والدین سے حسن سلوک کی وصیت (تاکید) کی ہے۔ لیکن اگر وہ (والدین) اس بات کی کوشش کریں کہ تو کسی کو میرا شریک بنالے جس کا تجھے علم بھی نہیں ہے تو ان کا کہنا مت مان۔ کیونکہ تم سب کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ پھر میں بتاؤں گا کہ جو کچھ تم کیا کرتے تھے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے تو میں ان کو اپنے نیک بندوں میں شامل کروں گا۔''

شرک جس طرح ایک بدترین خصلت اور عادت ہے اسی طرح منافقت بھی برائی میں شرک سے کم نہیں ہے۔ جس کی نہایت ہیبت ناک سزا مقرر فرمائی گئی ہے۔ فرمایا کہ بعض وہ منافق ہیں جو زبان سے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لے آئے۔ لیکن اگر ان پر ذرا بھی کوئی آزمائش آجاتی ہے جس سے وہ کسی مشکل یا مصیبت میں پھنس جاتے ہیں تو حالات کا مقابلہ کرنے کے بجائے اسے ایک عذاب سمجھنے لگتے ہیں۔ اور فوراً ہی بدل جاتے ہیں اور کفار کی ہاں میں ہاں ملانے لگتے ہیں اور ان کو ایمان جیسی نعمت معمولی محسوس ہوتی ہے۔ ان کی منافقت کا یہ حال ہے کہ اگر اللہ کی طرف سے مسلمانوں کو کوئی فتح و نصرت اور کامیابی مل جاتی ہے تو وہ مال غنیمت میں سے اپنا حصہ وصول کرنے کے لئے آجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا ان نادانوں کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اللہ کو ان کے دلی جذبات اور ان کی تمام حرکتوں کا پوری طرح علم ہے۔ کیونکہ ایک آدمی اپنی کسی بات کو ساری دنیا سے چھپا سکتا ہے۔ لوگوں کی نظروں میں دھول جھونک کر ان کو دھوکا دے سکتا ہے لیکن وہ اپنے اندرونی جذبات کو اللہ سے نہیں چھپا سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ کس کے دل میں ایمان ہے اور کون منافقت کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں مشرکین اور منافقین کے ساتھ ساتھ کافروں کا ذکر بھی کیا ہے۔ جو ایمان والوں سے کہتے تھے کہ تم ہمارے کہنے سے دین اسلام کو چھوڑ کر اپنے باپ دادا کے مذہب پر پلٹ آؤ تا کہ دنیا میں اور آخرت میں ہر طرح کے نقصانات اور تکلیفوں سے محفوظ ہو جاؤ۔ ان کا خیال یہ تھا کہ دین اسلام کو چھوڑ دینا کوئی گناہ نہیں ہے۔ اگر آخرت میں پوچھ گچھ ہوئی تو ہم تمہارا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھا لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ان کے بوجھ اٹھانے کے قابل کہاں ہوں گے کیونکہ ان پر تو ویسے ہی دوھرے گناہوں کے بوجھ ہوں گے ایک بوجھ تو خود گمراہ ہونے کا اور دوسرے اوروں کو گمراہ کرنے اور بھٹکانے کا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہاں کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ وہاں تو ایسی نفسا نفسی ہوگی کہ ہر ایک کو اپنی فکر پڑی ہوگی۔ وہاں کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو گناہ پر آمادہ کرتا ہے یا کسی برے راستے پر لگاتا ہے تو اپنے گناہوں کے بوجھ کے ساتھ دوسرے کے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھانا پڑے گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کو ہدایت کے راستے پر لگائے گا تو اس کو بھی اجر و ثواب ملے گا جس نے کسی کو سیدھے راستے پر لگایا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، جو شخص دوسروں کو ہدایت کی طرف بلاتا ہے تو جتنے لوگ اس کی بات مان کر ہدایت پر عمل کریں گے ان سب کا ثواب اس دعوت دینے والے کو بھی ملے گا بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے اجر و ثواب میں کوئی کمی آئے۔ اسی طرح جو شخص کسی کو گناہ یا گمراہی کے راستے پر بلائے گا اور وہ اس گناہ میں مبتلا ہوگا تو اس کے کہنے سے جو بھی گمراہ ہوگا اس کے برے اعمال کا وبال اس گمراہ کرنے والے پر بھی ہوگا۔ اور ان کے عذاب میں کوئی کمی نہ آئے گی۔ (مسلم، ابن ماجہ، قرطبی)

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَاۤ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴ تا ۱۸

اور البتہ تحقیق ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ پھر وہ ان میں پچاس کم ایک ہزار (ساڑھے نوسو) سال تک رہے۔ پھر انہیں (قوم نوح کو) ایک طوفان نے آ پکڑا اور وہ ظالم (گناہ گار) تھے۔

پھر ہم نے ان کو اور جہاز والوں کو بچالیا اور جہاز کو دنیا والوں کے لئے ایک نشانی بنا دیا۔
اور اسی طرح جب ابراہیمؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ تم اللہ کی عبادت و بندگی کرو اور اسی سے ڈرو۔ اگر تم جانتے ہو تو اسی میں تمہارے لئے بہتری ہے۔ تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرتے ہو حالانکہ تم ان کو خود (اپنے ہاتھوں سے) گھڑتے ہو۔

بے شک تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن دوسروں کی عبادت کرتے ہو وہ تمہارے رزق کے مالک نہیں ہیں۔ تم اللہ کے پاس سے رزق تلاش کرو۔ اسی کی بندگی کرو۔ اسی کا شکر ادا کرو اور اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔ اور اگر تمہیں جھٹلایا گیا تو بہت سے ان گروہوں نے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں وہ بھی جھٹلا چکے ہیں۔ رسول کے ذمے سوائے کھول کھول کر پہنچانے کے اور کچھ ذمہ داری نہیں ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴ تا ۱۸

لَبِثَ	وہ ٹھہرا رہا
اَلْفُ سَنَةٍ	ایک ہزار سال
خَمْسِيْنَ	پچاس
عَامٌ	سال
اَلسَّفِيْنَةُ	جہاز۔ کشتی
اَوْثَانٌ	بت

اِفْکٌ	جھوٹ۔باطل
اِبْتَغُوْا	تلاش کرو
اُمَمٌ	امتیں۔قومیں
اَلْبَلٰغُ	پہنچادینا

تشریح: آیت نمبر ۱۴ تا ۱۸

اس سے پہلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ نے اہل ایمان کو ہر طرح کے حالات سے آزمایا جس میں انہوں نے صبر وتحمل، عزم وہمت اور استقلال کے ساتھ مشکل حالات کا مقابلہ کیا۔ اللہ نے ان کو نہ صرف دنیا میں امن وسکون اور سلامتی عطا فرمائی بلکہ آخرت میں بھی ان کی نجات کا وعدہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ظالموں کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ ان کا یہ ظلم وستم اسی طرح جاری رہے گا اور وہ قدرت کی گرفت میں نہ آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاء کرامؑ اور ان کی امتوں کو ثبوت کے طور پر پیش کر کے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ان کی نافرمانیوں کی سزا دیتا ہے تو پھر ان ظالموں کو بچانے والا کوئی نہیں ہوتا۔ حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے واقعات زندگی کو بیان کیا کہ انہوں نے اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے کس طرح اپنی امتوں کو سمجھانے کے لئے ایک لمبی عمر تک دن رات جدوجہد کی۔ وہ لوگ جنہوں نے ان انبیاء کرامؑ کے دامن سے وابستگی اختیار کی وہی دنیا اور آخرت میں کامیاب و بامراد رہے اور جنہوں نے ان کی نافرمانی کی ان کی دنیا بھی برباد ہوئی اور وہ آخرت میں بھی نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔

حضرت نوحؑ جنہوں نے ساڑھے نوسو سال تک نافرمانوں کو ہر طرح سمجھایا۔ دن رات جدوجہد کی اور ہر طرح کی تکلیفیں برداشت کیں مگر ان کی قوم نے ان کا مذاق اڑایا۔ طرح طرح سے اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائیں اور اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر جمے رہے۔ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ قوم ان کی اطاعت وفرماں برداری کرنے، غرور وتکبر اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر اللہ کے بندے بن کر رہیں، غریبوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا چھوڑ دیں، اور جو بھی طاقت ور ہے وہ اپنے کمزوروں پر ظلم وستم چھوڑ کر ان کو ستانے سے باز رہے۔ اور وہ بت جن کو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے بنا کر ان کو اپنا معبود بنا رکھا ہے ان کی عبادت وبندگی نہ کریں۔ حضرت نوحؑ کی صدیوں کی اس تبلیغ سے بہت تھوڑے سے لوگوں نے ایمان اور عمل صالح کی زندگی

اختیار کی اور باقی ساری قوم اپنی جہالت و نادانی پر قائم رہی۔ ایک دن بارگاہ الٰہی میں حضرت نوحؑ نے عرض کر دیا۔ الٰہی میں نے ان کو ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ میری بات سننے کے لئے تیار ہی نہیں ہیں اب آپ فیصلہ فرما دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پوری قوم کو اور اس کے تمام مال و اسباب کو پانی میں اس طرح غرق کر دیا کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھنے والے بھی اس عذاب سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرمائی۔ حضرت نوحؑ کی وہ بڑی کشتی جس میں اہل ایمان سوار تھے وہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھی کہ اللہ نے کس طرح اس زبردست طوفان میں اس کشتی اور اس میں بیٹھنے والوں کو نجات عطا فرمائی اور خود حضرت نوحؑ کی زندگی بھی ایک نشانی ہے کہ انہوں نے ساڑھے نو سو سال تک مسلسل اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے جدوجہد کی مگر وہ اس سے اکتائے نہیں بلکہ پوری قوم کو سمجھاتے رہے۔ سوائے کچھ سعادت مندوں کے پوری قوم نے آپ کے لائے ہوئے پیغام کو اہمیت نہیں دی جس سے آخر کار پوری قوم کو زبردست نقصان اٹھانا پڑا اور وہ پانی کے طوفان میں غرق کر دی گئی۔

اسی طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے ایک طویل عمر تک اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے طرح طرح کی تکلیفیں اٹھائیں۔ انہوں نے بھی اپنی قوم کو یہی سمجھایا کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کریں کیونکہ وہی سب کا مشکل کشا ہے۔ ہر ایک کی بگڑی بنانے والا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بت جنہیں تم اپنے ہاتھوں سے بناتے ہو یہ اللہ پر ایک بہت بڑا جھوٹ ہے یہ بت ذرہ برابر چیز کے بھی مالک نہیں ہیں۔ یہ اپنے نفع نقصان کے بھی مالک نہیں ہیں یہ تمہارے رازق نہیں ہیں بلکہ ہر طرح کا رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے وہی سب کا رازق ہے اور سب کی مشکلات کو دور کرنے والا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ نے جو بھی تمہیں رزق دیا ہے اس پر اس اللہ کا شکر ادا کرو اور اس کے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہ کرو۔ فرمایا تم سب کو ایک دن اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی ان تمام باتوں پر بہت کم لوگوں نے توجہ کی لیکن جن لوگوں نے ان کی دعوت کو قبول کیا ان کو ہی نجات عطا کی گئی۔

ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ اسی طرح سارے نبیوں کو جھٹلایا گیا ہے اور ان کی نافرمانی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ سے فرمایا ہے کہ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد ﷺ کو نبی اور رسول بنا کر بھیج دیا ہے اب اگر ان کو بھی گذشتہ انبیا کی طرح جھٹلایا گیا تو پھر قیامت تک کوئی دوسرا ان کی اصلاح کے لئے نہیں آئے گا۔ نجات ان ہی لوگوں کے لئے ہے جو نبی کریم ﷺ کے دامن اطاعت و محبت سے وابستگی اختیار کریں گے۔ نبی کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے پیغام کو کھول کر واضح انداز سے پہنچا دیتا ہے نجات صرف ان ہی لوگوں کی ہوتی ہے جو ان کی مکمل اطاعت و محبت سے کام لیتے ہیں۔

اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۹﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ ۫ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۲۲﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖۤ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِىْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۳﴾

ع ۲ / ۹ / ۱۴

ترجمہ: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۳

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اللہ پیدائش کی ابتدا کیسے کرتا ہے اور پھر وہی اس کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ بے شک یہ اللہ کے نزدیک بہت آسان ہے۔

آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ تم زمین میں چلو پھرو اور پھر دیکھو کہ اس نے پیدائش کی ابتداء کیسے کی پھر اللہ دوبارہ ان کو اٹھا کھڑا کرے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم و کرم کرتا ہے۔ تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ نہ تم اس کو زمین میں عاجز و بے بس کر سکتے ہو اور نہ آسمان میں۔ اور اللہ کے سوا تمہارے لئے کوئی حمایتی اور مددگار نہیں ہے۔

اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی آیات اور اس کے ملنے سے انکار کیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو میری رحمت سے ناامید ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹ تا ۲۳

یُبْدِئُ	ابتدا کرتا ہے
یُعِیْدُ	وہ لوٹائے گا
یَسِیْرٌ	آسان کرتا ہے۔ سہل بناتا ہے
یُنْشِئُ	وہ اٹھاتا ہے
مُعْجِزِیْنَ	عاجز و بے بس کرنے والا
وَلِیٌّ	حمایت کرنے والا
نَصِیْرٌ	مددگار
یَئِسُوْا	وہ مایوس ہو گئے

تشریح: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۳

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الدھر میں انسان کی پیدائش کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ

انسان پر ایک ایسا وقت بھی تھا جب وہ کچھ بھی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ یعنی اس کا کوئی وجود نہ تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو انسانی وجود عطا کیا۔ قرآن کریم میں کئی جگہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ نے انسان کو وجود عطا کیا پھر اس پر موت آجائے گی اور پھر ایک وقت وہ آئے گا جب سارے انسان دوبارہ پیدا کئے جائیں گے۔ پھر میدان حشر میں ہر انسان کو اپنے کئے ہوئے کاموں کا حساب دینا ہے جس کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو جنت اور کفر و شرک اور منافقت کرنے والوں کو جہنم میں بھیج دے گا۔ جب کفار کے سامنے یہ آیتیں اور مضمون آتا تو وہ یہی کہتے تھے کہ ہماری عقلوں میں یہ بات نہیں آتی کہ جب انسان مر کھپ جائے گا۔ اس کے اعضاء اور اجزاء بکھر جائیں گے تو وہ دوبارہ کیسے زندہ ہوگا؟ اس کے اعضاء اور اجزاء کس طرح جڑ سکیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس سوال کا جواب بے شمار مرتبہ دیا ہے اور فرمایا ہے کہ کیا وہ سامنے کی اس حقیقت کو نہیں دیکھتے کہ اللہ نے زندگی کی ابتداء کیسے کی تھی؟ یہ اس کی قدرت ہے کہ وہ اس کو دوبارہ وجود عطا کرے گا۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ یہ بات اللہ کے لئے بہت آسان ہے۔ مراد یہ ہے کہ کسی چیز کا پہلی مرتبہ پیدا کرنا تو بظاہر مشکل ہے لیکن جب ایک چیز بن جائے تو اس کو دوبارہ بنانا مشکل نہیں بلکہ انتہائی آسان ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے کہیے کہ وہ زمین میں چل پھر کر دیکھیں کہ اللہ نے اپنی مخلوق کو کس طرح پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے۔ اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ وہ اس کو دوبارہ پیدا نہ کر سکے گا۔ بلاشبہ اللہ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ اس کی قدرت سے یہ چیز بھی دور نہیں ہے کہ وہ قیامت کے دن یا اس سے پہلے جس کو چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم و کرم فرمادے۔ آخر کار سب کو اسی ایک اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اس کائنات میں اس کی یہ قدرت و طاقت ہے کہ وہ سب کچھ کرتا ہے کوئی اس کو اس زمین پر اور آسمانوں پر عاجز و بے بس نہیں کر سکتا۔ اور اللہ کے سوا نہ کسی کی حمایت کام آئے گی نہ مدد۔ وہی ہر ایک کی مدد کرتا ہے۔ اسی کی مدد اور حمایت سے اہل ایمان کو مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ اللہ کی رحمت و حمایت سے صرف وہ لوگ مایوس اور نا امید ہوا کرتے ہیں جو کفر پر جمے ہوئے ہیں اور اللہ سے ملنے پر یقین نہیں رکھتے ایسے لوگوں کو دردناک عذاب دیا جائے گا۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ

اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۡ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ ۙۖ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٢٦﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٢٧﴾

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ۲۴ تا ۲۷

پھر (ابراہیمؑ کی قوم) کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ کہنے لگے اس کو قتل کر ڈالو یا اس کو جلا ڈالو۔ پھر اللہ نے ان کو آگ سے بچالیا۔ بے شک اس میں یقین رکھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ اور (ابراہیمؑ نے) کہا کہ تم نے اللہ کو چھوڑ کر جن بتوں کو (اپنا معبود) بنا رکھا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی زندگی میں تمہاری آپس کی محبت قائم رہے۔ پھر قیامت کے دن تم ایک دوسرے کو کافر ٹھہراؤ گے۔ اور تم میں سے ایک دوسرے کو لعنت کرے گا۔ اور تمہارا ٹھکانا جہنم ہوگا اور تمہارے لئے کوئی حمایتی نہ ہوگا۔ اور (ابراہیم نے) کہا کہ میں اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کر کے چلا جاؤں گا۔ بے شک وہی زبردست اور حکمت والا ہے۔

اور ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاق اور یعقوب (جیسی اولاد) عطا فرمائی۔ اور ہم نے ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب (بھیجنے کو) قائم رکھا ہے۔ اور ہم نے ان کو (ان کی خدمات کا) صلہ دنیا میں دیا ہے اور بے شک وہ آخرت میں صالحین میں سے ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۴ تا ۲۷

اُقْتُلُوْا تم قتل کرو۔ تم مارو

حَرِّقُوْا جلا ڈالو

اَنْجٰی اس نے نجات دی

مَوَدَّةٌ دوستی۔ محبت

يَلْعَنُ وہ لعنت کرتا ہے

مَاْوٰی ٹھکانا

مُهَاجِرٌ ہجرت کرنے والا

وَهَبْنَا ہم نے دیا

تشریح: آیت نمبر ۲۴ تا ۲۷

ان آیات سے پہلے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا ذکر کیا جارہا تھا کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے پوری قوم کے سامنے ان کے بتوں کی بے بسی اور کمزوریوں کو ظاہر کر کے ان کو خالص توحید کی دعوت دی تو چاروں طرف ایک شور مچ گیا۔ اور قوم نے کہنا شروع کیا کہ ابراہیم کو یا تو قتل کر دیا جائے یا آگ میں جلا کر بھسم کر دیا جائے چونکہ ان کے پاس کوئی دلیل تو موجود نہ تھی اس لئے انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں جلا کر خاک کر دینے کا فیصلہ کر کے اس کی زبردست تیاریاں شروع کر دیں اور لکڑیاں جمع کر کے ان میں آگ لگا دی جب آگ کے شعلے بلند ہو گئے تو انہوں نے کسی ذریعہ سے حضرت ابراہیمؑ کو آگ کی طرف اچھال دیا تا کہ وہ آگ کے درمیانی حصے میں گریں اور بچ نہ سکیں۔ مگر اللہ نے آگ کو حکم دیا کہ اے آگ ابراہیم پر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا۔ چنانچہ جب حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکا گیا تو وہ آگ ایک ایسا آرام دہ باغیچہ بن گئی جس میں حضرت ابراہیمؑ نہایت سکون و اطمینان سے سات دن تک رہے۔ نمرود اور اس کی قوم نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اتنی بڑی آگ میں ڈالے جانے کے بعد حضرت ابراہیمؑ کا بچنا ممکن نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو اس آگ سے نجات عطا فرمائی اور ساری دنیا کو بتا دیا کہ جس کی حفاظت اللہ کی طرف سے کی جاتی ہے اس کو کوئی شخص نقصان نہیں پہنچا سکتا یہ ایمان اور یقین رکھنے والوں کے لئے اللہ کی طرف سے ایک کھلی ہوئی نشانی ہے۔ جس میں عبرت و نصیحت کے بے شمار پہلو موجود ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ لوگو! تم نے جو بھی اپنے معبود بنا رکھے ہیں ان کا مقصد محض دنیا کے وقتی فائدے، میل جول اور اتحاد کو قائم رکھنا ہے۔ فرمایا کہ یہ پرفریب اتحاد و اتفاق تمہارے کب تک کام آئے گا۔ آخر کار موت کے ساتھ ہی جب ہر شخص کو اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے اس وقت جب ساری حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی تو یہ وقتی اتحاد و اتفاق، دوستیاں، رشتہ داریاں اور تعلقات اس طرح دشمنی میں بدل جائیں گے کہ ہر ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے ہوئے ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرتا نظر آئے گا۔ جب ان کو برے اعمال کی وجہ سے جہنم کی بھڑکتی آگ میں جھونکا جائے گا اس وقت ان کا نام نہاد اتفاق و اتحاد ان کے کام نہ آسکے گا۔ اس وقت ان کے جھوٹے معبود ان کے کسی کام نہ آسکیں گے۔ حضرت ابراہیمؑ کی مسلسل تبلیغ اور جدوجہد کے نتیجے میں ان کے بھتیجے حضرت لوطؑ نے حضرت ابراہیمؑ کی اطاعت کی تصدیق کی اور ان کی مکمل اطاعت و پیروی اختیار فرمائی۔ حضرت ابراہیمؑ اس اتنے بڑے واقعہ کے بعد اپنی بیوی حضرت سارہ اور اپنے بھتیجے حضرت لوطؑ کو لے کر عراق سے فلسطین کی طرف ہجرت فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ نے

حضرت اسماعیلؑ کے اٹھارہ سال کے بعد ان کو حضرت اسحاقؑ جیسے لائق فرزند اور حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے حضرت یعقوبؑ جیسے پوتے کو ایک نعمت کے طور پر عطا فرمایا۔ حضرت یعقوبؑ جن کا لقب اسرائیل تھا ان سے بنی اسرائیل کا سلسلہ شروع ہوا اور اس طرح ان کے گھرانے میں نبوت و رسالت کی عظمتیں قائم ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں یہ عظیم اجر عطا فرمایا اور آخرت میں تو وہ صالحین میں سے ہوں گے۔ اس طرح نبوت و رسالت کا سلسلہ قائم ہوا اور آخر میں حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی اور رسول بنا کر بھیجا۔ حضرت ابراہیمؑ کی دن رات کی جدوجہد اور اللہ کے فضل و کرم سے ان کی اولاد میں سیکڑوں بلکہ بعض روایات کے مطابق ہزاروں پیغمبر تشریف لائے اور اس طرح آپ کی اولاد کے ذریعہ اللہ کا دین ساری دنیا کے کونے کونے تک پہنچ گیا۔

ان آیات کے سلسلہ میں چند باتیں عرض ہیں

(۱) ساری دنیا مل کر بھی اگر کسی کو نقصان پہنچانا چاہے تو اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ البتہ اگر اللہ ہی چاہے تو پھر اس کو ساری دنیا مل کر بھی بچا نہیں سکتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کائنات میں صرف ایک اللہ کی طاقت و قوت ہے اس کے سوا کسی کے پاس نہ طاقت و قوت ہے اور نہ ہیبت و جلال۔

(۲) وہ اتحاد و اتفاق جس کا مقصد محض دنیاوی مفادات، تعلقات اور دوستیوں کو قائم کرنا ہے وہ اتحاد صرف اسی دنیا تک محدود رہتا ہے۔ آخرت میں یہ اتحاد کام نہ آئے گا بلکہ ہر شخص ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرے گا کہ جب وہ گمراہی کے راستے پر چل رہا تھا تو اس کو اس حرکت سے کیوں نہ روکا گیا۔ لیکن ایسے لوگ آخر کار جہنم کا ایندھن بن جائیں گے۔ اس کے بر خلاف جس اتحاد و اتفاق کی بنیاد اللہ کی رضا و خوشنودی اور اس کے احکامات کی اطاعت ہوگی وہ اتحاد صرف اس دنیا ہی میں نہیں بلکہ آخرت میں بھی کام آئے گا۔

(۳) جو لوگ اللہ کے دین کی سر بلندی کی جدوجہد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں بھی عزت و سر بلندی عطا فرماتا ہے اور آخرت کی تمام بھلائیاں بھی ان ہی لوگوں کے لئے مخصوص ہوتی ہیں۔

(۴) اللہ کے راستے میں ہجرت کرنا سنت ابراہیمی ہے۔ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے اسی سنت کو زندہ کرتے ہوئے اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے اپنے گھر بار کو چھوڑ کر دین اسلام کی سر بلندی کی کوششیں فرمائیں۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ
الْفَاحِشَةَ ۡمَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٨﴾
اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ۬ وَتَاْتُوْنَ
فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا
ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٢٩﴾ قَالَ رَبِّ
انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٣٠﴾ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ
اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ
الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿٣١﴾ قَالَ اِنَّ فِيْهَا
لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۫ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ
اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٣٢﴾ وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ
رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا
لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۫ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا
امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٣٣﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ
هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿٣٤﴾
وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿٣٥﴾

ع ٣ ٨ ١٥

ترجمہ: آیت نمبر ۲۸ تا ۳۵

اور ہم نے لوطؑ کو (نبی بنا کر) بھیجا۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسے بے حیائی کے کام کرتے ہو جو تم سے پہلے ساری دنیا میں کسی نے نہیں کئے۔ کیا تم مردوں پر لپکتے ہو اور تم ڈاکہ ڈالتے ہو اور تم بھری محفلوں میں بے ہودہ کام کرتے ہو۔ تو ان کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا وہ کہتے ہمارے اوپر عذاب لے آؤ۔ اگر تم سچے لوگوں میں سے ہو۔ (لوطؑ نے) کہا میرے پروردگار اس فسادی قوم پر میری مدد فرما۔ اور جب ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ابراہیمؑ کے پاس (حضرت اسحاقؑ کی پیدائش کی) خوش خبری لے کر آئے اور کہا ہم اس (قوم لوطؑ) کی بستی کو ہلاک کرنے بھی آئے ہیں کیونکہ اس بستی کے رہنے والے ظالم (گناہ گار) ہیں۔ (ابراہیمؑ نے) کہا وہاں تو لوطؑ بھی رہتے ہیں؟ (فرشتوں نے) کہا ہم خوب جانتے ہیں اس میں کون لوگ ہیں۔ ہم ان کو اور ان کے گھر والوں کو بچالیں گے لیکن ان کی بیوی کو نہیں (بچائیں گے) کیونکہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔

اور جب ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) لوطؑ کے پاس پہنچے تو وہ رنجیدہ ہو گئے اور وہ دل میں گھٹن محسوس کرنے لگے۔ (فرشتوں نے) کہا تم خوف نہ کرو اور نہ رنجیدہ ہو۔ بے شک ہم آپ کو بچالیں گے اور آپ کے گھر والوں کو بھی سوائے آپ کی بیوی کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔

ہم اس بستی کے رہنے والوں پر آسمانی عذاب نازل کرنے والے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ وہ نافرمان لوگ ہیں۔ اور ہم اس بستی کے کچھ نشانات باقی رہنے دیں گے تا کہ وہ لوگ جو عقل وفہم رکھتے ہیں اس سے عبرت حاصل کریں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۸ تا ۳۵

لَتَاْتُوْنَ — البتہ تم لاتے ہو

مَا سَبَقَ — پہلے نہیں کیا

تَقْطَعُوْنَ — تم کاٹتے ہو

نَادِیٌ — محفلیں

تشریح: آیت نمبر ۲۸ تا ۳۵

اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ جب کبھی کسی شہر، علاقے یا ملک کے کچھ لوگ کچھ گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں تو ان کی حرکتوں پر ان کو سزا دے دی جاتی ہے لیکن جب پوری قوم کفر و شرک، بے حیائی، بے شرمی، بے غیرتی، زنا اور بدکاریوں میں اس طرح لگ جاتی ہے کہ شرم و حیا کے بجائے کھلم کھلا نجی اور عام محفلوں میں گناہ کرنے کو فیشن بنالیا جاتا ہے اور خیر و شر کا ہر تصور مٹ کر رہ جاتا ہے تو پھر اس قوم کی طرف اللہ کا عذاب متوجہ ہو جاتا ہے۔ حضرت لوطؑ سدوم اور عمورہ کی جن بستیوں کی اصلاح کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے وہاں لوگوں کا یہ حال تھا کہ وہ غیر فطری فعل کو کھلم کھلا اس طرح کرتے تھے کہ اس کے خلاف بات کرنے اور کسی نصیحت کو سننے کے لئے تیار نہ تھے چنانچہ جب حضرت لوطؑ نے اس پوری قوم کو للکارا کہ تم نے ایک ایسے فعل کو رواج دیا ہے جو آج تک دنیا میں کسی قوم نے نہیں کیا تھا۔ تم اپنی نفسانی خواہشات کے لئے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے بدفعلی کرتے ہو۔ تمہاری شیطانی حرکتوں سے ہر شخص عاجز آچکا ہے۔ لوگوں کے لئے راستہ چلنا دشوار ہو گیا، چوری، ڈاکہ اور لوٹ مار سے کسی کی جان و مال محفوظ نہیں رہی۔ تم کھلے عام بے شرمی اور بے حیائی کے کام کرتے ہو۔ تمہاری گفتگو اور بات چیت میں شائستگی اور تہذیب دم توڑ چکی ہے۔ اگر تم نے اللہ سے توبہ نہ کی اور اس فعل سے باز نہ آئے تو جس طرح تم سے پہلی امتوں پر اللہ کا عذاب آیا تھا اسی طرح تم پر بھی اللہ کا قہر ٹوٹ پڑے گا۔ حضرت لوطؑ کی قوم نے ان کی تمام نصیحتوں کا پہلے تو مذاق اڑانا شروع کیا پھر دھمکیوں پر اتر آئے اور کہنے لگے کہ اے لوط! اگر تم نے اپنی ان نصیحتوں کا سلسلہ بند نہ کیا تو ہم تمہیں اس بستی سے نکال باہر کریں گے۔ اور جس عذاب کی تم بات کرتے ہو اگر تم سچے ہو تو اس کو لے آؤ۔ قوم لوط کے ساتھ حضرت لوطؑ کی بیوی بھی انتہائی نافرمان اور اپنی قوم کی حمایت میں سب سے آگے آگے تھی۔ حضرت لوطؑ اپنی قوم کی بے حسی، بے غیرتی اور دھمکیوں کے باوجود دن رات سمجھاتے رہے مگر وہ قوم نہ سمجھی نہ سنبھلی اور اپنی شہوت پرستی میں لگی رہی۔ حضرت لوطؑ جب بالکل مایوس ہو گئے تو انہوں نے بارگاہ الٰہی میں یہ درخواست پیش کر دی کہ اے اللہ! یہ لوگ فساد اور تباہی پر تلے بیٹھے ہیں اور میری کسی بات کو نہیں سنتے نہ میری اطاعت کرتے ہیں۔ اس قوم کا مزاج ہی ظالمانہ اور مفسدانہ بن کر رہ گیا ہے ان کا فیصلہ فرما دیجئے اور میری مدد فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمالیا اور اس قوم کو ان کی نافرمانیوں کی سزا دینے کا فیصلہ فرمالیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کچھ فرشتوں کو خوبصورت لڑکوں کی شکل میں بھیجا۔ یہ فرشتے سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کے پاس ایک بیٹے کی خوش خبری دینے کے لئے آئے علماء نے لکھا ہے کہ یہ حضرت اسحاقؑ اور ان کے بیٹے حضرت یعقوبؑ کی پیدائش کی خوش خبری تھی۔ جب یہ فرشتے حضرت ابراہیمؑ کے پاس پہنچے تو حضرت ابراہیمؑ نے اجنبی مہمان سمجھ کر ان کی خاطر تواضع فرمائی اور ایک

بھنا ہوا بچھڑا لا کر ان کے سامنے رکھ دیا مگر انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابراہیمؑ کچھ پریشان سے ہو گئے کیونکہ اس زمانہ میں کھانے سے انکار کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ یہ دوست نہیں بلکہ اس کا دشمن ہے اور اس کے ارادے صحیح نہیں ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی پریشانی کو دیکھ کر ان فرشتوں نے کہا کہ دراصل ہم اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں جو آپ کو اولاد کی خوش خبری دینے اور قوم لوط کو برباد کرنے آئے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کو قوم لوط کی بربادی کی اس اطلاع سے سخت افسوس ہوا۔ افسردہ ہو کر فرمایا کہ وہاں تو لوطؑ بھی ہیں جو اللہ کے نبی اور سچے دین پر چلنے والے ہیں۔ فرشتوں نے کہا ہمیں معلوم ہے کہ وہاں کون کون ہیں لیکن اللہ کا یہ فیصلہ اس نافرمان قوم کے لئے ہے۔ حضرت لوطؑ اور (ان کی بیوی کے سوا) ان کے تمام گھر والوں کو بچا لیا جائے گا۔

یہ فرشتے جو خوبصورت لڑکوں کی شکل میں بھیجے گئے تھے وہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس سے حضرت لوطؑ کے پاس پہنچے اور کہا کہ ہم آپ کے ہاں مہمان کی حیثیت سے رہنا چاہتے ہیں۔ حضرت لوطؑ نے ان کو اپنے گھر ٹھہرا تو لیا مگر وہ اس بات سے فکر مند ہو گئے کہ اگر ان کی قوم کے لوگوں کو پتہ چل گیا کہ کچھ خوبصورت نوجوان میرے گھر آئے ہیں تو کہیں وہ بدکار لوگ کوئی ایسی بات نہ کر بیٹھیں جس سے ان کو شرمندگی ہو جائے کیونکہ آپ اپنی قوم کے مزاج سے اچھی طرح واقف تھے چنانچہ وہی ہوا جس کا خطرہ تھا۔ حضرت لوطؑ کی بیوی نے سب کو بتا دیا کہ ان کے گھر کچھ خوبصورت نوجوان لڑکے آئے ہوئے ہیں۔ پوری قوم کے لوگ دوڑ پڑے۔ حضرت لوطؑ اس صورتحال سے گھبرا گئے کیونکہ ان بدکرداروں کا مطالبہ تھا کہ ان نوجوانوں کو ان کے حوالے کر دیا جائے۔ حضرت لوطؑ کی پریشانی کو دیکھ کر فرشتوں نے اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ آپ مت گھبرایئے۔ ہم اللہ کی طرف سے بھیجے گئے فرشتے ہیں۔ یہ ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ اللہ نے اس بدکردار قوم کو تباہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ آپ صبح ہوتے ہی اپنی بیوی کے سوا سب گھر والوں کو لے کر اس شہر سے نکل جایئے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھئے۔ چنانچہ حضرت لوطؑ اپنے گھر والوں کے ساتھ رات کے آخری حصہ میں روانہ ہو گئے اور ان کی بیوی وہیں رہ گئیں۔

حضرت لوطؑ کے جاتے ہی صبح کو ایک زبردست چنگھاڑ سنائی دی جس سے سننے والوں کے دلوں کی دھڑکنیں بند ہو گئیں پھر ان پر زبردست پتھروں کی بارش کر دی گئی اور اس پوری آبادی کو اوپر اٹھا کر نیچے کی طرف الٹ دیا گیا۔ ان بستیوں پر سمندر کا پانی چڑھ دوڑا اور اس طرح نہ صرف سدوم اور عامورہ کی بستیاں تباہ و برباد کر دی گئیں اور ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا بلکہ ان بستیوں پر سمندر کا پانی چڑھ آنے سے پوری آبادی ڈوب گئی اور ان کی جگہ ایک ایسا سمندر بن گیا جس میں آج تک کوئی جانور بھی زندہ نہیں رہتا اسی لئے اس کو بحیرہ مردار کہتے ہیں۔ تباہی اور زلزلے کے اثرات سے یہ علاقہ سطح سمندر سے چار سو میٹر نیچے چلا گیا ہے۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے نافرمانوں کو سزا دے کر عقل و بصیرت رکھنے والوں کے لئے اس جگہ کو نشان عبرت و نصیحت بنا دیا ہے۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ
ارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾
فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ
جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫
وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ
وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾ ۙ وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۫ وَلَقَدْ
جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا
سٰبِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ ۚ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ
حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا
بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ
وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۶ تا ۴۰

اور مدین والوں کے پاس ان کے بھائی شعیبؑ کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا۔ پھر انہوں نے کہا اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت و بندگی کرو۔ اور قیامت کے دن سے ڈرو۔ اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔ پھر انہوں نے (شعیبؑ کو) جھٹلایا تو انہیں ایک زلزلے نے آ پکڑا کہ وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ اور ہم نے عاد و ثمود کو بھی (اسی طرح) ہلاک کیا۔ اور ان کا ہلاک ہونا ان کے گھروں سے ظاہر ہے۔ اور شیطان نے ان کے کاموں کو ان کی نظر میں خوبصورت بنا کر رکھ دیا تھا اور ان کو سچائی کے راستے سے روک دیا تھا۔ ویسے تو وہ لوگ نہایت ہوشیار تھے۔

اور قارون، فرعون اور ہامان کو (بھی ہلاک کیا) جب موسیٰ ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے زمین میں تکبر و سرکشی اختیار کی اور وہ (ہم سے) جیت جانے والے نہ تھے۔ پھر ہم نے (ان میں سے) ہر ایک کو اس کے گناہ کی سزا دی۔ پس کوئی تو ان میں سے وہ تھے جن پر ہم نے تیز آندھی کا طوفان بھیجا۔ ان میں سے بعضوں کو ہیبت ناک آواز نے آدبایا۔ اور بعض وہ تھے جن کو زمین میں دھنسا دیا۔ اور بعض وہ تھے جن کو ہم نے غرق کر دیا۔ اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا تھا بلکہ وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرنے والے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۶ تا ۴۰

لَا تَعْثَوْا	تم نہ پھرو
اَلرَّجْفَةُ	زلزلہ۔ بھونچال
جٰثِمِيْنَ	اوندھے پڑے ہوئے
مُسْتَبْصِرِيْنَ	سمجھ رکھنے والے
سٰبِقِيْنَ	آگے نکلنے والے
حَاصِباً	پتھروں کی بارش
اَلصَّيْحَةُ	چنگھاڑ۔ تیز آواز

تشریح: آیت نمبر ۳۶ تا ۴۰

حضرت شعیبؑ، حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ کی زندگی اور دین اسلام کی سربلندی کے لئے ان کی کوششوں اور جدوجہد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرمائی اور وہ نافرمان جن کو اپنی حکومت و سلطنت، مال و دولت اور بلند و بالا عمارتوں پر بڑا ناز تھا جب ان کی نافرمانیاں حد سے گذر گئیں تو دنیا کی یہ تمام طاقتیں اور قوتیں ان کو عذاب الٰہی سے نہ بچا سکیں۔

حضرت شعیبؑ کو قوم مدین کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا گیا تھا جو تجارتی بددیانتیوں، مظلوموں پر ظلم وستم اور خیر وشر کے ہر فرق کو بھول کر اپنی بداعمالیوں، نافرمانیوں اور بدمستیوں میں مگن تھے۔ جب حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ وہ ایک اللہ کی عبادت و بندگی کو چھوڑ کر لکڑی، مٹی اور پتھر کے بتوں کے سامنے اپنی محترم پیشانی کو نہ جھکائیں کیونکہ انسان ان سے کتنی ہی امیدیں وابستہ کر لے یہ دنیا اور آخرت میں ان کے کام نہ آئیں گے بلکہ آخرت میں ان کے یہ بت اور من گھڑت معبودان سے نفرت کا اظہار کریں گے اور کہہ دیں گے کہ ہم نے ان کو اپنی عبادت و بندگی پر مجبور نہیں کیا تھا بلکہ یہ خود ہی ہمیں اپنا معبود بنائے ہوئے تھے۔ اس وقت اللہ کا عذاب ان کے سامنے ہوگا اور ہر باطل سہارا ٹوٹ چکا ہوگا اس وقت ان کی حسرتوں کا کیا حال ہوگا؟ لہٰذا وہ آخرت کی فکر کریں جہاں کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ اللہ کی زمین کو اپنی بداعمالیوں کے فساد سے تباہ نہ کریں کیونکہ اللہ کو فساد کرنے والے سخت ناپسند ہیں۔ اس قوم کا سب سے بڑا فساد یہ تھا کہ وہ معاملات کے لین دین میں شدید بددیانتی کیا کرتے تھے۔ کم تولنا، کم ماپنا، بے ایمانی، دھوکے بازی، چوری، ڈاکہ اور دوسروں پر ظلم وزیادتی ان کا مزاج بن چکا تھا۔ وہ نادان اور جاہل نہیں تھے بلکہ نہایت سمجھ دار اور عقل مند لوگ تھے مال و دولت کمانے اور بلند و بالا اور خوبصورت بلڈنگیں بنانے کے فن سے خوب واقف تھے مگر ان کی بدقسمتی یہ تھی کہ جن لوگوں نے مال و دولت کمانے اور معیار زندگی کے بلند کرنے کے راز معلوم کر لئے تھے، دنیا اور آخرت کی زندگی کو بہتر بنانے کے بھید کو معلوم نہ کر سکے۔ لیکن حضرت شعیبؑ اپنی قوم کے لوگوں کو ہر طرح کی نافرمانیوں سے بچنے کی تلقین کرتے رہے اور اپنے عظیم خطبات سے لوگوں کے دلوں کو گرماتے رہے مگر حضرت شعیبؑ کی قوم نے کہا کہ اے شعیب ہمیں تو تمہاری عظیم صلاحیتوں سے بڑی امیدیں تھیں مگر تم نے ہمارے ہی معبودوں اور رسم ورواج کو برا کہنا شروع کر دیا۔ ہم تمہاری کسی بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ جب اس قوم کی نافرمانیاں اور حضرت شعیبؑ کی لائی ہوئی تعلیمات کو جھٹلانے کی انتہاء ہوگئی تب اللہ نے ان پر اپنا عذاب نازل کیا وہ لوگ رات کو سوئے تو زبردست طوفان سے ان کے دلوں کی دھڑکنیں بند ہوگئیں اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ ان کے خوبصورت اور بلند و بالا مکانات اور ان کے مال و دولت ان کو اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے۔ اللہ نے حضرت شعیبؑ اور ان کی بات مان کر ایمان کا راستہ اختیار کرنے والوں کو نجات عطا فرمادی۔

قوم عاد اور قوم ثمود کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ دونوں قومیں جو دنیاوی ترقیات میں بہت آگے تھیں ان کو بھی ان کی نافرمانیوں نے تباہی کے کنارے پہنچا کر چھوڑا۔ احقاف، یمن اور حضر موت تک یہ قوم عاد کی آبادی تھی اور رابغ سے عقبہ تک، اور مدینہ منورہ، خیبر، تیما اور تبوک تک کا علاقہ ایک آباد اور ترقی یافتہ علاقہ تھا جس کے کھنڈرات اور ٹوٹی پھوٹی بستیوں کے آثار اور نشانات مکہ والوں کے سامنے تھے جو ان راستوں سے گذرتے ہوئے ان بستیوں کو دیکھتے تھے جو آج عبرت ونصیحت کا نمونہ ہیں۔ فرمایا کہ یہ لوگ وہ تھے جن کے برے اعمال کو شیطان نے ان کی نظروں میں بہت زیادہ قیمتی اور خوبصورت بنا کر پیش کیا ہوا تھا۔ یہ

نہایت عقل منداور سمجھ دار قومیں تھیں مگر دین کے بارے میں نہایت جاہلانہ طرز اختیار کئے ہوئے تھے۔ ان کے مال و دولت نے ان کو سچائی سے روکا ہوا تھا۔ جب حضرت ہودؑ نے قوم عاد کو اور حضرت صالحؑ نے قوم ثمود کو ان کے برے اعمال کے برے نتائج سے ڈرایا اور آگاہ کیا تو ان کی قوموں نے ان کا مذاق اڑایا۔ ان کی لائی ہوئی تعلیمات کا انکار کیا اور وہ مسلسل اپنی نافرمانیوں پر ضد اور ہٹ دھرمی کے ساتھ جمے رہے تب ان ترقی یافتہ قوموں پر اللہ کا شدید ترین عذاب آ گیا۔

قوم عاد پر مسلسل سات رات اور آٹھ دن تک شدید ترین طوفانی ہواؤں نے ان کی پوری تہذیب اور ترقی کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ قوم ثمود جو اس زمانہ میں بیس بیس منزلہ بلڈنگیں تعمیر کیا کرتے تھے اور دولت کی ریل پیل تھی ان کو بھی زبردست چنگھاڑ نے تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے وزیر ہامان کا ذکر فرمایا۔ وہ فرعون جس نے اللہ کو بھلا کر اپنے ''الہ'' ہونے کا اعلان کر دیا تھا اور اس کو اپنی مضبوط سلطنت اور فوج پر بڑا ناز تھا۔ اللہ نے اس کو سمندر میں غرق کر دیا۔ قارون جس کے خزانوں کا یہ حال تھا کہ اس کے خزانوں کی چابیاں ہی اتنی زیادہ تھیں کہ ان کو ایک مضبوط اور طاقت ور جماعت بھی نہ اٹھا سکتی تھی۔ جب اس نے غرور و تکبر کی انتہا کر دی تو اللہ نے اس کو، اس کے ساتھیوں کو اور اس کے زبردست خزانوں کو زمین میں دھنسا دیا اور کسی نے اس کی مدد نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کا جب فیصلہ آ جاتا ہے تو پھر اس کی طاقت و قوت کے سامنے کسی کی طاقت و قوت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اس نے کسی قوم کو تیز آندھی سے، کسی کو ہیبت ناک آواز سے تہس نہس کر دیا کسی کو زمین میں دھنسا دیا اور کسی کو پانی کے طوفان میں غرق کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگوں کے برے اعمال ہیں جو ان کو تباہی کے کنارے پہنچا دیتے ہیں۔ ہم کسی فرد اور قوم پر ظلم و زیادتی نہیں کرتے۔ کیونکہ اللہ نے اسی کائنات میں قوانین مقرر کئے ہوئے ہیں جو بھی ان کو مانتا ہے اور ان کے مطابق چلتا ہے وہ کامیاب ہوتا ہے لیکن جو بھی اس کے بنائے ہوئے قوانین سے ٹکراتا ہے اس کو اللہ کی طرف سے مقرر کی ہوئی سزا مل کر رہتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کا نافرمان اور مجرم خود ہی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے کیونکہ وہ قوانین الٰہی کو توڑتا ہے اور جان بوجھ کر قانون شکنی کرتا ہے تو اس کو سزا دی جاتی ہے۔ اللہ کسی پر ظلم و زیادتی نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے بندوں کو سنبھلنے، سوچنے اور صحیح راستے پر چلنے کا زیادہ سے زیادہ وقت دیتا ہے۔ جب کوئی اپنی انتہاؤں سے گذر جاتا ہے تو پھر اللہ اس کے لئے اپنے قوانین کے مطابق فیصلہ فرماتا ہے جس کے لئے کائنات کی ساری قوتیں مل کر بھی کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کر سکتیں۔

ان آیات میں اہل ایمان کو تسلی دی گئی ہے اور مکہ کے کفار کو آگاہ کیا گیا ہے کہ ان کے پاس کافی مہلت موجود ہے اگر وہ فائدہ اٹھا کر نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آئے تو ان کا انجام بہتر ہوگا ورنہ ان کا انجام بھی گذشتہ قوموں سے مختلف نہیں ہوگا۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَ
اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤١﴾
اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَهُوَ
الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٤٢﴾ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا
يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿٤٣﴾ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٤﴾

وقف لازم
ع ١٦

ترجمہ: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۴

جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود بنا رکھا ہے ان کی مثال مکڑی کی جیسی ہے۔ جس نے ایک گھر بنایا۔ اور بلاشبہ گھروں میں سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہوتا ہے۔ کاش وہ جانتے ہوتے۔

اور بے شک اللہ ان کو (اچھی طرح) جانتا ہے جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود بنا رکھا ہے۔ وہ زبردست حکمت والا ہے۔ یہ وہ مثالیں ہیں جنہیں ہم ان لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں جن کو اہل علم ہی جان سکتے ہیں۔ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔ بے شک اس میں یقین رکھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۱ تا ۴۴

اَلْعَنْكَبُوْتُ	مکڑی
اِتَّخَذَتْ	بنایا
اَوْهَنَ	سب سے کمزور۔ کمزور ترین
خَلَقَ	اس نے پیدا کیا

تشریح: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۴

ابتدائے کائنات سے نبی کریم ﷺ تک جتنے بھی بے شمار انبیاء کرامؑ تشریف لائے انہوں نے عقیدہ کی گندگیوں میں ملوث لوگوں کی اصلاح کے لئے بتایا کہ اللہ ہی ساری کائنات کا پیدا کرنے والا، سب کو رزق دینے والا اور سب کی حاجتیں پوری کرنے والا ہے وہ صرف ایک اللہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہی ہر ایک کا محافظ و نگران، نفع اور نقصان کا مالک اور ہر ایک کی ضروریات کو پورا کرنے والا ہے وہ اگر کسی پر اپنی رحمتوں کو نازل کرتا ہے تو کوئی اسے روکنے والا نہیں ہے اور اگر نہ دینا چاہے تو ساری دنیا مل کر بھی اس کو دلوا نہیں سکتی۔ ایسا مضبوط اور پائے دار عقیدہ رکھنے والے صرف اسی ایک اللہ کی عبادت و بندگی کر کے دنیا اور آخرت کی کامیابیاں حاصل کرتے ہیں اور کسی خیر اور فلاح سے محروم نہیں رہتے۔ لیکن وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں اور اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت و بندگی کرتے ہیں وہ درحقیقت مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور اور ناپائیدار چیز پر اعتماد اور بھروسہ کئے ہوئے ہیں جو دنیا اور آخرت میں کسی کام نہ آسکے گا۔ کیونکہ مکڑی جو ایک خوبصورت گھر بناتی ہے وہ مکھی اور بھنگے جیسے کیڑوں کو پکڑ کر اپنے جال میں تو پھنسا لیتی ہے لیکن وہ گھر اس قدر کمزور ہوتا ہے کہ اگر ایک بچہ بھی اس کو پھونک مار دے یا ہاتھ لگا دے تو پورا جالا ٹوٹ کر اس کے ہاتھ میں آجاتا ہے۔ یہ گھر نہ اپنی حفاظت کر سکتا ہے اور نہ دوسروں کی۔ اسی طرح جو لوگ غیر اللہ کی عبادت و پرستش کرتے ہیں وہ اس سے بھی کمزور عقیدہ اور ذہن پر چل رہے ہیں۔ اس کے برخلاف اللہ پر اعتماد اور یقین و ایمان ایک ایسی قوت و طاقت کا نام ہے کہ جب وہ کسی کے دل میں جم جاتا ہے تو پھر ساری دنیا کی طاقتیں اور ان کا ظلم و ستم بھی اس خیال اور جذبہ کو اس کے دل سے کھرچ کر نہیں نکال سکتیں۔ انبیاء کرامؑ، ان کی امتوں اور نافرمان قوموں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

جن لوگوں نے اللہ کی عبادت و بندگی کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں کو اپنا سب کچھ بنا رکھا ہے ان کی مثال اس مکڑی جیسی ہے جس نے ایک گھر بنایا لیکن اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ تمام گھروں میں سب سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہوا کرتا ہے۔ کاش وہ لوگ اس حقیقت پر کبھی غور و فکر کرتے۔

فرمایا کہ اللہ ان سب لوگوں کو اچھی طرح جانتا ہے جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ وہ اللہ زبردست حکمت رکھنے والا ہے۔ فرمایا کہ یہ مثالیں جنہیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں ان پر وہی غور و فکر کر سکتے ہیں اور اس کو پوری طرح جان سکتے ہیں جو علم رکھنے والے ہیں۔ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔ اسی پر یقین رکھنے والوں کے لئے ان میں عبرت و نصیحت کے بے شمار پہلو موجود ہیں۔

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۵ تا ۴۷

(اے نبی ﷺ) جو کتاب آپ کی طرف اتاری گئی ہے اس کی تلاوت کیجئے اور نماز قائم کیجئے بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ اور اللہ کا ذکر سب سے بڑھ کر ہے۔ اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ اور تم اہل کتاب کے ساتھ نہایت شائستہ طریقہ پر بحث و مباحثہ کرنا۔ ہاں جو ان میں سے ظالم ہیں (ان کی بات دوسری ہے) اور کہو کہ ہم اس پر ایمان لے آئے جو ہماری طرف اتارا گیا ہے اور جو تمہارے اوپر اتارا گیا ہے اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ اور ہم اسی کی اطاعت کرنے والے ہیں۔

اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف کتاب کو نازل کیا ہے۔ پھر وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو مانتے ہیں اور ان (مکہ والے) لوگوں میں بھی وہ ہیں جو اس کو مانتے ہیں۔ اور ہماری آیتوں کا انکار تو صرف نافرمان لوگ ہی کرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر۴۵تا۴۷

اُتْلُ	پڑھ۔تلاوت کر
اُوْحِیَ	وحی کی گئی
اَقِمْ	قائم کر
تَنْھٰی	روکتا ہے
لَا تُجَادِلُوْا	تم نہ جھگڑو
مَا یَجْحَدُ	وہ انکار نہیں کرتا

تشریح: آیت نمبر۴۵تا۴۷

نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے درحقیقت آپ کی پوری امت کو یہ بتایا جارہا ہے کہ دین اسلام کی تبلیغ واشاعت میں ہمت وجرات سے آگے بڑھتے رہنا اور حالات کے ناموافق ہونے کے باوجود مایوس نہ ہونا سنت انبیاء ہے۔ کیونکہ آپ سے پہلے جتنے بھی انبیاء کرام گذرے ہیں ان کی امتوں نے اللہ کی نافرمانیوں کی انتہا کردی تھی وہ ان کا مذاق اڑاتے، پھبتیاں کستے اور طرح طرح سے ستاتے تھے مگر انبیاء کرام اور ان پر ایمان لانے والوں نے مخالفین کی ایذاؤں پر صبر وتحمل سے کام لیا۔ جب انکار کرنے والے حد سے گذر گئے تو اللہ نے ان پر ایسے ایسے عذاب بھیجے جس سے وہ صفحہ ہستی سے مٹادیئے گئے۔

ان آیات میں نبی کریم ﷺ کے واسطے سے پوری امت سے فرمایا گیا ہے کہ وہ تلاوت کلام اللہ، نماز اور اللہ کے ذکر سے اپنے دلوں کو روشن ومنور کرتے جائیں اور اگر راہ حق میں اہل کتاب کی طرف سے خاص طور پر کچھ ایسی باتیں سامنے آئیں جو تمہیں ناگوار گذریں تو ان سے الجھنے کے بجائے احسن طریقے سے جواب دے دیا جائے یعنی اگر کوئی سخت بات کہی گئی ہو تو اس کا جواب نرم لہجے اور تہذیب وشائستگی سے دیا جائے غصہ اور انتقامی جذبات کا جواب صبر وتحمل سے اور جاہلانہ باتوں کا جواب وقار اور سنجیدگی سے دیا جائے تاکہ راہ سے بھٹکے ہوئے لوگ بات اور گفتگو میں اجنبیت کے بجائے اپنائیت محسوس کریں۔ البتہ نرمی اور شرافت میں

اعتدال کی روش اختیار کی جائے تا کہ وہ لوگ جن کا کام زیادتی ہی کرنا ہے وہ نرمی اور شرافت کو اہل ایمان کی کمزوری نہ سمجھ لیں۔ ہر ایک کو سمجھا دیا جائے کہ آؤ ہم سب مل کر ان سب کتابوں پر ایمان لے آئیں جو پہلے سے نازل کی جا چکی ہیں اور جو کچھ نبی کریم ﷺ پر نازل کیا گیا ہے اس پر بھی ایمان لائیں۔ کیونکہ تمہارا اور ہمارا پروردگار ایک ہی ہے ہمیں صرف اسی کا فرماں بردار ہونا چاہیے۔ فرمایا کہ جن لوگوں کو پہلے سے تاب دی گئی ہے وہ ضرور ایمان لے آئیں گے لیکن جن لوگوں کو انکار کرنا ہے وہ کسی بات کو تسلیم نہ کریں گے۔ ان تمام باتوں کو ان آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہے اے نبی ﷺ! آپ کی طرف کتاب میں سے جو کچھ وحی کی جائے اس کی تلاوت کیجیے۔ تلاوت قرآن کریم سے مراد ان آیات کو پڑھ کر سنانا اور سمجھانا ہے اور وحی کی تبلیغ بھی ہے یعنی قرآن کریم کا پڑھنا، پڑھانا، سمجھنا اور سمجھانا اس کے احکامات پر پوری طرح عمل کرنا ضروری ہے تا کہ یہ آیات ہر مومن کے دل کا نور بن جائیں۔

دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ اے نبی ﷺ! نماز کو قائم کیجیے۔ نماز کیا ہے؟ نماز سب سے اہم عبادت ہے، پانچوں نمازوں کو ان کے وقت کے اندر ادا کیا جائے کیونکہ مسجدوں میں پانچ وقت کی نمازوں سے یہ تصور ہمیشہ زندہ رہتا ہے کہ نماز پڑھنے والا اللہ کا بندہ ہے۔ اس کے بتائے ہوئے احکامات کا پابند ہے۔ وہ جو بھی عمل کرر ہا ہے اس کو پوری برح علم صرف اللہ کو ہے۔ اللہ اور اس کے بندے کے درمیان کوئی دوسرا نہیں ہے۔ وہ اس اللہ کی عبادت و بندگی کرر ہا ہے جو دلوں اور نیتوں کے تمام احوال سے اچھی طرح واقف ہے۔ جس بات کو ساری دنیا سے چھپایا جاسکتا ہے اس کو اپنے اللہ سے نہیں چھپایا جاسکتا۔ نمازوں سے اس کا یہ خیال بھی پختہ ہوتا جاتا ہے کہ اس کو ایک دن اسی طرح اللہ کی بارگا میں حاضر ہو کر زندگی کے ہر لمحے کا حساب دینا ہے۔ نماز ایک ایسی کیفیت کا نام ہے جو انسان کو اس کی ذمہ داریوں کا احساس دلا کر اس میں تواضع اور انکساری پیدا کرتی ہے۔ نماز سے انسان ہر برح کے فحش اور منکرات سے محفوظ ہوتا چلا جاتا ہے۔

﴿فحشا﴾ ہر وہ کام یا بات جس کی برائی سے کوئی انکار نہیں کرتا اس میں یہ شرط نہیں کہ وہ آدمی مومن ہے یا کافر ایک انسان کی حیثیت سے وہ ان باتوں کو برا سمجھتا ہے جیسے زنا، بدکاری، قتل ناحق، چوری، ڈکیتی، جھوٹ، فریب، غیبت اور چغل خوری وغیرہ۔

﴿منکر﴾ ہر وہ کام اور بات جس کے ناجائز اور برا ہونے کا فیصلہ شریعت کے مطابق کیا گیا ہو۔ نماز فحشا اور منکر سے انسان کو محفوظ رکھتی ہے۔ درحقیقت ان دو لفظوں میں تمام ظاہری اور باطنی گمراہیوں اور بیماریوں کی تفصیل آجاتی ہے۔ یعنی یہ دو باتیں ساری دنیا میں فساد کی جڑ ہیں اور ہر نیک کام میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ اگر فحشا اور منکر ختم ہو جائیں تو دنیا بھر کے لوگوں کو امن و سکون نصیب ہو جائے۔ فرمایا کہ یہ سکون تلاوت قرآن اور اقامت صلوۃ سے نصیب ہوتا ہے۔

البتہ اگر ایک شخص تلاوت کلام اللہ اور اقامت صلوۃ کے فریضے کو بھی ادا کرتا ہے اور دنیا بھر کی خرافات میں بھی مبتلا رہتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ بری عادتیں اقامت صلوۃ کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص جو نمازوں کا پابند ہے اور زمین فساد بھی مچاتا ہے تو یہ کہا جائے گا کہ اس نے نمازی کی صورت تو بنالی ہے مگر وہ اپنے اندر اس روح کو پیدا نہ کر سکا جو نمازوں کے قائم کرنے کا مقصد تھا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ایسے نمازیوں کے متعلق ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے۔ حضرت عمران ابن حصینؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ "ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر" کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو اس کی نماز نے فحشا اور منکر سے نہ روکا اس کی نماز کچھ نہیں (ابن ابی حاتم)۔ اس حدیث رسول ﷺ سے معلوم ہوا کہ نماز کے منع کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ہر طرح کے گناہوں سے بچتا رہے کیونکہ نماز کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کے پڑھنے والوں کو گناہوں سے بچنے کی توفیق مل ہی جاتی ہے۔ اور جس کو یہ توفیق نصیب نہ ہو وہ اس بات کو سمجھ لے کہ اس کی نماز میں کوئی خاص کمی ہے اور اس نے اقامت صلوۃ کا صحیح حق ادا نہیں کیا۔

ان آیات میں تیسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ اللہ کا ذکر سب سے بڑھ کر ایک سچائی ہے۔ ذکر اللہ اور اللہ کی یاد یہ ہے کہ ایک مومن کو اللہ کی طرف سے جو حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل کی جائے اور جس چیز سے منع کیا گیا ہے اس سے رک جائے اللہ کو یاد بھی رکھا جائے اور اللہ کو یاد بھی کیا جائے کیونکہ ذکر اللہ بلاشبہ ایک اعلیٰ ترین عبادت ہے اللہ کی یاد سے انسان کو اس کی معرفت نصیب ہوتی ہے۔

چوتھی بات یہ فرمائی گئی ہے کہ اب ان کو اہل کتاب سے واسطہ پڑے گا۔ ہوسکتا ہے وہ کچھ ایسی باتیں کر گذریں جن سے اہل ایمان کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہو تو فرمایا کہ اگر وہ کوئی سخت انداز اختیار کریں تب بھی خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ جواب میں الفاظ اور لہجہ دونوں نرم ہوں۔ غصہ اور انتقام کی باتوں کا جواب تحمل اور برداشت سے دیا جائے۔ جاہلانہ باتوں کا جواب وقار اور سنجیدگی سے دیا جائے۔ اگر الفاظ اور گفتگو میں شائستگی اور نرمی اختیار کی جائے تو راہ سے بھٹکے ہوئے لوگوں کی اصلاح آسان ہو جاتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دین اسلام اپنے ماننے والوں سے تہذیب و شائستگی، شرافت و معقولیت، حلم و تحمل اور وقار و سنجیدگی کی توقع رکھتا ہے البتہ جو لوگ ظلم و زیادتی کرتے ہیں ان کے ساتھ ظلم کی نوعیت کے لحاظ سے مختلف رویہ اختیار کیا جاسکتا ہے تاکہ دشمنان اسلام اہل ایمان کی نرم مزاجی کو ان کی کمزوری نہ سمجھ بیٹھیں۔

اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب اور کفار سے بحث و مباحثہ کے وقت بہترین رویہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ وہ لوگ جو مسلمانوں کے دشمن بنے ہوئے ہیں ان کے اخلاق کریمانہ سے وہ دین اسلام کے قریب آجائیں۔ ارشاد ہے

اپنے رب کے راستے کی طرف بہترین نصیحت کے ساتھ دعوت دو اور لوگوں سے مجادلہ (بحث و مباحثہ) کرو تو اس میں احسن طریقہ اختیار کرو۔ (النحل آیت نمبر ۱۲۵)

فرمایا۔ بھلائی اور برائی یکساں نہیں ہیں (دین اسلام کا دفاع اس طرح کرو) جو بہترین طریقہ ہو تم دیکھو گے کہ وہی شخص جو دشمن تھا وہ ایک گہرا اور گرم جوش دوست بن جائے گا (حم السجدہ۔ آیت نمبر ۳۴)

فرمایا گیا کہ (لوگو!) تم معافی اور درگذر کی روش اختیار کرو۔ بھلائی کی تلقین کرو۔ اور جاہلوں کے منہ نہ لگو۔ اگر شیطان تمہیں (غلط) جواب دینے پر اکسائے تو اللہ کی پناہ مانگتے رہو۔ (الاعراف۔ آیت نمبر ۱۹۹)

آخر میں فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ہم نے یہ کتاب (قرآن مجید) آپ پر نازل کی ہے۔ جن لوگوں میں (اہل کتاب میں سے خاص طور پر) ایمان لانے کی صلاحیت ہے وہ ضرور ایمان لائیں گے۔ (اور یہ مکہ والے بھی) اس پر یقین رکھتے ہیں (لیکن زبان سے اقرار نہیں کرتے) بہر حال وہ لوگ جو کافر ہیں وہی اس سچائی کا انکار کر سکتے ہیں۔ جن لوگوں کے دلوں میں ذرہ برابر بھی ایمان کا جذبہ ہے وہ قرآن کریم جیسی سچائی کا انکار نہیں کر سکتے۔

وَمَا كُنتَ تَتْلُوا مِن قَبْلِهِ مِن كِتَٰبٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ ﴿٤٨﴾ بَلْ هُوَ ءَايَٰتٌ بَيِّنَٰتٌ فِى صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِـَٔايَٰتِنَا إِلَّا الظَّٰلِمُونَ ﴿٤٩﴾ وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ ءَايَٰتٌ مِّن رَّبِّهِۦ قُلْ إِنَّمَا الْءَايَٰتُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٥٠﴾ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَٰبَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٥١﴾ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ بَيْنِى وَبَيْنَكُمْ شَهِيدًا يَعْلَمُ مَا فِى السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ وَالَّذِينَ ءَامَنُوا بِالْبَٰطِلِ وَكَفَرُوا بِاللَّهِ أُولَٰٓئِكَ هُمُ الْخَٰسِرُونَ ﴿٥٢﴾ وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَوْلَا أَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ وَلَيَأْتِيَنَّهُم بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٥٣﴾ يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌۢ بِالْكَٰفِرِينَ ﴿٥٤﴾ يَوْمَ يَغْشَىٰهُمُ الْعَذَابُ مِن فَوْقِهِمْ وَمِن تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ وَيَقُولُ ذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٥٥﴾

ع ۵ ۷ ۱

ترجمہ: آیت نمبر ۴۸ تا ۵۵

(اے نبی ﷺ) اس کتاب سے پہلے آپ ﷺ نہ تو کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ اپنے داہنے ہاتھ سے اسے لکھتے تھے۔ ایسا ہوتا تو یہ باطل پرست کسی شبہ میں پڑ جاتے۔ بلکہ یہ واضح آیتیں ان لوگوں کے سینے میں (محفوظ) ہیں جنہیں علم دیا گیا ہے۔ اور ہماری آیتوں کا انکار وہی کرتے ہیں جو ظالم ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کے رب کی طرف سے اس پر نشانیاں (معجزات) کیوں نازل نہیں کی گئیں۔ آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ نشانیاں (معجزات) اللہ کے قبضہ (اختیار) میں ہیں۔ اور میں تو صاف صاف سنا دینے والا ہوں۔ کیا ان لوگوں کے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ان پر پڑھی جاتی ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے رحمت اور نصیحت ہے جو لوگ ایمان لاتے ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجیے کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی کے لئے اللہ کافی ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اس کو جانتا ہے۔ اور وہ لوگ جو باطل پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ کا انکار کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اور وہ آپ سے عذاب کی جلدی مچاتے ہیں۔ اور اگر عذاب کا ایک وقت مقرر نہ ہوتا تو ان پر کبھی کا عذاب آچکا ہوتا۔ اور یقیناً وہ عذاب ان پر ایسا اچانک آئے گا کہ ان کو (اس کی) خبر بھی نہ ہوگی۔

اور وہ آپ ﷺ سے عذاب کی جلدی مچاتے ہیں۔ حالانکہ یقیناً جہنم ان کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور جس دن ان کے اوپر اور ان کے پاؤں کے نیچے سے عذاب آئے گا تو اللہ فرمائیں گے کہ جو کچھ تم کرتے تھے اس کا مزہ چکھو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۸ تا ۵۵

لَا تَخُطُّ — نہیں لکھتا ہے

یَمِیْنٌ — داہنا ہاتھ

اِرْتَابَ — شک کیا

اَلْمُبْطِلُوْنَ	ناحق چلنے والے
لَمْ يَكْفِ	کافی نہیں ہے
يَسْتَعْجِلُوْنَ	وہ جلدی کرتے ہیں
مُسَمًّى	مقرر۔ متعین
بَغْتَةً	اچانک

تشریح: آیت نمبر ۴۸ تا ۵۵

اللہ تعالیٰ کا نظام یہ ہے کہ اس نے انسانوں کو پیدا کر کے ان کی رہنمائی کے اسباب بھی مہیا کئے ہیں چنانچہ ہر دور میں اللہ نے اپنے رسولوں کو بھیجا اور ان کو وہ کتاب ہدایت بھی دی جس میں دنیا میں زندگی گذار کر آخرت کی کامیابیاں حاصل کی جاسکتی ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو اس وقت توریت، زبور اور انجیل کتابیں موجود تھیں جس میں انسانی ہاتھوں نے اپنی دنیاوی مقاصد کے لئے بے شمار ان باتوں کو شامل کر لیا تھا جو اللہ نے نازل نہیں کی تھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اس کتاب (قرآن مجید) کو نازل فرمایا جو قیامت تک ساری انسانیت کی رہبری کرتی رہے گی۔ اہل کتاب میں سے جو بھی حق وانصاف پر قائم ہیں وہ ان آیات اور سچائیوں کی تصدیق کریں گے اور بغیر کسی رکاوٹ کے ایمان لے آئیں گے۔ لیکن وہ لوگ جو اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر اڑے ہوئے ہیں وہ صرف طرح طرح کے اعتراضات تو کریں گے مگر ہر سچائی سے آنکھیں بند کئے رہیں گے۔ اب اس سے بڑی سچائی کیا ہوگی کہ نبی کریم ﷺ جن کی زندگی کے چالیس سال ان اہل مکہ کے سامنے گذرے تھے جو اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ نے نہ کسی سے پڑھا، سیکھا اور نہ کبھی قلم ہاتھ میں لیا جس سے کچھ تحریر کیا جاتا ہے بلکہ آپ ''امی'' تھے۔ آپ کا امی ہونا ہی آپ کی زندگی کی سب سے بڑی سچائی ہے کیونکہ ایک چھوٹے سے معاشرہ میں عام طور پر ہر شخص ایک دوسرے کے حالات سے اچھی طرح واقف ہوا کرتا ہے۔ بے خبر نہیں ہوتا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ چالیس سال جو زندگی کا ایک اچھا خاصا طویل وقت ہوتا ہے اس میں نہ تو آپ نے ان باتوں کا اظہار کیا جن سے گذشتہ انبیاء کرام کے حالات زندگی اور مختلف مذہبوں کے عقیدے اور ان کا اچھا یا برا انجام سامنے آتا ہے۔ نہ قوموں کی تاریخ، ان کی تہذیب، تمدن، معاشرت، معیشت اور

اخلاق کا بیان کیا۔ اچانک یہ علوم کے دریا جاری ہو گئے جن کے حاصل ہونے کا ذریعہ محض وحی الٰہی ہے اور دوسرا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ اگر آپ پڑھے لکھے ہوتے، آپ کے پڑھانے والے استاد ہوتے تو وہ کہہ سکتے تھے کہ انہوں نے ہم سے پڑھا ہے اور آج یہ پیغمبر بن بیٹھے ہیں۔ اول تو سارے عرب میں چند لوگ ہی پڑھے لکھے تھے۔ پورے مکہ میں بڑی تعداد میں اہل کتاب بھی نہیں تھے جو ان کو سکھا دیتے۔ لہٰذا وحی الٰہی کے سوا کوئی دوسرا ویسا ذریعہ نہیں تھا جس سے یہ علوم حاصل ہوتے۔ ان ہی باتوں کو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں واضح فرمایا ہے۔ ارشاد ہے۔

اے نبی ﷺ! اس کتاب سے پہلے نہ تو آپ پڑھنا لکھنا جانتے تھے اور نہ اپنے داہنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے۔ ایسا ہوتا تو یہ جھوٹے لوگ آپ پر طرح طرح کے شبے کر سکتے تھے۔ فرمایا کہ اللہ کا یہ کلام ان کے دلوں میں موجود ہے جنہیں علم و بصیرت دیا گیا ہے وہ ہماری آیتوں کا انکار نہیں کر سکتے کیونکہ ہماری آیتوں کا انکار صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو ظالم اور بے انصاف لوگ ہیں۔ فرمایا کہ وہ کفار یہ کہتے ہیں اگر یہ نبی ہیں تو گذشتہ انبیاء کی طرح ان کو معجزات کیوں نہ دیئے گئے جن کو دیکھ کر ہم ایمان لے آتے؟ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ معجزات دکھانا یہ اللہ کے قبضہ قدرت اور اختیار میں ہے۔ معجزہ دکھانا میرا کام نہیں ہے میں تو برے کاموں کے برے انجام سے ڈرانے اور باخبر کرنے کے لئے آیا ہوں۔ فرمایا کہ کیا ان لوگوں کے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر ایک ایسی کتاب کو نازل کیا ہے جس کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں۔ یقیناً اہل ایمان ہی اس رحمت اور نصیحت سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

فرمایا کہ اگر یہ لوگ آپ کی بات کو نہیں مانتے تو ان سے کہہ دیجے کہ میرے اور تمہارے درمیان صرف اللہ کی گواہی کافی ہے۔ وہ اللہ جو زمین اور آسمانوں کی ہر بات کا پوری طرح علم رکھتا ہے۔ فرمایا کہ جو باطل پرست ہیں اور انکار کرنا ان کا مزاج بن گیا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو دنیا اور آخرت میں گھاٹے اور نقصان میں رہیں گے۔ فرمایا کہ نضر ابن حارث جیسے لوگ یہ کہتے ہیں کہ اے محمد ﷺ! اگر تم سچے ہو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دو اور وہ دردناک عذاب لے آؤ جس کی دھمکیاں سن سن کر ہمارے کان پک گئے ہیں۔ فرمایا کہ وہ لوگ جو عذاب کی جلدی مچائے ہوئے ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ اگر اللہ کے ہاں اس کا ایک وقت مقرر نہ ہوتا تو کبھی کا عذاب آچکا ہوتا۔ اور یقیناً وہ عذاب اس طرح اچانک آئے گا کہ ان کو اس کی خبر تک نہ ہوگی۔ فرمایا کہ وہ جس عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں کبھی انہوں نے اس بات پر غور کیا ہے کہ ان کے کرتوتوں کے سبب اللہ کا عذاب ان کو تیزی سے چاروں طرف سے گھیرتا چلا جا رہا ہے۔ جب ان کے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے عذاب آئے گا تو اس وقت وہ اپنے آپ کو بچا نہ سکیں گے۔ اور اللہ کے فرشتے اعلان کریں گے کہ تم جو کچھ کرتے تھے آج اس عذاب کا مزہ چکھو۔

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ۝٥٦ كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝٥٧ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝٥٨ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝٥٩ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَاۗبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ڰ اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ڮ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝٦٠

ترجمہ: آیت نمبر ۵۶ تا ۶۰

اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو بے شک میری زمین وسیع ہے۔ پس تم میری ہی عبادت و بندگی کرو۔ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ پھر تمہیں ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے ہم یقیناً ایسے لوگوں کو جنت کے ایسے بالا خانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان (نیک) کام کرنے والوں کا یہ بہترین صلہ ہے جنہوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اور بہت سے جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے۔ اللہ ان کو اور تمہیں رزق دیتا ہے۔ وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۶ تا ۶۰

اَرْضِيْ	میری زمین
وَاسِعَةٌ	وسیع۔ پھیلی ہوئی
ذَآئِقَةٌ	چکھنے والی

نُبَوِّءَ نَّ	ہم ضرور ٹھکانا دیں گے
غُرَ فٌ	کمرہ۔ بالا خانہ
نِعْمَ اَجْرٌ	بہترین بدلہ
کَاَیِّنْ	کتنے ہی۔ بہت سے
دَا بَّۃٌ	جانور۔ جان دار
لَا تَحْمِلُ	نہیں اٹھاتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۵۶ تا ۶۰

اللہ تعالیٰ کا یہ نظام ہے کہ ہزاروں لاکھوں انسان ہر روز پیدا ہوتے اور مرتے رہتے ہیں۔ انسان زندگی گذارنے کے لئے ایک گھر بنا کر اپنے بیوی، بچوں اور گھر والوں کے ساتھ رہتا بستا ہے۔ کنبہ، خاندان اور برادری کے تعلقات بنتے چلے جاتے ہیں۔ بچپن، جوانی اور بڑھاپے کی عمر گذار کر آخر کار موت کی آغوش میں جا کر سو جاتا ہے۔ رشتہ داریاں اور تعلقات اسی دنیا کی زندگی تک محدود ہوتے ہیں۔ موت کے ساتھ ہی تمام رشتے منقطع ہو جاتے ہیں۔ یہ موت وحیات کا سلسلہ ابتدائے کائنات سے جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ کوئی شخص اور اس کی بنائی ہوئی چیزیں ہمیشہ نہیں رہتیں۔ البتہ اس دنیا میں ہمیشہ کی زندگی صرف ان خوش نصیبوں کو ملتی ہے جو دین اسلام کی سربلندی اور اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے اپنی جان اللہ کے راستے میں قربان کر دیتے ہیں۔ اگرچہ وہ موت کے دروازے سے گذر کر آخرت میں پہنچتے ہیں۔ لیکن ان کی موت کو وہ عظمت حاصل ہوتی ہے جہاں ان کو ''مردہ'' تک کہنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ ان کو حیات برزخی حاصل ہوتی ہے جس میں ان کو اللہ کی طرف سے رزق دیا جاتا ہے اور وہ اسی میں مگن رہتے ہیں۔ اسی لئے ایک مومن موت سے نہیں ڈرتا بلکہ وہ اس ہمت و جرات کا پیکر ہوتا ہے جو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا سلیقہ جانتا ہے۔ بیوی، بچے، خاندان، ملک، وطن اور اپنی جان سے زیادہ اس کو اپنے ایمان کی سلامتی کی فکر رہتی ہے۔ وہ اپنے ایمانی تقاضوں کے سامنے دنیا کے ہر تقاضے کو قربان کرنے کو سعادت سمجھتا ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو ایمان، عمل صالح اور ایثار و قربانی کا پیکر ہوتے ہیں۔ اے میرے بندو! کہہ کر خطاب فرمایا ہے۔ ارشاد ہے کہ اے مومنو! دین اسلام اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانے کی وجہ سے تم پر زمین کو تمہارے لئے وسیع اور کشادہ کر دیا ہے۔ وہ دنیا میں

کسی بھی ایسی جگہ چلے جائیں جہاں ان کے دین اور ایمان کی حفاظت ہو سکتی ہو۔ فرمایا کہ اگر تم نے اپنے ایمان کی حفاظت کے مقابلے میں اپنے گھر بار، بیوی بچوں، مال و جائیداد اور ملک و وطن کو اہمیت دی اور اس دائرہ سے نکلنے کی جدو جہد نہ کی تو ایسے لوگ یاد رکھیں کہ موت کا مزہ ہر شخص کو چکھنا ہے۔ موت کے ساتھ ہی یہ تمام رشتے اور تعلق ختم ہو جائیں گے۔ لیکن اگر وہ ایمان اور عمل صالح کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو ان کو جنت کے اونچے اونچے مکانوں میں بسایا جائے گا۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور جو لوگ ایمان، عمل صالح، صبر اور اللہ پر توکل والے ہیں یہ جنتیں ان کا انعام ہوں گی۔ فرمایا کہ اللہ کے راستے میں ہجرت کرتے وقت جب ان کا سب کچھ ان سے چھوٹ جائے گا تو وہ اس کی فکر نہ کریں کہ ان کا اور ان کے بچوں کا گذر بسر کیسے ہوگا کیونکہ رزق دینے والا وہ اللہ ہے جس کے ہاتھ میں کائنات کے تمام وسائل اور ذرائع ہیں وہ ہر ایک کے رزق کا ذمہ دار ہے۔ ایک محسوس مثال سے سمجھایا ہے کہ ایسے لوگ ان چرند، پرند، درند اور کیڑے مکوڑوں کو دیکھیں کہ جب صبح کو وہ اٹھتے ہیں اور اپنے اپنے ٹھکانوں سے روانہ ہو کر رزق کی تلاش میں نکلتے ہیں تو وہ بھی شام کو پیٹ بھرے واپس لوٹتے ہیں۔ کیا وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں تکلیفیں اٹھا کر اپنا سب کچھ قربان کر کے اس کی راہوں میں نکلیں گے کیا وہ مہربان اللہ ان کو بھوکوں مار دے گا۔ اللہ جو سب کا رازق ہے وہ سب کا پیٹ بھرتا ہے اور کسی کو بھوکا نہیں سلاتا۔ وہ اللہ سب کی فریاد سنتا ہے اور ہر ایک کے معاملات سے اچھی طرح واقف ہے۔

ان آیات کے نازل ہونے کے بعد "صحابہ کرامؓ" جن کو مکہ مکرمہ میں طرح طرح کے ظلم و ستم کر کے ان پر مکہ کی سرزمین کو تنگ کر دیا گیا تھا، اپنے دین و ایمان کی حفاظت کے لئے حبش کی طرف ہجرت کرنا شروع کر دی تھی۔ جب نبی کریم ﷺ اللہ کے حکم سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرما گئے تو وہ صحابہ کرامؓ جو ملک حبش کی طرف ہجرت کر گئے تھے آہستہ آہستہ مدینہ منورہ میں جمع ہونا شروع ہو گئے۔ اور اس طرح وہ تمام اہل ایمان جنہوں نے اللہ کی رضا و خوشنودی اور رسول اللہ ﷺ کی محبت میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا ان کو مدینہ منورہ میں ٹھکانا مل گیا اور مدینہ منورہ میں ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست کی بنیاد پڑ گئی اور پھر وہی ریاست ایک ایسی عظیم سلطنت بن گئی جس کے سائے میں ساری دنیا نے امن و سکون اور محبت و اخوت کا درس سیکھا۔

یہ تو اللہ کو معلوم ہے کہ اس کی راہ میں ایثار و قربانی کرنے والے صحابہ کرامؓ کو جنت میں کتنے بلند مقامات اور عظمتیں عطا کی جائیں گی لیکن تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ ان اہل ایمان نے قرآن و سنت پر عمل کر کے اپنے حسن اخلاق سے ساری دنیا کے اندھیرے دور کر دیئے تھے۔ اور دنیا کو محبت، پیار، ایثار، قربانی اور امن و سلامتی کا جنتی نمونہ بنا دیا تھا۔

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٦٢﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۱ تا ۶۴

اور البتہ اگر آپ ان کافروں سے یہ پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور کس نے سورج اور چاند کو مسخر کیا تو وہ یقیناً یہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ (آپ پوچھئے) پھر یہ لوگ کہاں الٹے چلے جارہے ہیں۔

اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو تنگ (محدود) کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر ایک کے حال سے باخبر ہے۔

اور البتہ اگر آپ ﷺ ان سے پوچھیں کہ جب زمین خشک ہو جاتی ہے تو اسے کون زندہ کرتا ہے۔ وہ یقیناً کہیں گے ''اللہ''۔ آپ کہیے تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں بلکہ اکثر لوگ ان میں عقل سے کام نہیں لیتے۔ اور یہ دنیا کی زندگی سوائے کھیل کود کے کچھ بھی نہیں ہے۔ اور بے شک آخرت کا گھر ہی (اصل) زندگی ہے۔ کاش وہ جانتے ہوتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۱ تا ۶۴

سَاَلْتَ تونے پوچھا

سَخَّرَ اس نے تابع کر دیا۔ مسخر کر دیا

اَنّٰی کہاں؟

یُؤْفَکُوْنَ الٹے پھرے جاتے ہیں

لَھْوٌ کھیل۔ کود

لَعِبٌ کھیلنا کودنا۔ اچھلنا

اَلْحَیَوَانُ زندگی

تشریح: آیت نمبر ۶۱ تا ۶۴

قرآن کریم کے اولین مخاطب مکہ مکرمہ کے لوگ تھے جو اللہ کو اور بیت اللہ کو مانتے تھے مگر جب ان سے پوچھا جاتا تھا کہ تم ایک اللہ کی عبادت و بندگی چھوڑ کر ان تین سو ساٹھ بتوں سے امیدیں کیوں باندھتے ہو؟ اور ان سے کیوں مانگتے ہو؟ تو وہ کہتے تھے کہ ہم اللہ ہی کو مانتے ہیں لیکن یہ بت اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ اگر یہ ہماری سفارش نہ کریں تو اللہ بھی ہماری نہیں سنے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عقیدے کی نفی کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے پوچھئے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا۔ چاند اور سورج کو انسانوں کی خدمت کے لئے کس نے مسخر اور تابع کیا تو ان کا جواب یہی ہوگا کہ اللہ نے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان سے کہئے کہ پھر تم اللہ کے سوا کدھر پلٹ کر جا رہے ہو؟ کیا یہ پتھر کے بت تمہارے رازق ہیں یہ تمہیں رزق دیتے ہیں یا وہ اللہ جو جس کے لئے جتنا چاہے رزق میں کشادگی پیدا کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے اس کے رزق کو محدود کر دیتا ہے وہی تمہارا رازق ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ آپ ان سے پوچھئے کہ آسمان سے وہ پانی کون برساتا ہے جس سے مردہ زمین میں ایک نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے تو اس کا جواب بھی یہی دیں گے کہ اللہ ہی بلندی سے بارش برساتا ہے اور وہی ایک ایسی زمین کو

دوبارہ سرسبز وشاداب کر دیتا ہے جو بارش نہ ہونے سے خشک اور بنجر نظر آتی تھی۔ فرمایا کہ آپ کہہ دیجئے کہ یقیناً وہ ایک اللہ ہی ساری تعریفوں کا مستحق ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا، چاند اور سورج کو گردش عطا کی، بارش کو برسایا اور زمین سے طرح طرح کے نباتات کو اگایا۔ لیکن اکثر لوگ وہ ہیں جو عقل وفکر سے کام نہیں لیتے اور دنیا کی بے حقیقت زندگی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ وہ دنیا کی محبت، مشغولیت اور انہماک میں اس طرح لگے ہوئے ہیں کہ جیسے یہی سب کچھ ہو حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ دنیا کی زندگی محض دل کا بہلاوا اور کھیل کود سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اور اس کی لذتیں وقتی لذتیں ہیں جو ہمیشہ نہیں رہیں گی لیکن اصل آخرت کی زندگی ہے جہاں کی راحتیں بھی ہمیشہ کے لئے ہوں گی۔ کاش وہ اس حقیقت پر بھی غور وفکر کر لیتے۔

اگر غور کیا جائے تو آج ہم میں سے بھی بہت سے لوگ وہ ہیں جو کفار مکہ سے ملتے جلتے عقیدے اور ذہن وفکر رکھتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جب تک کسی بزرگ کا وسیلہ نہ لیا جائے تو اس وقت تک اللہ ہماری بات نہیں سنتا حالانکہ اللہ تو ہر انسان کے دل کی پکار کو بھی سنتا ہے اس کو جہاں اور جیسے پکارا جائے وہ اس کی پکار کو سن کر اس کی فریاد کو پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقیدے کی اس کمزوری سے محفوظ فرمائے۔ آمین

فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ﴿٦٥﴾ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوا ۖ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٦٦﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۚ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَكْفُرُونَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ ۚ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِلْكَافِرِينَ ﴿٦٨﴾ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٦٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۵ تا ۶۹

پھر جب وہ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو خالص اسی پر (اللہ پر) اعتقاد رکھتے ہوئے اللہ کو پکارتے ہیں۔ اور جب وہ انہیں خشکی پر (لے آتا ہے) اور نجات دے دیتا ہے تو وہ فوراً ہی شرک کرنے لگتے ہیں تاکہ جو احسان ہم نے ان پر کیا ہے اس کی ناشکری کریں اور مزے اڑاتے رہیں۔ پس بہت جلد ان کو سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم (مکہ مکرمہ) کو امن کی جگہ بنا دیا۔ حالانکہ ان کے آس پاس کے لوگ اچک لئے (لوٹ لئے) جاتے ہیں۔ کیا پھر یہ لوگ باطل پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جس نے اللہ پر جھوٹ گھڑا یا جب اس کے پاس حق آ گیا تو اس نے اسے جھٹلا دیا۔ کیا ایسے کافروں کا آخری ٹھکانا جہنم نہیں ہوگا۔ اور جو لوگ ہمارے راستے میں جدوجہد کرتے ہیں تو ہم ضرور ان کو اپنی راہیں دکھا دیں گے۔ اور بے شک اللہ ایسے نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۵ تا ۶۹

رَكِبُوْا	وہ سوار ہوئے
اَلْفُلْكُ	کشتی۔ جہاز
مُخْلِصِيْنَ	خالص کرنے والے
اَلْبَرُّ	خشکی
حَرَمٌ	حرم۔ قابل احترام
يُتَخَطَّفُ	وہ اچک لے گا
نَهْدِيَنَّ	ہم ضرور ہدایت دیں گے
اَلْمُحْسِنِيْنَ	نیک کام کرنے والے۔ نیکوکار

تشریح: آیت نمبر ۶۵ تا ۶۹

اللہ نے کفر و شرک کرنے والوں سے سوال کیا ہے کہ جب تم کسی جہاز یا کشتی پر سوار ہوتے ہو اور تمہاری کشتی کسی طوفان میں پھنس جاتی ہے جہاں سے زندہ نکلنا دشوار اور مشکل نظر آتا ہے تو اس وقت تم کس سے گڑ گڑا کر اپنی زندگی کی بھیک مانگتے ہو؟ فرمایا اس وقت صرف ایک اللہ کی ذات کو پکارا جاتا ہے لیکن جب تم اس طوفان سے نجات پالیتے ہو اور خشکی پر آجاتے ہو تو فوراً ہی اللہ کے ساتھ دوسرے معبودوں کو پکارنے لگتے ہو اور شرک میں مبتلا ہو جاتے ہو۔ اور اس طرح احسان ماننے کے بجائے ناشکری کا راستہ اختیار کرتے ہو۔ فرمایا کہ وہ جن بدمستیوں میں لگے ہوئے ہیں ان کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ شرک کر کے کتنا بڑا ظلم اور زیادتی کی ہے۔

فرمایا کہ یہ لوگ اس بات پر اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے کہ اس اللہ نے اپنے گھر کی بدولت تمام مکہ کے لوگوں کو امن وامان اور سلامتی کے ساتھ یہ عزت عطا فرمائی ہے کہ وہ اللہ کے گھر والے کہلائے جاتے ہیں یعنی اس دور میں جب کہ ہر طرف قتل و غارت گری عام ہے، کسی کی جان اور مال اور آبرو محفوظ نہیں ہے لیکن چونکہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مکہ والے اللہ کے گھر کے محافظ و نگران ہیں تو ان پر کوئی ہاتھ نہیں ڈالتا حالانکہ آس پاس کی بستیوں کے لوگ محفوظ نہیں ہیں ان پر آئے دن چڑھائی ہوتی رہتی ہے۔ اس اتنی بڑی نعمت پر تو انہیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے تھا کیونکہ اس گھر کو اور اس کے نگرانوں کو اللہ ہی نے عزت عطا فرمائی ہے۔ یہ بڑی زیادتی کی بات ہے کہ وہ سامنے کی ایک حقیقت کو اس طرح جھٹلا رہے ہیں۔ جب ان کے پاس نبی کریم ﷺ حق اور سچائی کا پیغام لے کر آگئے ہیں تو انہیں اس پیغام حق کو قبول کر کے سب سے آگے بڑھنا چاہیے کیونکہ اگر وہ اللہ کا دین قبول کر کے اس کے لئے جدوجہد کریں گے اور ہر طرح کی مشقتیں اٹھائیں گے تو اللہ ان کا ساتھ دے گا اور وہ ان کو سربلندی عطا فرمادے گا۔ جدوجہد وہ کریں گے اور ہر خیر و بھلائی کا راستہ ان کو ہم دکھائیں گے کیونکہ اللہ ان کے ساتھ ہے جو اس کے دین کی سربلندی کی ہر ممکن جدوجہد کرتے ہیں۔ یہی اس کی نعمت کا سب سے بڑھ کر شکر ادا کرتے ہیں اور اللہ کے ہاں اس کی قدر کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین اسلام کی سربلندی کے لئے ہر طرح کا مجاہدہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

الحمد للہ ان آیات پر سورۃ العنکبوت کی آیات کا ترجمہ وتشریح تکمیل تک پہنچی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۱

اتل مآاوحی

سورۃ نمبر ۳۰

الرُّوْم

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الروم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ نمبر	30
کل رکوع	6
آیات	60
الفاظ وکلمات	827
حروف	4410
مقام نزول	مکہ مکرمہ

سورۂ روم ہجرت سے تقریباً پانچ سال پہلے مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسول اللہ ﷺ کی شان رسالت، حشر و نشر، قیامت، آخرت، جزاوسزا، مشرکانہ اعمال کی مذمت، جنت وجہنم، اللہ کی قدرت کی نشانیوں، قرآن کریم کا نزول اور دنیا کی بدکار قوموں کے برے انجام کو کھول کر بیان کیا گیا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اس وقت عرب کے لوگ آزاد، خودمختار زندگی گذار رہے تھے۔ چھوٹے چھوٹے قبیلوں میں تقسیم تھے اور آپس ہی میں ایک دوسرے سے بات بات پر لڑتے جھگڑتے اور قتل و غارت گری کرتے رہتے تھے۔ اسی زمانہ میں (جو معلوم دنیا تھی) اس میں دو باقاعدہ زبردست سلطنتیں تھیں جو سپر پاورز (Super Powers) کی حیثیت رکھتی تھیں اور ساری معلوم دنیا پر حکومت کررہی تھیں اور ایک دوسرے پر اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے آپس میں ٹکراتی رہتی تھیں۔

قیصر روم کی سلطنت ملک شام، مصر، فلسطین، اردن اور افریقہ اور ایشیا کے بعض ملکوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ یہ سب مسیحی تھے یعنی حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والے تھے۔ دوسری بڑی ایرانی سلطنت مجوسیوں یعنی آگ کو اپنا معبود ماننے والوں کی تھی جس کا سربراہ خسرو پرویز تھا۔ ان دونوں طاقت ور حکومتوں کے درمیان ساتویں صدی عیسوی میں زبردست اور خونریز جنگیں ہوئیں۔

ایرانی بادشاہ خسرو پرویز کی للچائی ہوئی نظریں ہمیشہ رومی سلطنت کو حاصل کرنے کی طرف لگی رہتی تھیں۔ جب روم میں قیصر کے خلاف اندرونی بغاوت ہوئی تو ایرانی بادشاہ کو رومی سلطنت پر حملہ کرنے کا ایک بہانہ ہاتھ آ گیا۔ اس کی فوجوں نے رومیوں کے انتشار کا فائدہ اٹھاتے ہوئے رومیوں کو ہر محاذ پر بری طرح شکست دینا شروع کی، رومیوں کے تمام علاقوں پر قبضہ کرکے روم کی سلطنت کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ ہزاروں عیسائیوں کا قتل عام کیا گیا۔ ان کی عبادت گاہوں کو مسمار کرکے ہزاروں عورتوں اور مردوں کو غلام بنالیا گیا تھا۔

جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو اس وقت مکہ مکرمہ میں مسلمانوں پر کفار مکہ کے ظلم وستم کی انتہا ہو چکی تھی۔ کفار و مشرکین اہل ایمان کو مٹانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے اور جس سے انسانیت بھی شرما جائے اس ظلم وزیادتی سے باز نہیں آ رہے تھے۔ یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کی اجازت سے صحابہ کرامؓ مکہ چھوڑ کر حبشہ کی طرف ہجرت شروع کر چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تسلی دینے کے لیے قیصر وکسریٰ جیسی طاقتوں والی قوموں کے مٹنے اور بننے کے واقعہ کو بیان کر کے بتایا ہے کہ اہل ایمان بہت جلد کامیاب ہوں گے اور کفار مٹا دیئے جائیں گے۔

اس طرح خسرو پرویز نے سلطنت روم کو جڑ و بنیاد سے کھود کر رکھ دیا۔ ٹھیک یہی وہ زمانہ تھا جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اور جب مجوسیوں نے عیسائیوں کی سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی تھی تو عرب کے کفار ومشرکین مجوسیوں کی فتح پر بہت خوش تھے کیونکہ جس طرح مجوسی آگ کو پوجتے تھے اسی طرح مکہ کے کفار بتوں کو پوجتے تھے۔ اس کے برخلاف اہل ایمان کو یہ بتایا گیا تھا کہ عیسائی اہل کتاب ہیں جو اگرچہ اصل تعلیم سے بہت دور جا چکے ہیں مگر اللہ کو اور وحی کو کسی حد تک مانتے تھے۔

اس لیے رومیوں کی سلطنت کے زوال پر مکہ کے مظلوم مسلمان رنجیدہ تھے۔ پھر کفار مکہ بھی کھل کر یہ کہنے لگے تھے کہ جس طرح آگ پرستوں نے عیسائیوں کو تباہ کر دیا ہے اسی طرح مکہ کے لوگ بھی مسلمانوں کو اسی طرح تباہ و برباد کر کے ان کو اپنے علاقوں سے نکال باہر کریں گے۔ ان طعنوں سے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو بہت صدمہ پہنچتا تھا۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے سورہ روم کو نازل فرما کر تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ ان حالات سے بالکل رنجیدہ اور پریشان نہ ہوں کیونکہ حالات بہت جلد بدلنے والے ہیں اور رومی جو شکست کھا چکے ہیں وہ چند برسوں میں پھر سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ روم کی ابتدائی آیتوں میں جو کچھ فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ بے شک آج رومی شکست کھا چکے ہیں لیکن چند برسوں (تین سے نو سال کے درمیان) میں پھر سے مجوسیوں پر غالب آجائیں گے۔ اور یہ دن اہل ایمان کے لیے بھی انتہائی خوشی اور مسرت کا دن ہوگا۔

سورۂ روم کی ان آیات میں نہ صرف رومیوں کے دوبارہ اٹھ کھڑا ہونے کی پیش گوئی کی گئی ہے بلکہ کفار پر اہل ایمان کی فتح وکامیابی کا واضح اشارہ بھی کر دیا گیا تھا۔ ظاہری حالات میں رومیوں کی دوبارہ فتح اور مسلمانوں کی کامیابی کا دور دور تک پتہ نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے رومیوں کی فتح کی پیش گوئی فرما دی تھی جس پر اہل ایمان کو پختہ یقین تھا کہ چند برسوں میں دوبارہ رومی سلطنت قائم ہوگی اور مکہ میں مسلمانوں کو کفار پر مکمل غلبہ حاصل ہو جائے گا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ مکہ مکرمہ کی جس محفل سے گذرتے وہاں قرآن کریم کی اس پیش گوئی کا ذکر فرماتے۔ وہ

فرماتے کہ اے کفارِ مکہ تم مجوسیوں کی وقتی فتح پر خوش مت ہو کیونکہ چند برسوں میں رومی پھر سے ایرانیوں پر غلبہ حاصل کر لیں گے۔ کفارِ مکہ ان باتوں کو ہنسی مذاق میں اڑا دیتے یہاں تک کہ ابی ابن خلف نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ایک سو اونٹوں کی شرط باندھ لی تھی کہ اگر نو سال میں رومی ایرانیوں پر غالب نہ آئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ ابی ابن خلف کو ایک سو اونٹ دیں گے اور اگر قرآن کی یہ پیش گوئی صحیح ہو گئی اور رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے تو ابی ابن خلف حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ایک سو اونٹ دے گا۔

اگرچہ اس طرح کی دو طرفہ شرط اسلام میں اب حرام ہے لیکن جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے شرط باندھی تھی اس وقت تک جوئے کے حرام ہونے کے احکامات نہیں آئے تھے کیونکہ شراب اور جوئے کے حرام ہونے کے احکامات سن ۲ ھجری میں مدینہ منورہ میں نازل ہوئے تھے۔ رومیوں کی شکست نے کفار و مشرکین مکہ کے حوصلے اور بھی بڑھا دیئے تھے اور مسلمانوں نے اس میں عافیت محسوس کی کہ مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر کسی اور ملک میں اپنے ایمان کی سلامتی کی فکر کی جائے چنانچہ نبی کریم ﷺ کی اجازت سے صحابہ کرامؓ نے ملک حبشہ کی طرف ہجرت کرنا شروع کر دی۔

اس کے بعد اللہ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے بھی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اسی سال قیصر روم ہرقل نے تیاری کر کے ایرانیوں پر زبردست حملہ کر دیا۔ یہ حملہ اس قدر بھرپور اور اچانک تھا کہ ایرانی فوجیں ان کے سامنے ڈھیر ہو کر رہ گئیں ۔ آہستہ آہستہ قیصر روم ہرقل نے ایرانیوں سے وہ تمام علاقے واپس لے لیے جن پر انہوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ ہرقل فتح کے جھنڈے گاڑتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ اس نے ایرانیوں کے آتش کدے مسمار کر دیئے اور ہزاروں ایرانیوں کو قتل کر کے روم کی سلطنت پر مکمل قبضہ کر لیا اور اس طرح صرف سات سال کے عرصے میں رومی دوبارہ ایرانیوں پر غالب آ گئے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ جس دن رومیوں نے ایرانیوں پر مکمل فتح حاصل کی اسی دن اہل ایمان کو کفارِ مکہ پر غزوہ بدر کے دن ایک بھرپور کامیابی حاصل ہوئی۔ اس طرح قرآن کریم کی دونوں پیش گوئیاں پوری ہوئیں اور اہل ایمان ان دونوں کامیابیوں پر بہت زیادہ خوش ہوئے اور انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ ابی ابن خلف سے جیت چکے تھے۔ اگرچہ اس وقت ابی ابن خلف مر چکا تھا مگر آپ نے ابی ابن خلف کے وارثوں سے مطالبہ کیا کہ شرط کے سو اونٹ ان کے حوالے کر دیئے جائیں۔ ابی ابن خلف کے وارثوں نے ایک سو اونٹ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حوالے کر دیئے۔ جب نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر ان اونٹوں کو صدقہ کر دو۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ اونٹ صدقہ کر دیئے۔

اصل بات یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ شرط باندھی تھی اس وقت تک اس طرح کی شرط کرنا حرام نہیں تھا اور جب آپ کو شرط کے سو اونٹ ملے تو اس وقت مدینہ منورہ میں اس طرح کی شرط کو ''جوا'' قرار دیا گیا اور ہر طرح کا جوا اور شرط قیامت تک حرام کردی گئی۔

اس سے یہ مسئلہ بالکل واضح ہو کر سامنے آ گیا ہے کہ اگر کسی کو حرام مال مل جائے تو وہ اس کو اپنی ذات پر خرچ نہ کرے بلکہ اس کو صدقہ کردے۔

ہمارے دور میں سود کا لین دین بہت زیادہ ہو گیا ہے خاص طور پر بینکوں کا سود۔ اس کے لئے علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کو اس طرح کا مال یا بینک کا سود مل جائے تو وہ اس کو لے کر بغیر ثواب کی نیت کے کسی ایسے غریب آدمی کو دے دے جو صاحب نصاب نہ ہو یعنی غریب آدمی ہو۔ بینکوں وغیرہ میں سود چھوڑنے کا نقصان یہ ہے کہ موجودہ دور میں بینک ہر اس رقم کو جس کا کوئی مطالبہ کرنے والا نہیں ہوتا اس کو ڈیڈ اکاؤنٹ (Dead Account) میں ڈال کر اکثر مسلمانوں کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو اس سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ اگر ایسی رقم ہو تو اس کو لے کر صدقہ کردیا جائے۔

سورة الروم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۟ۚ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۟ۙ﴿۲﴾ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۟ۙ﴿۳﴾ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ؕ۬ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۟ۙ﴿۴﴾ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۟ۙ﴿۵﴾ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶﴾ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۖۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۷﴾ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۫ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ؕ﴿۹﴾ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰۤى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾ ع

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۰

الف۔ لام۔ میم۔ روم والے قریب کی سرزمین میں مغلوب ہوگئے (شکست کھا گئے) اور اپنی مغلوبیت (شکست) کے بعد چند سال کے اندر پھر غلبہ حاصل کرلیں گے۔ پہلے بھی اللہ کا اختیار تھا اور بعد میں بھی۔ اور اس دن مومن بھی خوش ہوں گے۔ یہ سب اللہ کی مدد سے ہوگا۔ اللہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ لیکن اکثر لوگ وہ ہیں جو جانتے نہیں ہیں۔ لوگ دنیا کی زندگی کی ظاہری حالت کو جانتے ہیں اور وہ آخرت سے بے خبر ہیں۔ کیا انہوں نے کبھی اپنے دلوں میں غور کیا ہے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کو برحق اور (مقرر) مدت تک کے لئے پیدا کیا ہے۔ لیکن اکثر لوگ اپنے پروردگار کے سامنے حاضری کا انکار کرتے ہیں۔ کیا یہ لوگ زمین میں چلتے پھرتے نہیں ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیا ہوا ہے؟ وہ لوگ ان سے زیادہ طاقت ور تھے۔ انہوں نے زمین کو خوب سرسبز وشاداب کیا تھا۔ اس کو اتنا آباد کیا تھا جتنا ان لوگوں نے بھی نہیں کیا ہے۔ ان کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے۔ پھر اللہ تو ظالم نہیں ہے البتہ وہ خود اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے تھے۔ ان لوگوں کا انجام کتنا بھیانک ہوا جنہوں نے برائیاں کی تھیں۔ وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا تھا اور وہ ان کا مذاق اڑاتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۰

غُلِبَتُ	شکست کھا گئے۔ مغلوب ہوگئے
اَدْنٰی	قریب
بِضْعٌ	تین سے نو سال تک کی مدت
اَجَلٌ	موت۔ مدت
اَشَدُّ	زیادہ۔ بڑھ کر
اَثَارُوْا (ثَوْرَةٌ)	انہوں نے ابھارا۔ اگایا۔ سرسبز کیا

عَمَرُوْا	انہوں نے آباد کیا
اَسَاءُوْا	انہوں نے برا کیا

سورۃ الروم کی ابتداء حروف مقطعات سے کی گئی ہے جس کی وضاحت اس سے پہلے کر دی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی انتیس (29) سورتوں کی ابتداء میں آنے والے ان حروف کے معنی اور مراد کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

جب نبی کریم ﷺ نے اللہ کے حکم سے اعلان نبوت فرمایا تو کفار مکہ نے آپ کی زبردست مخالفت کی اور ستانے اور اذیت دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ کفار و مشرکین صحابہ کرامؓ کو ستانے کے بہانے تلاش کرتے رہتے تھے۔ وہ اس بات سے خوف زدہ تھے کہ اگر انہوں نے اسلامی طرز زندگی کو اختیار کر لیا تو ان کے ذاتی مفادات، مذہبی رسومات اور ان بتوں کی عبادت و بندگی چھوٹ جائے گی جن کو وہ اپنے مشکل وقتوں کا سہارا سمجھتے تھے۔ جب کہ نبی کریم ﷺ اس بات کی تعلیم دے رہے تھے کہ سب مل کر ایک اللہ کی عبادت و بندگی کریں باپ دادا سے جو غلط رسمیں چلی آ رہی ہیں ان کو چھوڑ دیں اور لکڑی، مٹی اور پتھر سے بنائے گئے وہ معبود جو اپنے وجود کے لئے بھی دوسروں کے ہاتھوں محتاج ہیں ان کی عبادت و پرستش نہ کریں۔ کفر و اسلام کی یہی کشمکش جاری تھی کہ ہجرت سے تقریباً پانچ سال پہلے ایرانی شہنشاہ خسرو پرویز نے رومیوں کے انتشار سے فائدہ اٹھا کر اچانک ان پر چڑھائی کر دی۔ ملک شام اور بصرہ کے درمیانی علاقے سے حملہ شروع کیا۔ یہ حملہ اس قدر زبردست اور بھرپور تھا کہ رومیوں کے سارے علاقے فتح ہوتے چلے گئے۔ یروشلم، مصر، اردن اور دمشق پر قبضہ کرنے کے بعد رومیوں کے مضبوط گڑھ قسطنطنیہ پر تسلط کے بعد وہاں سب سے بڑا آتش کدہ بنا لیا تھا۔ اس طرح رومی مکمل طور پر شکست کھا چکے تھے اور ایرانی مجوسیوں کی کامیابیوں نے انہیں انتہائی مغرور و متکبر بنا دیا تھا۔ ان تمام حالات کی اطلاع مکہ مکرمہ بھی پہنچ رہی تھی۔ ایرانیوں کی فتح کو کفار و مشرکین اپنی فتح سمجھ رہے تھے وجہ یہ تھی کہ مکہ کے کفار و مشرکین بتوں کو پوجتے تھے اور مجوسی آگ کی پرستش کرتے تھے دونوں کے مذہبی عقیدے قریب قریب تھے جب کہ مسلمانوں کے نزدیک نصاریٰ اور مجوسی دونوں ہی کافر تھے مگر رومی نصاریٰ یعنی عیسائیوں سے دلچسپی اس لئے تھی کہ وہ کم از کم حضرت عیسیٰؑ کی عظمت، وحی کی کیفیت اور اللہ کو کسی حد تک مانتے تھے۔ اس لئے ان کی خواہش تھی کہ رومیوں کو اس طرح شکست نہ ہو۔ مگر رومیوں کی شکست پر شکست سے کفار مکہ کے حوصلے کچھ زیادہ ہو چلے تھے۔ مسلمانوں کو چھیڑنے اور ذہنی اذیت پہنچانے کے لئے کہتے تھے کہ عیسیٰؑ کو ماننے والوں پر آتش پرست چھا گئے ہیں اور آتش پرستوں نے اللہ کا نام لینے والوں کو مولی گاجر کی طرح کاٹ کر رکھ دیا ہے اسی طرح ہم بھی تم مسلمانوں کو شکست دیں گے اور تمہیں نکال باہر کریں گے۔ رومیوں کی شکست اور کفار و مشرکین مکہ کے طعنوں سے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام سخت رنجیدہ اور پریشان رہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ روم کی

مذکورہ آیتیں نازل کر کے صاف صاف اعلان کر دیا کہ اہل ایمان صبر اور برداشت سے کام لیں رومی شکست کھا چکے ہیں لیکن چند برسوں (تین سے نو سال کے عرصے) میں دوبارہ اٹھ کھڑے ہوں گے اور ایرانی مجوسیوں پر فتح حاصل کر لیں گے ان کو ان کے ملک میں گھس کر ماریں گے۔ پوری طرح غالب آ جائیں گے اور یہ دن اہل ایمان کے لئے بھی خوش خبری والا دن ہوگا۔ فرمایا کہ یہ سب کچھ اللہ کی مدد سے ہوگا۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا۔

شدید مایوسی میں قرآن کریم کی ان آیات کو سن کر نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ خوش ہو گئے۔ چونکہ ان آیات میں نہ صرف رومیوں کے دوبارہ غالب آنے کے لئے فرمایا گیا ہے بلکہ اہل ایمان کو بھی خوش خبری سنا دی گئی تھی کہ ان کو بھی کفار مکہ پر اسی طرح کامیابی حاصل ہوگی۔ قوموں کی زندگی میں دو چار دس برس بڑی مدت نہیں ہوا کرتی۔ اس لئے جب نبی کریم ﷺ نے اللہ کے حکم سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اس کے دوسرے سال ہی ہرقل نے پوری تیاری کے ساتھ ایرانیوں پر اتنے زبردست حملے کئے کہ ایرانی مجوسی ہر محاذ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور رومی فوجوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ ایرانیوں کو مارتے مارتے وہ قسطنطنیہ پر قابض ہو گئے۔ رومیوں نے آتش پرستوں کے آتش کدے مسمار کر دیئے۔ ہزاروں مجوسیوں کا قتل عام کیا اور پوری طرح رومی سلطنت کو دوبارہ قائم کر لیا۔ ان ہی دنوں اللہ نے مسلمانوں کو غزوہ بدر میں زبردست کامیابی عطا کی اور اہل ایمان کو بت پرستوں پر مکمل جنگی اور اخلاقی فتح عطا فرما دی۔ اس طرح قرآن کریم کی پیش گوئی صرف سات سال میں پوری ہو گئی۔ جب قرآن کریم کی یہ پیش گوئی پوری ہو گئی تو روایات کے مطابق بہت سے کفار نے اسلام قبول کر لیا اور ان کو یقین ہو گیا کہ قرآن اللہ کا سچا کلام ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ صرف ظاہری چیزوں کے دیکھنے کے عادی ہیں اور اپنے عیش و آرام میں پڑ کر آخرت سے غافل ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیے اور غور کرنا چاہیے کہ اس کائنات کا خالق و مالک صرف اللہ ہے وہی اس نظام کائنات کو چلا رہا ہے وہ ہر چیز کی حقیقت سے پوری طرح واقف ہے زمین، آسمان اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے وہ فضول، بے مقصد اور بے کار پیدا نہیں کیا گیا بلکہ ان کے پیدا کرنے میں بے شمار حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں۔ اللہ جب تک چاہے گا اس نظام کائنات کو چلائے گا لیکن جب اس کی مدت پوری ہو جائے گی تو کائنات کی اس بساط کو لپیٹ کر رکھ دے گا۔ فرمایا کہ آخرت تو ایک حقیقت کا نام ہے جہاں ہر شخص کو اللہ کے سامنے حاضر ہو کر زندگی بھر کا حساب کتاب دینا ہوگا لیکن کبھی کبھی تو اللہ فنا کے اس عمل کو اس دنیا میں بھی دکھا دیتا ہے جس کی سب سے بڑی دلیل ترقی یافتہ قوموں کے وہ کھنڈرات ہیں جہاں کبھی بڑی رونقیں تھیں۔ ہر طرف خوشحالی تھی۔ لوگوں نے خوب محنتیں کر کے عظیم الشان بلڈنگیں بنائی تھیں جن کا اس دور میں تصور بھی ممکن نہیں تھا۔ ہر طرف باغات، لہلہاتے ہوئے کھیت، مالی لین دین، مال و دولت کی کثرت تھی لیکن جب انہوں نے اپنی ترقیات پر اترانا شروع کیا اور اللہ کی نافرمانیاں شروع کر دیں تو اللہ نے ان کو آگاہ کرنے کے لئے اپنے رسول بھیجے جن کو انہوں نے جھٹلایا اور ان کی کسی بات کو نہیں مانا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی نافرمانیاں انہیں لے ڈوبیں۔ ان کی تہذیب و ترقی اور بلند و بالا عمارتیں راکھ کا ڈھیر بن گئیں۔ یہ انہوں نے خود اپنے ہاتھوں اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری تھی۔ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ ہی اپنے اوپر ظلم و زیادتی کرتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر وہ اپنی عقل و فکر سے کام لے کر غور کریں

تو ان پر یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ اس کائنات میں ہر طرح کی طاقت وقوت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کی اطاعت وفرماں برداری سے ہر طرح کی کامیابیاں ملتی ہیں اور نافرمانیوں سے دنیا اور آخرت میں سوائے تباہی کے کچھ بھی نہیں ملتا۔

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ⑪ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ⑫ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ⑬ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ⑭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ⑮ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ⑯ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ⑰ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ⑱ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ⑲

ع ۲ ۵

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۹

جس اللہ نے پہلی مرتبہ تخلیق کیا (پیدا کیا) ہے پھر وہی دوبارہ اس کو پیدا کرے گا۔ پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اور وہ دن جب قیامت قائم ہوگی تو یہ مجرم (گناہ گار) بدحواس اور مایوس ہوکر رہ جائیں گے۔ کیونکہ ان کے سفارشیوں میں سے کوئی ان کی سفارش نہ کرے گا۔ اور پھر وہ خود ہی ان شریکوں کا انکار کردیں گے۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی اسی دن سب لوگ الگ الگ ہو

جائیں گے۔ پھر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ہوں گے تو وہ جنت میں خوش اور مسرور ہوں گے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو اور آخرت کے پیش آنے کو جھٹلایا تھا تو وہ لوگ عذاب میں (پکڑے ہوئے) حاضر کئے جائیں گے۔ لوگو! اللہ کی ذات پاک بے عیب ہے۔ جب تم شام کرتے ہو اور جب تم صبح کرتے ہو (تو اس کا ذکر کرو) آسمانوں اور زمین میں ساری حمد وثنا اللہ کے لئے ہے۔ اور تم رات کو اور دوپہر کے وقت اللہ کی پاکی بیان کیا کرو۔ وہی تو ہے جو جان دار کو مردے سے نکالتا ہے اور وہی تو ہے جو مردے کو زندہ سے نکالتا ہے اور وہی اللہ زمین کو دوبارہ زندہ (تروتازہ) کردیتا ہے اور اسی طرح تم بھی (قبروں سے) نکالے جاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱ تا ۱۹

اَلْخَلْقُ	تخلیق۔ پیدائش
یُعِیْدُ	وہ لوٹائے گا
یُبْلِسُ	وہ ناامید ہوتا ہے
رَوْضَةٌ	باغ۔ باغیچہ
یُحْبَرُوْنَ (حِبْرٌ)	خوش کئے جائیں گے
تُمْسُوْنَ	تم شام کرتے ہو
تُصْبِحُوْنَ	تم صبح کرتے ہو
عَشِیٌّ	رات کا وقت
تُظْهِرُوْنَ	تم دوپہر کرتے ہو

تشریح: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۹

جو لوگ دنیا کے عیش و آرام اور بے فائدہ مشغلوں میں پڑ کر کفر وشرک کی راہوں کو اختیار کر چکے ہیں ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ جب سارے انسان مرکھپ جائیں گے۔ ان کے وجود کے ذرات کائنات میں بکھر جائیں گے تو وہ دوبارہ زندہ کیسے پیدا

کئے جائیں گے؟ حالانکہ ایسی سوچ رکھنے والے اگر ذرا بھی غور وفکر سے کام لیں تو یہ بات بہت واضح اور روشن ہے کہ جس اللہ نے خلق اور تخلیق کی ابتداء کی ہے، جس نے انسان اور کائنات کو وجود بخشا ہے اس کے لئے یہ کیا مشکل ہے کہ وہ کائنات میں بکھرے ہوئے ذرات کو جمع کر کے پھر سے انسان کو زندہ کر دے۔ یہ ایک ایسی کھلی ہوئی سچائی ہے جس پر یقین کرنے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ انسانوں کی دوبارہ پیدائش میں شک کرنے والے جب آخرت میں پہنچیں گے تو وہ سخت بدحواس ہو جائیں گے کیونکہ زندگی بھر جس سچائی کو وہ جھٹلاتے رہے تھے آج ان کے سامنے ہوگی۔ ان کی بدحواسی اور مایوسی اس وقت اور بھی بڑھ جائے گی جب ان کے وہ سہارے ٹوٹ جائیں گے جن سے وہ اس بات کی امیدیں باندھے ہوئے تھے کہ وہ آخرت کی زندگی میں ان کے کام آئیں گے۔ ان کی سفارش کریں گے۔ ان کو ہر طرح کی آفتوں سے بچالیں گے کیونکہ وہ بت کہہ اٹھیں گے کہ الٰہی! ہمیں نہیں معلوم کہ یہ ہماری عبادت و بندگی کیوں کرتے تھے۔ ان کے گناہوں اور کفر وشرک سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ غیر اللہ کے اس کورے جواب سے مشرکین سخت مایوس ہو جائیں گے کہ اب ان کی طرف سے بولنے والا اور سفارش کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ وہ شرمندگی کے عالم میں خود ان بتوں پر لعنت بھیجنا شروع کر دیں گے۔ یہ وہ وقت ہوگا جب سارے انسان دو گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ اہل ایمان اور اہل کفر۔ وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائے۔ انہوں نے عمل صالح کئے ہوں گے وہ تو جنت کے عیش و آرام کے ساتھ خوش وخرم اور مسرور ہوں گے۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر وشرک کی روش اختیار کر کے اللہ کی آیتوں کا انکار اور اللہ کے سامنے حاضری اور ملاقات کو زندگی بھر جھٹلایا ہوگا وہ اپنے اعمال کے مطابق پکڑ کر اللہ کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ ان آیات میں دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ آخرت میں کامیاب ہونے والے وہ لوگ ہوں گے جو صبح وشام اور راتوں کی تنہائیوں میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کر کے اپنے دلوں کو زندہ کرتے رہتے ہیں۔ فرمایا کہ زمین و آسمان میں کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جو اس کی حمد وثناء نہ کر رہی ہو۔ اونچے اونچے پہاڑ، بہتے دریا، سرسبز وشاداب نباتات، خوبصورت کھیت، چہچہاتے پرندے، ہوائیں، فضائیں اور ہر ایک جان دار اور بے جان ہر وقت اس کی تسبیح کر رہا ہے یہ اور بات ہے کہ ہم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی تسبیح اور حمد وثنا کر رہا ہے۔ علماو مفسرین نے فرمایا ہے کہ انسانوں کی تسبیح اور حمد وثنا کا اعلیٰ ترین نمونہ "نماز" ہے کیونکہ نماز کا قیام اور ادائیگی اللہ کی سب سے بہتر اور اعلیٰ تسبیح اور حمد وثنا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے ارشادات اور عمل سے یہ بات ثابت ہے کہ ہر روز پانچ وقت کی نمازیں ادا کرنا ہر مسلمان عاقل و بالغ پر فرض ہے اور اس کی کسی حالت میں (سوائے مخصوص حالات کے) معافی نہیں ہے۔ اسی بات کو صحابہ کرامؓ نے اپنے عمل سے ثابت فرمایا اور اس پر پوری امت متفق ہے۔ اس آیت میں پانچوں وقت کی تسبیح یعنی نماز کے اوقات کا اظہار ہے۔ اس کے علاوہ سورۂ ہود اور سورۂ طٰہٰ میں بھی نمازوں کے پانچوں اوقات کو بتایا گیا ہے۔ آخر میں اللہ نے اپنی قدرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی ذات بے عیب ہے۔ وہ اللہ اس کائنات کے نظام کو اپنی مرضی سے چلا رہا ہے وہ زندہ کو مردہ سے اور مردہ سے زندہ کو پیدا کر رہا ہے۔ اسی طرح وہ وقت دور نہیں ہے جب وہ تمام مرنے والوں کو دوبارہ زندہ کر کے قبروں سے نکال لائے گا اور پھر ہر ایک سے اس کے کئے ہوئے اعمال کا حساب لے گا۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ
تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ
لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ
مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾
وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ
وَاَلْوَانِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ
مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاۗؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ
ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ
خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ
بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾
وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۭ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ
دَعْوَةً ڰ مِّنَ الْاَرْضِ ڰ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَهٗ مَنْ فِي
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا
الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ۭ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى
فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾

ع ۳/۸/۶

-۱۰-

ترجمہ: آیت نمبر ۲۰ تا ۲۷

(۱) اس کی نشانیوں میں سے (ایک نشانی یہ ہے کہ) اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ پھر تم انسان کی حیثیت سے پھیلتے جاتے ہو۔

(۲) اس کی نشانیوں میں سے (ایک نشانی یہ ہے کہ) اس نے تمہاری جنس ہی سے تمہارے جوڑے (بیویاں) پیدا کئے تا کہ تم ان سے سکون حاصل کر سکو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور پیار (کے رشتے) قائم کئے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں موجود ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔

(۳) اس کی نشانیوں میں سے (ایک نشانی) زمین اور آسمانوں کا پیدا کرنا ہے (جس میں) تمہاری زبانیں اور رنگ مختلف ہیں۔ بلا شبہ اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو لوگ جانتے ہیں (اہل علم ہیں)۔

(۴) اس کی نشانیوں میں سے (ایک نشانی) رات کے وقت تمہاری نیند اور دن کے وقت اس کا فضل (رزق) تلاش کرنے میں ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو (حق اور سچی باتوں کو غور سے) سنتے ہیں۔

(۵) اس کی نشانیوں میں سے (یہ بھی ایک نشانی ہے کہ) وہ تمہیں خوف اور امید کے ساتھ بجلی (کی کڑک اور چمک) دکھاتا ہے۔ اور وہ آسمان سے (بلندی سے) پانی برساتا ہے۔ پھر وہ مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔

(۶) اسی کی نشانیوں میں سے (ایک نشانی یہ ہے کہ) اس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ پھر جب وہ پکارے گا (صور پھونکے گا) تو اس وقت تم (زمین سے) نکل آؤ گے۔

اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اسی کی ملکیت ہے۔ اور ہر چیز اس کی فرماں بردار ہے۔ اسی نے ساری مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے۔ پھر وہی اس کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ اور یہ اس کے لئے زیادہ آسان ہے۔ اور زمین و آسمانوں میں اس کی شان سب سے اعلیٰ اور بہترین ہے۔ وہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۰ تا ۲۷

تُرَابٌ	مٹی
تَنْتَشِرُوْنَ	تم پھیل جاتے ہو
رَحْمَةٌ	مہربانی۔محبت کا رشتہ
اَلْسِنَةٌ (لِسَانٌ)	زبانیں
اَلْوَانٌ (لَوْنٌ)	رنگ۔روپ
مَنَامٌ (نَوْمٌ)	نیند
اِبْتِغَاءٌ	تلاش کرنا
يَسْمَعُوْنَ	وہ سنتے ہیں
دَعْوَةٌ	پکار
قٰنِتُوْنَ	ادب سے کھڑے ہونے والے
اَهْوَنُ	زیادہ آسان

تشریح: آیت نمبر ۲۰ تا ۲۷

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر انسان غور و فکر، علم و بصیرت، عقل و فہم اور دھیان دے کر سوچے تو اس بکھری ہوئی کائنات میں اس کو ہر چیز میں اللہ کا جلوہ اور نشانی نظر آئے گی۔ ہزاروں لاکھوں سال سے کائنات کا یہ نظام ایک مرتب و منظم طریقے سے چل رہا ہے جس میں ذرا بھی فرق نہیں آتا۔ نجانے کتنی قومیں آئیں اور چلی گئیں اس دنیا میں کسی کو ہمیشہ کی زندگی نہیں دی گئی۔ کسی کو بقا نہیں ہے سوائے اس اللہ کی ایک ذات کے جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور اس نے اس پورے نظام کائنات کو سنبھالا ہوا ہے۔ وہ جب بھی چاہے گا کائنات کی بساط کو لپیٹ کر رکھ دے گا۔ پورا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اللہ ہی اپنی قدرت سے تمام لوگوں کو زندہ کر کے میدان حشر میں جمع کرے گا۔ جب اس کائنات میں ساری قدرت اللہ کی ہے اسی نے سب کو پیدا کیا ہے تو سب انسانوں کے

مر جانے اور کائنات کے مٹ جانے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا اس ذات کے لئے کونسی مشکل اور دشوار بات ہے۔ فرمایا کہ اللہ کی معرفت اور پہچان کے لئے اگر کائنات کے نظام پر غور وفکر کیا جائے تو یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجائے گی کہ اللہ نے اس نظام کائنات کو بنایا ہے وہی اس کا محافظ ہے اور جب چاہے گا اس نظام کو ختم کر کے دوبارہ پیدا فرمادے گا اللہ نے اپنی چند نشانیوں کو پیش کر کے فرمایا ہے کہ ان کو اللہ کے سوا کسی دوسرے نے نہیں بنایا نہ اس کام میں اس کا کوئی شریک ہے۔ ارشاد ہے

(۱) انسانی زندگی کا آغاز حضرت آدمؑ سے ہوا جنہیں اللہ نے مٹی سے پیدا کیا تھا۔ مٹی درحقیقت ایسے اجزاء کا نام ہے جس میں بظاہر تاریکی ہے روشنی اور چمک نہیں ہے لیکن اللہ نے اس خاک کے پتلے میں ایسی عظمتیں بھر دی ہیں جو بقیہ کائنات میں نہیں ہیں۔ اللہ نے انسان کو اشرف الخلوقات بنایا ہے۔ حضرت آدمؑ کو پیدا کرنے کے بعد جب فرشتوں سے اور ابلیس سے جو جنات کی قوم میں سے تھا اور فرشتوں کا سردار تھا آدمؑ کو سجدہ کرنے کے لئے کہا تو ابلیس نے یہ کہہ کر انسان کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا کہ میں آگ سے بنایا گیا ہوں یعنی جس میں روشنی اور چمک ہے اور انسان مٹی سے پیدا کیا گیا ہے یعنی جس میں تاریکی اور پستی ہے یہ اصول کے خلاف ہے کہ روشنی تاریکی کے سامنے اور بلندی پستی کے سامنے جھک جائے۔ اسی طرح فرشتوں نے بھی سمجھنے کے لئے عرض کیا الٰہی آپ جس کے سر پر خلافت کا تاج رکھ رہے ہیں وہ تو زمین میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا۔ گویا فرشتے بھی انسان کے ظاہری پہلو سے اس میں تاریکی محسوس کر رہے تھے۔ اللہ نے ان کے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس حقیقت کو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ جب فرشتوں کو آدمؑ کے علم کی روشنی کی ایک جھلک دکھائی گئی تو سارے فرشتوں نے انسان کی عظمت کو تسلیم کر لیا اور سجدہ میں گر گئے لیکن شیطان اپنے تکبر اور غرور پر قائم رہا اور اس نے آدمؑ کو سجدہ کرنے سے صاف انکار کر دیا اور اللہ کے نافرمانوں میں شامل ہو گیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ کی یہ سب سے بڑی نشانی ہے کہ اس نے انسان کو مٹی سے بنایا اور انسانی نسلوں کو چلایا اور اس کائنات میں اللہ نے اس کو اپنا نائب اور خلیفہ بنایا۔ انسان میں یہ عظمت صرف اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کی ہے۔ ورنہ خود انسان کے اندر یہ عظمت اور روشنی موجود نہ تھی۔

(۲) دوسری نشانی یہ ہے کہ اللہ نے صرف یہی نہیں کہ انسان کو پیدا کیا بلکہ سکون قلب کے لئے اس کی بیوی کو بھی پیدا کیا جو اس کی تنہائیوں کی ساتھی، اس کی نسل کو بڑھانے کا سبب اور محبت واخلاص کے رشتے قائم کرنے کا ذریعہ ہے۔ گھر اسی سکون واطمینان کا نام ہے۔ اگر کسی گھر میں امن وعافیت اور حقیقی راحت وآرام نہ ہو تو وہ گھر گھر نہیں ہے۔ انسان کو سکون قلب باقاعدہ ازدواجی زندگی سے ملتا ہے جس سے انسان کو اولادیں اور اولادوں کی اولادیں نصیب ہوتی ہیں بیوی، بچے، رشتہ دار، دوست احباب اس کی خوشیوں اور غموں میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ اگر یہ سب کچھ نہ ہو تو انسان کو سب کچھ مل سکتا ہے مگر سکون قلب نصیب نہیں ہو سکتا۔

(۳) تیسری نشانی زمین وآسمان کی پیدائش ہے۔ اللہ نے زمین کو فرش کی طرح بچھا دیا اور آسمان کو ایک محفوظ چھت کی طرح اس پر تان دیا، چاند، سورج اور ستاروں سے اس کو روشن ومنور کیا۔ زمین پر مختلف قوموں، نسلوں اور خاندانوں کو پھیلایا جن

کی زبانیں، رنگ، نسل مختلف ہیں۔ سب کے سب جسمانی اعتبار سے ایک جیسے ہیں وہی چہرہ، آنکھیں، کان، ناک، ہونٹ، زبان لیکن کتنے مختلف ہیں۔ کروڑوں اربوں انسان ہیں مگر ہر ایک کی شکل صورت دوسرے سے مختلف ہے۔ خواہشات، ضروریات اور تمنائیں الگ الگ ہیں۔ جن لوگوں میں علم وبصیرت موجود ہے وہ زمین وآسمان اور اس میں پھیلی ہوئی چیزوں کو دیکھ کر اللہ کی معرفت اور پہچان حاصل کر سکتے ہیں۔

(۴) اس کی چوتھی نشانی رات اور دن کا آنا جانا ہے۔ انسان دن بھر اپنی روزی رزق کے لئے بھاگ دوڑ کرتا ہے دن بھر کی محنت ومشقت کے بعد رات کو سو جاتا ہے تو اگلے دن کام کے لئے وہ تازہ دم ہو جاتا ہے اور پھر سے زندگی کے کاموں میں لگ جاتا ہے۔ کبھی کے دن بڑے کبھی کی راتیں بڑی ہوتی ہیں۔ سردی، گرمی اور برسات کے موسم پیدا ہوتے ہیں۔ اگر دن ہی دن ہوتا یا ایک طویل رات ہی ہوتی تو انسان اس یکسانیت سے اکتا جاتا نہ اس کو آرام ملتا اور نہ رزق ملتا۔ رات اور دن کا آنا جانا اس میں ہر عقل وفہم رکھنے والے کے لئے اللہ کی نشانی، معرفت اور پہچان موجود ہے لیکن اس کو وہی تسلیم کرتے ہیں جن میں ضد اور ہٹ دھرمی نہیں ہوتی اور وہ بات کو دھیان دے کر سنتے ہیں۔

(۵) اس کی پانچویں نشانی آسمان پر چمکنے اور کڑکنے والی بجلی ہے جس کو دیکھ کر خوف کے ساتھ ساتھ ایک امید سی بندھ جاتی ہے کہ اب بارش برسے گی کھیتوں، باغوں اور زمین میں ایک نئی زندگی اور تازگی پیدا ہوگی۔ گرمی کی شدت کم ہوگی اور موسم خوش گوار ہو جائے گا۔ بجلی کی چمک اور کڑک سے ایک امید اور دہشت ناک آوازوں سے خوف بھی محسوس ہوتا ہے۔ یہ اللہ کی بہت بڑی نشانی ہے جس پر وہی غور وفکر کرتے ہیں جنہیں اللہ نے عقل وسمجھ عطا فرمائی ہے۔

(۶) چھٹی نشانی یہ ہے کہ زمین وآسمان اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے ہیں یہ انسان کو لے کر ایک طرف نہیں ڈھلک جاتے بلکہ اپنی رفتار سے گھومنے اور چلنے کے باوجود اس پر رہنے والوں کو اس کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ زمین اور آسمان، چاند، سورج اور ستارے سب کے سب ایک خاص نظام کے تحت قائم ہیں اور چل رہے ہیں۔ وہ اللہ ہی اس نظام کائنات کو چلا رہا ہے وہ جب چاہے گا اس کو توڑ پھوڑ کر ایک نیا جہاں تعمیر فرما دے گا جس میں تمام انسان اللہ کے سامنے حاضر ہو کر اپنی زندگی کا حساب کتاب پیش کریں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ پوری کائنات اور اس میں بسنے والی مخلوق اپنے پورے وجود کے ساتھ اللہ کی ملکیت اور اس کی نشانی ہے اور اس کے حکم کے تابع فرماں ہے۔ اسی نے زندگی کی ابتداء کی ہے وہی اس پر موت طاری کرے گا اور پھر وہ اس کو دوبارہ پیدا فرمائے گا۔ یہ اس اللہ کے لیے کوئی مشکل یا ناممکن بات نہیں ہے کیونکہ جس نے ان تمام چیزوں کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے ان ہی چیزوں کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے بلکہ اس کے لئے آسان ہے۔

اس آسمان وزمین میں سب سے برتر واعلیٰ ذات اللہ کی ہے جس کے ہاتھ میں ہر طرح کی طاقتیں موجود ہیں وہی زبردست حکمت والا ہے۔

ضَرَبَ لَكُمْ
مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۭ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ
شُرَكَاۗءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ تَخَافُوْنَهُمْ
كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝۲۸
بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَاۗءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ
مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝۲۹ فَاَقِمْ وَجْهَكَ
لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا
تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڎ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ
النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۰ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا
الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۳۱ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا
دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝۳۲

ترجمہ: آیت نمبر ۲۸ تا ۳۲

وہ تمہارے لئے خود تمہاری ذات سے ایک مثال بیان کرتا ہے۔ کیا تمہارے ان غلاموں میں سے جن کے تم مالک ہو کچھ غلام ایسے بھی ہیں جو ہمارے دیئے ہوئے (مال و دولت) میں سے تمہارے ساتھ برابر کے شریک ہوں۔ اور تم ان کا اسی طرح لحاظ کرتے ہو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کا خیال کرتے ہو۔ ہم اپنی ان آیات کو ان لوگوں کے لئے کھول کر بیان کر رہے ہیں جو عقل و فہم رکھتے ہیں۔ بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) ظالم لوگ جاہلانہ طریقوں پر (بے سوچے سمجھے) اپنی خواہشوں کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔ وہ کون ہے جو ان لوگوں کو راستہ دکھائے گا جن کو اللہ ہی نے بھٹکا دیا ہے۔ ایسے لوگوں کا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں ہے۔

تم یکسو ہو کر اپنا چہرہ دین حنیف پر قائم رکھو۔ اس فطرت پر جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اس کی خلق (بناوٹ) میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ یہی سچا دین ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

اسی (ایک اللہ کی طرف) رجوع کرنے والے بن جاؤ۔ اسی سے ڈرو، نماز قائم کرو اور ان مشرکین میں سے مت ہو جانا جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور وہ گروہوں میں بٹ گئے اور ہر ایک گروہ جو کچھ ان کے پاس ہے وہ اسی میں مگن اور خوش ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۸ تا ۳۲

ضَرَبَ — اس نے چلایا۔ بیان کیا

اَیۡمَانٌ — داہنا (ہاتھ)

سَوَآءٌ — برابر

اَھۡوَآءٌ (ھَوَاءٌ) — خواہشیں۔ تمنائیں

اَقِمۡ — قائم کر

وَجۡهٌ — چہرہ

حَنِيۡفٌ — اللہ ہی کا ہو جانا

فِطۡرَةَ اللّٰهِ — دین اسلام۔ اللہ کی فطرت

دِيۡنُ الۡقَيِّمُ — بہترین دین

مُنِيۡبِيۡنَ — رجوع کرنے والے۔ پلٹنے والے

فَرَّقُوۡا — وہ گروہ بن گئے۔ جدا جدا ہو گئے

حِزۡبٌ — جماعت۔ گروہ

فَرِحُوۡنَ — خوش اور مگن رہنے والے

تشریح: آیت نمبر ۲۸ تا ۳۲

دین اسلام اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات کی برکت سے آج دنیا سے لونڈی اور غلاموں کا رواج تو ختم ہو چکا ہے لیکن نزول قرآن کے وقت غلام اور لونڈیوں کا نہ صرف رواج تھا بلکہ انسانوں کی خرید و فروخت کا ایک زبردست کاروبار تھا اور اس طرح آقا اور غلام دو مستقل جماعتیں بن چکی تھیں۔

غلام اور باندیوں کے کوئی انسانی حقوق نہ تھے۔ دو وقت کی روٹی کی خاطر غلام اور لونڈیوں کو ہر وہ کام کرنا پڑتا تھا جس میں ان کے آقا اور مالک کی خوشنودی ہوا کرتی تھی۔ وہ انسانی حقوق سے قطعاً ناواقف تھے ہر آقا اپنے غلام کا اس طرح مالک ہوا کرتا تھا کہ دوسرے کسی کو اس کے بارے میں بولنے کا حق تک حاصل نہ تھا۔

سب سے پہلے دین اسلام کے سچے اصولوں اور نبی کریم ﷺ کے طرز عمل نے غلاموں اور باندیوں کو انسانی حقوق سے آشنا کیا۔ غلاموں کی آزادی کو نہ صرف ایک عبادت کا درجہ دیا بلکہ آپ نے اپنے جان نثار صحابہ کرامؓ کو بتایا کہ کسی غلام کو خرید کر آزاد کرنا جہنم کی آگ سے نجات پانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ آپ کی ازواج مطہراتؓ، خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ نے ہزاروں، لاکھوں غلاموں، باندیوں کو خرید کر آزاد کر دیا تھا تا کہ وہ آزاد و خود مختار انسانوں کی طرح زندگی گذار سکیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین سے جو اللہ کی ذات و صفات اور اختیارات میں جھوٹے معبودوں کو شریک کرتے ہیں سوال کیا ہے کہ تمہارے وہ غلام اور لونڈیاں جو تمہاری ملکیت ہیں جو انسانی ضروریات میں تمہاری طرح ہیں کیا تم ان کو اپنے برابر کا درجہ دیتے ہو؟ اپنے مال و دولت اور وراثت میں ان کو شریک کرتے ہو؟ جس طرح تم دوسروں کا لحاظ کرتے ہو کیا ان کا بھی اتنا ہی خیال اور لحاظ کرتے ہو؟ فرمایا کہ یہ کتنی بڑی زیادتی اور ظلم ہے کہ تم اپنے بے حقیقت جھوٹے معبودوں کو اللہ کے برابر کا درجہ دیتے ہو اور اس کا شریک سمجھتے ہو۔ اور کائنات میں ان کو اسی طرح با اختیار جانتے ہو جس طرح اللہ اس کائنات کو چلانے میں اپنا پورا پورا اختیار رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمیں معلوم ہے کہ یہ لوگ اپنی جہالت، نادانی، ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے کسی سچی بات کو سننا تک گوارا نہیں کرتے۔ لیکن ہم ان کو یہ سچی بات ضرور بتائیں گے کہ وہ اپنے جن معبودوں کو اپنا مشکل کشا مان رہے ہیں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے یہ ان کے محض گمان اور خیالات ہیں جن کی وہ پیروی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے ضدی لوگوں کو راہ ہدایت نہیں دکھاتا، ان کو توفیق نہیں دیتا تو پھر مخلوق میں وہ کون ہے جو ایسے لوگوں کو راہ ہدایت دکھائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم ایسے ضدی، ہٹ دھرم، جاہل و نادان لوگوں کے راستے پر ہرگز مت چلنا بلکہ یکسو ہو کر ایک اللہ کی عبادت و بندگی کرنا، پوری دلچسپی اور توجہ سے اسی دین کا دامن تھامے رکھنا کسی اور جانب مت دیکھنا۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے آپ کے واسطے سے پوری امت سے کہا جا رہا ہے کہ وہ دین حنیف اور فطرۃ اللہ کی اتباع و پیروی کریں۔

دین حنیف یعنی ہر شخص اپنا رخ اور دھیان صرف ایک اللہ کی طرف جمادے اور اللہ جو کہ وحدہ لاشریک ہے اس کے سوا کسی کی طرف خیال تک نہ لے جائے۔

فطرۃ اللہ سے مراد دین اسلام ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو پیدائشی طور پر سیدھی سچی فطرت اور عادت اور جبلت پر پیدا کیا ہے یہ اور بات ہے کہ اس کے والدین اس کو اپنی ٹیڑھی فطرت، مزاج اور عقیدوں کا خوگر بنادیتے ہیں اور اس کا رخ اللہ کی طرف ہونے کے بجائے غیر اللہ کی طرف پھیر دیتے ہیں اور پھر وہ شخص وہی سب کچھ کرنے لگتا ہے جو اس نے اپنے اردگرد کے ماحول میں دیکھا ہے۔قرآن کریم کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان ماحول کی گرد میں کتنا ہی کیوں نہ گم ہوجائے اگر اس کے سامنے سچائی آتی ہے تو وہ اس کو قبول کرنے کے لئے کم از کم اپنی جگہ سے ہل جاتا ہے اور اگر اس پر محنت کی جائے تو وہ اس کو دل سے قبول کرلیتا ہے۔اس سے تبلیغ دین کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے یعنی اللہ کے دین کے سچے اصولوں کا پہنچادینا ضروری ہے بقیہ ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے وہی جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ہمارا کام سلیقے طریقے سے اللہ کے دین کو پہنچانا ہے دلوں کا موڑنا یہ اللہ نے اپنے ذمے لیا ہوا ہے۔

اہل ایمان سے فرمایا جارہا ہے کہ وہ دین کو پہنچانے کی کوشش بھی کریں اور خود بھی اپنے دلوں میں اللہ کا خوف اور ڈر زندہ رکھیں۔نمازوں کی پابندی کریں۔زکوۃ ادا کریں اور مشرکانہ طریقے اختیار کرنے سے اجتناب اور پرہیز کریں۔کیونکہ مشرکین وہ مفاد پرست لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کے معمولی معمولی فائدوں کے لئے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا ہے اور مختلف فرقوں میں بٹ گئے ہیں اور آج ہر ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے بس وہی سب کچھ ہے وہی حق اور سچ ہے وہ اسی میں مست اور مگن ہے۔

وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا أَذَاقَهُمْ مِنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ فَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٣٤﴾ أَمْ أَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوا بِهِ يُشْرِكُونَ ﴿٣٥﴾ وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ ﴿٣٦﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٣٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۳ تا ۳۷

جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ بے قرار ہو کر اپنے رب کو پکارنے لگتے ہیں۔ پھر جب وہ ان کو اپنے کرم کا مزہ چکھا دیتا ہے تو ان میں سے ایک گروہ اپنے رب (کے ساتھ دوسروں کو) شریک ٹھہرانے لگتا ہے اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے اس پر ناشکری کرنے لگتا ہے۔ (ایسے مشرکین سے کہا جا رہا ہے کہ) تم چند دنوں تک مزے اڑا لو بہت جلد تمہیں (ساری حقیقت) معلوم ہو جائے گی۔ کیا ہم نے ان پر کوئی سند (کتاب) نازل کی ہے جو ان سے کہتی ہے کہ وہ اللہ کا شریک بنائیں۔ (حال یہ ہے کہ) جب ہم لوگوں کو اپنی رحمت اور کرم کا مزا چکھا دیتے ہیں تو وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ اور اگر ان کو ان کے کرتوتوں کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچ جاتی ہے تو وہ مایوس ہو کر رہ جاتے ہیں۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اللہ (کی یہ قدرت ہے کہ) وہ جس کو چاہتا ہے زیادہ رزق دے دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۳ تا ۳۷

مَسَّ اس نے چھوا۔ ہاتھ لگایا

ضُرٌّ تکلیف۔ مصیبت

اَذَاقَ اس نے چکھایا

تَمَتَّعُوْا تم فائدہ حاصل کرلو۔ مزے اڑا لو

سُلْطَانٌ قوت۔ سند۔ حجت

یَتَکَلَّمُ بات کرتا ہے۔ بتاتا ہے

یَقْنَطُوْنَ وہ مایوس ہوتے ہیں

یَبْسُطُ	وہ کھولتا ہے۔کشادہ کرتا ہے
یَقْدِرُ	اندازہ کرتا ہے۔کم دیتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۳۳ تا ۳۷

مومن دل کی گہرائیوں سے اس بات پر یقین کامل رکھتا ہے کہ اس کائنات کا خالق، مالک اور رازق صرف ایک اللہ ہے۔ جو کچھ ہوتا ہے اسی کے حکم سے ہوتا ہے، راحت و آرام، تکلیف یا مصیبت، رزق میں اضافہ یا کمی سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ مومن کو راحت و آرام ملتا ہے تو وہ قدم قدم پر نہایت عاجزی و انکساری کے ساتھ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور اگر اس کو کوئی مصیبت یا تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے اور اللہ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے یہی وہ سچی فطرت اور عادت ہے جو دین اسلام نے ایک مومن کو سکھائی ہے جس پر بے انتہا اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ اس کے برخلاف کفار و مشرکین جو خلاف فطرت زندگی گذارتے ہیں اگر ان کو ان کے برے اعمال یا کرتوتوں کی وجہ سے کوئی تکلیف یا آفت پہنچتی ہے تو وہ بدحواس ہو کر بے صبری اور ناشکری کا مظاہرہ کرتے اور مایوسی کی انتہاؤں تک پہنچ جاتے ہیں اور اگر ان کو مال و دولت، راحت و سکون، عیش و آرام اور حکومت و سلطنت مل جاتی ہے تو وہ فخر و غرور کا پیکر بن کر دنیا کے تمام لوگوں کو اپنے سے کم تر اور بے حقیقت سمجھنے لگتے ہیں اور کسی ظلم و زیادتی سے پیچھے نہیں رہتے یہی وہ خلاف فطرت زندگی ہے جس کو اللہ نے ناپسند فرمایا ہے۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ارشاد فرمایا ہے۔

ارشاد ہے کہ جب لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ بے قرار اور بے چین ہو کر صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اگر ان کو راحت و آرام کے اسباب دے دیئے جاتے ہیں تو وہ لوگ نہ صرف اللہ کی ناشکری کرتے ہیں بلکہ اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ فرمایا کہ ایسے لوگ دنیا کے مال و دولت اور وقتی عیش و آرام میں مزے اڑا لیں چند دنوں کی بات ہے۔ بہت جلد ان پر ساری حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔ وہ کفر و شرک کو اس طرح بیان کرتے ہیں جیسے ان پر اللہ نے کوئی ایسی کتاب نازل کی ہے جو ان کو بتاتی ہے کہ وہ دوسروں کو اللہ کی ذات، صفات اور عبادت میں شریک کریں۔ حالانکہ ان کے پاس ایسی کوئی سند، حجت اور دلیل نہیں ہے مگر وہ اپنی جگہ بڑے خوش، مسرور اور مطمئن ہیں۔ فرمایا کہ وہ لوگ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ کسی کو بہت زیادہ رزق دیا جانا اور کسی کو کم تر رزق ملنا یہ سب اسی کی قدرت سے ہے وہ جس کو جتنا دینا چاہے دیتا ہے ہر چیز کا اختیار اسی کو حاصل ہے۔ فرمایا کہ اللہ کی یہ نشانیاں ہر وقت ہر ایک کے سامنے ہیں لیکن ان نشانیوں سے صرف وہی فائدہ حاصل کرتے ہیں جن کے دل نور ایمانی سے روشن و منور ہیں۔

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۠ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾

ع ۴ / ۱۳ / ۷

ترجمہ: آیت نمبر ۳۸ تا ۴۰

تم رشتہ داروں کو ان کا حق دو اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق ادا کرو۔ یہ ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو اللہ کی رضا وخوشنودی چاہتے ہیں۔ اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو کچھ دیتے ہو تا کہ ان کے مالوں میں شامل ہو کر وہ بڑھ کر واپس آئے تو (یاد رکھو) یہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا۔ اور جو کچھ تم اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے زکوۃ دیتے ہو یہی مال اللہ کے ہاں وہ بڑھاتے رہیں گے۔

اللہ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا۔ اسی نے تمہیں رزق دیا ہے۔ وہی تمہیں موت دے گا اور پھر وہ (قیامت کے دن) تمہیں زندہ کرے گا۔ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا ہے جو ان کاموں کو انجام دیتا ہو۔ وہ اللہ پاک بے عیب ذات ہے۔ وہ ان تمام چیزوں سے بلند و برتر ہے جن کو وہ اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۸ تا ۴۰

يُرِيْدُوْنَ وہ چاہتے ہیں

لَا يَرْبُوْا وہ نہیں بڑھتا ہے

اَلْمُضْعِفُوْنَ دوگنا حاصل کرنے والے

تَعَالٰى بلند و برتر ذات

تشریح: آیت نمبر ۳۸ تا ۴۰

مومن کا ہر کام اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے ہوتا ہے تا کہ اس پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں اور وہ اللہ کی ناراضگی سے محفوظ رہے۔ وہ اگر اپنے رشتہ داروں، ضرورت مندوں اور مسافروں کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے تو وہ یہ نہیں سمجھتا کہ دوسروں کو بھیک دے رہا ہے بلکہ ان کا حق سمجھ کر ان کی مدد کرتا ہے اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہے کہ اللہ نے اسے اس قابل کیا کہ وہ دوسروں کے کام آسکے۔ اس کے برخلاف کفار و مشرکین اور دنیا دار اگر کسی کی مدد کرتا ہے تو اس کے پیچھے یہ جذبہ چھپا ہوا ہوتا ہے کہ اگر آج اس نے کسی کو اپنا مال دے دیا تو کل وہ اس سے زیادہ واپس لوٹے گا۔ گویا وہ دوسروں کی مدد نہیں کرتا بلکہ تجارت کرتا ہے۔ دوسروں کی مدد کرتے وقت مقصد صرف دکھاوا اور دنیا کو خوش کرنے کی ایک کوشش ہوتی ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومن اور کافر کے ان مزاجوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ کافر و مشرک اس بات کو بھول جاتا ہے کہ اس اللہ نے اس کو وجود عطا کیا، زندگی اور اس کے تمام اسباب عطا کئے۔ زندگی بھی اسی کے ہاتھ میں ہے اور موت بھی۔ اور اسی کی قدرت ہے کہ وہ قیامت کے دن تمام انسانوں کو دوبارہ پیدا کر کے ان کو میدان حشر میں جمع کرے گا اور ان سے دی گئی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب لے گا۔ اور اللہ کو چھوڑ کر انہوں نے جن بے حقیقت چیزوں کو اپنا معبود بنا رکھا تھا اور اللہ کی ذات و صفات اور عبادت و بندگی میں دوسروں کو شریک کر رکھا تھا وہ ان کے کسی کام نہ آسکیں گے۔ کیونکہ انسان زندگی اس کے اسباب، موت و حیات ان میں سے ایک چیز بھی ایسی نہیں ہے جو ان جھوٹے شریک معبودوں نے بنائی ہو۔ مومن اور کفار و مشرکین کے ان ذہنوں کو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔

(اے مومنو!) تم رشتہ داروں کو ان کا حق دو۔ محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق ادا کرو۔ یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہے جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی چاہتے ہیں اور دنیا و آخرت میں ہر طرح کی فلاح و کامیابیاں حاصل کرنے والے ہیں۔ (رہے وہ لوگ) جو اپنے مالوں کو دوسروں کے مالوں میں اس لئے شامل کرنے کے لئے دیتے ہیں کہ جو دیا گیا ہے اس سے زیادہ ہو کر واپس آئے گا تو ایسے لوگ یاد رکھیں کہ ان کے نزدیک شاید مال بڑھ کر مل جائے لیکن اللہ کے نزدیک وہ مال بڑھتا نہیں ہے کیونکہ جو مال اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے دیا جاتا ہے وہی مال (دنیا اور آخرت میں) دوگنا ہو کر ملے گا۔

فرمایا کہ اللہ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا۔ اس نے تمہیں رزق دیا ہے۔ وہی موت دے گا اور پھر قیامت کے دن وہ تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔ فرمایا کہ کیا تمہارے ان معبودوں میں سے جن کو تم اللہ کا شریک سمجھتے ہو ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا ہے جس نے ان میں سے کوئی چیز بنائی ہو۔ فرمایا کہ اللہ کی ذات پاک اور بے عیب ہے۔ وہ ان تمام چیزوں سے بلند و برتر ہے جن کو وہ اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔

ان آیات کے سلسلہ میں چند باتیں عرض ہیں۔

(۱) مومن کا ہر کام محض اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے ہوتا ہے۔ اس کا مقصد دنیا والوں کو خوش کرنا یا دکھاوا نہیں ہوتا بلکہ اس درجہ کا خلوص ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ دنیا والے خوش ہوں یا نہ ہوں اس کا پروردگار اس سے خوش ہو جائے۔

(۲) جب وہ کسی رشتہ دار یا ضرورت مند، غریب، مسکین اور پریشان حال مسافر کی مدد کرتے ہیں تو وہ ان کا حق سمجھ کر ان کی مدد کرتے ہیں اور اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اللہ کی توفیق سے وہ کسی کے کام آسکے۔ وہ کسی کی مدد کرتے وقت احسان جتانے اور فخر و غرور کے بجائے نہایت عاجزی و انکساری سے کام لیتے ہیں جو اللہ کو بہت پسند ہے۔

(۳) ایسے مخلص لوگ دنیا والوں کی نظروں میں کتنے بھی ناکام سمجھے جائیں مگر اللہ کے نزدیک یہی وہ کامیاب و بامراد لوگ ہیں قیامت میں حقیقی کامیابی ان ہی کا مقدر ہوگی۔

(۴) یہاں بعض حضرات نے "ربوا" اور زکوۃ کے لفظوں کو مقابل قرار دیا ہے یعنی جو لوگ اپنے مالوں کے ذریعہ مال کماتے ہیں تو وہ مال دنیا میں کتنا بھی کیوں نہ بڑھ جائے اللہ کے نزدیک اس مال کی کوئی حیثیت نہیں ہے اس کے برخلاف وہ لوگ جو اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے اپنے مالوں میں سے زکوۃ نکالتے ہیں۔ زکوۃ نکالنے کی وجہ سے بظاہر ان کا مال کتنا بھی کم کیوں نہ ہو جائے مگر اللہ کے نزدیک آخرت میں ان کا مال بڑھتا ہی رہے گا۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ آیات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں اور "ربوا" یعنی سود کے حرام ہونے اور زکوۃ کو ایک نصاب کے مطابق ادا کرنے کے احکامات مدینہ منورہ میں نازل ہوئے ہیں۔ لہذا

اس سے مراد معاشرہ کی وہ خرابی ہے جس میں خلوص و اخلاص کے بجائے دنیاداری غالب ہوتی ہے جس میں ایک شخص کسی کی مدد اس لئے نہیں کرتا کہ وہ ضرورت مند ہے بلکہ اس لئے مال خرچ کرتا ہے تا کہ وہ دوگنا ہو کر واپس آئے یا جس کی مدد کی گئی ہے وہ احسانات کے نیچے اس طرح دب جائے کہ آئندہ وہ مال داروں کی من مانیوں کا ساتھ دینے پر مجبور ہو جائے۔

(۵) اللہ نے اس کائنات کو پیدا کیا اس کے ہاتھ میں زندگی اور موت کی ڈور ہے اور ساری دنیا کے فنا ہو جانے کے بعد پھر وہی اللہ اپنی قدرت کاملہ سے انسانوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا۔ اللہ کی اس قدرت و طاقت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے اور نہ کسی کے بس میں ہے کہ وہ یہ تمام کام کر سکے۔ لہٰذا اللہ وہ ہے جو ان تمام چیزوں سے افضل، برتر و اعلیٰ ہے جن کو وہ اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤١﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ ۚ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ﴿٤٢﴾ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ ۖ يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ ﴿٤٣﴾ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۖ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِأَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُونَ ﴿٤٤﴾ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ﴿٤٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۵

خشکی اور تری میں (ان کے کفر و شرک کی وجہ سے) فساد پھیل گیا جو کچھ ان کے ہاتھوں نے کمایا۔ تا کہ اللہ انہیں ان کے بعض کئے ہوئے کاموں کا مزہ چکھا دے۔ شاید کہ وہ باز آ جائیں۔

(اے نبی ﷺ!) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تم زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ (تم سے) پہلے (نافرمان) لوگوں کا انجام کیسا ہوا۔ ان میں سے اکثر مشرک تھے۔ (اے نبی ﷺ!) آپ اپنے چہرے کو دین قیم (نہایت درست اور بہتر دین) کی طرف ہی رکھیئے۔ اس دن کے آنے سے پہلے جو اللہ کی طرف سے (مقرر) ہے اور ٹلنے والا نہیں ہے۔ اس دن سب لوگ الگ الگ ہو جائیں گے۔ جس نے کفر کیا اس کا (وبال) اسی پر ہے اور جس نے عمل صالح (بہترین اعمال) کئے تو اس نے اپنے نفع کے لئے سامان (راحت) تیار کر لیا ہے تاکہ اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لے آئے اور عمل صالح کئے اپنے فضل و کرم سے بدلہ عطا کرے۔ بے شک وہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۱ تا ۴۵

ظَهَرَ — ظاہر ہو گیا۔ کھل گیا

بَحْرٌ — تری۔ دریا۔ سمندر

كَسَبَتْ — اس نے کمایا

يُذِيقُ — وہ چکھاتا ہے

سِيْرُوْا — تم چلو پھرو

دِيْنُ الْقَيِّمِ — بہترین اور مستحکم دین

لَا مَرَدَّ — ٹلنے والا نہیں ہے

يَصَّدَّعُوْنَ — الگ الگ ہو جائیں گے

يَمْهَدُوْنَ — وہ ہدایت حاصل کرتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۵

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کر کے کسی کو اس کا شریک نہ ماننا، اسی کی عبادت و بندگی اور اعمال صالحہ کی روش پر چلنا، ہر طرح کے گناہوں اور برے اعمال سے رک جانا دین فطرت ہے۔ لیکن اس کے برخلاف کفر وشرک اور اللہ کی نافرمانیوں میں مبتلا ہو کر کھلم کھلا ظلم وزیادتی پر اتر آنا خلاف فطرت ہے جو اللہ کو سخت ناپسند ہے جس کی اس دنیا میں اور آخرت میں سخت سزائیں مقرر کی گئی ہیں دنیا میں سزا کی مختلف سورتیں ہیں مثلاً بارش کی کمی سے قحط اور وباؤں کا پھوٹ پڑنا، کھیتوں اور باغات کی پیداوار کا کم ہونا، آندھی اور طوفانوں اولوں اور بگولوں کا آ کر تباہی مچا دینا، پانی کے سیلاب سے گھروں کا اجڑ جانا، مویشیوں میں بیماریوں کا پھیل جانا، دنیا پر حکمرانوں کا مظلوم انسانوں کی گردنوں پر مسلط ہو جانا، آپس میں الفت ومحبت اور اتحاد واتفاق کے بجائے اس انداز سے انتشار کا پھیل جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے میں شرم وحیا کا اٹھ جانا، طرح طرح کی بیماریوں کی کثرت، آمدنی میں بے برکتی اور اخراجات کا بڑھ جانا، بے حیائیوں، گناہوں اور گانے بجانے کا بڑے پیمانے پر پھیل جانا، بڑوں اور بزرگوں کا ادب احترام اٹھ جانا، والدین کی نافرمانی کرنا، زنا اور بدکاری، شراب نوشی اور نشے کی چیزوں کا عام ہونا، چوری، ڈکیتی، مکر وفریب، دھوکے بازی اور رشوت کا وبا کی طرح پھیل جانا یہ سب اللہ کے عذاب کی اور اس کی طرف سے سزاؤں کے دینے کی مختلف شکلیں ہیں جن سے انسانی اعمال کی وجہ سے ہر طرف تباہی وبربادی، بے سکونی اور بداعتمادی کی فضا پیدا ہو جاتی ہے۔ نافرمانی اور کفر وشرک کی آخرت میں سزا کس قدر بھیانک ہوگی اس کا تو تصور اس دنیا میں کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دنیا اور آخرت کے ان عذابوں اور سزاؤں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے واسطے سے پوری نسل انسانی کو بتایا ہے کہ سب مل کر اس دین قیم (درست، مستحکم اور مضبوط دین) کو اپنا لیں تو ان کی دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں گی لیکن اگر اللہ کا فیصلہ آ گیا تو وہ نہ ٹلنے والا ہے اور نہ کوئی اس کے لئے رکاوٹ بن سکتا ہے۔ فرمایا کہ ایسے لوگ گذری ہوئی قوموں کے کھنڈرات کو دیکھیں کہ عظیم قوموں کی طاقت وقوت، بلند وبالا بلڈنگیں، مال ودولت کی کثرت اور عیش وعشرت کے سامان، تہذیب وتمدن کی ترقیات اس وقت ان کے کسی کام نہ آ سکیں جب ان پر اللہ کا فیصلہ اور عذاب آ گیا تھا۔ لہٰذا وہ دن جب نیک اور بد دونوں الگ کر دیئے جائیں گے۔ ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے والوں کو ان کا بہترین بدلہ عطا کیا جائے گا اور برے اعمال رکھنے والے لوگوں کو سخت عذاب دیا جائے گا۔ اگر آخرت کے اس دن کے آنے سے پہلے ہی اپنی اصلاح کر لی جائے تو بہتر ہے ورنہ اس کے عذاب سے بچانے والی کوئی چیز نہیں ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ
اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ
الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۴۶ وَ
لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ
بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ۭ وَكَانَ حَقًّا
عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۴۷ اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ
فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ
كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ
مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝۴۸ وَاِنْ
كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ۝۴۹
فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ
اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۵۰

ترجمہ: آیت نمبر ۴۶ تا ۵۰

اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ (بارش سے پہلے) خوش خبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے تاکہ وہ تمہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھادے (فائدے عطا کردے) تاکہ کشتیاں (جہاز) اس کے حکم سے چلیں اور تم اس کا فضل (رزق) تلاش کرو اور شاید کہ تم شکر ادا کرو۔

یقیناً ہم نے آپ ﷺ سے پہلے ان کی قوم کی طرف بہت سے رسول بھیجے تھے جو ان کے پاس کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آئے تھے۔ پھر ہم نے (نافرمانیوں کے سبب) مجرموں سے انتقام لیا۔ اور مومنین کی مدد کرنا (ان کو غالب کرنا) ہماری ذمہ داری ہے۔ اللہ ہی ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر وہ جس طرح چاہتا ہے ان کو آسمان (بلندیوں) میں پھیلا دیتا ہے اور وہ ان بادلوں کو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ پھر تم دیکھتے ہو کہ ان کے درمیان سے بارش برسنا شروع ہو جاتی ہے۔ پھر وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے تو وہ خوشیاں منانے لگتے ہیں۔ حالانکہ وہ ان کے برسنے سے پہلے مایوس ہو چکے تھے۔ تم اللہ کی نشانیوں کی طرف دیکھو کہ وہ اپنی رحمت سے مردہ ہو جانے والی زمین کو کس طرح زندہ (تر و تازہ) کر دیتا ہے۔ بے شک وہی مردوں کو (دوبارہ) زندہ کرے گا۔ اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

لغات آیت نمبر ۴۶ تا ۵۰

مُبَشِّرَاتٌ	خوش خبری دینے والیاں
اَجْرَمُوْا	جنہوں نے جرم کیا
حَقٌّ	حق ہے۔ ذمہ داری ہے
تُثِيْرُ	وہ پھیلاتا ہے
سَحَابٌ	بادل
كِسَفٌ	ٹکڑا۔ تقسیم کرنا
وَدْقٌ	بارش
اٰثٰرٌ (اَثَرٌ)	نشانیاں

تشریح: آیت نمبر ۴۶ تا ۵۰

اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ حالات کبھی ایک جیسے نہیں رہتے خزاں کے بعد بہار، مصیبت کے بعد راحت، دکھ کے بعد آرام وسکون اور ہر مشکل کے بعد آسانی پیدا ہوتی رہتی ہے۔اسی طرح کفر وشرک اور اللہ کی نافرمانیاں جب حد سے بڑھ جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے پاکیزہ نفوس انبیاء کرامؑ کو بھیجتا ہے جو اپنی قوم کے لوگوں کو یہ بات بتاتے ہیں کہ اگر انہوں نے کفر وشرک اور نافرمانیوں کو نہ چھوڑا تو اللہ کا عذاب آئے گا جو تمہاری تمام ترقیات کو مٹا کر رکھ دے گا۔اس طرح گویا کفر وشرک کی وجہ سے جو خزاں کا موسم طاری ہو جاتا ہے وہ موسم بہار سے بدل جاتا ہے۔حضرت آدمؑ سے نبی کریم ﷺ تک بے شمار انبیاء اور رسول تشریف لائے جنہوں نے راستے سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو صراط مستقیم پر چلایا۔نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد نبیوں اور رسولوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔اب قیامت تک آپ کی امت کے علماء کرام اس فریضے کو پورا کرتے رہیں گے اور جب بھی لوگ کفر وشرک میں مبتلا ہوں گے ان کی اصلاح کر کے ان کے سکون کا انتظام فرماتے رہیں گے۔اللہ تعالیٰ کے ارشادات کا خلاصہ یہ ہے کہ

اللہ کی بے شمار نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ وہ بارش سے پہلے خوش خبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے جن سے گرمی میں جھلسے ہوئے لوگ اس تصور کے ساتھ خوش ہو جاتے ہیں کہ اب گرمی کا موسم ختم ہو جائے گا اور اس کی شدت سے نجات مل جائے گی۔اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا مزہ چکھا دیتے ہیں۔یہ خوش گوار ہوائیں جب دریا اور سمندر میں چلتی ہیں تو چھوٹے اور بڑے جہاز اور کشتیاں ایک جگہ سے دوسری جگہ چلی جاتی ہیں جن سے اللہ کا فضل وکرم اور تجارتی لین دین میں ترقی ہوتی ہے اور اس طرح بہت سے لوگوں کو اپنا رزق حاصل کرنے میں سہولت میسر آجاتی ہے۔یہ اللہ کا اتنا بڑا کرم ہے کہ اس پر ہر ایک کو اس اللہ کا شکر گذار ہونا چاہیے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسی طرح جب کسی قوم میں اللہ کی نافرمانیوں کی وجہ سے کفر وشرک پھیل جاتا ہے تو وہ اپنے رسولوں کو بھیجتا ہے تا کہ ان کی زندگیوں میں رونق، بہار، نئی زندگی اور تر وتازگی آجائے۔جو لوگ ان کی بات مان لیتے ہیں تو اللہ نے اپنے ذمے لیا ہے کہ ایسے ایمان والوں کی وہ ہر حال میں مدد فرمائے گا لیکن جو لوگ ان انبیاء کرامؑ کو ستاتے ہیں اور ان کا کہا نہیں مانتے ان سے اللہ انتقام لے کر چھوڑتا ہے جس سے ان کی دنیا اور آخرت کی زندگی برباد ہو کر رہ جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دیکھتے ہو کہ بارش سے پہلے وہ اللہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کو بھیجتا ہے وہی بادلوں کو ہواؤں کے دوش پر اٹھاتا ہے جو تہہ در تہہ بادلوں کی شکل میں زمین کے مختلف ٹکڑوں کی طرف چلتے ہیں۔جہاں وہ بادل برستے ہیں وہاں کے لوگ خوشیاں منانے لگتے ہیں حالانکہ وہ اس سے پہلے اس قدر مایوس ہو چکے ہوتے ہیں کہ جیسے ان پر کبھی بارش برسے گی ہی نہیں۔اس طرح اللہ اس زمین کو جو خشک اور بنجر ہونے لگتی ہے اس کو بارش کے برسنے سے ایک نئی تازگی اور زندگی عطا کر دیتا ہے۔

فرمایا کہ جس طرح بارش کے برسنے سے مردہ زمین دوبارہ تر وتازہ ہو جاتی ہے اسی طرح اللہ کی یہ قدرت کاملہ ہے کہ وہ تمام ان لوگوں کو جو مر کر گل سڑ گئے ہوں گے ان کو اپنی رحمت خاص سے دوبارہ پیدا کرے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح بارش نہ برسنے سے زمین خشک، بنجر اور بے رونق ہو جاتی ہے لیکن بارش برستے ہی اس میں ایک نئی تر و تازگی اور رونق آجاتی ہے اسی طرح جب انسانی ذہنوں کی دنیا بے رونق اور اجاڑ ہو جاتی ہے تو اللہ کے انبیاء کرامؑ آ کر ان کو دنیا اور آخرت کی ایک نئی اور کامیاب زندگی سے آشنا کرتے رہے ہیں۔ کفار مکہ کو بھی اشارۃً بتایا جا رہا ہے کہ ان کی زندگیوں کی بے رونقی اس وقت تک دور نہیں ہو سکتی جب تک خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر مکمل ایمان لا کر عمل صالح کی زندگی اختیار نہ کی جائے۔

تاریخ گواہ ہے کہ مکہ کے ان لوگوں نے جو خوف، بھوک اور باہمی جھگڑوں کی وجہ سے مردہ ہو چکے تھے جب نبی کریم ﷺ کے دامن رسالت سے وابستگی اختیار کی تو ان کو ایک ایسی زندگی مل گئی جس میں ہر طرف امن و سکون، خوش حالی اور دین و دنیا کی بھلائیوں کی رونقیں تھیں۔ صحابہ کرامؓ کی کوششوں سے ساری دنیا کا موسم تبدیل ہو گیا اور ساری دنیا جو بے رونق ہو چکی تھی اس میں ایک نئی زندگی اور تر و تازگی پیدا ہو گئی تھی۔

آج بھی مسلمانوں کو ترقی اور زندگی کی بہاریں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے اسوہ حسنہ کے ذریعہ ہی نصیب ہو سکتی ہیں۔

وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا

رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿۵۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۱ تا ۵۴

اور البتہ اگر ہم (ان پر) ایسی ہواؤں کو بھیجیں جن سے ان کی کھیتیاں زرد دکھائی دیں تو وہ اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں گے۔ بے شک آپ ﷺ مردوں کو نہیں سنوا سکتے اور نہ بہروں کو اپنی

پکار سنا سکتے ہیں جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر چلے جا رہے ہوں۔ نہ آپ ان لوگوں کو (جو اندھے بنے ہوئے ہیں) گم راہی سے نکال کر راہ ہدایت دکھا سکتے ہیں۔ آپ ان لوگوں کو ہی سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے اور فرماں برداری اختیار کرتے ہیں۔

اللہ وہ ہے جس نے تمہیں ضعیف اور کمزوری کی حالت میں پیدا کیا۔ پھر اس نے تمہاری کمزوری دور کر کے تمہیں طاقت وقوت بخشی۔ پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا طاری کیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ وہ جاننے والا اور قدرت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۱ تا ۵۴

مُصْفَرٌّ	زرد
مُدْبِرِیْنَ	پیٹھ دکھانے والے
شَیْبَۃٌ	بڑھاپا
یَخْلُقُ	وہ پیدا کرتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۵۱ تا ۵۴

گذشتہ آیات میں فرمایا گیا تھا کہ جب بارش سے پہلے خوش خبری دینے والی ہوائیں چلتی ہیں تو وہ اس تصور سے پھولے نہیں سماتے کہ بارش کے بعد موسم کی شدت کم ہو جائے گی اور ان کی کھیتیاں ہری بھری ہو جائیں گی درختوں پر رونق آ جائے گی ایسے لوگ خوش تو ہوتے ہیں مگر اس اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے جس نے اپنے کرم سے بادل بھیج کر ان سے ان کو سکون عطا کیا ہے۔ اس کے برخلاف اگر ان کی ہری بھری کھیتیوں پر سخت سردی، شدید گرمی یا خشک اور جھلسا دینے والی ہوائیں چل پڑتی ہیں جن سے ان کی کھیتیاں بے رونق اور زرد پڑ جاتی ہیں تو وہ ناشکری پر اتر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ نے ان پر یہ ظلم کیوں کیا۔ فرمایا کہ ایسے لوگ جو ہر وقت اپنے فائدے میں لگے رہتے ہیں اور اپنی ہی ذات میں گم رہتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کرتے ہیں تو اے نبی ﷺ! اگر یہ آپ کی باتوں کی ناقدری کرتے ہیں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ اصل میں نبی کریم ﷺ اس بات سے سخت رنجیدہ رہتے

تھے کہ مکہ والے ان کی سچی باتوں پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔ اگر وہ میری بات مان لیں تو ان کی دنیا و آخرت دونوں سنور جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ ان لوگوں کو حق دکھا سکتے ہیں جو آنکھیں رکھتے ہوں۔ آپ ان لوگوں کو سنا سکتے ہیں جو کان رکھتے ہوں لیکن وہ لوگ جو آنکھیں رکھنے کے باوجود اندھے بنے ہوئے ہوں اور کان رکھنے کے باوجود بہرے بنے ہوئے ہوں آپ ان کو نہ تو حق دکھا سکتے ہیں اور نہ سنا سکتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کر کے اللہ کی فرماں برداری میں لگے ہوئے ہیں وہی آپ کی بات سمجھتے بھی ہیں اور سنتے بھی ہیں لہٰذا اپنا مشن اور مقصد جاری رکھئے یہی اہل ایمان ساری دنیا پر چھا جائیں گے۔ فرمایا کہ اگر یہ ناشکرے لوگ صرف اتنا غور کر لیتے کہ جب وہ پیدا ہوئے تھے کس قدر کمزور تھے اور بڑھاپے میں جا کر پھر انتہائی کمزور اور ضعیف ہو جائیں گے۔ زندگی کی ان دو کمزوریوں کے درمیان جوانی اور طاقت کا جو زمانہ انہیں نصیب ہوتا ہے اس پر اترانے اور فخر کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ جوانی اور اس کی طاقت بھی آخر کار کمزوری میں بدل جائے گی۔ اللہ نے جو بھی طاقت اور جوانی عطا کی ہے اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے ورنہ جب زندگی کی کھیتی زرد پڑ جائے گی تو پھر عمل کا وہ وقت باقی نہیں رہے گا جو آج حاصل ہے۔

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ۫ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾

ع ۶
۷/۹

ترجمہ: آیت نمبر ۵۵ تا ۶۰

اور جس دن قیامت قائم ہوگی وہ مجرم قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم (دنیا میں) ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ٹھہرے۔ اس طرح وہ (دنیا کی زندگی میں) دھوکے میں پڑے رہے۔ مگر وہ لوگ جنہیں علم دیا گیا تھا وہ کہیں گے کہ تم اللہ کے لکھے ہوئے کے مطابق حشر تک (پڑے سوتے) رہے۔ یہی ہے وہ جی اٹھنے کا دن جسے تم جانتے نہ تھے۔ پھر اس دن ان ظالموں کو ان کی معذرت نفع نہ دے گی اور نہ ان سے معافی کے لئے کہا جائے گا۔ اور بے شک ہم نے اس قرآن میں ہر طرح کی مثالیں بیان کی ہیں۔ اور اگر آپ ان کے پاس کوئی نشانی (معجزہ بھی) لے کر آئیں گے تو وہ یہی کہیں گے کہ تم جھوٹ پر قائم ہو۔ اس طرح اللہ ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے جو سمجھ نہیں رکھتے۔ پس آپ صبر کیجئے۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ وہ لوگ جو یقین نہیں رکھتے وہ آپ کو ہرگز ہلکا نہ پائیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۵ تا ۶۰

اَلسَّاعَةُ گھڑی۔ قیامت

يُقْسِمُ قسم کھائے گا

مَا لَبِثُوْا وہ نہیں ٹھہرے۔ وہ نہیں رہے

يُؤْفَكُوْنَ وہ الٹے چلتے ہیں

اَلْبَعْثُ اٹھنا

لَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ نہ وہ معافی مانگنے جائیں گے

مُبْطِلُوْنَ جھوٹا بنانے والے

يَطْبَعُ وہ مہر لگا دیتا ہے

لَا يَسْتَخِفَّنَّ وہ ہلکا نہ کرے گا

لَا يُوْقِنُوْنَ وہ یقین نہیں رکھتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۵۵ تا ۶۰

اللہ تعالیٰ کے نافرمان کافر و مشرک قیامت کے ہولناک دن کو دیکھ کر عجیب بہکی بہکی باتیں کرنے لگیں گے کبھی وہ اپنے جھوٹے معبودوں کا انکار کرتے ہوئے کہیں گے اے اللہ درحقیقت ہم مشرک نہیں تھے ہمیں غلط مشورہ دینے والوں یا ان بتوں نے گمراہ کیا تھا۔ کبھی کہیں گے کہ ہم دنیا میں بہت کم ٹھہرے ہیں ایسا لگتا ہے کہ جیسے ہم صرف ایک گھنٹہ دنیا میں رہ کر آئے ہیں اگر ہمیں اور موقع دیا جاتا تو ہم گناہوں سے توبہ کر کے ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کر لیتے۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ کفار و مشرکین جس مختصر مدت کی قسم کھا کر یہ کہہ رہے ہیں اس سے مراد عالم برزخ یا قبر ہے جس کے متعلق وہ کہیں گے کہ ہم دنیا میں زیادہ نہیں ٹھہرے ہیں یہ ان کی بے تکی اور بہکی باتیں ہوں گی جن کے جواب میں اہل علم و اہل ایمان کہیں گے کہ تم اللہ کے علم اور لکھے ہوئے کے مطابق قیامت میں دوبارہ اٹھنے تک سوتے رہے ہو۔ اللہ نے جتنی مدت اور وقت دیا تھا وہ سوچنے، سمجھنے اور نیک اعمال کے لئے کافی تھا۔ اب تو وقت گذر چکا ہے۔ اب تو وہ دن ہے جس کا اللہ نے وعدہ کیا تھا اور اپنے رسولوں کے ذریعہ جس کی خبر دی گئی تھی مگر تم نے رسولوں کی باتوں اور قرآن مجید پر غور و فکر نہیں کیا۔ اگر تم غور سے سنتے اور سمجھتے تو تمہارا یہ حال نہ ہوتا۔ مگر تم تو دنیا کے دھندوں اور دنیا کی چمک دمک میں ایسے لگے رہے کہ کسی سچی اور حق بات کو سننا گوارا ہی نہ کرتے تھے آج تم کسی عذر کو پیش کرنے کے قابل بھی نہیں رہے۔ اور تم سے کسی معذرت کا مطالبہ بھی نہیں کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے قرآن مجید کو تمام انسانیت کی اصلاح کے لئے بھیجا ہے جس میں ہر طرح کی مثالوں کو مختلف انداز سے بار بار پیش کیا ہے۔ ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ اگر آپ کوئی نشانی یا معجزہ بھی لا کر دکھا دیں تب بھی یہ لوگ اس کا انکار کر کے کہیں گے کہ آپ جھوٹ پر قائم ہیں۔ سچائی آنے کے بعد جو لوگ انکار پر انکار کرتے چلے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہریں لگا دیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ صبر و تحمل سے کام کیجئے اور اپنے مشن اور مقصد کی کامیابی کے لئے جدوجہد کرتے رہیے اللہ نے جو بھی وعدے کئے ہیں وہ برحق ہیں اور پورے ہو کر رہیں گے۔ آپ اپنے مقصد اور گفتگو میں حلم و تحمل، برداشت اور عزم و ہمت پر قائم رہیے۔ آپ کی بھاری بھر کم شخصیت کے سامنے آخر سب کو جھکنا پڑے گا۔

تاریخ گواہ ہے کہ نبی کریم ﷺ پر مکہ مکرمہ میں تیرہ سال اور مدینہ منورہ میں دس سال تک انتہائی نازک موڑ آئے لیکن آپ یا آپ کے جاں نثار صحابہ کرام مصائب اور پریشانیوں کے آگے نہیں جھکے بلکہ آپ نے اپنی باعظمت سیرت کے ذریعہ ساری دنیا میں نہایت مختصر مدت میں ایک ایسا عظیم انقلاب پیدا فرما دیا جس کی مثال تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔

الحمد للہ سورۃ الروم کی آیات کا ترجمہ اور اس کی تشریح مکمل ہوئی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۱

اتل ما اوحی

سورۃ نمبر ۳۱

لُقمان

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۂ لقمان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	31
کل رکوع	4
آیات	34
الفاظ وکلمات	554
حروف	2217
مقام نزول	مکہ مکرمہ
دو آیتیں	مدینہ منورہ

سورۂ لقمان قیام مکہ مکرمہ کے اس دور میں نازل ہوئی جب کفار عرب نبی کریم ﷺ کی تبلیغ دین کے راستے میں شدید رکاوٹیں پیدا کر رہے تھے اور آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ پر ظلم و زیادتی شروع کر دی تھی۔ اس میں صرف دو آیتیں مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں بقیہ ساری آیات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں۔

حضرت لقمان کو عرب میں ایک نہایت عقل منداور صاحب بصیرت شخص مانا جاتا تھا۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو اور دنیا کے ہر بیٹے کو ایسی بنیادی نصیحتیں کی ہیں جن پر عمل کرنے سے دین اور دنیا کی ہر فلاح اور کامیابی وابستہ ہے۔ اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۂ لقمان رکھا گیا ہے۔

حضرت لقمان کون تھے؟ کب اور کہاں پیدا ہوئے؟ ان کا ذکر قرآن کریم جیسی عظیم کتاب میں اتنی اہمیت کے ساتھ کیوں کیا گیا ہے؟ اور ان کی نصیحتوں کا خلاصہ کیا ہے؟ اس سورۃ کو پڑھتے ہوئے ہر ایک کے ذہن میں یہ سوالات ابھرتے ہیں جس کے جوابات اس سورۃ کے مضامین سے سمجھ میں آتے ہیں۔

علماء ومفسرین نے فرمایا ہے کہ حضرت لقمان، حضرت ابراہیمؑ سے بہت پہلے آئے جو اپنی عقل وفہم اور بصیرت کی وجہ سے ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ قوم عاد ثانیہ کے عربی النسل ایک بادشاہ تھے اور انہوں نے حضرت ہودؑ کا زمانہ پایا ہے اور حضرت ہودؑ پر ایمان لائے تھے۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ حضرت لقمان حبشہ کے رہنے والے سیاہ فام ایک آزاد کردہ غلام تھے۔ حضرت لقمان کے متعلق مفسرین کے یہ الگ الگ بیانات ہیں لیکن تمام مفسرین کا اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ حضرت لقمان نبی تو نہیں تھے مگر ایک صالح، متقی، پرہیز گار شخص تھے جن کو اللہ نے عقل وبصیرت اور فہم وفراست میں ایک خاص مقام عطا فرمایا تھا۔ ان کی عقل وفہم کی باتوں سے عرب میں سارے لوگ اچھی طرح واقف تھے اور مختلف موقعوں پر ان کی دانائی اور عقل وسمجھ کی باتوں کو نقل کیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان کی نصیحتوں کا ذکر کرتے ہوئے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ کفار عرب ان کی عقل مندیوں کی داستانیں تو بیان کرتے ہیں لیکن وہ اللہ کی توحید کے کس طرح قائل تھے اور ان کو کفر وشرک سے کس قدر نفرت تھی اس کو بیان نہیں کرتے۔ حالانکہ ان کی عزت وعظمت کا تقاضا یہ تھا کہ کفار

پورے جزیرۃ العرب میں نضر ابن حارث وہ پہلا شخص تھا جس نے ایران کے بادشاہوں اور رستم و سہراب کے قصوں کہانیوں سے عرب والوں کو آشنا کیا اور دین اسلام سے نفرت پیدا کرنے کے لیے اس نے نہ صرف قصے کہانیوں کو رواج دیا بلکہ ناچنے گانے والی ایک لونڈی کو خرید کر اس سے ناچ گانے کو رواج دیا۔ مقصد صرف یہ تھا کہ نوجوان گانے، ناچ اور قصوں میں لگ جائیں تاکہ وہ نبی کریم ﷺ کی حق و صداقت کی آواز کو نہ سن سکیں۔

مکہ بھی کفر و شرک سے اسی طرح نفرت کرتے جس طرح حضرت لقمان جیسے آدمی کرتے تھے۔ حضرت لقمان اور ان کی نصیحتوں کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو اس طرف رغبت دلائی ہے کہ وہ بھی ان کی طرح توحید و رسالت کو مان کر اپنی آخرت سنوار لیں۔

اسی سورۃ میں نضر ابن حارث جیسے شخص کا بھی نام لیے بغیر ذکر کیا ہے جس نے ایران کے بادشاہوں اور رستم و سہراب کے قصے کہانیاں لا کر مکہ کے تمام نوجوانوں اور عرب معاشرہ کے بوڑھے جوانوں کو اسلام سے نفرت دلانے کے لیے جھوٹے قصے، کہانیوں اور ناچ رنگ میں لگا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان اور نضر ابن حارث دونوں کا ایک جگہ ذکر کر کے کفار مکہ پر سخت طنز کیا ہے کہ ایک شخص جو نہایت پرہیزگار، عقل مند آدمی ہے جو اپنے بیٹے کو توحید خالص کی تعلیم دے رہا ہے جس کے قصے نہایت ادب و احترام سے سنے اور سنائے جاتے ہیں اس کی توحید کی تعلیم پر توجہ نہیں دی جاتی۔ اس کی اتباع اور پیروی سے دور بھاگتے ہیں اور وہ نضر ابن حارث جو صرف مال و دولت اکٹھا کرنے اور دین اسلام کی تعلیم سے نفرت دلانے کے لیے قصے کہانیوں اور ناچ رنگ میں پوری قوم کو مبتلا کر رہا ہے یہ اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور اپنی آخرت برباد کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں حضرت لقمان کی ان نصیحتوں کا ذکر فرمایا ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے کو نہایت پیار و محبت اور شفقت سے کی ہیں تا کہ وہ دنیا کی اونچ نیچ اور آخرت کے سچے عقیدے کو اپنا کر اپنی دنیا اور دین کو سنوار سکے۔

حضرت لقمان سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کریں کیونکہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا سب سے بڑی سعادت ہے اور کفر و شرک سے بچنا بڑی نیکی ہے۔ جو لوگ کفر و شرک میں مبتلا ہوتے ہیں وہ درحقیقت ایک بہت بڑا ظلم کرتے اور بے انصافی سے کام لیتے ہیں۔ اسی بات کی انہوں نے اپنے بیٹے کو بھی نصیحت فرمائی کہ وہ ہمیشہ شرک سے بچتا رہے کیونکہ شرک کرنا سب سے بڑا ظلم ہے۔

☆ دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ ماں باپ کا ادب و احترام اور ہر حال میں ان کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے خاص طور پر ماں جو بوجھ پر بوجھ اٹھا کر اس کی پرورش کرتی ہے اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کیا جائے لیکن اگر وہی ماں باپ کفر اور شرک پر چلنے کے لیے کہیں تو اس سے صاف انکار کر دینا چاہیے کیونکہ معصیت اور گناہ میں کسی کی اطاعت کرنا حرام ہے۔ لہٰذا اس سب کے باوجود والدین کے ادب و احترام میں تو کوئی کمی نہ کی جائے لیکن کفر و شرک میں ان کی ایک بات بھی نہ مانی جائے۔

☆ تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ انسان کا اس بات پر پکا یقین ہونا چاہیے کہ انسان جو کچھ بھی کرتا ہے اللہ اس سے پوری طرح واقف ہے۔ اگر کوئی آدمی ہزار پردوں میں چھپ کر بھی گناہ کرتا ہے تو وہ اس سے نہ چھپ سکتا ہے نہ چھپا سکتا ہے۔

☆ چوتھی نصیحت یہ فرمائی کہ نماز ایک اہم ترین عبادت ہے اس کو قائم کرنے کی جدو جہد کرتے رہنا۔

☆ پانچویں نصیحت یہ فرمائی کہ میرے پیارے بیٹے! تم خود بھی نیکیوں پر ثابت قدم رہو اور ہر طرح کی برائیوں اور گناہوں سے اپنا دامن بچائے رہو اور دوسروں کو بھی نیکیوں پر لانے اور گناہ بھری زندگی سے بچانے کی کوشش اور جدو جہد کرتے رہو اور اگر اس راہ حق وصداقت میں تکلیفیں آئیں تو ان کا ہمت وجرات اور بھر پور حوصلے کے ساتھ مقابلہ کرو اور عزم وہمت کے ساتھ سچائی پر ڈٹے رہو کیونکہ سچائی پر قائم رہنا بہت بڑے عزم کی بات ہے۔

☆ چھٹی نصیحت یہ فرمائی کہ لوگوں سے غرور وتکبر سے پیش مت آنا۔ اترانا اور خود پسندی کا مظاہرہ کرنا اللہ کو سخت ناپسند ہے کیونکہ جو لوگ ذرا ذرا سی باتوں پر اتراتے اور خود اپنے منہ سے اپنی بڑائیاں کرتے رہتے ہیں تا کہ لوگوں پر ان کا رعب جم جائے تو ایسے لوگ بڑے پن کا نہیں بلکہ اپنی گھٹیا ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہیں جو اللہ کو اور اس کے بندوں کو بھی سخت ناگوار گذرتی ہے۔

☆ ساتویں نصیحت یہ فرمائی کہ اپنی چال میں اعتدال قائم رکھنا کیونکہ اکڑ کر چلنا اور غرور وتکبر کا انداز اختیار کرنا اللہ کو پسند نہیں ہے اللہ کے بندے جب زمین پر چلتے ہیں تو وہ بڑے وقار اور دھیمے پن سے چلتے ہیں۔ ان کی چال میں اکڑ اور تکبر نہیں ہوتا۔

☆ آٹھویں نصیحت یہ فرمائی کہ جب کسی سے بات کی جائے تو اس میں سنجیدگی، متانت اور سلیقہ کا خیال رکھا جائے۔ گفتگو میں آواز کو بلند کرنا، چلا چلا کر بولنا اور جاہلوں کا جیسا انداز اختیار کرنا نہ تو اللہ کو پسند ہے اور نہ اس کے بندے ہی پسند کرتے ہیں۔ گدھا جو بہت زور سے چلاتا ہے اس کا چلانا اور آواز نکالنا کس کو پسند ہے وہ آوازوں میں بدترین آواز ہے جس پر بچے بھی ہنس پڑتے ہیں۔ فرمایا کہ آواز میں مناسب دھیما پن اور سنجیدگی ہونی چاہیے۔

یہ ہیں وہ نصیحتیں جو حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو فرمائیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ یہ اللہ کی قدرت ہے کہ اس نے کائنات کی ہر چیز کو انسان کی خدمت میں لگا رکھا ہے اور اس طرح اللہ نے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں سے انسان کو نواز رکھا ہے جس پر ہر آن اللہ کا شکر ادا کرنا واجب ہے مگر اکثر لوگ وہ ہیں جو اس کی ناشکری کرتے ہیں اور اس کے ساتھ عبادت میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔ جب ایسے لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں۔ اس کے سوا کسی کو نہ پکاریں تو وہ کہتے ہیں کہ ہمیں کچھ نہیں معلوم۔ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی راستے پر چلتے دیکھا ہے اور ہم بھی اسی راستے پر قائم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سوال فرمایا ہے کہ اچھا یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے باپ دادا کو شیطان نے گمراہ کر کے غلط راستے پر ڈال دیا تھا کیا پھر بھی تم ان ہی کی پیروی کروگے؟ اگر تمہارے باپ دادا نے جہنم کا گڑھا کھودا تھا تو کیا تم بھی اسی گڑھے میں جاکر گروگے؟ اس سوال کا مشرکین وکفار کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

فرمایا اس کے برعکس وہ لوگ جو محض اللہ کی رضا وخوشنودی کے لیے اسی کی عبادت و بندگی کرتے ہیں وہ درحقیقت ایک ایسی مضبوط گرہ کو پکڑ لیتے ہیں جو ان کو گمراہی اور جہنم کی آگ میں گرنے سے بچالیتی ہے اور ان کو قیامت میں بہترین انجام تک پہنچائے گی۔

نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آج یہ کفار و مشرکین آپ ﷺ کا اور آپ کے لائے ہوئے قرآن کریم کی تعلیمات کا مذاق اڑا رہے ہیں تو آپ اس سے رنجیدہ نہ ہوں کیونکہ ان سب کو آخر کار میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے پھر میں ان کو بتاؤں گا کہ وہ دنیا میں کیا کرتے رہے ہیں اور جس سامان زندگی پر وہ اترا رہے ہیں وہ سب ان سے ختم ہو جائے گا اور یہ لوگ ایک برے انجام سے دوچار ہو کر رہیں گے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ زمین و آسمان اور اس کے درمیان جو کچھ ہے وہ سب کا سب اسی کے تابع ہے اور اسی کے حکم سے ہر چیز چل رہی ہے۔ وہ جس طرح چاہتا ہے اس کو چلاتا ہے وہ اس کے چلانے میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔

سورۃ لقمان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ﴿١﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿٢﴾ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ﴿٣﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿٤﴾ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۵

الف۔لام۔میم۔ یہ حکمت سے بھرپور کتاب کی آیات ہیں۔نیکیاں کرنے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۵

تِلْكَ	یہ (اسم اشارہ)
اَلْمُحْسِنِيْنَ	نیکیاں کرنے والے
يُقِيْمُوْنَ	وہ قائم کرتے ہیں
يُؤْتُوْنَ	وہ دیتے ہیں۔ادا کرتے ہیں
يُوْقِنُوْنَ	وہ یقین کرتے ہیں
اَلْمُفْلِحُوْنَ	فلاح وکامیابی حاصل کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۵

اس سورت کا آغاز بھی حروف مقطعات سے کیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ اور دوسری چند سورتوں کی ابتداء میں جہاں یہ حروف آئے ہیں وہاں اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ ان حروف کے معنی اور مراد کا علم صرف اللہ کو ہے کیونکہ یہ اسی کا کلام ہے۔ ممکن ہے نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ان حروف کے معنی بتا دیئے ہوں لیکن نبی کریم ﷺ نے اپنے جاں نثاروں کو نہیں بتائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ قرآن کریم وہ کتاب ہے جو حکمت و دانائی کے اصولوں سے بھرپور ہے اور اس کے ہر حکم میں اللہ نے حکمت و دانائی کو اس طرح بھر دیا ہے کہ ہر وہ شخص جو حسن عمل پیش کرتا ہے اس کے لئے سراسر ہدایت اور رحمت ہے۔ لیکن جو بڑی سے بڑی حکیمانہ بات سے منہ پھیر کر گذر جائے اور اس پر غور و فکر کر کے حسن عمل کا پیکر نہ بن جائے وہ یقیناً ناکام و نامراد شخص ہے۔ فرمایا کہ وہ لوگ جو ''محسن'' ہیں یعنی ہر نیکی کو قبول کرتے اور ہر گناہ سے بچتے ہیں ان کے لئے قرآن کریم کی آیات سراسر رحمت و ہدایت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ''محسنین'' ان لوگوں کو قرار دیا ہے جو

(۱) نمازوں کو قائم کرتے ہیں یعنی نمازوں کے آداب اور شرائط کا پوری طرح لحاظ کر کے ان کی پابندی کرتے ہیں۔ نماز درحقیقت اللہ کی عبادت و بندگی کا سب سے بہتر اور اعلیٰ معیاری عمل ہے۔ وہ لوگ جو نمازوں کو قائم کرتے ہیں وہی دین اسلام کی عمارت کو مضبوط کرتے ہیں لیکن جن کے نزدیک نماز کی کوئی اہمیت نہیں ہے وہ سارے دین کی بنیادوں کو ڈھا دینے والے ہیں۔

(۲) ''محسنین'' کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ ''زکوۃ'' دیتے ہیں یعنی مال و دولت سے اس طرح چمٹ کر نہیں رہ جاتے کہ ان کے ہاتھوں سے ایک سکہ بھی غریبوں اور بے کسوں کی جیب میں نہ جائے بلکہ صدقات کے علاوہ وہ زکوۃ بھی ادا کرتے ہیں اس میں کوتاہی نہیں کرتے۔ سورۂ لقمان کی آیات اگرچہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں جہاں زکوۃ کی ساری تفصیلات اور احکامات نازل نہیں ہوئے تھے لیکن نماز کی طرح زکوۃ بھی مکہ مکرمہ میں فرض کر دی گئی تھی۔ مدینہ منورہ میں زکوۃ کے احکامات، اس کا نصاب، مقدار اور زکوۃ کے مستحقین کی تفصیلات کا تعین کر دیا گیا تھا۔ مکہ مکرمہ میں یہ حکم تھا کہ اپنی ضرورت سے جو کچھ زائد ہو وہ دوسرے مسلمان بھائیوں کو دے دیا جائے لیکن مدینہ منورہ میں اللہ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے یہ متعین فرما دیا کہ صرف صاحب نصاب لوگ اپنے مال میں سے ڈھائی فیصد ادا کریں۔ اگر وہ اس کو ادا نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے مالوں کو دو منہ والے سانپ کی شکل میں ان کے گلے میں لٹکا دیں گے جو ان کو ڈستا رہے گا اور کہتا رہے گا کہ میں ہوں تیرا مال، میں ہوں تیرا خزانہ۔

(۳) ''محسنین'' کی تیسری صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں یعنی ان کا اس بات پر پختہ یقین ہوتا ہے کہ وہ مرنے کے بعد اللہ کے سامنے حاضر ہو کر اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب پیش کریں گے۔

اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجائے گی کہ فکر آخرت ہی انسان کے اعمال و کردار کی سچی بنیاد ہے۔ اگر آخرت کا

فکر دامن گیر نہ ہو تو انسان اور جانور میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ اسی لئے اگر قرآن کریم کا غور و فکر سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ قرآن کریم نے سب سے زیادہ جس بات پر زور دیا ہے وہ آخرت کی فکر ہے۔ فکر آخرت سے بے نیاز تو صرف کفار ہی ہو سکتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم سراسر ہدایت اور رحمت ہے لیکن اس سے فائدہ حاصل کرنے والے لوگ وہی ہیں جو نیکیوں پر قائم رہتے ہیں اور برائیوں سے بچ کر فکر آخرت میں لگے رہتے ہیں۔

کفار مکہ کہتے تھے کہ یہ مسلمان جس خطرناک راستے پر بے سوچے سمجھے چلے جا رہے ہیں ہماری عقلوں میں یہ بات نہیں آتی کہ ان کا بہتر انجام کیسے ہوگا۔ ہمیں تو ایسا لگتا ہے کہ یہ دنیا کے ناکام ترین لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زور دے کر فرمایا کہ وہ اہل ایمان جو حسن عمل کا پیکر ہیں، اللہ کی اطاعت و فرماں برداری کرنے والے، نمازیں قائم کرنے والے، زکوۃ دینے اور فکر آخرت میں لگے ہوئے ہیں یہی راہ مستقیم پر ہیں اور ان لوگوں کی کامیابی یقینی ہے صرف اس دنیا کی حد تک نہیں بلکہ آخرت میں بھی ہر طرح کی کامیابیاں ان کے قدم چومیں گی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَاۗبَّةٍ ۭ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

ترجمہ: آیت نمبر ۶ تا ۱۱

ان میں سے کوئی تو ایسا (بدنصیب ہے) جو بے ہودہ اور غافل کرنے والی چیزیں خرید کرلاتا ہے تا کہ وہ کم علم لوگوں کو اللہ کے راستے سے بھٹکا دے۔ اور اسے ہنسی مذاق سمجھتا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے ذلت والا عذاب ہے۔ اور جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو وہ تکبر سے اس طرح منہ پھیر کر چل دیتا ہے جیسے اس نے سنا ہی نہیں یا جیسا کہ اس کے کانوں میں بہرا پن ہے۔ (اے نبی ﷺ!) آپ اس کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجئے۔ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے تو ان کے لئے نعمتوں سے بھرپور جنتیں ہیں۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے اور وہ زبردست ہے اور غالب حکمت والا ہے۔

وہ اللہ جس نے بغیر ستونوں کے ان سات آسمانوں کو بنایا جنہیں تم (ہر روز) دیکھتے ہو۔ اسی نے زمین پر پہاڑ (بوجھ بنا کر) رکھ دیئے تا کہ وہ (زمین) تمہیں ایک طرف لے کر ڈھلک نہ جائے۔ اسی نے زمین میں ہر طرح کے جان داروں کو پھیلا دیا۔ اور ہم نے ہی آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے ہی عمدہ قسم کی چیزیں اگائیں۔ یہ تو اللہ کی تخلیق ہے (آپ ﷺ کہئے کہ) مجھے دکھاؤ جو اللہ کے سوا (من گھڑت) معبود ہیں کہ انہوں نے کیا کچھ پیدا کیا ہے؟ بلکہ (درحقیقت) ظالم لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶ تا ۱۱

یَشْتَرِیُ	خریدتا ہے
لَھْوٌ	فضول۔ بے ہودہ کام
اَلْحَدِیْثُ	بات
ھُزُوٌ	مذاق
وَلّٰی	وہ پلٹ گیا
اُذُنٌ	کان
اَلْقٰی	اس نے ڈالا

تَمِیْدَ	وہ ایک طرف ڈھلک جاتا ہے
زَوْجٌ	جوڑا (شوہر۔ بیوی)
خَلْقٌ	بناوٹ۔ پیدائش

تشریح: آیت نمبر ۶ تا ۱۱

سورۂ لقمان کی ان آیات میں قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے خطاب عام ہے لیکن واحد کے صیغے اور واحد کی ضمیریں لانے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی خاص شخص تھا جس کی بدترین سازشوں اور کوششوں سے اہل ایمان کو خبردار کیا جارہا ہے اور بتایا جارہا ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے ہوشیار رہیں تاکہ ملت اسلامیہ میں انتشار پیدا نہ ہو۔ احادیث کی معتبر کتابوں میں نضر ابن حارث کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ شخص مشرکین مکہ میں سے ایک ہوشیار تجارت پیشہ آدمی تھا جو اپنی تجارت کے فروغ کے لئے دنیا بھر کے ملکوں کا سفر کرتا رہتا تھا۔ اسے نبی کریم ﷺ اور قرآنی تعلیمات سے ایک خاص قسم کی نفرت تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ وہ ملک فارس گیا وہاں اس کو ایرانی بادشاہوں اور رستم واسفندیار جیسے بہادروں کے قصے نظر پڑے وہ ان کو خرید کر لے آیا اس نے مشرکین مکہ سے یہ کہا کہ محمد (ﷺ) تمہیں قوم عاد، قوم ثمود اور دوسری تباہ و برباد ہونے والی قوموں کے قصے سناتے اور ڈراتے رہتے ہیں۔ میں تمہارے لئے ایران کے بہادروں اور بادشاہوں کے قصے خرید کر لایا ہوں ان کو سنو۔ درمنثور میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ وہ شخص ایک گانے والی کنیز (لونڈی) کو بھی خرید کر لے آیا تھا۔ قصے کہانیوں کے ذریعہ وہ لوگوں کو نبی کریم ﷺ کی باتوں سے اور تلاوت کلام اللہ سے روکنے کی کوشش کرتا اور اس کنیز سے گانے سنوا کر کہتا تھا کہ محمد (ﷺ) تو تمہیں قرآن سنا کر یہ کہتے ہیں کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو اور (اللہ کی راہ میں) جانوں کا نذرانہ پیش کرو۔ ان خشک باتوں سے بڑی تکلیف پہنچتی ہے۔ تم آؤ۔ ان باتوں کو چھوڑو، گانے سنو اور خوشیاں مناؤ۔

چونکہ آدمی قصے کہانیاں بڑے شوق سے سنتا ہے اس لئے نضر ابن حارث کی ان کوششوں سے کفار مکہ کو ایک مشغلہ ہاتھ آ گیا اور وہاں کے نوجوان اور بوڑھے مردوں، عورتوں نے ان میں خاص دلچسپی لینا شروع کر دی۔

اس واقعہ کو پڑھ کر یہ سوچتا ہوں کہ یہ تو نزول قرآن کے زمانے کی باتیں ہیں لیکن اگر غور کیا جائے تو ہمارے دور میں ایک دو نہیں بلکہ ہزاروں نضر ابن حارث پیدا ہو چکے ہیں جن کا کام ہی یہ ہے کہ وہ بھولے بھالے لوگوں کو قصے کہانیوں، ناولوں، افسانوں، گانے بجانے اور میلوں ٹھیلوں کی طرف اس قدر تیزی سے لا رہے ہیں کہ عام آدمی کو جتنی دلچسپی ان چیزوں سے ہے اتنی دلچسپی قوموں کے عروج وزوال اور ان کے برے انجام سے نہیں ہے۔ دین کی بات کرنا "ملائیت" ہے اور فضول چیزوں کی طرف لانے کو فیشن قرار دیا جا چکا ہے۔ یہ مرض اب ایک خطرناک وبائی شکل اختیار کر چکا ہے اور کینسر کی طرح دین کی تعلیمات اور اخلاقی

قدروں کو تیزی سے چاٹتا چلا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اس عالمی سازش اور گناہوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ نے ''لھوالحدیث'' کہہ کر ان تمام بے ہودہ کاروائیوں کو دولفظوں میں سمیٹ دیا ہے۔ ''لھو'' کے معنی ہیں بے فائدہ، بے ہودہ، لائق نفرت، دین سے غافل کرنے والے کھیل تماشے، گانے بجانے، جھوٹے قصے، کہانیاں، ناول، افسانے وغیرہ سب چیزیں شامل ہیں۔ ''لھوالحدیث'' وہ باتیں اور مشغلے جو انسان کو دین اسلام اور اس کی سچائیوں سے غافل کردیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں لوگوں کے اخلاق و کردار کو تباہ کرنے اور بگاڑنے والی باتوں کا ذکر کرکے فرمایا کہ ان فضول اور بے ہودہ باتوں سے انسانیت کو سوائے زندگی کے بگاڑ کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ حالانکہ اصل چیز دنیا اور آخرت کی زندگی کو سنوارنا اور بنانا ہے۔ قصے کہانیاں وقت کو ضائع کرنے کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ مگر شیطانوں نے ان فضولیات کو لوگوں کی نظروں میں اتنا خوبصورت بنادیا ہے کہ اب یہ فیشن بن کر رہ گیا ہے اور پوری نسل اس میں ڈوبتی چلی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زیر مطالعہ آیات میں ان ہی سب باتوں کے خطرے سے پوری طرح آگاہ فرمادیا ہے۔ ارشاد ہے

لوگوں میں سے کوئی بدنصیب ایسا بھی ہے جو بے ہودہ باتوں کو خرید کر لاتا ہے اور کم علم لوگوں کو اللہ کی راہ سے بھٹکانے کی کوشش کرتا ہے اور اس کو وہ ہنسی مذاق سے زیادہ کچھ نہیں سمجھتا۔ اللہ نے ایسے لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ کیونکہ جب اس کو اللہ کی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو وہ تکبر سے منہ پھیر کر چل دیتا ہے جیسے اس نے ان باتوں کو سنا ہی نہیں یا ایسا لگتا ہے جیسے اس کے کانوں میں کوئی ڈاٹ لگی ہوئی ہے یا وہ بہرا ہو چکا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ایسے لوگوں کو یہ خوش خبری سنا دیجئے کہ ان کے لئے دردناک عذاب تیار کیا جا چکا ہے۔ فرمایا اس کے برخلاف جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح اختیار کئے تو اللہ نے ان کے لئے ایسی جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن میں ہر طرح کی نعمتیں موجود ہوں گی اور وہ ان جنتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ فرمایا کہ یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا کیونکہ اللہ کائنات کی ہر چیز پر غالب اور قوت والا ہے اور اس کی حکمت ہر چیز پر غالب ہے۔ فرمایا کہ اللہ وہ ہے جس نے اپنی قدرت کاملہ سے سات آسمان بغیر ستونوں کے بنائے ہیں اور آسمان کو شامیانے کی طرح ان پر تان دیا ہے۔ یہ وہ سات آسمان ہیں جن کو ہر انسان ہر روز اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اللہ نے اپنی قدرت سے زمین کا توازن برقرار رکھنے کے لئے بڑے بڑے پہاڑ ایک بوجھ کی طرح زمین پر رکھ دیئے ہیں اگر یہ پہاڑ نہ ہوتے تو زمین اپنا توزن برقرار نہ رکھ سکتی اور سارے انسانوں کو لے کر کسی ایک طرف الٹ جاتی اسی اللہ نے تمام جان داروں کو پیدا کیا اور ان کے رزق کا سامان مہیا فرمایا۔ اسی کی قدرت کا یہ شاہکار ہے کہ اس نے بارشوں کا انتظام کیا جس سے زمین تروتازہ ہو جاتی ہے طرح طرح کے پھل، سبزہ، سبزی اور ہر چیز کے جوڑے پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک سوال کیا ہے کہ یہ تمام چیزیں تو اللہ نے پیدا کی ہیں لیکن وہ جھوٹے معبود جن سے یہ لوگ آس لگائے بیٹھے ہیں اور ان کو اپنا مشکل کشا مانتے ہیں انہوں نے ان چیزوں میں سے کن چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان جب بھی غور و فکر سے کام لے گا اس پر یہ حقیقت پوری طرح کھل جائے گی کہ یہ سب کچھ اللہ نے پیدا کیا وہی ان چیزوں کا مالک ہے اور وہی ہر طرح کی عبادت و بندگی کے لائق ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾

النصف

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۵

اور یقیناً ہم نے لقمان کو حکمت و دانائی عطا کی تھی (اور کہا تھا کہ) تم اللہ کا شکر ادا کرو۔ اور جو شخص شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی بھلے کے لئے کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے (اس کا وبال اسی پر ہے) بے شک اللہ تو بے نیاز ہے اور تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔ اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا کیونکہ شرک کرنا بہت بڑا ظلم (بے انصافی) ہے۔

اور ہم نے انسان کو تاکید کی ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ (حسن سلوک کرے) اس کی ماں نے دکھ پر دکھ جھیل کر اس کو اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال میں اس کا دودھ چھڑایا۔ اور تم میرا اور اپنے ماں باپ کا شکر ادا کرنا۔ اور تم سب کو میری ہی طرف لوٹنا ہے۔ اور اگر وہ دونوں (ماں باپ) تم پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تم اللہ کے ساتھ شرک کرو جس کا تمہیں علم نہیں ہے تو ان دونوں (ماں باپ) کی اطاعت مت کرنا لیکن دنیا کے معاملات میں ان سے حسن سلوک کرتے رہنا۔ اور تم

اس راستے کی پیروی کرنا جو تمہیں میری طرف پھیر دے۔ بہر حال تمہیں میری طرف ہی لوٹنا ہے۔
پھر میں بتاؤں گا کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو۔

تشریح: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۵

سورۂ لقمان کی اس سے پہلی آیات میں نضر ابن حارث کا نام لئے بغیر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بعض کافر و مشرک وہ ہیں جو بے ہودہ اور دین سے غافل کرنے والی چیزیں خرید کر لاتے ہیں تا کہ وہ لوگوں کو اور نئی نسل کو جھوٹے قصے کہانیوں میں لگا کر دین کی سچائیوں کو بے حقیقت ثابت کر سکیں۔ اب ان زیر مطالعہ آیات میں عرب کے ذہین شخص حکمت و دانائی، علم و دانش کے پیکر شکر گذار توحید پرست حضرت لقمان کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ وہ حضرت لقمان جنہیں اللہ نے علم و حکمت الہام فرمایا تھا جن کی عقل و سمجھ کی باتوں سے عرب کا بچہ بچہ واقف تھا انہوں نے اپنے بیٹے کو یعنی نوجوان نسل کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! اللہ (کی ذات، صفات اور عبادت میں) کسی کو شریک نہ کرنا کیونکہ کسی کو بھی اللہ کے ساتھ شریک کرنا انتہائی زیادتی، بے انصافی اور گناہ کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شرک کی اس شدت کو بیان کرنے کے لئے فرمایا کہ ہم نے انسان کو اس بات کی تاکید کر دی ہے کہ اس کے وہ والدین خاص طور پر ماں جس نے اپنے بچے کو دکھ پر دکھ اٹھا کر نو مہینے اپنے پیٹ میں پرورش کیا۔ دو سال تک دودھ پلا کر نہایت شفقت و محبت سے اس کو پروان چڑھایا اور وہ باپ جس نے زندگی کی کڑی دھوپ میں اس کے لئے زندگی گذارنے کے وسائل مہیا کئے ان دونوں کی اطاعت و فرماں برداری کی جائے۔ ان کا کہا مانا جائے۔ ادب و احترام کا پوری طرح خیال رکھا جائے ان کی دل داری کرتے ہوئے اگر وہ کچھ کہہ دیں تو اس پر اف تک نہ کہا جائے لیکن وہی والدین جن کی خدمت کو عبادت قرار دیا گیا ہے اگر اس کو کفر و شرک پر آمادہ کریں اور شرک کرنے کے لئے زور ڈالیں تو صاف انکار کر دینا چاہیے کیونکہ کسی گناہ اور معصیت میں کسی شخص یہاں تک کہ والدین کی بات بھی نہیں مانی جائے گی۔ البتہ اس کے باوجود ان سے دنیاوی حسن سلوک، خدمت، ادب و احترام اور اچھے برتاؤ میں کمی نہیں آنی چاہیے۔ کیونکہ اصول کی بات یہ ہے کہ ہر اس شخص کی پیروی کی جائے گی جو اللہ کی طرف لانے کی جدو جہد اور کوشش کرتا ہے کیونکہ سب لوگوں کو آخر کار اسی ایک اللہ کی طرف لوٹنا ہے۔ جہاں وہ ہر ایک کے نامۂ اعمال کے مطابق یہ بتا دے گا کہ وہ دنیا میں کیا کرتا رہا ہے۔ اسی پر جنت یا جہنم میں داخلے کا حکم دیا جائے گا۔

ان آیات کی وضاحت کے لئے عرض ہے کہ

(۱) اللہ تعالیٰ کے بعد انسان پر سب سے زیادہ ادب و احترام اور اطاعت و فرماں برداری کا حق والدین کا ہے جنہوں نے سخت مصیبتیں اور دکھ جھیل کر نہایت شفقت و محبت سے اس کی پرورش کی ہے۔ لہٰذا اولاد میں سے ہر ایک پر یہ لازم قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کی بے انتہا اطاعت و فرماں برداری کرے اور ان کو غیر محسوس تکلیف بھی نہ ہونے دے لیکن اگر کسی کے والدین اپنی اولاد کو کسی گناہ یا شرک کرنے پر زور ڈالیں تو صاف انکار کر دینا لازمی ہے کیونکہ والدین کی اطاعت و فرماں برداری کے حدود مقرر ہیں۔ شرک میں ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔

(۲) تقریباً تمام علما، محدثین اور مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت لقمان اللہ کے نبی یا رسول نہیں تھے بلکہ نہایت نیک اور پارسا شخص تھے ان کی عقل و دانش کے پورے عرب میں چرچے عام تھے۔ اور وہ لوگ ان کی حکمت و دانائی سے بہت متاثر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے عقل مند انسان نے بھی یہی بتایا ہے کہ اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنا ظلم عظیم ہے اس سے زیادہ بے ادبی، بے انصافی اور گستاخی کوئی نہیں ہے کہ اللہ کی ذات، صفات اور عبادت میں دوسروں کو شریک سمجھا جائے۔ فرمایا کہ وہ حضرت لقمان کو بہت دانش مند شخص سمجھتے ہیں وہ بھی شرک کو بدترین گناہ سمجھتے ہیں وہ کیسے لوگ ہیں جو دین اسلام کا راستہ روکنے کے لئے اپنے کفر و شرک میں اس قدر آگے بڑھ چکے ہیں کہ لوگوں کو اور نئی نسل کے نوجوانوں کو وحدانیت اور شکر کی طرف لانے کے بجائے ان کو ناچ گانے، کھیل کود، قصے کہانیوں اور دین سے غافل کرنے والی چیزوں میں لگا رہے ہیں۔

(۳) قرآن کریم میں توحید کی تعلیم اس قدر واضح اور تفصیل سے بیان کی گئی ہے کہ اس کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جو پوری روشنی میں نہ آ گیا ہو۔ اللہ نے اسی پر زور دیا ہے اور تمام رسول اسی تعلیم کو لے کر آئے تھے۔ گذشتہ امتوں کو جس وجہ سے تباہ و برباد کیا گیا ہے وہ ان کا شرک تھا۔ شرک ایک ایسی خرابی اور برائی ہے جو کسی حال میں معاف نہیں کی جاتی۔ انبیاء کرامؑ اپنی امتوں کو کفر و شرک سے روکتے رہے۔ جب وہ اپنی مشرکانہ حرکتوں سے باز نہیں آئے تو اللہ کا فیصلہ آ گیا اور قوموں کو صفحہ ہستی سے مٹا کر نشان عبرت بنا دیا گیا۔

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۶﴾ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰي مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ﴿۱۹﴾

ع ۲ / ۸ / ۱۱

ترجمہ: آیت نمبر ١٦ تا ١٩

اے میرے بیٹے! اگر (برائی) رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگی پھر وہ کسی سخت پتھر کی چٹان کے اندر یا آسمانوں اور زمین میں (کسی جگہ بھی چھپی ہوئی ہوگی) تو اللہ اس کو (باہر نکال) لائے گا۔ بے شک اللہ تمام چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے اور خبر رکھتا ہے۔

اے میرے بیٹے! نماز قائم کر، اچھے کاموں کا حکم دے، برائیوں سے روکنے کی کوشش کر اور جو حالات پیش آئیں ان پر صبر کر۔ بے شک یہ بڑے عزم و ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر۔ نہ زمین پر اکڑ کر چل۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر اترانے والے اور مغرور آدمی کو پسند نہیں کرتا۔ اپنے چلنے میں (رفتار میں) اعتدال پیدا کر اور اپنی آواز کو پست رکھ۔ بے شک آوازوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ آواز گدھے کی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ١٦ تا ١٩

مِثْقَالَ — وزن

حَبَّةٌ — دانہ

صَخْرَةٌ — سخت پتھر۔ چٹان

يَأْتِ بِهَا — وہ اس کو لے آئے گا

اَصَابَ — پہنچا

عَزْمُ الْاُمُوْرِ — ہمت کے کام

لَا تُصَعِّرْ (تَصْعِيْرٌ) — ٹیڑھا نہ کر۔ چہرہ نہ پھلا

خَدٌّ — گال۔ رخسار

لَا تَمْشِ — تو نہ چل

مَرَحٌ	اکڑنا۔تکبر کرنا
مُخْتَالٌ	اترانے والا
فَخُوْرٌ	بڑائیاں کرنے والا
اِقْصِدْ	اعتدال۔میانہ روی اختیار کر
مَشْیٌ	چلنا
اُغْضُضْ	پست کر۔دھیما کر
صَوْتٌ	آواز
اَنْكَرَ	بدترین۔ناگوار
اَلْحَمِيْرُ	گدھا

تشریح: آیت نمبر ۱۶ تا ۱۹

حضرت لقمان جو اللہ کے نیک اور برگزیدہ بندے تھے عرب کے رہنے والے ان کی عقل وفہم اور دانش پر بہت اعتماد کرتے تھے انہوں نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے پہلی بات یہ فرمائی کہ اس کائنات کا مالک صرف ایک اللہ ہے اس کی ذات، صفات اور عبادت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے جو لوگ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں وہ درحقیقت بڑی بے انصافی، گستاخی اور ظلم عظیم کرتے ہیں۔ یہاں تک فرمایا ایک گھر میں کہ والدین جو انسان کی محبت وعقیدت کا مرکز ہوتے ہیں وہ بھی اگر اپنی اولاد کو شرک کرنے کا حکم دیں تو اولاد کو اس سے انکار کر دینا فرض ہے۔ البتہ دنیاوی حسن سلوک میں کمی نہیں آنی چاہیے۔ کیونکہ والدین کافر ہوں یا اللہ کے فرماں بردار ہر حال میں ان کے ساتھ حسن معاملہ کرنا ضروری اور لازمی ہے۔

دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ انسان کا کوئی عمل یا کوئی بات کسی حال میں اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کسی چٹان یا زمین وآسمان میں کوئی چیز ایسی ہو جو لوگوں کی نگاہوں سے چھپی ہوئی ہو یا ہزاروں پردوں کے پیچھے کوئی گناہ کیا گیا ہو جو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو لیکن رب العالمین سے وہ بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ ہر بات اور عمل سے اچھی طرح واقف ہے۔

تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ نماز کو ہمیشہ قائم رکھا جائے یعنی اس کے تمام آداب وارکان کا خیال رکھتے ہوئے اس کو ادا کیا جائے۔ اصل میں توحید خالص کو مان کر اور اللہ کو ہر جگہ حاضر وناظر جان کر عمل کرنا اور یہ یقین رکھنا کہ اس کو ایک دن اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے یہ دین اسلام کی روح ہے جس کا بہترین اظہار نماز کے ذریعہ ہوتا ہے اسی لئے حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نماز کی تاکید فرمائی۔

چوتھی نصیحت یہ فرمائی کہ ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' یعنی ہر نیک بات کو پھیلانے کی مسلسل جدوجہد کرنا اور دنیا سے ہر برائی کو مٹانے کی کوشش کرنا ہر مومن کی ذمہ داری ہے کیونکہ اللہ نے اس کو بہترین امت بنایا ہے جس کا بنیادی فرض یہ ہے کہ دنیا میں نیکیاں پھیلائے اور برائیوں کے خاتمہ کی کوششوں میں لگی رہے۔ اصل میں جب تک ایک مومن کوئی بھی نیکی کرتا ہے نماز، روزہ اور احکام الہی کی پابندی کرتا ہے تو وہ عبادت ہے لیکن جب انسان کو یہ فکر دامن گیر ہو جائے کہ کسی طرح دوسرے لوگ بھی اس نیکی کو اپنا لیں اور برائیوں سے بچ جائیں جب وہ اس کی جدوجہد کرتا ہے تو اس کو دعوت کہتے ہیں۔ عبادت اور دعوت دونوں ہی ضروری ہیں۔ عبادت کرنا تو شاید آسان ہو کیونکہ وہ انسان کی ذات تک محدود رہتی ہے لیکن دوسروں تک نیکی کا پیغام پہنچانا یہ بڑی ہمت اور حوصلہ مندی کی بات ہے اسی لئے فرمایا کہ اگر تمہیں اس راستے میں کوئی تکلیف پہنچے یا مشکل درپیش ہو تو اس پر صبر کرنا کیونکہ یہ بڑے حوصلے، جرات اور عزم وہمت کی بات ہے۔

پانچویں نصیحت یہ فرمائی کہ لوگوں سے منہ پھیر پھیر کر بات مت کرنا کیونکہ یہ تکبر کی نشانی ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے۔ حدیث میں آتا ہے کہ نبی مکرم ﷺ جب کسی سے بات کرتے تو پوری طرح متوجہ ہو کر بات کرتے تھے۔ یہی اہل ایمان کا طریقہ اور شریفانہ اخلاق کا تقاضا ہے۔

چھٹی نصیحت یہ فرمائی کہ زمین پر اکڑ کر چلنا تکبر اور غرور کی نشانی ہے جو کسی حال میں ایک مومن کو زیب نہیں دیتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کے بندے جب زمین پر چلتے ہیں تو بڑے وقار اور دھیمے پن سے چلتے ہیں یعنی متکبروں کی طرح نہ گردن اکڑا کر چلتے ہیں اور نہ زور سے پاؤں مار کر اپنی بڑائی کا اظہار کرتے ہیں بلکہ تواضع اور انکساری کا طریقہ اختیار کرتے ہیں جو اللہ کو بہت پسند ہے۔ چلنے میں اس بات کا خیال ضرور رہے کہ نہ تو بیماروں کی طرح چلے نہ متکبر لوگوں کی طرح۔ درمیانہ اور اعتدال کی راہ سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ چلنے میں وقار ہو بناوٹ نہ ہو۔

ساتویں نصیحت یہ فرمائی کہ بیٹا! اپنی آواز کو دھیما رکھنا۔ چیخنا، چلانا اور خوامخواہ زور زور سے بولنا پسندیدہ نہیں ہے جہاں جیسی ضرورت ہو اس کے مطابق آواز کو بلند یا پست کیا جائے لیکن بلا ضرورت گلا پھاڑنا اور اپنی بڑائی کا اظہار کرنا کسی طرح اچھی عادت نہیں ہے۔ فرمایا کہ سب ہی جانور بولتے ہیں لیکن گدھے کی آواز اس لئے ناپسندیدہ ہے کہ وہ گلا پھاڑ کر چلاتا ہے اور اس پر بچے بھی ہنستے ہیں۔ اس بری عادت سے چھٹکارا پانا ضروری ہے۔

جب نبی کریم ﷺ بولتے تھے تو آپ حسب موقع اپنی آواز کو دھیما اور باوقار رکھتے تھے۔ شہید کربلا حضرت حسینؓ نے اپنے والد حضرت علی مرتضیٰؓ سے پوچھا کہ حضور اکرم ﷺ جب لوگوں کے درمیان بیٹھتے تھے تو آپ کا انداز کیا ہوتا تھا۔ حضرت علیؓ نے

فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ خوش وخرم نظر آتے تھے۔ آپ کے اخلاق میں نرمی اور برتاؤ میں سہولت مندی ہوتی تھی۔ آپ کی طبعیت میں سختی نہیں تھی نہ آپ شور مچاتے تھے نہ کوئی ایسی بات منہ سے نکالتے تھے جو فحش اور گندی ہو، نہ کسی کو عیب لگاتے تھے نہ کنجوسی اور بخل سے کام لیتے تھے۔ جو چیز آپ کو پسند نہ آتی تو آپ اس کے پیچھے نہیں پڑتے تھے نہ اس میں عیب نکالتے تھے بلکہ اعراض فرمایا کرتے تھے یعنی خاموشی اختیار کر لیتے تھے۔ فرمایا کہ آپ ﷺ میں تین عادتیں نہیں تھیں (۱) لڑائی جھگڑا کرنا۔ (۲) تکبر کرنا۔ (۳) جو چیز کام کی نہ ہو اس میں مشغول نہ ہونا۔ (شمائل ترمذی)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت لقمان کی ان نصیحتوں پر پوری طرح عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں مکہ کے کافروں اور مشرکوں سے فرمایا ہے کہ تم حضرت لقمان کو عقل مند تو مانتے ہو لیکن ان کی ان باتوں کو نہیں مانتے کہ انہیں شرک اور تکبر سے کتنی نفرت تھی۔ وہ اللہ کے عبادت گذار اور نیک بندے تھے۔ جب کہ تمہاری زندگی میں ان باتوں کا اثر تک نہیں پایا جاتا۔ کم از کم جس کی تم عزت کرتے ہو اس کی نیک باتوں کو تسلیم تو کرو۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿٢٠﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿٢١﴾ وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿٢٢﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٢٣﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿٢٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۰ تا ۲۴

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس کو اللہ نے تمہارے لئے مسخر (تابع) کردیا ہے۔ اور تمہیں ظاہری اور پوشیدہ بھرپور نعمتیں عطا کی ہیں۔ اور لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو بغیر علم، بغیر ہدایت اور بغیر روشن کتاب کے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ (فرمایا کہ اچھا بتاؤ تو سہی) اگر شیطان نے ان کو دوزخ کی طرف بلایا ہو (کیا پھر بھی وہ اس کی پیروی کریں گے)؟

اور جس نے اپنے چہرے کو اللہ کی طرف جھکا دیا۔ اور وہ نیکو کار بھی ہے تو یقیناً اس نے ایک مضبوط گرہ کو پکڑ لیا۔ اور (یاد رکھو) اللہ ہی کی طرف تمام کاموں کی انتہا ہے۔ (اے نبی ﷺ) جو شخص کفر کرتا ہے تو آپ اس سے رنجیدہ نہ ہوں۔ ہماری ہی طرف ان کو لوٹنا ہے۔ پھر ہم انہیں ضرور بتائیں گے کہ انہوں نے کیا کچھ کیا ہے۔ بے شک اللہ دلوں کے بھید کو بھی جانتا ہے۔ ہم انہیں (دنیا کا) تھوڑا سا تھوڑا سا زندگی گزارنے کا سامان دیں گے۔ پھر ہم انہیں ایک سخت ترین عذاب کی طرف کھینچ لائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۰ تا ۲۴

اَسْبَغَ	اس نے پورا کیا۔ پھیلایا
یُجَادِلُ	وہ جھگڑتا ہے
مُنِیْرٌ	روشن۔ منور
یَدْعُوْا	بلاتا ہے
اَلسَّعِیْرُ	بھڑک دار (جہنم)
یُسْلِمُ	وہ جھکا دیتا ہے
اِسْتَمْسَکَ	اس نے تھام لیا

اَلْعُرْوَةُ	گرہ۔حلقہ
اَلْوُثْقٰی	مضبوط
نُمَتِّعُ	ہم سامان دیں گے
نَضْطَرُّ	ہم کھینچیں گے
غَلِيْظٌ	سخت۔بدترین

تشریح: آیت نمبر ۲۰ تا ۲۴

اگر انسان اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ کر ذرا بھی غور وفکر سے کام لے تو اس کو اس نتیجے تک پہنچنے میں دیر نہیں لگے گی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین میں ہر چیز کو اس کے کام میں لگا رکھا ہے۔ وہ جس طرح چاہتا ہے چیزوں کو استعمال کرتا ہے۔ اس طرح اللہ نے ظاہری اور باطنی نعمتوں کو اس پر مکمل فرما دیا ہے۔ اللہ کی نعمتوں کا اقرار کر کے اس کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اس کی طرف سے جو بھی حکم دیا جائے اس پر عمل کرنا چاہیے۔ جو اللہ کے نیک اور صالح بندے ہیں وہ ہر آن اللہ کا شکر ادا کر کے ایمان اور عمل صالح کی زندگی گذارتے ہیں لیکن ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں ہے جو بغیر علم وہدایت اور روشن کتاب کے اللہ کے بارے میں ہی جھگڑتے رہتے ہیں اور اس کی نعمتوں کی ناقدری کرتے ہیں۔ جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے بھیجی گئی وحی کے مطابق اپنی زندگی گذاریں تو وہ رسم ورواج کا سہارا لے کر کہتے ہیں کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ ہم تو صرف یہ جانتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا جس طرح عبادت وبندگی کرتے تھے ہم بھی اسی کے پابند ہیں اور ان کے طریقوں کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے سوال کیا ہے کہ اچھا اگر شیطان نے انہیں جہنم کی آگ کی طرف بلایا ہو اور وہ شیطان کے بہکائے میں آ کر اس غلط راستے پر چل پڑے ہوں کیا وہ پھر بھی باپ دادا کی اندھی تقلید کرتے رہیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اصل چیز باپ دادا کی رسمیں نہیں ہیں بلکہ اللہ کے سامنے مکمل طور پر اپنی گردن جھکا کر اس کی اطاعت وفرماں برداری کرنا ہے۔ یقیناً یہ وہ مضبوط اور مستحکم سہارا، حلقہ یا گرہ ہے جس کو تھام کر انسان گمراہی کی گندگی میں گرنے سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ تمام بہتر کاموں کا انجام اللہ ہی کے پاس ہے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ کفار کی نافرمانیوں اور غلط عقیدوں سے رنجیدہ نہ ہوں بلکہ اپنا فریضہ تبلیغ ادا کرتے رہیے وہ وقت دور نہیں ہے جب تمام لوگوں کو اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے جہاں ان کو بتا دیا جائے گا کہ وہ دنیا میں کیا کچھ کرتے رہے ہیں۔ کیونکہ ان کا کوئی عمل اللہ کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہے وہ دلوں کے اندر کے بھید کو بھی اچھی طرح جانتا ہے۔ فرمایا کہ ہم نے ان کو زندگی گذارنے کا جو

سامان دے رکھا ہے جس پر وہ اترا رہے ہیں بہت جلد ان کو ایک بدترین عذاب میں کھینچا اور گھسیٹا جائے گا۔ اس وقت دنیا کا یہ ساز وسامان ان کے کسی کام نہ آسکے گا۔

ان آیات کی مزید وضاحت کے لئے چند باتیں عرض ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا کرم ہے کہ اس نے ہر چیز کو انسان کے لئے پیدا کیا ہے تا کہ وہ اس سے پوری طرح فائدے حاصل کر سکے یہ اللہ کی نعمتیں ہیں جن کی قدر کرنا ہر انسان پر فرض ہے۔ ان میں بہت سی نعمتیں تو وہ ہیں جن کو انسان اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور بعض نعمتیں وہ ہیں جن کو دل اور ایمان کی آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔

ہر روز سورج نکلتا ہے، چاند چمکتا ہے، ستارے اپنی روشنی بکھیرتے ہیں، بلندی سے بادل برس کر انسان اور حیوانوں کی پیاس بجھانے اور مردہ زمین کو زندہ کرنے کا سبب بنتا ہے، کھیت لہلہانے لگتے ہیں، پھل اور پھول اور سبزہ، سبزی کو ایک نئی زندگی مل جاتی ہے۔ اسی پانی سے نہریں، دریا اور ندی نالے بہتے ہیں غرضیکہ ہزاروں نعمتیں بکھری ہوئی نظر آتی ہیں۔ یہ تو ظاہری نعمتیں ہیں لیکن ہزاروں وہ نعمتیں بھی ہیں جو آنکھوں سے تو نظر نہیں آتیں مگر دل کی نظروں سے وہ صاف نظر آتی ہیں مثلاً اللہ کی ذات وصفات کی صحیح طور پر پہچان، وحی کے ذریعہ انسانوں کی ہدایت کا سامان، انبیاء کرامؑ کی تشریف آوری، دین کے غلبہ کے لئے ان کی کوششیں اور جدوجہد، فہم وفراست، عقل وبصیرت، سوچ سمجھ اور دوراندیشی یہ سب کی سب باطنی نعمتیں ہیں۔ ہم سب کے لئے سب سے بڑی نعمت نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات ہے جن کے ذریعہ قیامت تک آنے والوں کی وہ رہنمائی ہوئی ہے کہ اب آپ کے بعد کسی دوسرے نبی کی ضرورت باقی نہیں ہے۔ اللہ کا یہ کتنا بڑا کرم ہے کہ اس نے ہمیں نبی مکرم ﷺ کا امتی بنایا۔

(۲) سب سے بڑے بدقسمت لوگ وہ ہیں جو اللہ کے احسانات ماننے کے بجائے بغیر کسی علم وہدایت اور روشن دلیلوں کے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ اس پر وہ اڑے بیٹھے ہیں اور کفر وشرک کے بدترین راستے کو اپنائے ہوئے ہیں حالانکہ ان کے پاس اپنی بات کو ثابت کرنے کے لئے کوئی واضح دلیل اور ثبوت موجود نہیں ہے۔

(۳) دوسری بدنصیبی یہ ہے کہ جب بھی ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ کے احکامات کی پیروی کریں۔ اسی کے مطابق اپنی زندگی گذاریں اور صرف ایک اللہ کی عبادت وبندگی کریں تو ان کا جاہلانہ جواب یہی ہوتا ہے کہ ہم کسی حال میں اپنے باپ دادا کے طریقوں کو نہیں چھوڑ سکتے جس راستے پر وہ چلتے آئے ہیں ہم بھی اسی راستے پر چلیں گے۔ حالانکہ یہ کوئی دلیل نہیں ہے لیکن وہ لوگ یہ کہہ کر اپنے آپ کو مطمئن کر لیتے ہیں اور زندگی بھر رسم ورواج کے بندھنوں میں جکڑے رہتے ہیں۔ اس جگہ تقلید کرنا یا نہ کرنا اس بحث کی گنجائش تو نہیں ہے لیکن موقع کی مناسبت سے اتنا ضرور سمجھ لیا جائے کہ رسم اور دین کیا ہے۔ عرض ہے کہ رسم اس کو کہتے ہیں جس کے پیچھے کوئی دلیل نہیں ہوتی لیکن دین، بہترین دلائل کی روشنی میں ایک سچائی کا نام ہے۔ جو لوگ رسموں میں پھنسے رہتے ہیں ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اندھی تقلید کر رہے ہیں جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے لیکن وہ لوگ جو دین پر چلنے والے ہیں وہ سچائی کی

پیروی کرنے والے ہیں جس طرح صحابہ کرامؓ نے نبی کریم ﷺ کی تقلید اور اتباع کی۔ تابعین نے صحابہ کرامؓ کی تقلید کرکے اپنے دلوں کو قرآن وسنت کے نور سے روشن ومنور کیا اور اسی طرح آئمہ مجتہدین نے اپنے سے پہلے گذرے ہوئے صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین کی پیروی اور تقلید۔ لہٰذا اگر آج ہم ان چاروں اماموں کو قابل تقلید سمجھ کر کسی ایک کی تقلید کرتے ہیں تو اس کو اندھی تقلید نہیں کہا جائے گا بلکہ ایسی تقلید کرنا عین شریعت ہے اور قرآن وسنت کے تقاضوں کی تکمیل ہے۔

(۴) خوش نصیب لوگ وہ ہیں جو اپنی ذات اور جذبات کو اللہ کے سامنے جھکا دیتے ہیں اور ہر اس کام میں سب سے آگے ہوتے ہیں جو نیکی اور بھلائی کا کام ہے۔ درحقیقت ایسے لوگ اس مضبوط اور مستحکم گرہ کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں جو ان کو گمراہی کے گہرے گڑھوں میں گرنے سے بچالیتی ہے۔ یہ تقلید شخصیتوں کی نہیں بلکہ اللہ اور رسول ﷺ کی تقلید ہے۔

(۵) نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر کفار ان سچائیوں کو نہیں مانتے اور انکار کرتے چلے جارہے ہیں تو آپ اس سے رنجیدہ نہ ہوں کیونکہ آخر کار ایسے منکرین کا بدترین انجام ہے اور وہ عذاب الٰہی سے نہیں بچ سکتے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ اَنَّمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۚ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۳۰﴾

۳ ع ۱۱ ۱۲

ترجمہ: آیت نمبر ۲۵ تا ۳۰

(اے نبی ﷺ) اگر آپ ان (منکرین حق سے) پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ کہیں گے کہ اللہ نے۔ آپ کہہ دیجئے الحمدللہ (تمام تعریفوں کا مستحق اللہ ہی ہے)۔ اکثر لوگ وہ ہیں جو (اس حقیقت کو) جانتے نہیں ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اللہ ہی کا ہے بے شک وہ بے نیاز اور تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔ (اور اگر ایسا ہو کہ) زمین میں جتنے بھی درخت ہیں وہ سب کے سب قلم بن جائیں اور سمندر (لکھنے کی) سیاہی بن جائیں اور مزید سات سمندر اور ہوں (جو سیاہی بن جائیں اور ان سے لکھا جائے) تب بھی اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں گے۔ بے شک اللہ زبردست اور غالب حکمت والا ہے۔ تم سب کا پیدا کرنا اور دوبارہ جی اٹھنا ایسا ہے جیسے ایک شخص کا پیدا کرنا۔ بے شک اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام پر لگا رکھا ہے۔ ان میں سے ہر ایک مقرر مدت تک (قیامت تک) چلتا رہے گا اور بلاشبہ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے۔ یہ سب اس لئے ہے کہ بے شک اللہ ہی برحق ہے اور اس کو چھوڑ کر جن چیزوں کی وہ عبادت کرتے ہیں وہ سب باطل اور جھوٹ ہیں۔ اور بے شک اللہ نہایت بلند و برتر اور عظمتوں والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۵ تا ۳۰

سَاَلْتَ	تو نے پوچھا۔ سوال کیا
يَقُوْلُنَّ	وہ ضرور کہیں گے
اَبْحُرٌ (بَحْرٌ)	سمندر
كَلِمَاتُ اللّٰهِ	اللہ کی باتیں
مَا نَفِدَتْ	ختم نہیں ہوئی (ختم نہ ہوں گی)
بَعْثٌ	دوبارہ اٹھانا
يُوْلِجُ	وہ داخل کرتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۲۵ تا ۳۰

جو لوگ اللہ کی ذات، صفات، قدرت اور کمالات کا انکار کرتے ہیں اگر ان سے پوچھا جائے کہ زمین و آسمان اور ان میں بسنے والی مخلوق کو کس نے پیدا کیا ہے تو ان کے منہ سے بے ساختہ یہی نکلے گا کہ اللہ نے پیدا کیا ہے۔ ضمیر کی اس سچی اور پر خلوص آواز کے باوجود جب عبادت کرنے اور سر جھکانے کا وقت آتا ہے تو وہ کائنات کے حقیقی خالق و مالک کو چھوڑ کر بے حقیقت معبودوں کے سامنے سر جھکانے اور ان سے اپنی مرادیں مانگنے لگتا ہے۔ یہ کیسے تعجب کی بات ہے کہ اس کائنات کا خالق تو اللہ کو مانا جائے لیکن عبادت اوروں کی کی جائے۔ حالانکہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس بات پر گواہی دے رہا ہے کہ اس عظیم کائنات کا مالک صرف ایک اللہ ہی ہے۔ زمین ہزاروں، لاکھوں سال سے اپنے محور پر گردش کر رہی ہے۔ سروں پر آسمان کو ایک محفوظ چھت اور خیمے کی طرح تان دیا گیا ہے۔ چاند، سورج، ستارے اور سیارے اپنی رفتار سے چل رہے ہیں اور اپنی روشنی سے دنیا کو منور کر رہے ہیں۔ زمین پر ہر طرف مخلوق پھیلی ہوئی ہے جن کے زندہ رہنے کے تمام اسباب مہیا کر دیئے گئے ہیں۔ ان تمام سچائیوں کے باوجود اگر کوئی اللہ کو خالق و مالک نہ سمجھے اور اس کا انکار کر دے تو اس سے بڑا نادان اور کوئی ہو سکتا ہے؟ اس کائنات میں اللہ کی عظمت کو ایک محسوس مثال سے سمجھایا گیا ہے۔ فرمایا کہ اس کے کمالات اتنے زیادہ ہیں کہ اگر دنیا بھر کے درختوں کو کاٹ کر ان کے قلم بنالئے جائیں اور موجودہ سمندر بلکہ اس جیسے سات اور سمندروں کو لکھنے کی روشنائی بنا کر ان سے اللہ کے کلمات یعنی کمالات اور خوبیوں کو لکھا جائے تو قلم گھس کر، روشنائی استعمال ہو کر اور لکھنے والوں کی عمریں ختم ہو جائیں گی مگر اس کے کمالات کبھی ختم نہ ہوں گے۔ یقیناً وہ لوگ انتہائی خوش نصیب اور کامیاب و بامراد ہیں جو اس سچائی کو مان کر پورے خلوص اور یقین سے اللہ کے ساتھ اپنا تعلق قائم کر کے اس کے سامنے سر جھکاتے ہیں اور اسی سے اپنی مرادیں مانگتے ہیں اور دل کی گہرائیوں اور خلوص کی سچائیوں کے ساتھ اپنے آپ کو مکمل طور پر اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اپنے تمام معاملات زندگی کو اس کے حوالے کر کے اس کی بھیجی ہوئی ہدایات اور تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی گذارتے ہیں۔ ایسے لوگ اللہ کے مضبوط سہارے اور حلقے کو پکڑ کر ہر طرح کی گمراہیوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

ان ہی باتوں کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! اگر آپ ان منکرین حق سے یہ پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین اور اس میں بسنے والی مخلوق کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ یہی کہیں گے کہ اللہ نے پیدا کیا ہے۔ فرمایا کہ آپ کہہ دیجئے کہ واقعی تمام تعریفوں کا مستحق صرف ایک اللہ ہی ہے اگرچہ اکثر لوگ اس حقیقت کو جانتے نہیں ہیں۔ فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس کا مالک صرف ایک اللہ ہی ہے۔ کوئی اس کے کمالات کی تعریف کرے یا نہ کرے وہ اپنی ذات میں تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔

فرمایا کہ اگر آسمانوں اور زمین کے تمام درخت قلم بن جائیں اور سمندر اور مزید سات سمندر لکھنے کی روشنائی بن جائیں

اوران سے لکھا جائے تب بھی اللہ کے کلمات یعنی کمالات کبھی ختم نہ ہوں گے۔ بے شک اس کی حکمت ہر چیز پر غالب ہے۔ اس کی قدرت یہ ہے کہ اس نے ساری مخلوق کو پیدا کیا ہے لہذا تم سب کا پیدا کرنا اور دوبارہ جی اٹھنا ایسا ہے جیسے ایک شخص کا پیدا کرنا۔ بلاشبہ وہ ہر ایک کی سنتا اور ہر ایک کے حالات سے پوری طرح باخبر ہے۔ فرمایا کہ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ اللہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں کس طرح ڈھالتا چلا جاتا ہے۔ اسی کی ذات کا یہ کمال ہے کہ اس نے چاند سورج کو کام پر لگا رکھا ہے۔ ہر ایک کے لئے ایک مدت مقرر ہے جس کے مطابق وہ تمام چیزیں چلتی رہیں گی یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔ فرمایا کہ یہ سب کچھ برحق ہے ان کا مالک اللہ ہی ہے لہذا جو لوگ اس ایک اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت و بندگی کرتے ہیں وہ ایک جھوٹ اور باطل کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور جن کو وہ اللہ کے ساتھ شریک کر رہے ہیں اللہ ان سب چیزوں سے بلند و برتر ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ

الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۫ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۥ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۳۴﴾

ع ۴ ۱۳

ترجمہ: آیت نمبر ۳۱ تا ۳۴

(اے مخاطب) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کے فضل و کرم سے کشتی (جہاز) دریا میں چلتی ہے تا کہ وہ تمہیں اپنی بعض نشانیاں دکھائے۔

بے شک ان میں ہر صبر و شکر کرنے والے شخص کے لئے نشانیاں موجود ہیں۔ اور جب (اس دریا کی) موج ان پر سائبان کی طرح چھا جاتی ہے تو وہ خالص اعتقاد کے ساتھ اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں۔

پھر جب وہ ان کو نجات دے کر خشکی پر لے آتا ہے تو بعض تو ان میں سے اعتدال اور توازن اختیار کرتے ہیں اور سوائے عہد شکن اور ناشکرے لوگوں کے کوئی ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتا۔

اے لوگو! تم اپنے پروردگار کے غضب سے بچو! اور اس سے ڈرو جب کوئی باپ اپنے بیٹے کو کوئی نفع نہ پہنچا سکے گا اور نہ بیٹا باپ کے کام آسکے گا۔

بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

تمہیں دنیا کی زندگی ہرگز دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ کوئی دھوکے باز تمہیں اللہ کے معاملے میں فریب میں ڈال دے۔

بے شک قیامت کا علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔

وہی بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے (کیا پرورش پا رہا ہے)؟

اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ (آئندہ کل) کیا کمائی کرے گا۔

اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس سرزمین پر مرے گا۔

بے شک اللہ ہی جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۱ تا ۳۴

صَبَّارٌ بہت صبر کرنے والا

شَكُوْرٌ شکر ادا کرنے والا

ظُلَلٌ (ظِلٌّ) سائے

مُقْتَصِدٌ سنبھل کر چلنے والا۔ اعتدال پسند آدمی

لَا يَجْزِیْ کام نہ آئے گا۔ بدلہ نہ دے گا

مَوْلُوْدٌ پیدا کیا گیا (بیٹا)

لَا تَغُرَّنَّ ہرگز تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے

اَلْغَرُوْرُ دھوکہ۔ فریب

اَلسَّاعَةُ گھڑی۔ قیامت

اَلْغَيْثُ بارش

اَلْاَرْحَامُ (رَحْمٌ) پیٹ

مَا تَدْرِیْ نہیں جانتا

غَدًا کل صبح۔ آئندہ صبح

تشریح: آیت نمبر ۳۱ تا ۳۴

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک بہت بڑی نشانی کشتیوں اور جہازوں کا ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک حفاظت سے پہنچنا ہے۔

سمندر یا دریا میں جو چیز ڈالی جاتی ہے وہ عام طور پر ڈوب جاتی ہے لیکن اللہ نے اپنی قدرت سے ایک ایسا نظام بنایا ہے کہ وہ کشتی یا جہاز جو پانی کے مقابلے میں ایک تنکے کی حیثیت رکھتا ہے وہ انسانی ضرورت کی چیزوں اور خود سیکڑوں لوگوں کو لے کر منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔

اگر سمندر میں زبردست طوفان آ جائے اور کشتی یا جہاز اس کے بھنور میں پھنس جائے تو اس کے مسافر اس وقت اپنے جھوٹے معبودوں کو چھوڑ کر پورے خلوص سے اللہ ہی کو پکارتے ہیں لیکن جب وہ اس طوفان سے بچ کر کنارے پر پہنچتے ہیں تو سوائے کچھ اعتدال پسندوں کے اکثر ناشکری اور کفر و شرک کرنے لگتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تو دنیا کے طوفان اور بھنور ہیں جن سے انسان نجات پالیتا ہے لیکن اس دن سے ڈرنا چاہیے جب قیامت کا ہولناک منظر ہوگا اور کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا۔ باپ بیٹے کے لئے اور بیٹا باپ کے لئے سوائے اللہ کی بارگاہ میں سفارش کرنے کے کچھ نہ کر سکے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگو! دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ کوئی دھوکے باز تمہیں فریب میں مبتلا کر دے کیونکہ قیامت جس کا علم اللہ کو ہے اس دن کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔

آخری آیت کو سمجھنے سے پہلے بخاری شریف کی یہ روایت سامنے رکھ لیجئے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ

(۱) قیامت کب آئے گی؟

(۲) بارش کب ہوگی؟

(۳) میری بیوی کے ہاں لڑکا ہوگا یا لڑکی؟

(۴) میں کل کیا کروں گا؟

(۵) میں کہاں مروں گا؟

نبی کریم ﷺ نے سورۂ لقمان کی اسی آیت کی تلاوت فرمائی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ پانچ چیزیں وہ ہیں جن کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

آج سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی سے ہمیں کچھ چیزوں کا ظاہری علم حاصل ہوگیا ہے مثلاً بارش کب ہوگی؟ کتنی ہوگی؟ پیدا ہونے والا لڑکا ہوگا یا لڑکی ہوگی؟ اسی سلسلہ میں عرض ہے کہ آدمی کو یہ تو معلوم ہوسکتا ہے کہ بارش کب اور کتنی ہوگی لیکن وہ بارش انسانوں کے لئے رحمت ہوگی یا باعث عذاب اس کا علم سوائے اللہ رب العالمین کے اور کسی کو نہیں ہے۔

یہاں اسی بات کو فرمایا گیا ہے دوسری بات یہ ہے کہ پیدا ہونے والا لڑکا ہوگا یا لڑکی ہوگی اس کو بھی آج الٹراساؤنڈ کے ذریعہ معلوم کیا جاسکتا ہے لیکن ایسی کوئی مشین ایجاد نہیں ہوئی جو یہ معلوم کرلے کہ پیدا ہونے والا بچہ یا بچی کتنے دن زندہ رہے گی۔ وہ اللہ کی اور والدین کی فرماں بردار ہوگی یا نافرمان۔ اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔

الحمد للہ سورۂ لقمان کی آیات کا ترجمہ اور اس کی تشریح مکمل ہوئی۔ اللہ ہمیں حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۱

اتل ما اوحی

سورۃ نمبر ۳۲

السَّجْدَة

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ السجدہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	32
کل رکوع	3
آیات	30
الفاظ وکلمات	274
حروف	1577
مقام نزول	مکہ مکرمہ

سورۂ سجدہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی جس میں توحید و رسالت، قیامت، آخرت، جزاء، سزا، جنت اور جہنم کا ذکر فرمایا گیا ہے۔
اس سورۃ میں درحقیقت اس بات کی طرف بھی اشارہ کر دیا گیا ہے کہ اب قیامت تک دوسرا کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا۔ آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں جن کی فرمانبرداری اور مکمل اطاعت ہی میں دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیوں کے راز پوشیدہ ہیں۔

مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی اللہ کو ایک ماننے، اس کی فرمانبرداری کرنے اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو مان کر ان کی اطاعت کرنے اور آخرت پر یقین رکھنے کی دعوت دی گئی ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن مجید کو اپنے آخری نبی اور رسول حضرت محمد ﷺ پر آہستہ آہستہ نازل کیا ہے جس میں ذرہ برابر بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

نزول قرآن کا بنیادی مقصد بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ عرب کے لوگ جو صدیوں سے کسی بھی نبی کی آمد سے محروم تھے ان کے لیے اللہ نے اپنی رحمت بنا کر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے بھیجا ہے۔ یہ قرآن اللہ نے حضرت جبرئیلؑ کے واسطے سے نبی کریم ﷺ پر نازل کیا ہے لہٰذا کفار و مشرکین کا یہ کہنا کہ اس کو رسول اللہ ﷺ نے خود گھڑ کر اس کو اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے اس سے زیادہ لغو، فضول اور بے ہودہ بات کوئی دوسری نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ کفار کی ان باتوں سے قطعاً رنجیدہ نہ ہوں کیونکہ جو لوگ آج قرآن کریم اور اس کی تعلیمات کا مذاق اڑا رہے ہیں مرنے کے بعد جب یہ لوگ اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو ندامت اور شرمندگی سے اپنے سروں کو جھکائے کھڑے ہوں گے اور وہ کہہ اٹھیں گے کہ الٰہی! ہم اپنی حرکتوں پر شرمندہ ہیں اور یہ سب کچھ دیکھنے اور سننے کے بعد ہماری آنکھیں کھل گئی ہیں اگر ہمیں ایک مرتبہ پھر دنیا میں جانے کی اجازت دے دی جائے تو ہم ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کریں گے مگر ان کو اس وقت بہت ہی مایوسی ہوگی جب ان سے کہا جائے گا کہ اب نتیجہ کا وقت ہے لہٰذا دنیا میں دوبارہ بھیجے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

یہ تو کفار و مشرکین اور دین کا مذاق اڑانے والوں کا انجام ہوگا دوسری طرف اہل ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے والوں کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ کی نازل کی ہوئی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو اس سے ان میں خشوع و خضوع، عاجزی اور انکساری پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اپنے اللہ کی حمد و ثنا کرتے ہوئے سجدوں میں گر پڑتے ہیں، وہ راتوں کو

اپنے آرام اور سکون والے بستروں کو چھوڑ کر اللہ کے حضور کھڑے ہوتے اور اس کی عبادت و بندگی میں لگے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لیے جنت کی ابدی اور ہمیشہ رہنے والی راحت بھری جنتوں کی خوش خبری سنائی ہے جو آخرت میں ہر طرح کامیاب و بامراد ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اے نبی ﷺ! آپ سے پہلے ہدایت دینے والا نہیں آیا'' اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ عرب سے باہر دوسرے علاقوں میں آنے والے انبیاء کرام کی تعلیمات تو ان تک پہنچی تھیں لیکن انہوں نے ان کی تعلیمات کو بھلا دیا تھا اور صدیوں سے ان کے پاس براہ راست کوئی نبی اور رسول ان کی ہدایت کے لیے نہیں آیا تھا۔ تاریخی اعتبار سے جزیرۃ العرب میں سب سے پہلے حضرت ہودؑ، اور حضرت صالحؑ دین حق لے کر آئے تھے۔ پھر ان کے بعد حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ دین کی سچائیوں کے ساتھ تشریف لائے جس پر ڈھائی ہزار سال کا عرصہ گذر چکا تھا۔ تقریباً دو ہزار سال پہلے حضرت شعیبؑ دین مبین کے ساتھ تشریف لائے تھے۔ دو ڈھائی ہزار سال کا عرصہ ایک طویل عرصہ ہے جس کے دوران حجاز والوں کی ہدایت کے لیے کوئی نبی نہیں آیا تھا۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ صدیوں کے بعد اہل عرب کی ہدایت و رہنمائی کے لیے مبعوث فرمائے گئے ہیں جن کے بعد کسی نئے نبی اور رسول کا کوئی تصور تک موجود نہیں ہے۔ لہٰذا اہل عرب کے لیے یہ بہترین موقع ہے کہ وہ نبی مکرم ﷺ کی مکمل اطاعت و فرمانبرداری کر کے اپنی نجات کا سامان کر لیں اگر انہوں نے اس موقع کو ضائع کر دیا تو پھر قیامت تک وہ راہ ہدایت حاصل نہ کر سکیں گے۔

اس سورۃ کے آخر تک اللہ تعالیٰ نے توحید و رسالت، آخرت، قیامت، جزاء و سزا، جنت و جہنم کا ذکر فرمایا ہے۔ بتایا ہے کہ اسی نے اس کائنات کا ذرہ ذرہ اور خود انسان کے اپنے وجود کو پیدا کیا ہے جو اس بات پر گواہ ہے کہ سب کا خالق و مالک صرف ایک اللہ ہے اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔ وہ جب تک چاہے گا یہ دنیا اور اس کے بسنے والے انسان رہیں گے اور جب وہ چاہے گا ان سب چیزوں کو فنا کر کے ایک نیا جہاں تعمیر فرمائے گا۔ اس دنیا میں نہ کوئی ہمیشہ رہا ہے اور نہ رہے گا۔ موت کے دروازے سے سب کو گذرنا ہوگا۔ جس نے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیا اور ایمان و عمل صالح کی زندگی اختیار کر لی تو وہ ہمیشہ جنت کی راحتوں میں رہے گا۔ لیکن جس نے اس عمل کے وقت کو غفلت اور سستی میں گزار دیا تو پھر آخرت میں اس کی یہ حسرت کام نہ آئے گی کہ اگر اس کو دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے تو وہ ایمان اور عمل صالح کی زندگی گذارے گا۔ فرمایا کہ نبی کریم ﷺ جس طرح اس پیغام حق کو لے کر تشریف لائے ہیں وہ کوئی ایسی انوکھی یا نئی بات نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے انبیاء کرام اور خاص طور پر حضرت موسیٰؑ تشریف لائے۔ تاریخ انسانی گواہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنے نبیوں کی اطاعت و فرمانبرداری کی وہی کامیاب ہوئے لیکن جو ہٹ دھرمی اور ضد پر جمے رہے اور انہوں نے انبیاء کرامؑ کی تعلیمات کو ماننے سے انکار کیا وہ ناکام و نامراد ہوئے اور ان کے کھنڈرات جن سے دن رات یہ لوگ گذرتے ہیں اس بات پر گواہ ہیں کہ اللہ کی نافرمان قوموں کا انجام بڑا بھیانک ہوا کرتا ہے۔

فرمایا کہ یہ نظام کائنات جو تمہاری نظروں کے سامنے ہے خود بخود بن کر کھڑا نہیں ہو گیا بلکہ اللہ نے ایک خاص حکمت سے اس کو پیدا کیا۔ انسان کو وجود بخشا اور ساری کائنات کو اس کی خدمت پر لگا دیا۔ زندگی اور موت سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ لہٰذا اس کے لیے یہ ہرگز مشکل نہیں ہے کہ وہ اس پوری کائنات کے ختم ہو جانے کے بعد اس کو دوبارہ پیدا نہ کر سکے۔ فرمایا کہ آخرت کی زندگی کے لیے ہر ایک کو مسلسل جدوجہد کرنا چاہیے کیونکہ مرنے کے بعد سب کو اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے جہاں کسی کے ساتھ بے انصافی نہیں کی جائے گی بلکہ ہر ایک کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جائے گا۔

آخر میں فرمایا کہ یہ اللہ کا بہت بڑا کرم ہے کہ وہ لوگوں کے گناہوں کی کثرت اور شدت کے باوجود ان کو ایک دم اور اسی وقت سزا نہیں دیتا بلکہ ہر انسان کو سنبھلنے سدھرنے کے لیے موقع اور مہلت عطا کرتا ہے۔ لیکن جب اس کی ڈھیل اور مہلت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتا اور وہ گناہوں پر جری ہو جاتا ہے تو پھر اللہ کا قانون متوجہ ہوتا ہے اور اللہ اس کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے جس سے بچانے والا کوئی نہیں ہوتا۔

سورۃ السجدۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ؕ﴿۲﴾ اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىہُ ۚ بَلۡ ہُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اَتٰىہُمۡ مِّنۡ نَّذِیۡرٍ مِّنۡ قَبۡلِکَ لَعَلَّہُمۡ یَہۡتَدُوۡنَ ﴿۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۳

الف۔ لام۔ میم۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں ہے کہ یہ کتاب قرآن مجید تمام جہانوں کے پروردگار نے نازل فرمائی ہے۔ کیا وہ کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو خود گھڑ لیا ہے؟ (ہرگز نہیں) بلکہ یہ آپ کے پروردگار کی طرف سے حق (کے ساتھ نازل) کیا گیا ہے تا کہ آپ اس سے اس قوم کو ڈرائیں (آگاہ کریں) جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔ تا کہ وہ ہدایت حاصل کر سکیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۳

تَنۡزِیۡلٌ — آہستہ آہستہ اتارنا

اِفۡتَرٰی — اس نے گھڑ لیا۔ بنا لیا

اَلۡحَقُّ — سچ۔ سچائی

تُنۡذِرُ — تو ڈراتا ہے۔ آگاہ کرتا ہے

نَذِیۡرٌ — ڈرانے والا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۳

سورۃ السجدہ کا آغاز بھی حروف مقطعات سے کیا گیا ہے۔ ان حروف کے متعلق اس سے پہلی سورتوں میں تفصیل سے عرض کر دیا گیا ہے۔ یہ حروف آیات متشابھات میں سے ہیں یعنی ان کے معنی اور مراد کا علم اللہ رب العالمین کو ہے۔ ممکن ہے ان حروف کے معنی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو بتا دیئے ہوں۔

اس سورت کی ابتداء اس اعلان سے کی گئی ہے کہ یہ وہ کتاب (قرآن مجید) ہے جس کو تمام جہانوں کے پروردگار نے نازل کیا ہے۔ جس کی بنیاد یقین پر ہے اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ کتاب سراسر ہدایت، رہنمائی، نور اور روشنی ہے جو قیامت تک آنے والوں کے لئے رہبر و رہنما ہے۔ یہ کتاب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعہ سچائی کا پیغام ہے تاکہ اس کے ذریعہ ان لوگوں کو پوری طرح آگاہ اور خبردار کر دیا جائے جن کے پاس اس سے پہلے تک کوئی رہبر و رہنما نہیں آیا تھا۔ شاید اس طرح وہ راہ ہدایت حاصل کر لیں۔

اصل میں ایمان اور توحید کی دعوت جزیرۃ العرب کے رہنے والوں تک مختلف ذرائع سے پہنچ چکی تھی جس سے وہ اچھی طرح واقف تھے لیکن خود ان میں دو ڈھائی ہزار سال سے کوئی نبی اور رسول نہیں آیا تھا۔ حضرت شعیبؑ جو جزیرۃ العرب میں اللہ کے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے ان کو گذرے ہوئے دو ہزار سال اور ان سے پہلے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیلؑ کو آئے ہوئے اس سے بھی زیادہ عرصہ گذر چکا تھا۔ اس لئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ اس کتاب الٰہی کے ذریعہ ان کو آگاہ اور خبردار کر دیجئے جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی "نذیر" ڈرانے والا آگاہ کرنے والا نہیں آیا تھا۔ امید ہے اس طرح وہ راہ ہدایت حاصل کر سکیں گے۔

جب نبی کریم ﷺ حضرت محمد مصطفیٰ کو مبعوث فرمایا گیا اس وقت بھی ورقہ ابن نوفل اور زید ابن عمرو جیسے لوگ تھے جو حضرت ابراہیمؑ، حضرت عیسیٰؑ اور دوسرے انبیاء کرام پر ایمان رکھتے تھے بلکہ بت پرستی اور بتوں پر قربانیوں کو برا سمجھنے والوں کی بھی بہت بڑی تعداد موجودہ تھی۔ خود ان بت پرستوں کا بھی اس بات پر ایک حد تک یقین تھا کہ اس پوری کائنات کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ ابتداء میں وہ بت پرست بھی نہ تھے بعد میں بت پرستی ان میں اس قدر سرایت کر گئی تھی کہ وہ اللہ کو خالق و مالک ماننے کے باوجود جب تک اپنے بتوں کے وسیلے سے دعا نہ کرتے اس وقت تک یہ سمجھتے تھے کہ ہماری دعائیں اور عبادتیں قبول نہیں ہو سکتیں۔ وسیلے اور رسموں کے چکر میں اس طرح پھنسے ہوئے تھے کہ ان کے مقابلے میں علم و عمل اور ہر سچائی کو بے حقیقت سمجھتے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ اسے جو بھی پکارتا ہے، فریاد کرتا ہے، دعائیں کرتا ہے وہ ان کو سنتا اور ان کی فریاد کو پہنچتا ہے۔ وہ انسان کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اس کی بارگاہ میں مانگنے کے لئے کسی ذریعہ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہر انسان ہر وقت صرف اسی ایک اللہ کی بارگاہ میں جھکا رہے تو اس کو سب کچھ مل جاتا ہے۔ باپ دادا سے چلتی ہوئی رسموں کے متعلق فرمایا گیا کہ ایسے لوگ یہ بتائیں کہ اگر ان کے باپ دادا کو شیطان نے کسی غلط راستے پر ڈال دیا ہو تو کیا پھر بھی وہ اسی غلطی کو دھراتے رہیں گے؟

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴﴾ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۵﴾ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۶﴾ لا الَّذِیْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ﴿۷﴾ ۚ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ﴿۸﴾ ۚ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۹﴾ وَقَالُوْۤا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ؕ بَلْ هُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۰﴾ قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ ع

ا/۱۴

ترجمہ: آیت نمبر ۴ تا ۱۱

اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے ان کو چھ دنوں میں پیدا کیا ہے۔ پھر وہ عرش پر قائم ہوا۔ اس کے سوا تمہارا نہ تو کوئی حمایتی و مددگار ہے اور نہ سفارش کرنے والا کیا تم اتنی بات نہیں سمجھتے۔ وہ آسمانوں سے زمین تک ہر معاملہ کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ پھر ہر معاملہ امر

اس کے سامنے ایک ایسے دن میں پہنچ جاتا ہے جو تمہارے شمار میں ایک ہزار سال ہے۔ وہی ہے جو چھپی ہوئی اور ظاہری چیزوں سے واقف ہے اور زبردست رحمت والا ہے۔ جس نے ہر چیز کو خوب سے خوب تر بنایا ہے۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اس کی پیدائش کا آغاز مٹی سے کیا۔ پھر اس کی نسل کو ایک بے قدر پانی سے بنایا پھر (ماں کے پیٹ میں) اس کے تمام اعضاء درست کئے۔ پھر اس میں اپنی طرف سے روح کو پھونکا۔ اور تمہیں کان، آنکھیں اور دل دیا۔ تم میں سے بہت تھوڑے لوگ شکر کرتے ہیں۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ جب ہم زمین میں گم ہو جائیں گے (ذرہ ذرہ ہو کر بکھر جائیں گے) تو کیا ہم دوبارہ پیدا کئے جائیں گے؟ (اصل میں بات یہ ہے کہ) یہ لوگ اپنے پروردگار کی ملاقات کا انکار کرنے والے ہیں۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ تمہاری جان ایک فرشتہ قبض کرتا ہے جو تمہارے اوپر مقرر (متعین) کیا گیا ہے۔ پھر تم سب کو اللہ کی طرف لوٹایا جائے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴ تا ۱۱

سِتَّةٌ	چھ (چھ مدتیں)
اِسْتَوٰى	برابر ہوا۔ قائم ہوا۔ ٹھہرا
يُدَبِّرُ	وہ تدبیر کرتا ہے
اَلْاَمْرُ	حکم۔ بات۔ کام
يَعْرُجُ	وہ چڑھتا ہے
اَلْفَ سَنَةٍ	ایک ہزار سال
طِيْنٌ	مٹی
سُلٰلَةٌ	ست۔ نچوڑ
يَتَوَفّٰى	وہ موت دیتا ہے
وُكِّلَ	سپرد کیا گیا

تشریح: آیت نمبر ۴ تا ۱۱

سورۃ السجد کی آیت نمبر ۱ تا ۳ میں آپ نے پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اس قرآن کریم کو نازل کیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ ان لوگوں کو پوری طرح آگاہ کر دیا جائے جن کے پاس صدیوں سے کوئی آگاہ کرنے والا نہیں آیا تھا۔ جس اللہ نے اس قرآن جیسی کتاب کو نازل کیا ہے بتایا جا رہا ہے کہ اس کی شان یہ ہے کہ

☆ اس نے چھ دنوں میں زمین و آسمان اور اس کے درمیان کی تمام چیزوں کو پیدا کیا اور ساتویں دن وہ اپنی شان کے مطابق تخت سلطنت پر قائم اور جلوہ گر ہوا۔ اس میں یہودیوں کے اس عقیدے کی تردید ہے کہ اللہ نے چھ دنوں میں اس پوری کائنات کو بنایا اور ساتویں دن اس نے آرام کیا۔ یہودیوں نے یہ مسئلہ گھڑ رکھا ہے کہ جس طرح اللہ نے چھ دن کام کر کے ساتویں دن آرام کیا تھا اسی طرح تمام لوگوں کو ہفتہ کے دن آرام کرنا چاہیے حالانکہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کی حفاظت سے کبھی تھکتا نہیں لیکن یہودیوں نے اس عقیدے کو اپنے اوپر اس طرح مسلط کر لیا ہے کہ وہ ہفتہ کے دن اس طرح آرام کرتے ہیں کہ وہ کسی چیز کو ہاتھ تک نہیں لگاتے۔ اللہ نے یہودیوں کے اس الزام کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ بے شک اللہ نے اس کائنات کو آہستہ آہستہ ایک خاص نظام کے تحت بنایا ہے اور چھ دنوں یا مدتوں میں اس کو مکمل کیا ہے لیکن اس نے ساتویں دن آرام نہیں کیا بلکہ وہ اپنی شان کے مطابق تخت سلطنت پر جلوہ گر ہوا یعنی اس نے نظام کائنات کو اپنی مرضی کے اور شان کے مطابق چلانا شروع کیا۔

☆ فرمایا کہ وہ اللہ ہی سب چیزوں کا اور انسانوں کا مالک ہے اس کی اجازت کے بغیر نہ کوئی کسی کی حمایت کر سکتا ہے اور نہ سفارش۔ کیا وہ اتنی سی بات پر دھیان نہیں دے سکتے۔

☆ اللہ کی شان یہ ہے کہ وہی اس کائنات میں ہر چھوٹے، بڑے اور اہم معاملے کا انتظام فرماتا ہے۔ زمین سے آسمان تک جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ سب اس کے پاس پہنچتا ہے اور پہنچایا جاتا ہے۔ اس کے ایک دن کی مقدار انسانی گنتی کے مطابق ایک ہزار سال ہے۔ کفار مکہ کہتے تھے کہ یہ محمد (ﷺ) برسوں سے ایک ہی بات کہتے چلے آ رہے ہیں کہ اگر انہوں نے ان کی بات نہ مانی تو ان پر اللہ کا عذاب آئے گا، ان کو تہس نہس کر دیا جائے گا۔ لیکن ہم پر کوئی عذاب نہیں آیا لہذا یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحج میں فرمایا کہ یہ لوگ عذاب الٰہی کی جلدی مچا رہے ہیں تو وہ یاد رکھیں کہ یہ اللہ کا وعدہ ہے (جو پورا ہو کر رہے گا کیونکہ) اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ فرمایا کہ اے نبی! آپ کے پروردگار کے ہاں کا ایک دن تم لوگوں کے شمار سے ایک ہزار سال جیسا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے دنیا کی گھڑیوں اور جنتریوں کے لحاظ سے نہیں آیا کرتے کیونکہ قوموں کی زندگیوں میں نتائج ظاہر ہونے کے لئے صدیاں بھی لگ جاتی ہیں۔ لہذا جب اس کا فیصلہ آجائے گا تو پھر اس میں دیر نہیں ہوگی۔

☆ اللہ کی شان یہ ہے کہ کوئی چیز ظاہر ہو یا چھپی ہوئی ہو اس سے وہ پوشیدہ نہیں ہے وہ ہر چیز کو اچھی طرح جانتا ہے۔ وہ زبردست ہے لیکن اس کی ہر صفت پر صفت رحمت غالب ہے۔

☆ فرمایا کہ اللہ نے اس کائنات میں جتنی چیزیں بھی بنائی ہیں وہ بہترین ہیں۔ انسان لاکھ تدبیر کے باوجود قدرت کی بنائی ہوئی چیزوں کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ خاص طور پر اس نے انسان کو اس کی بنیادی کمزوریوں کے باوجود سب سے خوبصورت اور حسین بنایا ہے۔ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اس بات پر غور کرو کہ حضرت آدمؑ جن کو مٹی، گارے اور تمام انسانوں کو ایک حقیر اور بے قیمت پانی کے قطرے سے پیدا کیا۔ اس نے ماں کے پیٹ میں اس کے تمام اعضا کو تیار کیا۔ اس میں اپنی طرف سے روح کو پھونک کر زندگی عطا کی، سننے کے لئے کان، دیکھنے کے لئے آنکھیں اور سوچنے کے لئے دل عطا فرمایا۔ یہ ایسی زبردست نعمتیں ہیں جن پر ہر انسان کو شکرادا کرنا چاہیے مگر بہت تھوڑے لوگ ہیں جو قدر کرتے ہیں ورنہ اکثر تو ناشکری ہی کرتے رہتے ہیں۔ اور اس قدرت کو اچھی طرح ماننے کے باوجود یہی کہتے رہتے ہیں کہ جب ہم مرنے کے بعد مٹی میں رل مل جائیں گے۔ ہمارے وجود کے ذرات کا بھی پتہ نہ ہوگا کیا ہم دوبارہ پیدا کئے جائیں گے؟ فرمایا کہ جس اللہ نے انسان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے کیا وہ اس کو دوبارہ پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا؟ یقیناً صرف اللہ ہی اس کی طاقت رکھتا ہے۔ فرمایا کہ اصل بات یہ نہیں ہے بلکہ یہ ان کی بدنصیبی ہے کہ وہ اللہ کے پاس پہنچنے کی امید نہیں رکھتے۔ اگر وہ اللہ سے ملاقات کا یقین رکھتے اور اس حقیقت کا انکار نہ کرتے تو پھر وہ ایسی بے تکی باتیں نہ کرتے۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ فرما دیجئے کہ تم آخرت میں پہنچ کر اللہ کی ملاقات پر یقین کرو نہ کرو بہر حال ایک وقت سب کو دیکھنا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ نے جس فرشتے کو (عزرائیلؑ کو) اس بات پر مقرر کیا ہے کہ وہ ہر نفس انسانی اور ہر جان دار کو موت سے ہم کنار کرے گا اور پھر سب کو اللہ کی طرف لوٹایا جائے گا۔ یعنی وہاں پھر ہر انسان کے اعمال کا جائزہ لے کر اس کو جنت یا جہنم کی طرف بھیج دیا جائے گا۔

اللہ کی قدرت، طاقت اور نظام کائنات کی بقیہ تفصیل اگلی آیات میں آرہی ہیں۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَــٴَـنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَذُوْقُوْا بِمَا

نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا إِنَّا نَسِينَاكُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٤﴾ إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿١٥﴾ تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿١٦﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٧﴾

السجدة ۹

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۷

(اے نبی ﷺ) اگر آپ وہ وقت دیکھیں جب یہ مجرم اپنے رب کے سامنے (شرمندگی سے) اپنے سر جھکائے کھڑے ہوں گے۔ (اور کہیں گے کہ اے) ہمارے پروردگار ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا۔ ہمیں آپ (دنیا میں) لوٹ جانے دیجئے تا کہ ہم عمل صالح کریں۔ بے شک ہمیں (پوری طرح) یقین آ گیا ہے۔ (ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے) اگر ہم چاہتے تو ہم ہر شخص کو (پہلے ہی) ہدایت دے دیتے۔ مگر میری یہ بات برحق ہے کہ میں تمام (نافرمان) جنوں اور انسانوں سے جہنم کو بھر دوں گا۔ اب تم اس دن کی ملاقات کو بھلا دینے کی وجہ سے عذاب چکھتے رہو۔ (آج) ہم نے تمہیں بھلا دیا ہے۔ جو کچھ تم کرتے تھے اس کے بدلے میں ہمیشگی کا عذاب کا مزہ چکھو۔

ہماری آیتوں پر تو وہ ایمان لاتے ہیں کہ جب انہیں یاد دلایا جاتا ہے تو وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اپنے پروردگار کی حمد و تسبیح کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے۔ ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں اور اپنے پروردگار کو امید اور خوف کے ساتھ پکارتے ہیں۔ اور ہم نے انہیں جو کچھ دے رکھا ہے وہ (اس میں سے) خرچ کرتے ہیں۔

پھر کسی کو یہ نہیں معلوم (کہ جو کچھ وہ کرتا ہے اس کے بدلے) اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کہاں چھپا رکھی ہے۔ یہ ان کے کئے ہوئے کاموں کا بدلہ ہوگا جو کچھ وہ کرتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲ تا ۱۷

نَاكِسُوْا جھکانے والے

مُوْقِنُوْنَ یقین کرنے والے

حَقُّ الْقَوْلِ سچی بات ثابت ہونا

اَمْلَئَنَّ میں ضرور بھر دوں گا

ذُوْقُوْا تم چکھو

نَسِيْتُمْ تم نے بھلا دیا

خَرُّوْا وہ گر پڑے

تَتَجَافٰی الگ رہتی ہے

جُنُوْبٌ (جَنْبٌ) پہلو

اَلْمَضَاجِعُ آرام کی جگہ

اُخْفِیَ چھپا دیا گیا

قُرَّةٌ ٹھنڈک

اَعْيُنٌ (عَيْنٌ) آنکھیں

تشریح: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۷

اللہ تعالیٰ نے انسان کو کچھ چیزوں میں اختیار دیا ہے اور کچھ چیزوں میں مجبور بنایا ہے۔ قیامت کے دن فیصلہ اس کے اختیار کئے ہوئے راستے اور اعمال پر ہوگا۔ اگر کسی نے ہدایت آنے کے باوجود غلط اور گمراہی کا راستہ اختیار کیا تو

قیامت کے دن جب وہ اللہ کے سامنے حاضر ہوگا وہ شرمندگی کے مارے اپنا سر نہ اٹھا سکے گا اور یہی کہے گا کہ الٰہی اب تو میں نے سب کچھ اپنی آنکھ سے دیکھ لیا اور سب کچھ سن بھی لیا۔ مجھے پورا یقین حاصل ہوگیا ہے بس مجھے ایک مرتبہ پھر دنیا میں جانے کا موقع دے دیجئے میں وہاں جا کر ایمان اور عمل صالح اختیار کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اگر ہم چاہتے تو سب کو سیدھے راستے پر قائم کر دیتے یعنی اس کو کسی طرح کا اختیار نہ دیتے لیکن جب دنیا میں اس نے اپنے اختیار کا غلط انداز قائم کیا تو اب فیصلے کا دن ہے اور پیغمبروں کے ذریعہ جس بات کو پہنچایا گیا تھا اب وہ بات سچی ہو کر رہے گی اور میں نافرمانوں، گناہ گاروں اور کفر و شرک اختیار کرنے والوں سے جہنم کو بھر دوں گا۔ ان لوگوں سے کہا جائے گا کہ جس طرح تم نے قیامت کے دن اللہ سے ملاقات کو بھلا دیا تھا آج ہم تمہیں بھلا دیتے ہیں۔ اب جہنم کے عذاب کا مزہ چکھو۔ یہ عذاب تمہارے کئے ہوئے غلط کاموں کے بدلے میں دائمی عذاب کی شکل میں دیا جا رہا ہے۔

اس کے برخلاف وہ لوگ (۱) جو اللہ کی آیتوں پر کامل یقین رکھنے والے تھے (۲) جب ان کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی تھیں تو وہ سجدوں میں گر کر اپنے پروردگار کی حمد و ثناء کرتے تھے (۳) کسی طرح کا تکبر اور غرور نہ کرتے تھے (۴) جو راتوں کو اپنا آرام چھوڑ کر اللہ کی عبادتوں میں مشغول رہتے تھے (۵) جو خوف اور اس کی رحمت کی امید پر اپنے رب کو پکارتے تھے (۶) اور اللہ نے ان کو جو کچھ عطا فرمایا تھا اس میں کنجوسی کے بجائے اسے اللہ کے بندوں پر خرچ کرتے تھے۔ ایسے لوگوں کو ان کے اعمال کے بدلے ایسی جنتیں عطا کی جائیں گی جن کا اس دنیا میں تصور بھی ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ انسان کو یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک اللہ نے کہاں چھپا کر رکھی ہوئی ہے۔ ایسے اہل ایمان کا ہر عمل اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ایسے نیکو کاروں کو جنت کی ابدی اور دائمی راحتیں عطا فرمائیں گے جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دلوں کے سکون کا ذریعہ ہوں گی۔

نبی کریم ﷺ نے جنت کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ جنت وہ ہے جس کو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ اس کا تصور کسی کے دل پر گذرا ہے۔ یعنی وہ جنتیں کیا ہوں گی اس دنیا میں رہ کر ان کا تصور، خیال اور فکر ممکن ہی نہیں ہے۔

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ
فَاسِقًا ۗ لَا يَسْتَوٗنَ ⑱ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ

جَنّٰتُ الْمَاْوٰی نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَ قِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۭ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾

ع ۲ ۱۱ ۱۵

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸ تا ۲۲

کیا پھر وہ شخص جو مومن ہے ایک نافرمان کے برابر ہوسکتا ہے۔ یقیناً وہ دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے ان کا ٹھکانا جنتیں ہیں۔ جو کچھ وہ کرتے تھے (اس کے بدلے میں) ان کی یہ مہمان نوازی ہوگی۔

اور جنہوں نے نافرمانی کی ہوگی ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ جب بھی وہ اس سے نکلنا چاہیں گے تو ان کو اسی میں دھکیل دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ تم اس جہنم کا مزہ چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔ البتہ ہم (آخرت کے) بڑے عذاب سے پہلے (دنیا میں چھوٹے چھوٹے) عذاب چکھاتے رہیں گے۔ شاید کہ وہ باز آجائیں۔ اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جسے اس کے رب کی آیات یاد دلائی گئیں تو اس نے ان سے منہ پھیر لیا۔ بے شک ہم ایسے مجرموں سے انتقام لے کر رہیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸ تا ۲۲

لَا یَسْتَوٗنَ	وہ برابر نہیں ہیں
اَلْمَاْوٰی	ٹھکانا
نُزُلاً	مہمان داری۔ مہمان نوازی
اُعِیْدُوْا	لوٹا دیئے گئے
نُذِیْقَنَّ	ہم ضرور چکھائیں گے
اَلْاَدْنٰی	چھوٹا۔ گھٹیا
ذُکِّرَ	یاد دلایا گیا
اَعْرَضَ	اس نے منہ پھیرلیا
مُنْتَقِمُوْنَ	انتقام لینے والے۔ بدلہ لینے والے

تشریح: آیت نمبر ۱۸ تا ۲۲

مومن وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے تمام احکامات اور دین کی ہر سچائی کو دل سے قبول کر کے عمل صالح کی زندگی اختیار کرتا ہے۔ اس کے برخلاف فاسق وہ نافرمان شخص ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کے خلاف چلتا ہے۔ جب اس کے سامنے دین کی سچائی اور روشنی آتی ہے تو وہ اس کا انکار کر کے بغاوت اور نافرمانی پر اتر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ دونوں الگ الگ مزاج اور عمل کے لوگ ہیں یہ دونوں برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ دنیا اور آخرت میں مومن و فاسق کا انجام ایک جیسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لا کر عمل صالح اختیار کرنے والوں کے لئے ایسی جنتیں ہوں گی جو ان کا مستقل ٹھکانا ہوں گی۔ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کے مشفق و مہربان پروردگار کی طرف سے ہر طرح دل داری اور میزبانی ہوگی۔ اس

کے برخلاف وہ لوگ جو دنیا میں فاسق و نافرمان ہوں گے۔ کفر و شرک میں مبتلا اور اللہ کے احکامات کے باغی ہوں گے ان کی سزا جہنم کی وہ بھڑکتی آگ ہوگی جس میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہ اس جہنم سے باہر نکلنے کی جب بھی کوشش کریں گے تو فرشتے گرز مار کر ان کو پھر جہنم کی آگ میں دھکیل دیں گے اور ان نافرمانوں سے کہیں گے کہ اب تم اپنے کرتوتوں کی سزا بھگتو اور عذاب کا مزہ چکھو۔ فرمایا کہ یہ تو ''عذاب اکبر'' یعنی بڑا عذاب ہوگا جس سے چھٹکارا نہ مل سکے گا لیکن ایسے لوگوں کو آگاہ کرنے اور اپنے اعمال بد سے توبہ کر کے رجوع کرنے کے لئے دنیا میں ''عذاب ادنیٰ'' کم درجہ کا عذاب دیا جائے گا جیسے چھوٹے بڑے نقصانات، ہر چیز میں بے برکتی، حادثات، ذلت و رسوائی، اجتماعی زندگی میں طوفان، زلزلے، بارشوں کی کمی، قحط سالی، طرح طرح کی وبائیں، بیماریاں، باہمی لڑائی جھگڑے، قتل و غارت گری، فسادات اور بدامنی یہ سب عذاب ادنیٰ ہیں۔ یہ عذاب اس لئے آتے ہیں تا کہ ان جھٹکوں سے بری اور نافرمانی کی راہ پر چلنے والے عقل و سمجھ سے کام لیں۔ لیکن اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئیں اور مرنے سے پہلے اس سے توبہ نہ کریں تو دنیا کے ان معمولی عذابوں کے بعد وہ آخرت کے ابدی عذاب میں مبتلا ہوں گے اور اپنے برے انجام سے دوچار ہوں گے۔ فرمایا کہ اس سے بڑھ کر ظالم اور بے انصاف کون شخص ہوگا جس کے پاس اس کے پروردگار کی طرف سے آگاہی اور یاددھانی آئی لیکن اس کے باوجود وہ اپنی روش زندگی سے باز نہیں آیا؟ فرمایا کہ ایسے ظالموں سے اللہ انتقام ضرور لے گا اور ایسے لوگ دنیا اور آخرت میں شدید نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔

اس جگہ اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اگر مصیبتیں، مشکلات اللہ کی فرماں برداری اور دین کی سربلندی میں آئیں تو وہ عذاب نہیں ہوتیں بلکہ دنیا اور آخرت میں درجات کی بلندی اور آخرت میں نجات کا باعث ہیں۔ لیکن اگر اللہ کی نافرمانی اور اللہ کے احکامات سے بغاوت کی وجہ سے یہ تکلیفیں آئیں تو وہ اللہ کی طرف سے سزا کے طور پر ہیں۔ انبیاء کرامؑ اور ان کے راستے پر چلنے والوں کو جو مشکلات، مصائب پیش آتے ہیں وہ اللہ کی رحمت ہیں اور ان کا آخرت میں بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں فسق و فجور سے محفوظ فرما کر نیکی اور تقویٰ کی زندگی اور آخرت کی نجات عطا فرمائے۔ آمین

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۳﴾ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۗ وَكَانُوْا

بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ۝٢٤ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝٢٥ اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ
كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ۭ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ۝٢٦ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ
الْمَاۗءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ
اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ۭ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ۝٢٧ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى
هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٢٨ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝٢٩ فَاَعْرِضْ
عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ۝٣٠ ع

الثلثه ۳ ۸/۱ ۲۱

ترجمہ: آیت نمبر ۲۳ تا ۳۰

اس (قرآن کریم) سے پہلے ہم موسیٰؑ کو وہ کتاب دے چکے ہیں جو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت تھی لہٰذا آپ اس چیز (قرآن مجید) کے ملنے پر شک نہ کیجئے۔

ہم نے ان (بنی اسرائیل) میں جب تک وہ صبر سے کام لیتے رہے ایسے رہبر و رہنما بنائے جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔

(اے نبی ﷺ) بے شک آپ کا پروردگار قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ کر دے گا جس بات میں وہ (بنی اسرائیل) اختلاف کرتے رہے ہیں۔

کیا ان کی ہدایت کے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی قوموں کو

تباہ و برباد کر دیا تھا جن کے گھروں (کھنڈرات) میں یہ چلتے پھرتے ہیں بلا شبہ ان میں بڑی نشانیاں ہیں۔

کیا پھر بھی وہ (حق بات کو) سنتے نہیں ہیں۔ کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم ایک خشک (مردہ) زمین کی طرف پانی بہا کر لے جاتے ہیں۔

پھر اسی سے ہم وہ فصل اگاتے ہیں جس سے ان کے جانور اور یہ خود اس سے کھاتے ہیں۔ کیا وہ (اس میں) غور و فکر نہیں کرتے؟

وہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو (بتاؤ) یہ فیصلے (کا دن) کب ہوگا؟ (اے نبی ﷺ!) آپ کہہ دیجئے کہ فیصلے کے دن (ان کافروں کو) نہ تو ان کا ایمان لانا نفع دے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔

(اے نبی ﷺ!) آپ ان کی باتوں کا خیال نہ کیجئے۔ (اللہ کی طرف سے فیصلے کا) انتظار کیجئے۔ بے شک وہ بھی منتظر ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۳ تا ۳۰

مِرْيَةٌ	شک و شبہ
اَئِمَّةٌ (اِمَامٌ)	پیشوا۔ رہنما
يَفْصِلُ	وہ فیصلہ کرتا ہے۔ کر دے گا
يَمْشُوْنَ	وہ چلتے ہیں
نَسُوْقُ	ہم کھینچتے ہیں۔ لے جاتے ہیں
اَلْجُرُزُ	خشک۔ مردہ

زَرْعٌ کھیتی

اَنْعَامٌ مویشی۔جانور

اِنْتَظِرْ انتظار کر

تشریح: آیت نمبر ۲۳ تا ۳۰

نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جب بھی کفار عرب کے سامنے کتاب اللہ اور اس کی تعلیمات کو پیش کرتے تو وہ نہ صرف اس کی شدید مخالفت کرتے بلکہ وہ اس کا مذاق اڑاتے، جملے کستے اور حق کی بات ماننے سے صاف انکار کر دیتے تھے۔

اس صورت حال سے جہاں نبی کریم ﷺ کو شدید رنج ہوتا تھا وہیں آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ بھی بشری تقاضوں کی وجہ سے سخت رنجیدہ ہو جایا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی ﷺ اور آپ کے جاں نثاروں کی تسلی اور اطمینان کے لئے فرمایا کہ آپ ان کفار و مشرکین کی باتوں سے رنجیدہ اور پریشان نہ ہوں اور نہ اپنے دل میں کسی طرح کا شک وشبہ آنے دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے میں اپنے بہت سے رسولوں کو کتاب ہدایت دے کر بھیجا ہے جس کو ماننے والے لوگ جب بھی حق وصداقت پر ڈٹ گئے اور صبر و برداشت سے کام لیا تو ان کو امت کی رہنمائی اور رہبری کے لئے پیشوائیت و امامت کا اعلیٰ مقام عطا کیا گیا۔

ارشاد ہے کہ کتاب اللہ کا نازل ہونا اور حق وصداقت کے راستے میں شدید تر حالات کا پیش آجانا کوئی ایسی انوکھی یا نئی بات نہیں ہے جس پر کفار باتیں بنا رہے ہیں۔

حضرت موسیٰؑ کو بھی توریت جیسی کتاب ہدایت عطا کی گئی تھی جس سے بنی اسرائیل کی بھٹکی ہوئی قوم کو راہ ہدایت نصیب ہوئی اور جن لوگوں نے اللہ کی کتاب اور نبی کی رسالت کو مان کر صبر وتحمل اور برداشت سے ہر خطرے کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور دین کو غالب کرنے کے لئے ہر طرح کی جدوجہد کی وہ دین و دنیا میں کامیاب و بامراد ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ہمارا کلام ہے جو بھی اس کو مان کر اس پر عمل کرے گا اس کو دنیا اور آخرت کی عظمتیں نصیب ہوں گی

لیکن جو اس کو نہیں مانتا یا اختلاف کرتا ہے تو اس کا فیصلہ قیامت کے دن کر دیا جائے گا۔ فرمایا کہ آپ ان باتوں کی پرواہ نہ کیجئے اور پیغام حق پہنچانے میں کمی نہ کیجئے۔

فرمایا کہ ان کی ہدایت اور عبرت و نصیحت کے لئے تو گذری ہوئی قوموں کے کھنڈرات ہی کافی ہیں جن میں یا جن کے پاس سے یہ لوگ رات دن آتے جاتے رہتے ہیں۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ قوم عاد اور ثمود جو دنیا کی ترقی یافتہ عظیم قومیں تھیں جنہوں نے ایک اللہ کی عبادت و بندگی کو چھوڑ کر اپنے سیکڑوں بت بنا لئے تھے اور ہر وہ طریقہ اپنا لیا تھا جس سے اللہ کی نافرمانی ہو تو پھر ان قوموں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا گیا جن کے کھنڈرات اللہ کے غضب اور ان قوموں کی نافرمانیوں کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔ اگر وہ لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بھی اپنی نافرمانیوں کو نہیں چھوڑتے تو ان کو اپنے برے انجام کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

جب کفار عرب نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی غریبانہ زندگی کو دیکھتے تو اس کا بھی مذاق اڑاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آج یہ اہل ایمان جس غربت اور مفلسی کی حالت میں ہیں یہ اسی طرح نہیں رہے گی بلکہ حالات بدلیں گے اور ان کو نہ صرف دنیا کی خوش حالی نصیب ہوگی بلکہ آخرت کی تمام کامیابیاں بھی ان کو عطا کی جائیں گی۔ اسی بات کو ایک محسوس مثال کے ذریعہ سمجھایا گیا ہے۔

فرمایا کہ یہ اللہ کی قدرت ہے کہ ایک خشک، چٹیل اور مردہ زمین کو دیکھ کر بظاہر یہ ناممکن نظر آتا ہے کہ یہ زمین بھی کبھی سرسبز و شاداب ہوگی مگر پانی کے ایک ہی ریلے سے زمین کا رنگ بدل جاتا ہے۔ درختوں پر شادابی آجاتی ہے، کھیت لہلہانے لگتے ہیں، سبزہ ہر طرف نظر آنے لگتا ہے اور ہر طرف ایک زندگی اور بہار نظر آنے لگتی ہے۔ ایسی ایسی چیزیں اگنا شروع ہو جاتی ہیں جو انسانوں، چوپایوں اور دوسرے جان داروں کی غذا بننا شروع ہو جاتی ہیں۔

فرمایا کہ اسی طرح دین اسلام اس کی دعوت اور صحابہ کرامؓ کی حالت بے رنگ سی نظر آتی ہے مگر جب حق و صداقت پوری طرح نکھر کر اور ابھر کر سامنے آئے گی تو ہر طرف ایمان کی روشنی سے دل جگمگا اٹھیں گے، رونقیں، بہاریں ہوں گی اور دنیا و آخرت میں سربلندیاں حاصل ہونا شروع ہو جائیں گی۔

لہٰذا ان کا یہ کہنا کہ وہ فیصلے اور فتح کا دن کب آئے گا ایک بے معنی سی بات نظر آتی ہے کیونکہ جب وہ فیصلے اور فتح کا دن آئے گا تو وہ دن کفار و مشرکین کے لئے کوئی اچھا دن نہ ہوگا کیونکہ اس دن نہ تو ان کا ایمان لانا قبول کیا جائے گا اور نہ سنبھلنے کا ان کو موقع دیا جائے گا۔ انہیں تو اس دن کے آنے سے پہلے ہی توبہ کر لینی چاہیے کیونکہ وقت گذرنے کے بعد صرف ایک پچھتاوا ہی رہ جاتا ہے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کفار کی فضول باتوں کی پرواہ نہ کیجئے۔ ان کو اپنی حالت پر چھوڑ دیجئے کیونکہ اللہ نے جس فیصلے کے دن کا وعدہ کر رکھا ہے وہ آکر رہے گا۔ آپ اس کا انتظار کیجئے۔ اور ان لوگوں کو اپنے خیالوں کی دنیا میں منتظر اور بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیجئے۔

الحمدللہ سورۃ السجدہ کا ترجمہ وتشریح مکمل ہوا۔ اللہ ہمیں حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۱ تا ۲۲

• اتل مآاوحی • ومن یقنت

سورۃ نمبر ۳۳

الاحزاب

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الاحزاب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ نمبر	33
کل رکوع	9
آیات	73
الفاظ وکلمات	1210
حروف	5909
مقام نزول	مدینہ منورہ

تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان حکمرانوں نے ظلم وزیادتی کے لیے کسی قوم اور ملک پر جنگ کو مسلط نہیں کیا اور اگر کبھی ضرورت ہوئی تو اپنی جنگی اور اخلاقی طاقت سے دنیا کے دلوں کو فتح کیا۔ اس کے برخلاف کفر وشرک اپنے آپ کو اتنا کمزور سمجھتے ہیں کہ وہ دوسری قوموں پر جنگ مسلط کرنے کے لیے دوسروں کو ساتھ ملا کر متحدہ محاذ بنا لیتے ہیں اور ان کو اتحادی فوجیں کہتے ہیں۔ یہی صورتحال اس وقت پیش آئی جب کفار مکہ نے اسلام دشمنی پر کفر کی ساری طاقتوں کو جمع کر کے مدینہ کی چھوٹی سی اسلامی ریاست کو مٹانے کے لیے چاروں طرف سے حملہ کر دیا تھا مگر اتحادی فوجوں کو سوائے ذلت ورسوائی کے اور کچھ حاصل نہ ہو سکا اور اللہ نے اہل ایمان کی اس طرح مدد فرمائی کہ کفر کی کمر توڑ کر رکھ دی۔

الاحزاب کے معنی ہیں خندقیں، جماعتیں یعنی دین اسلام کی مخالفت اور اس کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑنے کے لیے بت پرست کفار و مشرکین، یہودیوں اور نصاریٰ کا متحدہ محاذ۔

کفار عرب غزوہ بدر اور غزوہ احد میں بدترین شکست اور ذلت کے بعد اپنی بوٹیاں نوچ رہے تھے اور جذبہ انتقام میں چھوٹی چھوٹی حرکتوں پر اتر آئے تھے اور انہوں نے طے کر لیا تھا کہ مسلمانوں کو اس طرح پریشان کیا جائے جس سے وہ اطمینان کا سانس نہ لے سکیں۔ چنانچہ عضل وقارہ قبیلے والوں نے نبی کریم ﷺ سے فرمائش کی کہ چند مسلمانوں کو دینی تعلیم دینے کے لیے بھیجا جائے تاکہ نئے ہونے والے مسلمان ان سے دینی تعلیم حاصل کر سکیں۔ آپ ﷺ نے چھ صحابہ کرامؓ کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔ مگر انہوں نے غداری کی چار صحابہ کرامؓ کو شہید کر دیا اور دو کو مکہ مکرمہ جا کر غلام کی حیثیت سے فروخت کر دیا۔

اسی طرح بنی عامر کے سردار کی خواہش پر آپ ﷺ نے دینی تعلیم کے لیے ستر صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کو بھیج دیا مگر انہوں نے بھی ان تمام جاں نثاران مصطفیٰ ﷺ کو شدید اذیتیں دے کر شہید کر دیا۔ یہاں تک کہ بنو نضیر (یہودی قبیلہ) نے تو نبی کریم ﷺ کو شہید کرنے کی سازش تیار کر لی تھی جو کھل کر سامنے آ گئی تھی اور اللہ کی مدد سے آپ ﷺ ہر طرح محفوظ رہے لیکن مسلسل سازشوں اور غداریوں کی وجہ سے یہودی قبیلہ بنو نضیر کو میثاق مدینہ کی کھلی خلاف ورزیوں پر مدینہ منورہ سے نکال دیا گیا اور یہ لوگ خیبر کے علاقے میں جا کر آباد ہو گئے۔ یہ ان یہودیوں کی اتنی بڑی شکست تھی جس کو وہ برداشت نہ کر سکے اور انہوں نے پورے جزیرۃ العرب میں ہر طرف اپنی سازشوں کے جال پھیلا دیئے کیونکہ مسلمانوں سے انتقام لینے کے

جذبے نے انہیں پاگل بنا دیا تھا۔ وہ ایک سازش تیار کر کے مکہ مکرمہ کے سرداروں کے پاس پہنچ گئے اور ان کو اس بات پر اکسایا کہ وہ پوری طاقت وقوت سے مدینہ منورہ کی اس چھوٹی سے ریاست کو پوری طرح تباہ کر دیں تاکہ بقول ان کے یہ فتنہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔ مکہ مکرمہ کے لوگ بھی اس بات کو اچھی طرح سمجھ چکے تھے کہ وہ تنہا صحابہ کرامؓ کا مقابلہ نہیں کر سکتے لہٰذا کفار مکہ اور بنونضیر نے بیت اللہ میں جا کر مکمل اتحاد کی قسمیں کھا کر فتح کی دعائیں کیں۔ اس کے بعد بنونضیر کے یہ سازشی لوگ قبیلہ بنوغطفان کے پاس پہنچ گئے جو نہایت بہادر اور جنگ جو لوگ تھے ان سے کہا کہ مکہ کے لوگ اس پر تیار ہو گئے ہیں کہ ہم سب مل کر مدینہ پر حملہ کر دیں تو اتنی بڑی فوج کا مقابلہ فقر و فاقہ اور تنگ حالیوں میں زندگی گذارنے والے صحابہ کرامؓ نہ کر سکیں گے۔

جب یہودیوں نے یہ محسوس کیا کہ بنوغطفان پوری طرح تیار نہیں ہو رہے ہیں تو انہوں نے ایک زبردست لالچ یہ دیا کہ اگر بنوغطفان اس جنگ میں ہمارا ساتھ دیں گے تو اس سال خیبر میں ان کی جتنی بھی فصل ہوگی وہ ان کو دے دی جائے گی۔ بنو غطفان نے اس لالچ میں آ کر اس جنگ میں حصہ لینے کی حامی بھر لی اور انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ اپنی پوری طاقت وقوت سے اس جنگ میں حصہ لیں گے۔ بنونضیر کے لوگ اسی طرح عرب کے تمام قبائل کے سرداروں سے ملے اور ان کو مسلمانوں کے خطرے سے ڈرا کر ایک متحدہ محاذ بنانے پر آمادہ کر لیا اور پروگرام یہ بنایا گیا کہ جیسے ہی قریش روانہ ہوں گے تو ہر طرف سے فوجیں روانہ ہو جائیں گی اور مدینہ منورہ کو چاروں طرف سے گھیر کر مدینہ پر چڑھائی کر دی جائے گی اور اس طرح ایک یا دو دن میں مدینہ منورہ کی ریاست کو ختم کر کے اس پر قبضہ کر لیا جائے گا۔

بنونضیر نے تمام اتحادی فوجوں کو اس بات کا یقین دلا دیا کہ وہ جیسے ہی مدینہ پر باہر سے حملہ کریں گے تو فوراً ہی یہودی قبیلہ بنوقریظہ اندر سے حملہ کر دے گا اس طرح مسلمانوں کو کہیں بھی پناہ نہ مل سکے گی۔ جیسے ہی قریش نے مکہ سے پوری تیاری کر کے مدینہ کی طرف رخ کیا تو تمام آس پاس کے قبائل ان کے ساتھ ملتے گئے اور بارہ پندرہ ہزار کا یہ اتحادی لشکر مدینہ منورہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لیے نہایت فخر و غرور کے ساتھ گاتا بجاتا اور شراب کے جام لنڈھاتا مدینہ منورہ کی طرف چل پڑا۔ ادھر نبی کریم ﷺ کو اپنے جاسوسوں کے ذریعے کفار عرب کی ایک ایک نقل و حرکت کی اطلاع مل رہی تھی اور آپ ﷺ کو معلوم ہو گیا تھا کہ پورا عرب آپ ﷺ کے خلاف کھڑا ہو گیا ہے اور اس کی فوجوں نے پیش قدمی بھی شروع کر دی ہے۔ آپ ﷺ نے تمام حالات سے مطلع کرنے کے لیے صحابہ کرامؓ کو بلا کر عرب کے قبائل اور یہودی سازشوں کی تفصیل ارشاد فرمائی تاکہ ہر شخص ذہنی طور پر اتنے شدید حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔

تین ہزار جانثاروں نے کفار کے اس حملہ کا مقابلہ کرنے کا عزم کر لیا۔ مشورے کے دوران حضرت سلمان فارسیؓ

سورۃ الاحزاب میں نبی کریم ﷺ پر کثرت سے درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ سے محبت اور ان کی اطاعت ہی سے دنیا و آخرت کی تمام کامیابیاں وابستہ ہیں۔

نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں ایک طریقہ یہ ہے کہ جنگ میں اپنی حفاظت کے لیے خندقیں کھود لیتے ہیں تا کہ دشمن ایک دم حملہ کر کے شدید نقصان نہ پہنچا سکے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی اس تجویز کو بہت پسند کیا اور فرمایا کہ مدینہ کے ان اطراف میں خندقیں کھودی جائیں جہاں سے کفار کے اندر آنے کا اندیشہ تھا۔ چنانچہ تین ہزار صحابہ کرامؓ نے تمام حالات کا جائزہ لے کر اور پروگرام بنا کر خندقوں کی کھدائی شروع کر دی اور شمالی غربی رخ پر کوہ سَلَع کو پشت پر لے کر چھ دن اور چھ راتوں میں اتنی زبردست خندقیں کھود لی گئیں کہ جس سے دشمن آپ پر ایک دم حملہ نہ کر سکے۔ آپ نے ان خندقوں پر تیر انداز بٹھا دیئے تا کہ جو بھی اس خندق کو پار کرنے کی کوشش کرے اس پر تیروں کی بارش کر دی جائے۔ آپ ﷺ نے بقیہ صحابہ کرامؓ کو خندق کے آس پاس متعین کر دیا صحابہ کرامؓ مورچہ بند ہونے کے بعد کفار سے مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے۔

جب کفار کی یہ اتحادی فوجیں مدینہ منورہ کے قریب پہنچیں تو خندقوں کو دیکھ کر حیرت میں رہ گئیں کیونکہ وہ اس طریقہ جنگ سے ناواقف تھیں۔ بہرحال کفار کی اتحادی فوجوں نے خندق کے چاروں طرف پڑاؤ ڈال دیا اسی دوران کچھ لوگوں نے خندق کو پار کرنے کی کوشش کی مگر ان کو صحابہ کرامؓ نے تیر برسا کر پیچھے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔ پھر کفار عرب نے یہ سازش تیار کی کہ کسی طرح مدینہ کے اندر رہنے والے (خاص طور پر یہودی قبیلے) مسلمانوں پر حملہ کر دیں۔ نبی کریم ﷺ کو جیسے ہی معلوم ہوا آپ نے صورت حال معلوم کرنے کے لیے چند صحابہ کرامؓ کو بھیجا جنہوں نے بڑی خاموشی سے آ کر بتا دیا کہ واقعی بنو قریظہ بغاوت پر آمادہ ہیں اگر چہ آپ ﷺ نے یہ تحقیقات بڑی خاموشی سے کرائی تھیں مگر کسی طرح منافقین تک یہ بات پہنچ گئی کہ ان کے بال بچوں کو شدید خطرات لاحق ہو چکے ہیں۔ منافقین نے میدان چھوڑ کر بھاگنے کے بہانے بنانا شروع کر دیئے تا کہ کسی طرح ان کو مدینہ واپس جانے کی اجازت دے دی جائے۔

غزوہ خندق کے موقع پر کفار کے حملے سے بھی زیادہ یہ خبر بڑی دل دہلا دینے والی تھی کہ بنو قریظہ کے گھروں کے پاس مسلمان بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کو محفوظ مقام سمجھ کر رکھا گیا تھا لیکن بنو قریظہ کی بدنیتی نے مخلص صحابہ کرامؓ کو بھی ہلا کر رکھ دیا تھا البتہ سچے اور مخلص اہل ایمان نے طے کر لیا تھا کہ آج ہمارا سب کچھ قربان ہو جائے مگر اسلام کی آبرو بچ جائے تو وہ ان کے بال بچوں سے زیادہ اہم ہے۔ صحابہ کرامؓ کا یہ عزم، حوصلہ، ولولہ اور جانثاری کا جذبہ اللہ کے ہاں قبول ہو گیا اور کفار کی تمام سازشیں ناکام ہو گئیں۔ اللہ نے اہل ایمان کی یہ مدد فرمائی کہ کفار کی صفوں میں زبردست پھوٹ پڑ گئی اور دوسری طرف سمندر کی جانب سے ٹھنڈی ہوائیں چلنا شروع ہوئیں ہوا کا ایک زبردست طوفان تھا جس میں سردی، کڑک، چمک اور اندھیرا تھا کہ کسی کو کچھ نظر نہ آتا تھا۔

دشمنوں کے خیمے الٹ گئے، چیزیں چاروں طرف بکھر گئیں اور سردی سے وہ لوگ بے حال ہو گئے۔ کفار عرب جو یہ سوچ کر آئے تھے کہ ایک دو دن میں معاملہ ختم ہو جائے گا اور ہم کامیاب و بامراد ہو کر لوٹیں گے اتنے عرصہ کے محاصرے اور موسم کی شدت اور آپس کی پھوٹ نے ان میں ایک ایسی افراتفری پھیلا دی کہ وہ دل برداشتہ ہو کر راتوں رات میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ صبح دیکھا تو پورا میدان دشمنوں سے خالی تھا۔ مسلمانوں میں کفار کی اس پسپائی اور شکست سے خوشی کی لہر دوڑ گئی اور انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اب قریش تم پر کبھی چڑھائی نہ کر سکیں گے۔

جب نبی کریم ﷺ کو اطمینان ہو گیا کہ ''اتحادی فوجیں'' میدان چھوڑ کر بھاگ چکی ہیں تو آپ ﷺ نے مدینہ منورہ واپس جانے کا فیصلہ فرمایا۔ یہ کفار کی اتنی زبردست شکست اور ذلت تھی اور مسلمانوں کی وہ عظیم فتح تھی جس کے بعد مسلمانوں کے قدم آگے ہی بڑھتے چلے گئے اور پھر دنیا کی سپر پاورز (Super Powers) بھی ان کا راستہ نہ روک سکیں بلکہ صرف اسلام اور مسلمان ہی ساری دنیا کے حکمران بن گئے۔

یہ مسلمانوں کے لیے زبردست خوشی کا موقع بھی تھا مگر ان کی زبانوں پر سوائے شکر کے جذبات کے اور دوسرے الفاظ نہ تھے۔ کفار اپنی خوشی اور مسرت کا اظہار ناچ گانے اور فضول ہنگاموں سے کرتے ہیں لیکن اہل ایمان ان باتوں کو خلاف اسلام اور ناجائز حرکت سمجھ کر کبھی اس طرف قدم نہیں بڑھاتے۔ ہم کیسے بدقسمت دور میں ہیں کہ جہاں ہمارے مسلمان بھائی اپنی خوشی و مسرت کا اظہار کفار کے طریقوں کو اپنا کر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان جہالتوں اور فضول حرکتوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین

غزوہ خندق کی صعوبتوں اور شدید پریشانیوں سے تھکے ماندے مسلمان جب مدینہ منورہ پہنچ گئے تو حضرت جبرئیل امین نے نبی کریم ﷺ سے آ کر کہا کہ ابھی ہتھیار نہ کھولے جائیں کیونکہ بنو قریظہ کی غداریوں سے نبٹنے کا مسئلہ درپیش ہے ان سے اسی وقت نبٹ لیا جائے چنانچہ آپ ﷺ نے اعلان فرما دیا کہ کوئی شخص اس وقت تک عصر کی نماز نہ پڑھے جب تک وہ بنو قریظہ کے قبیلے تک نہ پہنچ جائے۔ چنانچہ تمام صحابہ کرامؓ نے اپنے ہتھیار کھولے بغیر اور عصر کی نماز کے وقت اچانک بنو قریظہ کا محاصرہ کر لیا۔ بنو قریظہ قلعہ بند ہو کر لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئے لیکن صحابہ کرامؓ کے عزم و ہمت کو دیکھ کر وہ ڈر گئے۔ تین ہفتے کے شدید گھیراؤ کے بعد بنو قریظہ سمجھ گئے کہ وہ اہل ایمان کا مقابلہ نہیں کر سکتے وہ بوکھلا اٹھے اور اس شرط پر صلح پر آمادہ ہو گئے کہ قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد ابن معاذؓ ان کے حق میں جو فیصلہ کریں گے وہ اس کو مان لیں گے۔ حضرت سعدؓ نے تمام حالات کا جائزہ لے کر یہ فیصلہ کیا کہ بنو قریظہ کے تمام مرد قتل کر دیئے جائیں، ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے اور ان کی تمام جائیدادیں وغیرہ

مسلمانوں میں تقسیم کر دی جائیں۔ اس فیصلے پر اسی وقت عمل ہوا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ، تمام عرب قبائل اور سازشی یہودیوں کو تہس نہس کر کے رکھ دیا اور جزیرۃ العرب سے ان کا زور ہمیشہ کے لیے توڑ دیا گیا۔

یہ تو جنگی حالات تھے جن میں اہل ایمان نے زبردست فتح و نصرت حاصل کر لی تھی لیکن مسلمانوں کے اخلاق و کردار کی اصلاح کا کام بھی جاری تھا۔ عرب معاشرہ میں سب سے کم تر حیثیت غلاموں کی تھی جن کے نہ تو انسانی حقوق تھے اور نہ ان کو زندگی کی سہولتیں حاصل تھیں۔ غلام اور آقا کا فرق امتیاز بردست تھا کہ کوئی آزاد قبیلہ اپنی بیٹی کسی غلام یا آزاد کردہ غلام کو دینے کے لیے تیار نہ ہوتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اس چھوٹے بڑے اور آقا و غلام کے فرق کو مٹانے کے لیے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ کا نکاح حضرت زید ابن حارثہؓ سے کرنا چاہا تو اس سے پورے بنو قریش میں ایک ہنگامہ مچ گیا کیونکہ وہ اس کے لیے قطعاً تیار نہ تھے کہ کسی آزاد کردہ غلام کا نکاح بنو قریش جیسے معزز خاندان کی کسی لڑکی سے کر دیا جائے۔ مگر اللہ و رسول کا حکم آنے کے بعد کسی نے اس حکم سے سرتابی نہیں کی اور حضرت زینبؓ کا نکاح حضرت زید ابن حارثہؓ سے کر دیا گیا۔ مزاجوں میں ہم آہنگی نہ ہونے کی وجہ سے دونوں میں اختلافات پیدا ہونا شروع ہو گئے جھگڑے بڑھتے بڑھتے طلاق تک نوبت پہنچ گئی اور ایک دن انہوں نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی۔

طلاق کا یہ واقعہ نکاح سے بھی زیادہ ہیبت ناک بن گیا اور قریش اس کو اپنی توہین سمجھنے لگے۔ نبی کریم ﷺ نے اس رنج و غم اور افسوس سے نکالنے کے لیے اللہ کے حکم سے عدت گذرنے کے بعد حضرت زینبؓ سے نکاح کر لیا تا کہ قریش جس بات کو اپنی توہین سمجھ رہے تھے وہ اس نکاح کے ذریعہ دور ہو جائے۔ لیکن منافقین اور کفار کو ایک اور پروپیگنڈے کا موقع مل گیا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت زیدؓ کو اپنا بیٹا بنا رکھا تھا اور اس دور کے دستور کے مطابق متبنیٰ یعنی بنایا ہوا بیٹا سگے بیٹوں کی طرح ہوتا تھا جو وراثت تک میں شریک سمجھا جاتا تھا۔ انہوں نے کہنا شروع کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے بیٹے کی مطلقہ بیوی یعنی اپنی بہو سے نکاح کر لیا۔ اس پر اللہ کی طرف سے صاف صاف حکم آ گیا کہ سگا اور حقیقی بیٹا صرف وہی ہوتا ہے جو انسان کے صُلب یعنی پیٹھ سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر کسی کو بیٹا بنا لیا جائے تو وہ حقیقی بیٹا نہیں ہوتا۔ اس طرح اللہ نے آقا و غلام ہی کا فرق نہیں مٹایا بلکہ کفار کی اس بری رسم کو بھی جڑ سے اکھاڑ پھینکا کہ بنایا ہوا بیٹا حقیقی بیٹا ہوتا ہے۔

(۱) مدینہ منورہ پر اتحادی فوجوں کا حملہ۔

(۲) بنو قریظہ کو ان کی غداری پر سخت سزا۔

(۳) اور حضرت زینبؓ سے نبی کریم ﷺ کا نکاح۔

یہی تینوں اہم مسائل تھے جن کو سورۃ الاحزاب میں تفصیل سے بیان فرمایا گیا ہے۔ان کے علاوہ چند اور ضروری مسائل کو بھی بیان کیا گیا ہے مثلاً

☆ اسی دوران پردے کے احکامات کو نازل کیا گیا اور حکم دیا گیا کہ عورتیں بغیر کسی شدید ضرورت کے گھروں سے باہر نہ نکلیں اور جب نکلیں تو اپنے آپ کو اچھی طرح ڈھانپ کر نکلیں۔

☆ اگر کسی کو ازواج مطہرات سے کچھ پوچھنا ہو تو وہ پردے کے پیچھے سے پوچھے۔اس حکم کے آنے کے بعد امہات المومنین نے گھروں کے دروازوں پر پردے لٹکا لیے۔چونکہ امہات المومنین کی زندگی بھی ایک بے مثال نمونہ عمل تھی اس لیے تمام اہل ایمان کی خواتین نے اپنے گھروں پر پردے ڈال لیے اور جب وہ باہر نکلتیں تو اپنے آپ کو اس طرح ڈھانپ کر نکلتی تھیں کہ ان کے جسم کا کوئی حصہ نمایاں یا ظاہر نہیں ہوتا تھا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کو امت کی مائیں قرار دے کر ان کے ادب و احترام کا حکم دیا جس سے ان کی عزت و سر بلندی میں چار چاند لگ گئے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب میں حضور اکرم ﷺ کی شان و عظمت، آپ کی خدمت میں حاضری کے اوقات اور بات کرنے کے آداب بیان فرمائے۔

☆ مومنوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کثرت سے درود و سلام بھیجیں تا کہ ان کی دنیا اور آخرت سنور جائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے درود و سلام بھیجنے کا طریقہ بھی متعین فرما دیا اور وہ یہ ہے کہ ہر نماز کی آخری رکعت میں بیٹھ کر سلام اور درود شریف پڑھا جائے۔البتہ اگر نبی کریم ﷺ کے روضہ مبارک پر حاضری نصیب ہو تو کھڑے ہو کر سلام پڑھا جائے۔گویا جہاں جیسا حکم ہے اس پر اسی طرح عمل کیا جائے اپنی طرف سے کوئی طریقہ اختیار نہ کیا جائے۔ان تمام مذکورہ مسائل کی تفصیل انشاء اللہ سورۃ الاحزاب کی تشریح میں بیان کی جائے گی۔اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں اپنے محبوب رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت و اطاعت کا عظیم جذبہ عطا فرمائے اور ہمیں امہات المومنین اور صحابہ کرام جیسی پاکیزہ اور کامیاب زندگی نصیب فرمائے۔(آمین)

سورۃ الاحزاب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰہَ وَ لَا تُطِعِ الۡکٰفِرِیۡنَ وَ الۡمُنٰفِقِیۡنَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا ۙ﴿۱﴾ وَّ اتَّبِعۡ مَا یُوۡحٰۤی اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرًا ۙ﴿۲﴾ وَّ تَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیۡلًا ﴿۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۳

اے نبی ﷺ! آپ اللہ سے ڈرتے رہیے۔ اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانئے۔ بے شک اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے جو وحی کی جاتی ہے آپ اس کا اتباع کیجئے۔ بے شک آپ جو بھی کرتے ہیں اللہ اس کی خبر رکھنے والا ہے۔ اللہ ہی پر بھروسہ کیجئے۔ اور اللہ ہی کام بنانے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۳

اِتَّقِ	تو ڈر۔ تقویٰ اختیار کر
لَا تُطِعْ	پیچھے نہ چل۔ اطاعت نہ کر
اِتَّبِعْ	تو پیروی کر۔ کہنا مان
یُوْحٰی	وحی کی گئی
تَوَکَّلْ	بھروسہ کر۔ توکل کر
وَکِیْلٌ	کام بنانے والا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۳

حضرت آدم علیہ السلام سے نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک جتنے بھی نبی اور رسول آئے ہیں وہ سب کے سب معصوم ہیں۔ وہ اللہ کی نگرانی میں ہوتے ہیں نہ تو وہ گناہ کرتے ہیں نہ ان سے گناہ کا ارتکاب ممکن ہے بلکہ ان کی طرف گناہ کی نسبت کرنا بھی گناہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی اور اس کا ایک ایک لمحہ گواہ ہے کہ آپ نے تقویٰ اور خوف الہی کے ساتھ زندگی گذاری ہے۔ لیکن پھر بھی ارشاد فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ صرف اللہ سے ڈریئے اور کفار ومشرکین کی کوئی بات نہ مانئے جو کچھ اللہ کے احکامات آپ پر وحی کئے جا رہے ہیں ان کی اتباع کیجئے۔ اسی ایک اللہ کی ذات پر بھروسہ کیجئے جو ہر طرح باخبر ہے اور سب کا مشکل کشا ہے۔ اس حکم کا ظاہری مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کے واسطے سے قیامت تک آنے والی امت کے ہر فرد کو بتایا جا رہا ہے کہ

(۱) اللہ کے سوا نہ کسی سے ڈرا جائے نہ دبا جائے کیونکہ ایک اللہ سے ڈرنا ہی انسانی زندگی کی کامیاب بنیاد ہے۔

(۲) دوسری بات یہ فرمائی کہ کافروں اور منافقوں کی کسی بات کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ ہر کام میں ان کی بدنیتی اور سازش شامل ہوتی ہے لہٰذا ان کی ہر حرکت سے ہوشیار رہ کر ان کی کسی بات کی اتباع اور پیروی نہ کی جائے۔ نہ ان کے مشوروں پر عمل کیا جائے۔ نہ مشوروں میں شامل کیا جائے۔

(۳) تیسری بات یہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ جتنے احکامات عطا فرمائے ہیں ان کی ہر حال میں پیروی کی جائے تا کہ ہر ایک کی دنیا اور آخرت سدھر سکے۔

(۴) چوتھی بات یہ فرمائی گئی ہے کہ ہر ایک کو اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ، اعتماد اور توکل کرنا چاہیے کیونکہ صرف ایک اللہ کی ذات ہی قابل اعتماد ہے۔

(۵) پانچویں بات یہ فرمائی کہ انسان کے بگڑے ہوئے کاموں کو بنانے والا مشکل کشا صرف اللہ ہے اللہ کے سوا کوئی مشکل کشا نہیں ہے۔

ان باتوں سے اس بات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ کفار، مشرکین اور منافقین سے رواداری تو برتی جائے لیکن ان کو اپنے کاموں اور مشوروں میں شریک نہ کیا جائے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے وہ شرارت سے کوئی ایسی تجویز پیش کر دیں جس سے مسلمانوں کی زندگی تباہی کے کنارے تک پہنچ جائے۔ تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان حکمرانوں نے جب بھی کفار ومشرکین کو اپنا مخلص سمجھ کر ان کو اپنے معاملات میں شریک کیا ہے انہوں نے غلط مشورے دے کر ملت کا شیرازہ بکھیرنے میں کسر نہیں چھوڑی ہے۔ یہ کفار ومشرکین اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے خیر خواہ بن کر آتے ہیں۔ جس طرح شیطان ایک مخلص دوست کی شکل میں آیا اور اس نے حضرت آدمؑ وحواؑ کو

غلط مشورہ دے کر جنت سے نکلوا دیا تھا۔ تاریخ کے صفحات پر موجود ہے کہ سلطنت عثمانیہ جو ایک عظیم سپر پاور تھی۔ اس سلطنت کو تباہ کرنے کے لئے کفار و منافقین نے انسانیت، محبت اور خلوص کا بھیس بدل کر پوری سلطنت کو غلط راستے پر لگا دیا تھا۔ لارنس آف عربیہ نے تو بائیس سال تک مسلمانوں کے بھیس میں سلطنت عثمانیہ کو مکمل طور پر تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا۔ لہٰذا کفار و منافقین کو اہم اور بنیادی مشوروں میں قریب نہ آنے دیا جائے نہ ان کی کسی بات کو تسلیم کیا جائے۔ یہی خیر اور سلامتی کا راستہ ہے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ④ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑤

ترجمہ: آیت نمبر ۴ تا ۵

اللہ نے ایک آدمی کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔ تمہاری وہ بیویاں جنہیں تم ماں کہہ بیٹھتے ہو (وہ تمہارے کہنے سے) تمہاری مائیں نہیں بن جایا کرتیں۔ اور اس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو (سچ مچ) تمہارا بیٹا نہیں بنا دیا یہ تو صرف تمہارے منہ سے کہی جانے والی باتیں ہیں۔ اور اللہ حق بات کہتا ہے اور وہی راستہ دکھاتا ہے۔ انہیں ان کے حقیقی باپ کی طرف سے منسوب کر کے پکارو۔ یہ بات اللہ کے نزدیک سب سے بہتر ہے۔ پھر اگر تم ان کے باپ دادا کو نہیں جانتے تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں۔ تم سے جو بات بھول چوک میں ہو جائے اس پر گناہ نہیں ہے البتہ وہ بات جو تم دل کے ارادے سے کرتے ہو (اس پر گرفت ہے) اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴ تا ۵

مَا جَعَلَ	اس نے نہیں بنایا
رَجُلٌ	مرد
جَوْف	سینہ
اَلّٰئِیْ	وہ عورتیں
تُظٰهِرُوْنَ	تم ظہار کرتے ہو (بیوی کو ماں کہہ دیتے ہو)
اَدْعِيَآءُ	پکارنا
اَفْوَاهٌ (فَوْهٌ)	منہ۔ چہرے
اُدْعُوْا	تم پکارو
اَقْسَطُ	بہترین انصاف۔ پورا انصاف
مَوَالِيٌ (مَوْلٰی)	ساتھی۔ دوست
تَعَمَّدَتْ	تونے ارادے سے کیا

تشریح: آیت نمبر ۴ تا ۵

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ معاشرہ میں بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جو زبان سے کہی جاتی ہیں لیکن آنے والے لوگ زبان سے کہی گئی باتوں کو حقیقت کا روپ دیدیتے ہیں حالانکہ ان باتوں کی حیثیت کوئی نہیں ہوتی جیسے عربوں میں مشہور تھا کہ جو آدمی عقل منداور سمجھ دار ہوتا ہے اس کے سینے میں دو دل ہوتے ہیں یا جس نے اپنی بیوی سے یہ کہہ دیا کہ تیری پیٹھ میرے لئے میری ماں کی پیٹھ جیسی ہے تو وہ ماں سے تشبیہ دینے کی وجہ سے یہ سمجھتے تھے کہ اب اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی ہے یا بعض لوگ کسی کو اپنا بیٹا بنالیا کرتے تھے اور اس کے وہی حقوق ہوجاتے تھے جو سگی اور حقیقی اولاد کے حقوق ہیں فرمایا کہ یہ زبانی کلامی باتیں ہیں اس سے زیادہ ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

فرمایا کہ جس طرح کسی انسان کے سینے میں دو دل نہیں ہوتے، بیوی کو ماں کہنے سے وہ ماں نہیں بن جاتی کیونکہ ماں تو اسی کو کہتے ہیں جس سے وہ پیدا ہوا ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے کسی دوسرے کے بیٹے کو یا بیٹی کو اپنا بیٹا یا بیٹی بنالیا ہے تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ محبت اور پیار کے رشتے ہو سکتے ہیں لیکن کبھی حقیقی رشتے نہیں بن سکتے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت زیدؓ ابن حارثہ کو اپنا بیٹا بنا رکھا تھا۔ آپ کو ان سے ایسی محبت تھی کہ لوگ ان کو زید ابن محمد کہا کرتے تھے جب یہ آیت نازل ہوئی اس کے بعد سے لوگوں نے ان کو زیدؓ ابن حارثہ ہی کہنا شروع کر دیا تھا۔

ان آیات کے سلسلہ میں دو باتیں عرض ہیں تا کہ بات واضح ہو جائے۔

(۱) نبی کریم ﷺ نے اپنے ایک آزاد کردہ غلام حضرت زید ابن حارثہ کو اپنا بیٹا بنا رکھا تھا۔ جب وہ جوان ہو گئے تو آپ نے دنیا سے آقا اور غلام کے فرق کو مٹانے اور قریش کی شدید مخالفت کے باوجود اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ سے ان کا نکاح کر دیا۔ یہ ایک ایسا واقعہ تھا جس سے پورے عرب معاشرہ میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا کیونکہ عربوں میں ایسی کوئی روایت موجود نہیں تھی کہ غلاموں یا آزاد کئے ہوئے غلاموں سے شریف اور باعزت کہے جانے والے خاندانوں کے لڑکے یا لڑکیوں کا نکاح کر دیا جائے۔ مگر آپ نے اس کی پرواہ نہیں کی۔ اور اس انسانی فرق کو مٹانے کے لئے آپ نے اپنے گھر سے ابتداء کی۔ یہ اور بات ہے کہ حضرت زینبؓ اور حضرت زیدؓ میں ذہنی ہم آہنگی نہ ہو سکی اور حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی۔ طلاق کا واقعہ اس سے بھی زیادہ افسوس ناک تھا۔ ان حالات میں جب کہ پورا خاندان ایک شرمندگی محسوس کر رہا تھا آپ نے اللہ کے حکم سے حضرت زینبؓ سے نکاح فرمالیا۔ جیسے ہی آپ نے نکاح فرمایا تو عرب معاشرہ میں چاروں طرف ایک شور مچ گیا اور مشرکین اور منافقین کو زبردست پروپیگنڈے کا موقع مل گیا۔ کہنے لگے کہ یہ کیسے پیغمبر ہیں جنہوں نے اپنے بیٹے کی طلاق شدہ بیوی سے نکاح کر لیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کسی کو بیٹا کہہ دینے یا بنا لینے سے وہ حقیقی بیٹا نہیں بن جاتا۔ لہٰذا اگر نبی کریم ﷺ نے بنو قریش کو شدید صدمے سے نکالنے کے لئے حضرت زینب سے نکاح کر لیا ہے تو اس میں کوئی گناہ کی بات نہیں ہے۔

(۲) فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ کسی کو پیار سے بیٹا یا بیٹی کہنے میں حرج نہیں ہے۔ لیکن جب کہ یہ بات اسی حد تک رہے تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ کوئی اگر کسی کو بیٹا یا بیٹی بنالے تو اس سے وہ حقیقی اولاد کی طرح نہیں بن جاتے۔ نبی کریم ﷺ نے تو اس سے بھی سخت منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے باپ کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو اپنا باپ کہے۔ چنانچہ حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ”جس نے اپنے آپ کو اپنے باپ کے سوا کسی اور کا بیٹا کہا جب کہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہے۔ (بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد)

۶-۵

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤی اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝۶

ترجمہ: آیت نمبر ۶

بے شک نبی (ﷺ) تو اہل ایمان کے ساتھ خود ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور ان کی بیویاں ان کی (یعنی امت کی) مائیں ہیں۔ اللہ کی کتاب میں یہ لکھ دیا گیا ہے کہ مومنین اور مہاجرین کے مقابلے میں آپس میں رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ البتہ اگر تم اپنے (مخلص) دوستوں کے ساتھ کچھ حسن سلوک کرنا چاہتے ہو تو قاعدے طریقے سے جائز ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶

اَوْلٰی — خیر خواہ۔ ہمدرد۔ تعلق رکھنے والے

اَنْفُسٌ (نَفْسٌ) — جانیں

اَزْوَاجٌ (زَوْجٌ) — جوڑے۔ بیویاں

اُمَّهٰتٌ (اُمٌّ) — مائیں

اُولُو الْاَرْحَامِ — رشتہ دار

اَنْ تَفْعَلُوْۤا — یہ کہ تم کرو

اَوْلِیَآءُ (وَلِیٌّ) — دوست۔ مخلص ساتھی

مَعْرُوْفٌ — قاعدہ۔ دستور

مَسْطُوْرٌ — لکھ دیا گیا

تشریح: آیت نمبر ۶

ہر ایک نبی اور رسول اپنی امت کا سب سے زیادہ خیر خواہ اور ہمدرد ہوتا ہے۔ وہ بغیر کسی دنیاوی غرض اور لالچ کے ہر وقت ان کو اس بات کی نصیحت کرتا ہے کہ وہ جہنم کا راستہ چھوڑ کر جنت کے راستے پر آ جائیں۔ صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کریں اور دنیا کے تمام معاملات میں اللہ ہی کے احکامات کی پابندی کریں۔ اس سچی بات کہنے کی وجہ سے وہ اپنوں میں غیر سے بن جاتے ہیں اور پورا معاشرہ ان کی دشمنی پر اتر آتا ہے۔ اس کے لئے نبی اور رسول کو طرح طرح کی اذیتیں دی جاتی ہیں۔ وہ ان اذیتوں اور تکلیفوں پر صبر کرتے ہیں اور ان کی خیر خواہی اور بھلائی کی دعائیں کرتے ہیں۔ جب بات حد سے گذر جاتی ہے تو کبھی کبھی انبیاء کرامؑ اللہ کی بارگاہ میں بددعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیتے ہیں تو وہ قوم صفحہ ہستی سے مٹادی جاتی ہے۔

تمام نبیوں اور رسولوں کے آخری نبی اور رسول سرور انبیاء سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے بڑھ کر اپنی امت کا خیر خواہ، ہمدرد، شفیق و مہربان اور کون ہوسکتا ہے؟ انسان کی جان اور اس کی قوتیں، محبت کرنے والے ماں اور باپ اور رشتہ دار انسان سے اتنی محبت نہیں کرتے جس قدر نبی کریم ﷺ اپنی امت کے ایک ایک فرد کے لئے بے چین رہتے ہیں اور دعائیں فرماتے ہیں۔ آپ کی سیرت پاک اس بات کی گواہ ہے کہ آپ نے اللہ کے دین کی سربلندی اور اس کے سچے اصولوں پر امت کو لانے کے لئے دن رات جدوجہد کی۔ اس راستے میں اپنی جان کو گھلا ڈالا اور کفار و مشرکین اور منافقین کی طرف سے سخت اذیتیں دیئے جانے کے باوجود آپ نے کبھی بددعا نہیں فرمائی بلکہ امت کی ہدایت کے لئے تیر کھانا گوارا کئے۔ وطن سے بے وطن ہو گئے۔ فقر و فاقہ کی پریشانیوں کو برداشت کیا، سر سے کفن باندھ کر میدان جہاد میں کودنا پڑا اور آخر کار وہ وقت آگیا کہ سارا جزیرۃ العرب کفر و شرک کی گندگیوں سے پاک ہو گیا۔

اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ لوگو! تمہارے اپنے نفس، تمہاری جانیں تمہارے اپنے رشتہ دار اتنے خیر خواہ، ہمدرد اور مہربان نہ ہوں گے جتنے شفیق و مہربان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب رسول اللہ ﷺ ہماری جان اور ہمارے نفس سے بھی زیادہ خیر خواہ ہیں تو آپ کا حق بھی سب سے زیادہ ہے۔ آپ کا سب سے بڑا حق آپ سے ایسی محبت کرنا ہے کہ پھر کائنات میں اللہ کے بعد کسی دوسرے سے ایسی محبت نہ کی جائے۔ اطاعت و فرماں برداری، عزت و احترام اور آپ کی شان پر مرمٹنے کا وہ عظیم جذبہ موجزن ہو جس کے سامنے تمام جذبے ماند پڑ جائیں۔

حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے

کوئی ایسا مومن نہیں ہے جس کے لئے میں دنیا و آخرت میں سارے انسانوں سے زیادہ اولیٰ و اقرب نہ ہوں۔ اگر تم اس کی تصدیق کرنا چاہتے ہو تو قرآن کی یہ آیت پڑھ لو

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ

اس حدیث میں سرکار دوعالم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ میں ہر مومن پر ساری دنیا سے زیادہ شفیق و مہربان ہوں جس کا اثر یہ ہونا چاہیے کہ پھر ایک مومن بھی اگر سب سے زیادہ محبت کرنے والا ہوتو وہ نبی مکرم ﷺ کی ذات گرامی سے ہی کرے۔

آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے جو احکامات نازل کئے ہیں ان کی بے مثال اطاعت وفرماں برداری کی جائے۔ نبی کریم ﷺ کی ذات سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کی ازواج (امہات المومنین) کا بے انتہا ادب واحترام کیا جائے کیونکہ وہ امت کے لئے ان کی دینی مائیں ہیں۔ اگر کوئی شخص بدقسمتی سے امت کی ان ماؤں کا احترام نہیں کرتا اور ان کی شان میں گستاخی کرتا ہے تو پھر محبت رسول کا دعویٰ جھوٹا ثابت ہوگا کیونکہ نبی سے محبت کا دعویٰ اور جن سے آپ ﷺ محبت کرتے تھے ان سے نفرت کا اظہار اور ان کی شان میں گستاخی نہ صرف قرآن کریم کے حکم کے خلاف ہے بلکہ نبی کریم ﷺ کو سخت اذیت اور تکلیف پہنچانے کا سبب ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس گستاخی اور بے ادبی سے محفوظ فرمائے۔ آمین

ان آیات میں دوسری بات میثاق مدینہ اور مواخات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمائی گئی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو آپ ﷺ نے انصار و مہاجرین کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا تھا جس کو مواخات کہا جاتا ہے۔

چونکہ میراث کے احکامات اس وقت تک نازل نہ ہوئے تھے تو انصارؓ نے مہاجرینؓ کو اپنے حقیقی بھائی کا درجہ دے کر ان کو اپنی میراث میں شامل کرلیا تھا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب ایک دوسرے کی میراث اور ترکہ کی تقسیم اخوت و بھائی چارے کی بنیاد پر نہیں بلکہ رشتہ داری کی بنیاد پر ہوگی۔ رشتہ میں جو جتنا قریب ہوگا اس کا اتنا ہی زیادہ حق ہوگا۔ البتہ اگر مرنے والا اپنے ترکہ میں سے کچھ حصہ اپنے کسی مخلص دوست یا رشتہ دار وغیرہ کو دینا چاہتا ہے تو کل ترکہ میں سے (قرض وغیرہ ادا کرنے کے بعد) ایک تہائی مال 1/3 تک کی وصیت کرسکتا ہے۔ لیکن یہ وصیت ان کے لئے نہیں کی جاسکتی جو شرعی وارث ہیں۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَٰهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۖ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ﴿٧﴾ لِيَسْأَلَ الصَّٰدِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَأَعَدَّ لِلْكَٰفِرِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٨﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۸

(اے نبی ﷺ) یاد کیجئے جب ہم نے تمام نبیوں سے، آپ سے، اور نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ

اور عیسیٰؑ ابن مریم سے پختہ عہد لیا تھا تا کہ وہ ان سچے لوگوں سے سچائی کے بارے میں پوچھے۔ اور اس نے کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۸

مِیْثَاقٌ	معاہدہ۔ عہد
غَلِیْظٌ	سخت۔ پکا
لِیَسْئَلَ	تا کہ وہ پوچھے۔ سوال کرے
صِدْقٌ	سچائی
اَعَدَّ	اس نے تیار کر رکھا ہے

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۸

میثاق، عہد، معاہدہ تمام لوگوں سے اور خاص طور پر انبیاء کرامؑ سے بھی لیا گیا ہے جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ خود بھی اللہ سے کئے ہوئے عہد و میثاق کو پورا کریں اور دوسروں کو بھی سچائی پر لانے کی بھر پور جدو جہد اور کوشش کریں۔ اور اللہ نے جو بھی حکم دیا ہو اس پر بغیر کسی جھجک اور شرم کے عمل کریں کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر ایک کی کوششوں اور عمل سے متعلق سوال فرمائیں گے۔ سچے لوگوں کو انعام واکرام سے نوازا جائے گا اور جو لوگ جھوٹ اور باطل پر جمے رہیں گے ان کو سخت سزا دی جائے گی۔

ان آیات کی مزید وضاحت سے پہلے ان آیات کے پس منظر کو بھی سامنے رکھا جائے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کا ایک بنیادی مقصد یہ تھا کہ انسانوں کو انسانوں کی غلامی اور ذر زندگی سے آزادی دلائی جائے۔ اس دور میں بھیڑ بکریوں کی منڈی کی طرح انسانی خرید و فروخت کی منڈیاں بھی لگتی تھیں جن میں غلام مردوں اور غلام عورتوں (باندیوں اور لونڈیوں) کو بیچا اور خریدا جاتا تھا۔ غلام بنانے کے بعد اس کے مالک اور آقا کو اس بات کا مکمل حق حاصل ہوتا تھا کہ وہ اپنے خریدے ہوئے غلام اور لونڈی کو جس طرح چاہے استعمال کرے۔ اگر ان کے ساتھ غیر انسانی سلوک کیا جاتا، مارا پیٹا جاتا، ظلم کیا جاتا یا بھوکا رکھا جاتا تو اس معاملے میں کسی دوسرے کو بولنے کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔ اس طرح ایک غلام اور جانور میں کوئی فرق نہ تھا۔ نبی کریم ﷺ نے نہ صرف غلاموں کے انسانی حقوق بحال کرائے بلکہ ان کو بھی عام انسانوں کی طرح حسن سلوک کا

مستحق قرار دیا۔ نبی کریم ﷺ نے غلاموں کو آزادی دلانے اور ظالموں سے ان کی گردنیں چھڑانے کو جہنم سے نجات اور عبادت کا درجہ عطا فرمایا۔ نبی کریم ﷺ کے جاں نثاروں نے ہزاروں غلاموں کو خرید کر آزادی کی نعمت سے ہم کنار کیا۔ روایات کے مطابق نبی کریم ﷺ کے حصے میں مختلف اوقات میں سوا دو سو غلام آئے مگر آپ نے ان کو اسی وقت آزاد کر دیا اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا جس پر صحابہ کرامؓ نے پوری طرح عمل کیا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت زیدؓ ابن حارثہ کو آزاد کر دیا تھا آپ ان سے ایسی محبت فرماتے تھے کہ لوگ ان کو زید ابن محمد ﷺ کہا کرتے تھے۔ اس دور میں ایسے لڑکے جن کو بیٹا بنالیا جاتا تھا جس کو لے پالک کہتے ہیں تو اس کا درجہ حقیقی اور سگے بیٹوں کی طرح ہوتا تھا جس کو وراثت تک میں شریک کیا جاتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت زید کو اپنا بیٹا بنا رکھا تھا۔ آپ اپنے حسن عمل سے ساری دنیا کو بتا دینا چاہتے تھے کہ غلام بھی انسان ہی ہیں ان کے ساتھ انسانی سلوک کرنا ضروری ہے۔ اگر نبی کریم ﷺ نہ ہوتے تو دنیا سے غلامی کا رواج کبھی ختم نہ ہوتا۔ آپ نے غلامی اور آقائی ہر طرح کے فرق کو مٹانے کے لئے ایک اور مثال قائم فرمائی اور وہ یہ تھی کہ آپ نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ کو حضرت زیدؓ سے نکاح پر رضامند کر لیا۔ جب بنو قریش جیسے معزز قبیلے کی ایک لڑکی کا نکاح آزاد کردہ غلام سے کیا گیا تو سارے عرب قبائل میں ایک ہلچل مچ گئی کیونکہ اس سے پہلے کوئی ایک بھی مثال موجود نہ تھی کہ ایک شریف گھرانے کی آزاد لڑکی سے کسی غلام یا غلام زادے کا نکاح ہو جائے۔ مگر آپ نے کفار و مشرکین کی تنقید کے باوجود اس فرق کو مٹا کر چھوڑا۔ اس کے بعد حضرت زینبؓ اور حضرت زیدؓ کے مزاجوں میں ہم آہنگی نہ ہو سکی اس وجہ سے شدید اختلافات ہو گئے اور آخر کار دونوں میں طلاق ہو گئی۔

ایک آزاد کردہ غلام سے ایک آزاد لڑکی کا نکاح تو پورے خاندان کے لئے صدمہ کا سبب تھا مگر طلاق کے اس واقعہ نے تو پورے بنو قریش کو ہلا کر رکھ دیا اور ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ اس صدمے اور رنج و غم سے کیسے باہر نکلیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ وہ حضرت زینبؓ سے نکاح کر لیں تاکہ سارا خاندان جو رنج و غم میں ڈوبا ہوا ہے وہ خوش ہو جائے۔

نبی کریم ﷺ اس معاملے میں ایک جھجک محسوس فرما رہے تھے کہ لوگ کیا کہیں گے کہ اپنے منہ بولے بیٹے حضرت زید کی طلاق یافتہ بیوی سے نکاح کر لیا جو اس دور کے رواج کے مطابق آپ کی بہو تھی (یعنی بیٹے کی بیوی) لیکن اللہ تعالیٰ چاہتے تھے کہ دنیا سے اس رواج کو بھی ختم کر دیا جائے کہ منہ بولا بیٹا سگے اور حقیقی بیٹیوں کی طرح ہوتا ہے۔ آپ نے اللہ کے حکم سے حضرت زینب کی عدت گذرنے کے بعد ان سے نکاح فرما لیا۔ اس واقعہ نے رسم و رواج میں بندھے ہوئے لوگوں کو شور مچانے کا ایک اور موقع دے دیا۔ انہوں نے ہنگامہ برپا کر دیا کہ یہ کیسے نبی ہیں جنہوں نے اپنے منہ بولے بیٹے کی طلاق یافتہ بیوی سے نکاح کر لیا۔ اس موقع پر یہ زیر مطالعہ آیات نازل کی گئیں جن میں نبی کریم ﷺ کو ان کے منصب اور مقام کی طرف متوجہ کیا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے احکامات کے نفاذ میں کسی طرح کی جھجک محسوس نہ فرمائیں کیونکہ کفار و مشرکین اور منافقین تو اسی طرح شور مچاتے رہیں گے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ سے پہلے گذرے ہوئے عزم و ہمت کے پیکر پیغمبروں حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ،

حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ ابن مریم سے یہ عہد لیا تھا کہ آپ کو اللہ نے جس نبوت کے عظیم مقام سے نوازا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ خود بھی اللہ کی طرف سے کی گئی وحی کی پابندی فرمائیں اور دوسروں کو بھی اسی طرف لانے کی بھرپور جدو جہد اور کوشش فرمائیں۔ اور آپ کو جو احکامات دیئے گئے ہیں ان کو اپنی ذات اور پورے معاشرہ پر نافذ کرنے کی مسلسل کوشش کرتے رہیں۔ کل قیامت کے دن اس عہد و معاہدہ کے متعلق سوال کیا جائے گا تاکہ وہ لوگ جو سچائی پر ثابت قدم رہے ان کو انعام و اکرام سے نوازا جائے اور وہ لوگ جو زندگی بھر اس سچائی سے منہ موڑ کر چلتے اور دین کی سچائیوں کا انکار کرتے رہے ہیں ان کو سخت سے سخت سزا دی جاسکے۔

اس عہد و میثاق کے متعلق حضرت قتادہؓ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس معاہدہ میں یہ بھی شامل تھا کہ تمام انبیاء کرامؑ اس بات کا اعلان کرتے رہیں کہ (۱) حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور (۲) لا نبی بعدہٗ یعنی ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(ابن جریر۔ ابن ابی حاتم)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝۹ اِذْ جَاۗءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَـنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝۱۰ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝۱۱ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ۝۱۲ وَاِذْ قَالَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ړ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ڔ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ۝۱۳

ترجمہ: آیت نمبر ۹ تا ۱۳

اے ایمان والو! اپنے اوپر اس نعمت کو یاد کرو جب تم پر بہت سے لشکر چڑھ آئے تھے پھر ہم

نے ان پر آندھی بھیجی اور ایسے لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہ آتے تھے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اسے اللہ دیکھنے والا ہے۔ اور پھر جب وہ تمہارے اوپر سے اور نیچے سے (لشکر لے کر) چڑھ دوڑے تھے اور جب تمہاری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں تھیں اور تمہارے کلیجے منہ کو آنے لگے تھے اور تم اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے۔ یہی وہ مقام تھا جہاں اہل ایمان کو آزمایا گیا اور (حالات کی شدت میں) زبردست انداز سے ہلا کر رکھ دیا گیا تھا۔ اور جب منافقوں نے اور ان لوگوں نے جن کے دلوں میں روگ تھا کہنے لگے تھے کہ ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے جو وعدے کئے تھے وہ سوائے دھوکے کے اور کچھ نہ تھا۔ اور (یاد کرو) جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا کہ اے یثرب والو! تمہارے لئے کوئی جگہ (ٹھکانا) نہیں ہے۔ تم سب لوٹ چلو اور ایک گروہ نے اجازت مانگنا شروع کر دی تھی اور کہنے لگے تھے کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں۔ حالانکہ ان کے گھر غیر محفوظ نہ تھے بلکہ وہ صرف (میدان جنگ سے) بھاگنا چاہتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹ تا ۱۳

جُنُوْدٌ (جُنْدٌ) لشکر۔ بہت سے لشکر

رِيْحٌ ہوا۔ آندھی

لَمْ تَرَوْا تم نے نہیں دیکھا

فَوْقٌ اوپر

زَاغَتْ کھلی رہ گئی

اَلْحَنَاجِرُ کلیجہ

هُنَالِكَ اسی جگہ

غُرُوْرٌ دھوکا۔ فریب

اِرْجِعُوْا تم لوٹ جاؤ

يَسْتَأْذِنُ	وہ اجازت چاہتا ہے
عَوْرَةٌ	غیر محفوظ
فِرَارٌ	بھاگنا

تشریح: آیت نمبر ۹ تا ۱۳

مدینہ منورہ میں یہودیوں کے دو بڑے قبیلے آباد تھے بنو قریظہ اور بنو نضیر۔ مدینہ منورہ میں بسنے والے تمام قبیلوں سے آپ ﷺ نے امن وسلامتی قائم رکھنے اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لئے ایک معاہدہ کیا تھا جس میں ایک شرط یہ بھی مقرر کی گئی تھی کہ وہ ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے اور اگر ان پر باہر سے حملہ کیا جائے گا تو سب مل کر حملہ آور کا مقابلہ کریں گے۔ کچھ ہی دنوں کے بعد بنو نضیر نے بدعہدی کی اور نبی کریم ﷺ کو قتل تک کرنے کی سازش کر ڈالی۔ پوری تحقیق کر لینے کے بعد آپ نے بنو نضیر کو دس دن کی مہلت دے کر فرمایا کہ وہ مدینہ منورہ سے نکل جائیں اور جہاں چاہیں جا کر آباد ہو جائیں۔ دس دن کی مہلت گذرنے کے بعد آپ نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ تنگ آ کر یہودی نکلنے کے لئے تیار ہو گئے۔ آپ نے فیصلہ فرمایا کہ تین آدمی ایک اونٹ پر جتنا سامان لاد کر لے جا سکتے ہوں لے جائیں بقیہ سب کچھ چھوڑ کر مضافات مدینہ سے نکل جائیں۔ چنانچہ یہودیوں کا یہ قبیلہ خیبر میں جا کر آباد ہو گیا۔ بنو نضیر چپ بیٹھنے والے نہ تھے انہوں نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو مٹانے کی سازشیں شروع کر دیں۔ چنانچہ بنو نضیر اور قبیلہ ابو وائل کے تقریباً بیس آدمی مکہ مکرمہ پہنچے اور انہوں نے قریشیوں سے کہا کہ وہ مسلمانوں کو مٹانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں ورنہ جس طرح آج بنو نضیر نکال دیئے گئے ہیں تمام لوگوں کا انجام اس سے مختلف نہ ہوگا۔ قریش تو جنگ بدر اور جنگ احد میں بری طرح شکست کھا کر انتقام کی آگ میں جل رہے تھے وہ تیار ہو گئے۔ ان بیس آدمیوں اور قریشیوں نے مسجد حرام میں جا کر بیت اللہ کی دیواروں سے اپنے سینے لگا کر یہ عہد کیا کہ جب تک ہم میں سے ایک شخص بھی زندہ ہے وہ (حضرت) محمد (ﷺ) کے خلاف جنگ کرتا رہے گا۔ بنو نضیر کے یہودی اس کوشش میں کامیاب ہونے کے بعد ایک زبردست جنگ جو قبیلہ بنو غطفان کے عیینہ ابن حصین کے پاس پہنچے انہوں نے اپنے اور قریشیوں کے درمیان ہونے والے معاہدہ کی تفصیل بتائی اور بنو غطفان کو اس جنگ میں شریک کرنے کے لئے اس بات کا لالچ بھی دے دیا کہ اگر وہ اس جنگ میں ان کا بھرپور ساتھ دیں گے تو اس سال ان کے ہاں جتنی بھی کھجوریں پیدا ہوں گی وہ ان کو دے دی جائیں گی۔ سردار قبیلہ نے ان کی اس شرط کو مان کر ساتھ دینے کا وعدہ کر لیا۔ قریشیوں اور بنو غطفان کی حمایت کے بعد انہوں نے عرب کے تمام قبائل کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ یہ اتحادی فوجیں (Collation) اپنی پوری طاقت وقوت کے ساتھ مدینہ کے چاروں طرف سے زبردست حملہ کریں گی اور غربت وافلاس کی زندگی

گذارنے والے مسلمانوں کو پوری طرح تباہ وبرباد کرکے ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالیں گی۔ بنونضیر نے مدینہ کے یہودی قبیلے بنوقریظہ کو بھی اس جنگ میں شرکت کی دعوت دی تاکہ اندر اور باہر سے مسلمانوں کے خلاف جنگ کی جائے۔ نبی کریم ﷺ کو اپنے جاسوسوں کے ذریعہ کفار کی زبردست جنگی تیاریوں کی اطلاع مل رہی تھی۔ آپ نے اس تمام صورتحال سے اپنے جاں نثار صحابہ کرامؓ کو آگاہ کردیا۔ آپ نے حسب عادت صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرمایا کہ اس صورتحال کا مقابلہ کس طرح کیا جائے۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے نہایت ادب واحترام سے عرض کیا یارسول اللہ ہمارے ملک فارس میں خندقیں کھود کر پہلے اپنی حفاظت کی جاتی ہے اور پھر دشمن کا مقابلہ کیا جاتا ہے نبی کریم ﷺ نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور طے کیا کہ مدینہ منورہ کے اطراف میں خندق کھودی جائے جہاں سے دشمن کے حملہ کرنے کا اندیشہ تھا۔ آپ نے شیخین سے جبل سلع تک جو کہ تقریباً ساڑھے تین میل کا علاقہ بنتا ہے خندق کھودنے کا فیصلہ کیا۔ آپ نے مہاجرین وانصار کو دس دس آدمیوں کی جماعت میں تقسیم کرکے ہر دس آدمیوں کو چالیس چالیس ہاتھ خندق کھودنے کا حکم دیا۔ تمام صحابہ کرامؓ اور خود نبی کریم ﷺ نے پیٹ سے پتھر باندھ کر نہایت فقر وفاقہ کی حالت کے باوجود صرف چھ دن میں ساڑھے تین میل لمبی اور پانچ پانچ فٹ گہرائی اور مناسب چوڑائی کے ساتھ اس خندق کو مکمل فرمایا۔ خندق کی چوڑائی اور گہرائی اتنی زیادہ تھی کہ دشمن اس کو پار نہیں کرسکتا تھا۔ آپ نے خندق کے آس پاس تیر اندازوں کو بٹھادیا تاکہ جو بھی اس خندق کو پار کرنے کی کوشش کرے اس کو تیروں سے چھلنی کردیا جائے۔ آپ نے اندرونی طور پر بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو بنوقریظہ کی بستیوں کے قریب ٹھہرادیا کیونکہ بظاہر یہ جگہ عورتوں، بچوں اور ضعیفوں کے لئے محفوظ تھی۔

ادھر پورا عرب ان نہتے اور کمزور مسلمانوں کو مٹانے کے لئے پرجوش طریقے پر تیاریوں میں لگ گیا تھا۔ قریشیوں نے چار ہزار لڑاکا جوان، تین سو گھوڑے اور ایک ہزار اونٹ اس جنگ کے لئے تیار کرلئے۔ جب یہ لشکر مکہ مکرمہ سے اپنی پوری تیاریوں کے ساتھ نکلا تو راستے میں بنوغطفان اور دوسرے قبیلے بھی اس لشکر میں شامل ہوتے چلے گئے۔ بعض روایات کے مطابق ان کی تعداد پندرہ ہزار تک جا پہنچی تھی۔ ادھر مسلمانوں کی تعداد صرف تین ہزار تھی جس میں بہت سے منافق بھی شامل ہوگئے تھے۔ جب آپ نے کفار کی تیاریوں اور لشکروں کی روانگی کا حال سنا تو آپ نے فرمایا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْل یعنی ہمیں اللہ کافی ہے اور وہی مشکل کشا ہے۔

یہ وقت مسلمانوں کے لئے سخت آزمائش کا وقت تھا ایک طرف سارا عرب اور اس کی طاقت تھی جو ہر طرح کے ہتھیاروں سے مسلح تھا اور وہ بڑے فخر وغرور کے ساتھ تیزی سے مدینہ منورہ کی طرف بڑھ رہا تھا ادھر بے سروسامانی اور فقر وفاقہ تھا۔ جب عام مسلمانوں کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس طوفانی لشکر کے آنے سے چاروں طرف خوف وہراس پھیل گیا اور کمزور دل مسلمانوں کے اوسان خطا ہوگئے۔ وہ منافق جو وقتی طور پر ساتھ ہوگئے تھے انہوں نے کھلم کھلا کہنا شروع کردیا کہ ہم سے تو قیصر وکسریٰ کے ایوانوں کا وعدہ کیا گیا تھا مگر اب تو ہمارے کلیجے منہ کو آرہے ہیں اور پوری عرب کی طاقتیں جمع ہوکر ہمیں مٹانے کے لئے آنے ہی والی ہیں۔

ہم اتنے زبردست لشکر کا مقابلہ کیسے کریں گے۔ انہوں نے یہ کہہ کر نبی کریم ﷺ سے واپس جانے کی اجازت چاہی اور آپ سے جس نے بھی اجازت مانگی آپ نے اس کو اسی وقت اجازت دے دی۔ جن لوگوں کا اللہ پر اعتماد تھا انہوں نے کہا کہ اللہ کی مدد ضرور آئے گی اور وہ اللہ ہمیں ان کفار کے مقابلے میں پست نہیں فرمائے گا۔ ان کا اس بات پر ایمان تھا کہ انہیں ایک دن اللہ کے پاس جانا ہے اگر انہوں نے میدان جنگ کو چھوڑ دیا تو ان کو دنیا اور آخرت کی رسوائی سے کوئی نہ بچا سکے گا۔ اس تصور کے ساتھ ہی اہل ایمان کفار کا مقابلہ کرنے کے لئے ڈٹ گئے۔

جب کفار کا لشکر مدینہ منورہ کے قریب پہنچا تو وہ اس خندق اور جنگ کے انداز کو دیکھ کر حیران رہ گیا اب اس خندق کے ایک طرف کفار و مشرکین کے لشکر نے پڑاؤ ڈال دیا تھا اور دوسری طرف مسلمان بڑی مستعدی سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔

کفار کے لشکر میں سے کچھ لوگوں نے اس خندق کو پار کرنے کی کوشش کی تو ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی گئی جس سے وہ بھاگ گئے۔ یہ سردی کا سخت موسم تھا۔ کھانے پینے کی چیزوں کی کمی تھی۔ بھوک سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے جذبہ جہاد سے سرشار اہل ایمان کفار کی ہر نقل و حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ جب اس محاصرہ کو بیس دن سے زیادہ ہو گئے اور مدینہ منورہ میں گھسنے سے عاجز ہو گئے تو انہوں نے بنو قریظہ کو اس غداری پر آمادہ کر لیا کہ وہ اپنے وعدے کو توڑ کر اندر سے مسلمانوں پر حملے کریں اور باہر سے وہ حملے کریں گے۔ بنو قریظہ نے جب غداری پر کمر باندھی آپ ﷺ کو اور صحابہ کرامؓ کو اس کی اطلاع سے خاص تشویش پیدا ہو گئی کیونکہ تمام عورتیں، بچے اور بوڑھے اسی علاقے میں جمع کر لئے گئے تھے جو بنو قریظہ کے قریبی علاقے تھے۔ جب اہل ایمان نے اپنے ایثار و قربانی کا عظیم مظاہرہ کیا تو اللہ نے ان کی اس طرح مدد فرمائی کہ کفار کو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنا پڑا۔ مکہ کے وہ لوگ جو اتنی سردی کے عادی نہیں تھے ان کے لئے موسم کی ٹھنڈک ناقابل برداشت ہو گئی تھی وہ تو یہ سمجھ کر آئے تھے کہ اتنی بڑی طاقت کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہ ہوگا اور ہم دو ایک دن میں فتح کے جھنڈے لہراتے ہوئے مدینہ پر قبضہ کر لیں گے لیکن تقریباً ایک مہینہ کے محاصرہ نے ان کو نڈھال کر کے رکھ دیا۔ ادھر بنو قریظہ اور ان اتحادی فوجوں کے درمیان غلط فہمی پیدا ہونے سے یہ متحدہ فوج مایوس ہو گئی تھی اور آخر کار شدید سردی اور طوفانی ہواؤں سے تنگ آ کر یہ اتحادی فوجیں بھاگنے پر مجبور ہو گئیں اور ایک دن صبح کو اہل ایمان یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ رات کے اندھیرے میں ساری اتحادی فوجیں بھاگ کھڑی ہوئیں۔ اہل ایمان صحابہ کرامؓ کی خوشی کا ٹھکانا نہ تھا اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اب یہ لوگ کبھی ہم پر حملہ نہ کریں گے بلکہ ہم ان پر حملہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے زیر مطالعہ آیات میں ان ہی واقعات کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اے ایمان والو! تم اللہ کی اس نعمت کی قدر کرو جب کہ تمہارے اوپر بہت سے لشکر چڑھ آئے تھے پھر ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور ایسے لشکر سے تمہاری مدد کی جو تمہیں نظر نہ آتا تھا۔ اللہ تو ہر اس عمل کو دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو فرمایا کہ تم اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے اوپر سے اور نیچے سے لشکر لے کر وہ چڑھ دوڑے تھے۔ جب تمہاری آنکھیں

پتھرا گئی تھیں۔ تمہارے کلیجے منہ کو آنے لگے تھے اور تم اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کر رہے تھے یہ ایک شدید آزمائش کا وقت تھا اور یاد کرو جب منافقین جن کے دل میں روگ تھا وہ کہنے لگے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو بھی وعدے کئے تھے وہ سوائے دھوکے کے اور کچھ نہ تھے۔ اور جب ان میں سے ایک گروہ نے یہاں تک کہہ دیا کہ اے یثرب والو! (مدینہ والو!) تمہارے لئے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں ہے تم سب لوٹ چلو۔ ایک گروہ نے اجازت مانگنا شروع کر دی تھی اور کہنے لگے تھے کہ ہمارے گھر محفوظ نہیں ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ سب ان کے عذر تھے درحقیقت وہ یونہی جان بچا کر بھاگنا چاہتے تھے۔

وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۭ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْۗءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۭ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴ تا ۱۷

اور اگر ان پر (مدینہ کے) اطراف سے (دشمن) داخل ہو جاتا اور ان سے اس فتنہ میں پڑنے کے لئے کہا جاتا تو وہ اس میں کود پڑتے اور کچھ دیر نہ لگاتے۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے (غزوہ احد کے بعد) اللہ سے یہ وعدہ کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ نہ پھیریں گے۔ اور (یاد رکھو) اللہ سے کئے ہوئے وعدے کے متعلق پوچھا تو ضرور جائے گا۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم موت سے یا قتل کئے جانے سے بھاگو گے تو یہ بھاگنا تمہارے لئے فائدہ مند نہیں ہوگا اور اس سے تم چند دنوں کے سوا کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکو گے۔

(اے نبی ﷺ) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر اللہ تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچالے گا؟ اور اگر وہ اپنا فضل وکرم کرنا چاہے تو اس کو کون روک سکتا ہے۔ اور وہ اپنے لئے اللہ کے سوا کسی کو حمایتی اور مددگار نہ پائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴ تا ۱۷

دُخِلَتْ	داخل کردیا گیا
اَقْطَارٌ	کنارے۔ اطراف
سُئِلُوْا	سوال کیا گیا
مَا تَلَبَّثُوْا	دیر نہ لگائیں گے
لَا يُوَلُّوْنَ	وہ پیٹھ نہ پھیریں گے
لَا تُمَتَّعُوْنَ	تم فائدہ نہ اٹھا سکو گے
يَعْصِمُ	وہ بچاتا ہے
لَا يَجِدُوْنَ	وہ نہ پائیں گے
نَصِيْرٌ	مددگار

تشریح: آیت نمبر ۱۴ تا ۱۷

گذشتہ آیات سے غزوہ احزاب کے متعلق بیان کیا جارہا ہے اب ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جب منافقین نے کفار ومشرکین کو آندھی اور طوفان کی طرح آتے دیکھا تو وہ گھبرا گئے اور میدان جنگ سے بھاگنے کے راستے اور بہانے تلاش کرنے لگے۔ اس کے برخلاف وہ اہل ایمان جو اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ اور اعتماد رکھتے تھے انہوں نے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ اللہ ان کی ہر حال میں مدد فرمائے گا انہیں یقین تھا کہ اگر وہ اسلام دشمنوں کے مقابلے میں ڈٹے رہے اور اپنی جانوں کی بازی لگادی تو اللہ انہیں دنیا اور آخرت میں سرخ رو فرمائے گا۔ انہیں معلوم تھا کہ اس وقت اس محاذ جنگ سے بھاگ جانا دنیا اور آخرت کی رسوائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے منافقین کے متعلق فرمایا کہ ان کا یہ حال ہے اگر کوئی (اللہ ورسول کا) دشمن مدینہ کے اطراف سے اندر داخل

ہو کر کہنے لگے کہ تم اہل ایمان سے الگ ہو جاؤ اور ہمارے ساتھ مل کر لڑو اور فتنہ برپا کردو تو یہ فرار کے راستے ڈھونڈنے والے ان کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے اور اہل ایمان سے لڑنے کے لئے نکل کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میدان جنگ سے بھاگنے کے بہانے تلاش کرنے والے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے جنگ احد کے موقع پر ندامت اور شرمندگی کے ساتھ اس بات کا پکا وعدہ کیا تھا کہ اب وہ میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر نہ بھاگیں گے۔ اب ان کا وہ عہد و معاہدہ کیا ہوا؟ فرمایا کہ وعدے اور عہد کے خلاف کرنے والوں کو اس کا جواب تو دینا ہوگا اور وہ اپنی عہد شکنی کی سزا کے لئے بھی تیار رہیں۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ان لوگوں سے یہ تو پوچھئے کہ یہ لوگ جس موت اور قتل کے خوف سے بھاگے بھاگے پھر رہے ہیں کیا یہ لوگ ہمیشہ اسی دنیا میں رہیں گے؟ ان کو موت نہ آئے گی؟ یاد رکھیں جب موت آئے گی تو وہ اس سے بھاگ کر کہیں نہ جا سکیں گے۔ یہ ایک بے فائدہ کوشش ہے۔ فرمایا کہ اگر وہ میدان جنگ سے بہانے بنا کر بھاگ کر چلے بھی جائیں تو کیا وہ موت سے بچ سکیں گے؟ ہرگز نہیں۔ اللہ کا پورا اختیار ہے کہ اگر وہ کسی کو فائدہ دینا چاہے تو اس سے کوئی روک نہیں سکتا اور اگر وہ اس کو کسی خسارے یا نقصان میں مبتلا کر دے تو سوائے اللہ کی حمایت اور مدد کے اور کون اس کو بچا سکے گی۔

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ﴿۱۸﴾ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚۖ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۭ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ۭ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۲۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸ تا ۲۰

اللہ تم میں سے ان لوگوں کو خوب جانتا ہے (جو دوسروں کو جہاد سے) روکنے والے ہیں۔ اور (ان کو بھی خوب جانتا ہے) جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ آؤ ہماری طرف آؤ۔ اور (ایسے لوگ) جنگ میں بہت کم حصہ لیتے ہیں۔ (وہ جنگ میں تمہارا ساتھ دینے میں) بہت ہی کنجوس ہیں۔ پھر جب کسی خوف (دہشت) کا وقت آتا ہے تو وہ تمہاری طرف آنکھیں پھرا پھرا کر اس شخص کی طرح دیکھتے ہیں جس پر موت کی غشی طاری ہو۔ پھر جب خطرہ ٹل جاتا ہے تو تیز تیز زبانوں سے (بولتے ہوئے) لالچ کرتے ہوئے تمہارے ساتھ آ جاتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائے اور اللہ نے ان کے سارے اعمال ضائع کر دیئے۔ اور ایسا کرنا اللہ کے لئے بہت آسان ہے۔ وہ سمجھ رہے ہیں کہ (کافروں کا) لشکر ابھی گیا نہیں ہے۔ اور اگر لشکر پلٹ کر آ جائے تو وہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ دیہات میں باہر نکلے ہوئے ہوتے اور تمہاری خبریں (دیہاتیوں سے) پوچھتے رہتے۔ اور اگر وہ تمہارے اندر بھی ہوں گے تب بھی وہ جنگ میں بہت کم حصہ لیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸ تا ۲۰

اَلْمُعَوِّقِيْنَ	روکنے والے
اَلْقَآئِلِيْنَ	کہنے والے
هَلُمَّ	آؤ ہماری طرف
اَلْبَاْسُ	سختی۔ تنگی
اَشِحَّةً	کنجوسی کرنا
تَدُوْرُ	گھماتی ہیں
يُغْشٰى	وہ چھا جاتا ہے
اَحْبَطَ	اس نے ضائع کر دیا
يَوَدُّوْا	وہ پسند کرتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۱۸ تا ۲۰

غزوہ خندق کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر فرمایا ہے جنہوں نے دل کی گہرائیوں اور پختہ یقین کے ساتھ ایمان قبول نہ کیا تھا بلکہ ان کے دل منافقت اور کفر سے بھرے ہوئے تھے اور انہوں نے بعض دنیاوی مصلحتوں کی وجہ سے مسلمانوں جیسا انداز اختیار کر کے ان کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی ان بری حرکتوں سے خبر دار رہنے کے لئے اہل ایمان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے اندر کچھ ایسے لوگ گھس آئے ہیں جو ایسی باتیں کر رہے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کے بالکل خلاف ہیں۔ وہ مسلمانوں کو جہاد سے روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم بھی اہل ایمان کا ساتھ چھوڑ کر ان کے ساتھ آ جاؤ۔ ان کا یہ حال ہے کہ وہ اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اور ایثار و قربانی کے موقع پر وہ انتہائی کنجوسی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ان کی مفاد پرستی کا یہ حال ہے کہ اول تو مشکلات، پریشانیوں اور جنگ میں شرکت سے ہر ممکن بچنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اگر ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ جنگ میں بہت سا مال غنیمت ہاتھ لگ گیا ہے تو وہ زیادہ سے زیادہ سمیٹنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے لئے چرب زبانی اور لالچ کا مظاہرہ کرنے چلے آئیں گے۔ فرمایا کہ اگر کسی طرف سے دشمن کا حملہ ہو جائے اور دشمنوں سے مقابلے کا واسطہ پڑ جائے تو خوف اور دہشت کے مارے وہ اس طرح آنکھیں پھرا پھرا کر باتیں کریں گے جیسے ان پر موت کی غشی طاری ہو گئی ہے۔ اور اگر فتح و کامیابی حاصل ہو جائے تو وہ اپنی قینچی جیسی زبانوں کو چلا کر بلند و بانگ دعوے کریں گے کہ اگر ہم ساتھ نہ ہوتے تو یہ فتح و کامیابی حاصل نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کے دلوں میں ایمان نام کی کوئی چیز نہیں ہے اس لئے ان کے کسی عمل کی کوئی قیمت اور وزن نہیں ہے۔ اللہ نے ایسے لوگوں کے کئے ہوئے تمام اچھے اعمال غارت کر دیئے ہیں اور ان کی دکھاوے کی نمازیں اور روزے قیامت میں کسی کام نہ آئیں گے اور نہ ان کو نجات دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کی بزدلی اور بے وقوفی پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگرچہ کفار و مشرکین کی اتحادی فوجیں میدان جنگ سے بھاگ چکی ہیں لیکن ان کو اس کا یقین ہی نہیں آتا۔ فرمایا کہ ان کی بزدلی کا یہ حال ہے کہ اگر وہ فوجیں پلٹ کر حملہ کر دیں تو ان کی تمنا یہ ہوگی کہ وہ شہر میں ٹھہرنے کے بجائے دور کے کسی گاؤں دیہات میں چلے جائیں اور آنے جانے والوں سے پوچھتے رہیں کہ حالات کس رخ پر جا رہے ہیں؟ مقصد یہ ہے کہ وہ کسی طرح جنگ میں شریک نہ ہوں اور گھر بیٹھے ان کو ہر طرح کے فائدے پہنچ جائیں۔ اور فتح و نصرت کی حالت میں اپنی لمبی لمبی زبانوں کو لے کر آ جائیں گے اور مال غنیمت زیادہ سے زیادہ سمیٹنے کی کوشش کریں گے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ
لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا رَاَ
الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَ
صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ﴿۲۲﴾
مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ
مَنْ قَضٰى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ﴿۲۳﴾ لِيَجْزِيَ
اللّٰهُ الصّٰدِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِينَ إِنْ شَاءَ أَوْ
يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿۲۴﴾ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِينَ
كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ
وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيزًا ﴿۲۵﴾ وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ أَهْلِ
الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا
تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا ﴿۲۶﴾ وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَ
أَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَمْ تَطَئُوهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ﴿۲۷﴾

ع ۳ / ۷ / ۱۹

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۷

یقیناً اللہ کے رسول (حضرت محمد ﷺ) کی زندگی میں ہر اس شخص کے لئے بہترین نمونہ عمل موجود ہے جو اللہ پر، آخرت کے دن پر امید اور توقع رکھتا ہے۔ اور اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرتا ہے۔
جب مومنوں نے (مدینہ پر حملہ آور) لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ اللہ اور رسول کا وہ

وعدہ ہے جس کا ہمیں یقین دلایا گیا تھا۔ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا تھا۔ اور (لشکروں کی کثرت سے) ان کے جذبہ ایمانی اور اطاعت وفرماں برداری میں اور اضافہ ہوگیا۔

مومنوں میں سے وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا۔ ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جو اپنی منت پوری کر چکے اور کچھ لوگ ابھی انتظار میں ہیں۔ انہوں نے اپنے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ تا کہ اللہ سچے لوگوں کو ان کی سچائی کا بدلہ عطا کرے۔ اگر چاہے تو وہ منافقین کو عذاب دے چاہے تو ان کی توبہ قبول کر لے۔ بے شک اللہ بہت مغفرت کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ اللہ نے کافروں کو ان کے دل کی جلن کے ساتھ پھیر دیا۔ اور انہوں نے کوئی فائدہ حاصل نہ کیا۔ اور جنگ کے معاملے میں ایمان والوں کے لئے اللہ کافی ہے۔ اللہ بڑی قوت والا اور غالب ہے۔ اور اہل کتاب میں سے جنہوں نے (ان کفار کی) مدد کی تھی۔ اللہ انہیں ان کے قلعوں سے نیچے لے آیا اور ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ ان میں سے ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو اور ایک گروہ کو قیدی بنا رہے ہو۔

اللہ نے تمہیں ان کی زمین، ان کے گھروں، ان کے مالوں اور اس سرزمین کا بھی مالک بنا دیا جہاں تم نے قدم نہ رکھا تھا۔ اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱ تا ۲۷

اُسْوَۃٌ — نمونہ

یَرْجُوْا — امید رکھتا ہے

تَسْلِیْمٌ — فرماں برداری۔ اطاعت

قَضٰی — پورا کرلیا

نَحْبٌ — منت۔ نذر۔ مدت

غَیْظٌ — غصہ

صَیَاصِیٌّ — قلعے۔ پناہ کی جگہ

قَذَفَ	ڈال دیا
اَلرُّعْبُ	دہشت۔ ہیبت
تَاْسِرُوْنَ	تم قیدی بناتے ہو
اَوْرَثَ	اس نے مالک بنا دیا
لَمْ تَطَئُوْا	انہوں نے نہیں روندا

تشریح: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۷

بعض لوگ دنیاوی مفادات کی وجہ سے مسلمان بن کر عام مسلمانوں میں ملے جلے رہتے ہیں چونکہ وہ دنیا دکھاوے کو مسلمان ہو گئے تھے مگر ان کے دل ایمانی جذبوں سے محروم تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے منافقین کے تمام کاموں اور اعمال کو ضائع کر دیا تھا اور وہ آخرت میں نجات بھی حاصل نہ کر سکیں گے۔ ایسے لوگوں کا ذکر کرنے کے بعد زیر مطالعہ آیات میں نبی کریم ﷺ کی زندگی کو بہترین نمونہ عمل بتایا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر انداز اور سیرت و کردار کا ہر پہلو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے رہبر و رہنما ہے لیکن آپ کی زندگی سے صرف وہی فائدے حاصل کر سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور آخرت پر مکمل یقین رکھتے ہیں اور دن رات اللہ کا ذکر بڑی کثرت سے کرتے ہیں۔ غزوہ خندق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے اس دہشت ناک ماحول میں جب کہ کفار نے مسلمانوں کو مٹانے کے لئے اپنی ساری طاقت جھونک دی تھی اور چاروں طرف سے حملے کرنے کی منصوبہ بندی کر چکے تھے آپ نے ان حالات کا جس ہمت و جرات، استقلال اور بے خوفی سے مقابلہ کیا تھا وہ اہل ایمان اور ساری دنیا کے لوگوں کے لئے ایک بہترین نمونہ زندگی ہے۔

غزوہ خندق کے موقع پر ایک طرف تو وہ اہل ایمان تھے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و محبت میں اپنا سب کچھ قربان کر دینے کو اپنی سعادت سمجھ رہے تھے دوسری طرف وہ بزدل منافقین تھے جو اتحادی فوجوں کی کثرت اور بنو قریظہ کی غداری اور عہد شکنی کی وجہ سے سخت پریشان اور مایوس تھے اور کہنے لگے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے تو ہم سے بڑے بڑے وعدے کئے تھے کہ اگر انہوں نے دین اسلام کو قبول کر لیا تو ان پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں گی ساری دنیا پر انہیں فتح و نصرت عطا کی جائے گی اور قیصر و کسریٰ کے محل اور خزانے ان کے قدموں تلے ہوں گے مگر اس وقت تو ہمارا یہ حال ہے کہ مدینہ منورہ کی اس چھوٹی سی ریاست کو ختم کرنے اور صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے بڑے زبردست لشکروں کے ساتھ کفار نے مدینہ پر چڑھائی کر دی ہے جن سے اپنی

جان بچانا مشکل نظر آ رہا ہے اور اندرونی طور پر بنو قریظہ کی شورش، بغاوت اور غداری کی وجہ سے ان کے بیوی بچے تک محفوظ نہیں رہے ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ (نعوذ باللہ) اللہ اور اس کے رسول نے ہمیں دھوکا دیا ہے۔ وہ ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ آؤ لوٹ چلیں تا کہ اس آفت سے نجات حاصل کر سکیں۔

اس کے برخلاف عزم و ہمت کے پیکر صحابہ کرامؓ جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کے فیض صحبت سے جرات و ہمت اور بے خوفی کا سبق سیکھ لیا تھا انہوں نے کفار کی اس یلغار اور اتحادی فوجوں کی کثرت کو دیکھا تو ساری حقیقت سمجھ گئے اور کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ نے ہمیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ دین کی راہوں میں چلنے والے ہر شخص کو سخت آزمائشوں اور امتحانات سے گذرنا ہوگا۔ مصائب اور مشکلات کے کانٹوں سے الجھنا اور ہر طرح کی قربانیاں دینا ہوں گی تا کہ وہ اللہ کی رحمتوں کے مستحق بن کر دنیا اور آخرت کی ہر طرح کی کامیابیاں حاصل کر سکیں۔ کفار کی فوجی کثرت اور ان کی جنگی تیاریوں سے خوف کرنے کے بجائے وہ جذبہ جہاد اور شوق شہادت میں پورے عزم و یقین کے ساتھ اللہ سے ملاقات کرنے کے لئے بے چین ہو گئے اور اپنے جان و مال سے اللہ کی راہ میں ہر طرح کی قربانیاں پیش کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ فرمایا نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثاروں کی زندگی بہترین نمونہ عمل ہے۔

زیر مطالعہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو ہر اس شخص کے لئے بہترین نمونہ زندگی اور نمونہ عمل بنایا ہے جو اللہ کی ذات وصفات پر ایمان لا کر آخرت میں نجات اور کامیابی کی امید اور توقع رکھتا ہے اور دن رات کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جاں نثاران مصطفیٰ ﷺ کے عزم و ہمت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ جب اہل ایمان (صحابہ کرامؓ) نے مدینہ پر بڑے بڑے لشکروں کو حملہ آور دیکھا تو انہوں نے گھبرانے اور مایوس ہونے کے بجائے کہا کہ یہی تو وہ وعدہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہم سے کیا تھا۔ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا کہ دین کی راہوں میں انہیں ہر طرح کی آزمائشوں سے گذرنا ہوگا۔ ان لشکروں کی کثرت نے ان کے جذبہ ایمانی اور اطاعت و فرماں برداری میں اور اضافہ کر دیا۔ فرمایا کہ ان ہی لوگوں میں وہ صاحبان ایمان بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا۔ اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے آخرت کی کامیابیاں حاصل کر لیں اور کچھ لوگ ابھی اس انتظار میں ہیں کہ اگر ان کو موقع ملا تو وہ بھی اپنے جان و مال کی قربانی کی سعادت حاصل کریں گے۔ ان کی ہمت و جرات کا یہ حال ہے کہ حالات کی سختی اور کفار کی یلغار سے مایوس نہیں ہوئے اور نہ انہوں نے اپنے کسی رویئے میں تبدیلی کی۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ان کی سچائی کا انعام عطا فرمائیں گے۔

جہاں تک منافقین کا معاملہ ہے تو اللہ کی مرضی پر ہے چاہے تو ان کو عذاب دے یا ان کو توبہ کی توفیق دے کر معاف فرما دے۔ اللہ تو اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کرنے میں بہت زیادہ مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ غزوہ احزاب میں کفار کے لشکروں کی کثرت اور اسلحہ کے ڈھیر ان کے کسی کام نہ آسکے۔ حالات اور موسم کی سختی سے تنگ آکر جلتے بھنتے میدان جنگ سے بھاگ جانے پر مجبور ہو گئے اور وہ جو بھی فائدے سوچ کر آئے تھے ان میں سے ایک فائدہ بھی حاصل نہ کر سکے بلکہ اس سے ان کو یہ زبردست نقصان پہنچا کہ وہ ساری دنیا میں ذلیل و رسوا ہو کر رہ گئے اور اہل ایمان کو مٹانے کے بجائے انہوں نے خود اپنے مٹنے کا سامان کرلیا۔ واقعی ساری طاقت وقوت صرف اللہ ہی کی ہے اور وہی اہل ایمان کا سب سے بڑا سہارا ہے۔

بنو قریظہ کی غداری اور معاہدہ شکنی کے متعلق فرمایا کہ اہل کتاب (بنو قریظہ) میں سے جنہوں نے ان کفار و مشرکین کی مدد کی تھی ان کو نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ اپنے مضبوط قلعوں سے نیچے آنا پڑا۔ اللہ نے ان کے دلوں میں اہل ایمان کی ایسی ہیبت اور دہشت بٹھادی تھی کہ آج وہ ان میں سے ایک گروہ کو قتل کر رہے ہیں اور بعض لوگوں کو قید کر رہے ہیں۔

فرمایا کہ اللہ نے تمہیں ان کی زمینوں، گھروں، جائیدادوں اور مال و دولت کا مالک بنادیا ہے اور اب اللہ نے فیصلہ فرمالیا ہے کہ تمہیں اس سرزمین (خیبر وغیرہ) کا بھی مالک بنادیا جائے جہاں تم نے ابھی تک قدم بھی نہیں رکھا۔ فرمایا کہ یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے ہوگا جو ساری طاقتوں اور قوتوں کا مالک ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ

الجزء ۲۲

بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿۳۲﴾ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَوٰةَ وَآتِينَ الزَّكَوٰةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿۳۳﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ﴿۳۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۸ تا ۳۴

اے نبی ﷺ! آپ اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے کہ اگر دنیا کی زندگی اور اس کی زیب وزینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا کر اچھے طریقے پر رخصت کردوں۔ اور اگر تم اللہ، اس کا رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیک بیویوں کے لئے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

اے نبی ﷺ کی بیویو! اگر تم میں سے کوئی کھلی بے حیائی کرے گی تو اس کو دوہرا عذاب دیا جائے گا اور ایسا کرنا اللہ کے لئے بہت آسان ہے۔ اور تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گی اور عمل صالح کرے گی تو اس کو دوگنا اجر وثواب ہے اور ہم نے ان کے لئے عزت کا رزق تیار کر رکھا ہے۔ اے نبی ﷺ کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو (غیر مردوں سے) گفتگو میں لوچ (ملائمت) نہ پیدا کرو کیونکہ اگر کسی کے دل میں کوئی مرض ہے تو وہ لالچ میں پڑ جائے گا۔ ہمیشہ قاعدے طریقے کی بات کرو۔ اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہا کرو اور جاہلیت کی جیسی سج دھج نہ دکھاتی پھرا کرو۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ دیتی رہو۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اے اہل بیت اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر آلودگی کو دور کردے اور تمہیں پوری طرح پاک وصاف کردے۔ اللہ کی آیات اور حکمت کی باتیں جو تمہارے گھروں میں تلاوت کی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو۔ بے شک اللہ بہت ہی لطیف وخبیر ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۸ تا ۳۴

كُنْتُنَّ	تم ہو
تَعَالَيْنَ	تم سب آجاؤ
اُمَتِّعْ	میں سامان دوں گا
اُسَرِّحْ	چھوڑ دوں گا۔ رخصت کر دیتا ہوں
يُضٰعَفُ	وہ دوگنا کر دے گا
يَقْنُتْ	اطاعت کرے گی۔ جھکے گی
مَرَّتَيْنِ	دو مرتبہ۔ دوھرا۔ دوگنا
اِتَّقَيْتُنَّ	تم پرہیز گاری اختیار کرو
لَا تَخْضَعْنَ	نرمی نہ کرو۔ لوچ پیدا نہ کرو
يَطْمَعُ	وہ لالچ کرے گا
قَرْنَ	ٹکی رہیں۔ جمی رہیں
تَبَرُّجَ	ابھر کر آنا۔ جسم اور چہرہ کی نمائش کرنا
اَلرِّجْسُ	گندگی۔ آلودگی
اَهْلَ الْبَيْتِ	گھر والے۔ اہل خانہ
يُتْلٰى	تلاوت کیا گیا
خَبِيْرٌ	خبر رکھنے والا۔ اللہ کی صفت

تشریح: آیت نمبر ۲۸ تا ۳۴

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زندگی کو ''اسوہ حسنہ'' فرمایا ہے یعنی آپ کی زندگی کا ہر عمل امت کے لئے رہبر و رہنما ہے۔

آپ کے فیض صحبت اور تربیت سے آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کی زندگیاں بھی دوسروں کے لئے منیارہ نور بن گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ازواج مطہرات کو براہ راست خطاب فرما کر ان کو ایک ایسا اعزاز عطا فرمایا ہے جو کسی نبی اور رسول کی ازواج کو بھی نصیب نہ ہوسکا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ازواج مطہرات کو اہل بیت رسول فرما کر ان کی شان میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔ چونکہ آپ کی ازواج مطہرات کی زندگیاں بھی ساری امت کے لئے ایک مثال تھیں اس لئے اللہ نے چاہا کہ ان کی زندگیوں کے اس میل کچیل کو دور فرما کر پاک صاف کر دیں جس سے ان کے کردار میں کہیں بھی کمزوری باقی نہ رہے۔ قرآن کریم کی آیات سے تو یہ بات بالکل واضح ہے کہ امت کی ان ماؤں کو رسول اللہ ﷺ کا اہل بیت قرار دیا گیا ہے لیکن معتبر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو ایک چادر میں لے کر فرمایا کہ اے اللہ آپ گواہ رہیے گا یہ بھی میرے اہل بیت میں سے ہیں۔ اب ہم سب اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی تمام ازواج مطہرات اور حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ یہ سب اہل بیت رسول ہیں۔

ان آیات کی مزید وضاحت سے پہلے اس پس منظر کو ذہن میں رکھئے گا کہ جب بنو قریظہ کو بری طرح شکست ہوگئی اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مسلسل فتوحات عطا فرمائیں۔ خاص طور پر خیبر فتح ہونے کے بعد وہاں کی تمام زمینوں اور مال و دولت کو صحابہ کرامؓ میں تقسیم کر دیا گیا تو ایک طویل عرصہ تک فقر و فاقہ کی زندگی گذارنے والے صحابہ کرامؓ کے گھروں میں رونق آگئی اور ایک خوش حالی کا دور شروع ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ جن کی پوری زندگی ایک عظیم مشن کو حاصل کرنے کے لئے انتہائی غربت وافلاس اور فقر و فاقہ میں گذری تھی اور ام المومنین حضرت عائشہؓ کی ایک روایت کے مطابق کہ ہمارے گھروں میں کبھی کبھی آگ جلائے ہوئے ایک ایک مہینہ گذر جاتا تھا ہم صرف کھجوریں، ستو اور پانی پر گذارہ کیا کرتے تھے۔ اگر کہیں سے ہدیہ کے طور پر گوشت آجاتا تو اس کو پکا لیا جاتا نہ ہوتا تو کھجوریں اور پانی پر ہی وقت گذار لیا جاتا تھا۔

جب صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں خیبر کی زرخیز زمینوں اور فتوحات سے کچھ خوش حالی کا دور شروع ہوا تو ایک دن تمام ازواج مطہرات جن کی تعداد اس وقت چار تھی حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت سودہؓ اور حضرت ام سلمہؓ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ آج جب نبی کریم ﷺ تشریف لائیں گے تو ان سے یہ درخواست کریں گی کہ اس خوش حالی میں سے ان کو بھی کچھ حصہ دیا جائے تاکہ وہ بھی کچھ فراغت کے ساتھ اپنی زندگی گذار سکیں۔

جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو ان تمام ازواج مطہرات نے آپ کی خدمت اقدس میں عرض کر دیا کہ ہمارے لئے بھی خوش حالی کا سامان کر دیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے یہ سنا تو آپ کی طبیعت پر کچھ گرانی چھا گئی اور آپ علیحدہ ایک کمرے میں ایک مہینے کے لئے قیام پذیر ہو گئے۔ اس صورتحال سے صحابہ کرامؓ خاص طور پر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ بہت پریشان ہو گئے تھے کیونکہ آپ نے ایک مہینے تک گھر میں نہ آنے کا فیصلہ فرما لیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ نے اپنی بیٹیوں کو ہر طرح سمجھایا، ڈانٹ ڈپٹ بھی کی مگر وہ اپنے اس مطالبہ پر قائم رہیں۔ اس موقع پر سورۃ الاحزاب کی یہ آیات نازل ہوئیں

جن میں اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کے لئے صاف صاف اعلان فرمادیا تھا کہ دوراستوں میں سے ایک راستہ اختیار کرلیں۔اگر دنیا کی راحت، اس کا آرام اور مال ودولت کی طلب گار ہیں تو اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ میرا اور تمہارا راستہ الگ الگ ہے۔ میں تمہیں کچھ دے دلا کر نہایت عزت سے رخصت کردیتا ہوں اور اگر اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی اور آخرت کی ابدی زندگی اور اس کی راحتیں مطلوب ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں اجر عظیم عطا فرمائے گا۔حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ان آیات کے نازل ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ سب سے پہلے میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ میں تم سے ایک بات کا ذکر کرنے والا ہوں تم جواب میں جلدی نہ کرنا اپنے والدین سے بھی مشورہ کرلینا اس کے بعد جواب دینا۔ پھر آپ نے مذکورہ آیات پڑھ کر سنائیں۔ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے فوراً جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اس میں والدین سے مشورہ کا کیا سوال ہے؟ مجھے اللہ، اس کا رسول اور آخرت کا گھر پسند ہے۔آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کا جواب سنا تو خوش ہو گئے اور آپ ہنس پڑے۔ پھر اس کے بعد بقیہ تینوں ازواج کے پاس بھی تشریف لے گئے۔سب کا جواب وہی تھا جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا تھا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے امہات المومنین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو تم میں سے جو بھی اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت اور عمل صالح اختیار کرے گی تو اس کو دوگنا اجر وثواب دیا جائے گا۔ چونکہ اے ازواج النبی تمہاری زندگیاں دوسروں کے لئے مثال ہیں اس لئے تمہاری ایک غلطی بھی اللہ کے نزدیک دوہری سزا کا سبب بن سکتی ہے۔

اس کے بعد ازواج مطہرات اور قیامت تک آنے والی تمام خواتین کے لئے جو کچھ فرمایا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) سب سے پہلے آپ کی ازواج کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے ازواج النبی ﷺ! تمہاری حیثیت عام عورتوں کی طرح نہیں ہے۔تمہارے ہر عمل کو دوسرے دیکھ کر اس کی نقل کرتے ہیں لہٰذا اگر حسن عمل پیش کیا جائے تو اس پر دوہرا اجر وثواب دیا جائے گا اور اگر کسی کمزوری کا مظاہرہ کیا گیا تو اس کی سزا بھی دوگنی دی جائے گی۔

(۲) دوسری ہدایت یہ دی گئی کہ اگر تم اپنے دلوں میں اللہ کا خوف رکھتی ہو تو غیر مردوں سے بات کرتے وقت تہذیب وشائستگی کے ساتھ ایسا روکھا اور غیر جذباتی انداز اختیار کرو جس میں ایسی نرمی اور بے تکلفی نہ ہو جس سے بعض ذہنی مریض کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں۔ چونکہ اللہ نے عورت کی آواز میں نرمی اور خوبصورتی رکھی ہے اس لئے عبادات میں بھی حکم ہے کہ وہ اپنی آواز کو دھیما رکھیں۔(۱) فرمایا گیا کہ عورتیں اذان اور اقامت نہ کہیں۔(۲) آواز سے تلاوت کرنے کو منع کیا گیا ہے اسی لئے عورت کو امامت کی اجازت نہیں ہے۔(۳) نامحرم مرد کو سلام کرنے کی اجازت نہیں ہے۔(۴) اگر نماز کے دوران امام قرات میں یا کسی رکن کے ادا کرنے میں کوتاہی کر جائے تو مرد زور سے اللہ اکبر، سبحان اللہ کہہ کر امام کو صحیح کرنے کا اشارہ کر سکتے ہیں لیکن اگر تصحیح کرنے والی عورت ہو تو وہ اپنے ہاتھ کی پشت پر دوسرا ہاتھ مار کر امام کو آگاہ کرے گی مگر زبان سے نہ کہے گی۔(۵) حج اور عمرہ

میں عورتوں کو تلبیہ زور سے پڑھنے کی اجازت نہیں ہے آہستہ آہستہ پڑھیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سے احکام ہیں جن کو فقہ کی کتابوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔

(۳) تیسری ہدایت یہ دی گئی ہے کہ وہ اپنے گھروں میں ٹک کر رہیں۔ بلا کسی شدید ضرورت کے گھروں سے نہ نکلیں۔ اگر نکلنا ہو تو شریعت کی تمام پابندیوں کے ساتھ باہر نکلیں۔ خواتین فرض نمازیں اپنے گھروں میں ادا کریں کیونکہ ان کے لئے اسی میں بہت اجر و ثواب رکھا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ عورت کا گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں جا کر نماز پڑھنے سے زیادہ افضل ہے۔

حضرت ام حمید ساعدیہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ کے ساتھ (جماعت سے مسجد میں) نماز ادا کروں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ تمہیں میرے ساتھ یعنی میرے پیچھے نماز پڑھنے کی خواہش ہے مگر تمہاری وہ نماز جو تم اپنے گھر کے اندر کے حصے میں پڑھو وہ اس نماز سے افضل ہے جو تم اپنے باہر کے دالان میں پڑھتی ہو اور باہر کے دالان میں تمہارا نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے گھر کے صحن میں پڑھو اور اپنے گھر کے صحن میں تمہارا نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے جو تم اپنے قبیلے والی مسجد میں (جو گھر سے قریب ہے) نماز پڑھو اور اپنے قبیلے والی مسجد میں تمہارا نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تم میری مسجد میں آ کر نماز ادا کرو۔ (معارف القرآن)

(۴) چوتھی ہدایت یہ دی گئی ہے کہ دور جاہلیت کی طرح بے پردہ اور بناؤ سنگھار کر کے باہر نہ نکلیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ''تبرج جاہلیت'' پسند نہیں ہے۔ یعنی ابھر کر سامنے آنا۔ اپنے جسم، زیور، کپڑے اور چہرے کی نمائش کرنا، اس طرح چلنا جس سے خواہ مخواہ بھی لوگ متوجہ ہو جائیں اس کو ''تبرج جاہلیت'' فرمایا گیا ہے جس میں اسلام آنے سے پہلے لوگ مبتلا تھے اور عورتیں بے پردہ بے باکانہ انداز سے اپنے جسم و لباس کی نمائش کرتی پھرتی تھیں۔

(۵) پانچویں ہدایت یہ دی گئی ہے کہ خاص طور پر ازواج مطہرات اور تمام خواتین نمازوں کی پابندی کریں کیونکہ نماز دین کا ایک مضبوط ستون ہے۔ یہ وہ بنیاد ہے جس پر ساری روحانی، اخلاقی، معاشرتی، معیشتی اور تہذیبی و تمدنی زندگی کی عمارت تعمیر کی جاتی ہے۔

(۶) چھٹی ہدایت یہ دی گئی ہے کہ اگر وہ صاحب نصاب ہوں تو زکوۃ ادا کریں یعنی وہ زکوۃ سے مستثنیٰ نہیں ہیں ان کو بھی عام مسلمانوں کی طرح زکوۃ ادا کرنا ہوگی۔

(۷) ساتویں ہدایت یہ دی گئی ہے کہ شریعت کے جتنے احکامات ہیں ان میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مکمل اطاعت و فرماں برداری کی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ ساتوں ہدایات دے کر فرمایا کہ اے ''اہل بیت رسول'' اگر تم نے اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی کامل اتباع کی تو اللہ تمہارے گھرانے کو ظاہری اور باطنی ہر اعتبار سے پاک و صاف فرما دے گا اور ہر طرح کی آلودگی سے تمہیں بچالے گا۔

ان آیات میں اگر چہ خطاب نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات سے کیا گیا ہے لیکن یہ تمام احکامات پوری امت کی تمام خواتین کے لئے ہیں کیونکہ جب ازواج مطہرات بھی اللہ کے احکامات کی پابند ہیں تو پھر عام مسلمان عورتیں اس سے مستثنیٰ کیسے ہوسکتی ہیں؟ احکامات پر پوری طرح عمل کرنا ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت پر فرض ہے۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِينَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِينَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِينَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِينَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَ الْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِينَ وَالصّٰئِمٰتِ وَالْحٰفِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِينَ اللّٰهَ كَثِيرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيمًا ﴿۳۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۵

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں، سچائی اختیار کرنے والے مرد اور سچائی اختیار کرنے والی عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، عاجزی وانکساری اختیار کرنے والے مرد اور عاجزی وانکساری اختیار کرنے والی عورتیں، صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور خوب اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور خوب اللہ کا ذکر کرنے والی عورتیں۔ ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۵

قٰنِتٰتٌ فرماں برداری اختیار کرنے والیاں

صَا دِقٌ	سچ بولنے والا۔سچا
خَا شِعٌ	ڈرنے والا
مُتَصَدِّقٌ	صدقہ دینے والا
صَا ئِمٌ	روزہ رکھنے والا
حَافِظٌ	حفاظت کرنے والا
اَعَدَّاللّٰهُ	اللہ نے تیار کر رکھا ہے

تشریح: آیت نمبر ۳۵

اللہ تعالیٰ نے عورت اور مرد دونوں کو اکثر انسانی حقوق میں برابر قرار دے کر یکساں اصول مقرر فرما دیئے ہیں۔ البتہ عورتوں پر مردوں کو ایک درجہ فضیلت دیا گیا ہے۔ حسن عمل اور کردار کی بلندیوں میں جو بھی آگے بڑھ کر کام کرے گا اللہ تعالیٰ نے اس سے مغفرت، درگذر اور فضل و کرم کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے۔

سورۃ الاحزاب کی زیر مطالعہ آیات میں اللہ نے فرما دیا ہے کہ عورت ہو یا مرد وہ کسی کی محنت اور کمائی کو ضائع نہیں کرتا۔ وہ دونوں اجر و ثواب میں ایک جیسے ہیں۔ عورتوں اور مردوں کی ایسی دس صفات کو بیان کیا گیا ہے جن پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ اسلام، ایمان، اللہ و رسول کی فرماں برداری، صدق و سچائی، صبر و تحمل، عاجزی و انکساری، روزہ، عزت و آبرو (شرمگاہوں) کی حفاظت اور خوب اللہ کا ذکر کرنا۔ ان دس عنوانوں میں دین اسلام کی عظمت اور حسن عمل کے تمام پہلوؤں کو سمیٹ دیا گیا ہے۔ ان دس باتوں کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) اسلام۔ اسلام کے معنی ہیں گردن جھکا دینا، اپنے آپ کو پوری طرح اللہ کے سپرد کر دینا۔ اللہ نے جتنے بھی احکامات عطا فرمائے ہیں ان کی پابندی کرنا اور اس دستور زندگی کو دین و دنیا کی بھلائی اور کامیابی کا ذریعہ بنا لینا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ نے ان اللہ کے فرماں برداروں اور اللہ کے سامنے گردن جھکانے والوں کا نام مسلم رکھا تھا۔ اب یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم نے اپنے اس عظیم الشان اعزاز کو چھوڑ کر اور فرقوں میں تقسیم ہو کر اپنے طرح طرح کے نام رکھ لئے ہیں۔

(۲) ایمان۔ ایمان کے معنی یقین کرنے کے ہیں یعنی زبان سے اس بات کا اقرار کرنا اور دل سے تصدیق کرنا کہ وہ تمام احکامات جو مختلف زمانوں میں مختلف پیغمبروں کے ذریعے بھیجے گئے ہیں وہ سب برحق ہیں۔ ان پر ایمان اور تصدیق کرنے والا مومن

کہلاتا ہے۔

(۳) قانت۔ فرماں برداری اختیار کرنے والا، اللہ اور اس کے رسول کی مکمل اطاعت و فرماں برداری اختیار کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لئے اجر عظیم کا وعدہ کیا گیا ہے۔

(۴) صادق۔ سچ بولنے والا، سچائی کو اختیار کرنے والا، قول، عمل اور نیت کی سچائی جس کی زندگی ہو اور وہ جھوٹ، فریب، بدنیتی، بددیانتی اور دغابازی کے قریب بھی نہ پھٹکتا ہو اس کو صادق کہتے ہیں۔

(۵)۔ صابر۔ صبر کرنے والا، جم جانے والا، حالات کے سامنے ڈٹ جانے والا، ساری قوتوں اور طاقتوں کو اللہ کے لئے ماننے والا اور حق وصداقت کے راستے میں کسی سے خوف نہ کھانے والا، اور اس راستے میں جو بھی تکلیفیں آئیں ان کو برداشت کرنے والے کو صابر کہتے ہیں۔ اللہ کے دین کی سر بلندی کے لئے صبر و تحمل اور برداشت سے کام لینے والوں کے لئے اجر عظیم ہے اور اللہ ایسے صابروں کے ساتھ ہے۔

(۶)۔ خاشع۔ خشوع وخضوع اور عاجزی وانکساری اختیار کرنے والا یعنی ایک ایسا نیک دل مومن جس میں غرور، تکبر، ضد اور ہٹ دھرمی نہ ہو اپنی، اپنی قوم اور اپنے خاندان کی بڑائی اور برتری کا کوئی جذبہ نہ ہو۔ ایسے عاجزی اور انکساری اختیار کرنے والوں کو اللہ بہت پسند کرتا ہے اور قیامت کے دن ایسے لوگوں کو خوب نوازا جائے گا۔

(۷)۔ المتصدق۔ صدقہ وخیرات کرنے والا۔ یعنی اس کے حالات تنگ ہوں یا اس کو مال و دولت میں فراخی حاصل ہو وہ مناسب طریقے پر اللہ کے راستے میں اس کے بندوں پر اپنا مال خرچ کرتا ہو۔ اپنے سے کمزور یا حالات کی چکی میں پسے ہوئے لوگوں کا خیال رکھتا ہو وہ بھی اللہ کی بے انتہا رحمتوں کا مستحق ہے۔

(۸)۔ صائم۔ روزہ رکھنے والا، ان تمام باتوں سے رک جانے والا جن سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اسے رکنے کا حکم دیا ہو۔ ایسی صفات کے مالک کو صائم کہتے ہیں جو عظیم اجر کا مستحق ہے۔

(۹)۔ حافظ۔ حفاظت کرنے والا۔ جو مرد اور عورتیں اپنی عزت وآبرو یعنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور جس حد تک شریعت نے ان کو جانے کی اجازت دی ہے اس سے آگے وہ نہیں بڑھتے۔ ہر طرح کے گناہوں اور برے کاموں سے بچنے کی مخلصانہ جدوجہد کرتے ہیں وہ "حافظین لفروجھم" ہیں جو اپنے صبر وضبط کی وجہ سے اللہ کی طرف سے عظیم اجر کے مستحق ہیں۔

(۱۰)۔ ذاکر۔ ذکر کرنے والا۔ یعنی وہ لوگ جو نہایت کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں وہ اللہ کی طرف سے مغفرت اور اجر عظیم کے حق دار ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ اور یہ بھی روایات سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کثرت سے ذکر کرنے کو پسند فرماتے تھے چنانچہ ایک دن کسی صحابی رسول ﷺ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجاہدین میں سب سے زیادہ اجر و ثواب کا مستحق کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو بھی سب سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنے والا ہے۔ پھر پوچھا کہ روزے داروں میں سب سے زیادہ کس کو ثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا کہ اس کو جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ پھر اسی طرح

نماز، زکوۃ، حج اور صدقات کے متعلق پوچھا تو آپ نے ہر سوال کے جواب میں یہی جواب دیا کہ جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہے وہ زیادہ اجر و ثواب کا حق دار ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام عبادتوں کی اصل روح "کثرت ذکر اللہ" ہے۔ وہ لوگ جو کھڑے، بیٹھے، چلتے، پھرتے، لیٹتے، بیٹھے ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے ہیں وہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ لوگ ہیں۔

اہل ایمان مردوں اور اہل ایمان عورتوں کی ان دس صفات کا خلاصہ یہ ہے کہ ان میں سے جو بھی نیکیوں اور بھلائیوں میں آگے بڑھ کر کام کرے گا وہ اللہ کے ہاں اجر عظیم اور مغفرت کا مستحق ہوگا اس میں یہ فرق نہیں کیا جائے گا کہ اس عمل کو مرد نے کیا ہے یا عورت نے۔ جو بھی اپنا حسن عمل پیش کرے گا اس کو اس کے اعمال اور نیت کے مطابق دنیا اور آخرت میں ہر طرح کی کامیابیاں نصیب ہوں گی اور اس کے ہر کام میں برکتیں نازل ہوں گی۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝٣٦ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ۭ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَاۗىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝٣٧ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ۭ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۝٣٨ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝٣٩ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝٤٠

ترجمہ: آیت نمبر ۳۶ تا ۴۰

کسی مومن مرد اور مومن عورت کے حق میں جب اللہ اور اس کا رسول فیصلہ کردیں تو پھر ان کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو وہ کھلی ہوئی گمراہی میں جا پڑا۔

(اے نبی ﷺ) اور جب آپ نے اس سے جس پر اللہ نے اور آپ نے احسان کیا تھا یہ کہا کہ تو اپنی بیوی (زینبؓ) کو اپنے پاس روک کر رکھ (طلاق نہ دے) اور خوف الٰہی اختیار کر۔ اور آپ نے اپنے دل میں اس بات کو چھپایا ہوا تھا جس کو اللہ ظاہر کرنا چاہتا تھا اور آپ لوگوں کے طعنوں سے ڈر رہے تھے۔ حالانکہ اللہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اسی سے ڈرا جائے۔ پھر جب زید نے (زینبؓ سے) اپنی حاجت پوری کرلی (طلاق دے دی) تو ہم نے اسے آپ کے نکاح میں دے دیا تاکہ مومنوں پر منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں کوئی تنگی نہ رہے جب کہ وہ ان سے اپنی حاجت پوری کرلیں (طلاق دے دیں) اور یاد رکھو اللہ کا حکم پورا ہو کر رہنے والا ہے۔ نبی پر کسی ایسے کام میں ہچکچاہٹ نہیں ہونی چاہیے جس کو اللہ نے ان کے لئے مقرر کردیا ہو۔ آپ سے پہلے جو پیغمبر گذرے ہیں ان کے ساتھ بھی اللہ کا یہی دستور رہا ہے۔ اور اللہ کا حکم صحیح اور قطعی فیصلہ کن ہوتا ہے۔

وہ (پیغمبر) جو اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں وہ اسی سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں رکھتے۔ اور حساب لینے کے لئے تو اللہ ہی کافی ہے۔

• (حضرت) محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ وہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں (سب نبیوں پر مہر۔ آخری نبی) اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۶ تا ۴۰

اَلْخِیَرَۃُ — اختیار

اَمْسِکْ — روک لے

مُبْدِیْ	ظاہر کرنے والا
وَطَرٌ	حاجت
زَوَّجْنَا	ہم نے نکاح کردیا
اَدْعِيَآءُ	بلاتے ہیں۔پکارتے ہیں
يُبَلِّغُوْنَ	وہ پہنچاتے ہیں
يَخْشَوْنَ	وہ خوف رکھتے ہیں۔ڈرتے ہیں
حَسِيْبٌ	حساب لینے والا

تشریح: آیت نمبر ۳۶ تا ۴۰

ان آیات میں حضرت زیدؓ ابن حارثہ سے حضرت زینبؓ کا نکاح، طلاق، پھر اس کے بعد نبی کریم ﷺ سے حضرت زینبؓ کا نکاح، منہ بولے بیٹوں کی شرعی حیثیت کے اہم ترین مسئلوں کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔

حضرت زیدؓ ابن حارثہ بنوکلب کے حارثہ ابن شراحیل کے بیٹے تھے۔ والدہ کا نام سُعدیٰ بنت ثعلبی تھا اور ان کا تعلق قبیلہ طے کی شاخ بنی معن سے تھا۔ جب حضرت زید آٹھ دس سال کے تھے تو ان کی والدہ ان کو ساتھ لے کر اپنے میکے روانہ ہوئیں۔ راستے میں بنی قین ابن جسر نے حملہ کر کے ان کا تمام مال واسباب لوٹ لیا اور مردوں، عورتوں اور بچوں کو اپنا غلام بنالیا۔ ان ہی میں حضرت زیدؓ کو بھی انہوں نے اپنا غلام بنالیا تھا۔ جب عکاظ کے میلے میں ان کو فروخت کرنے کے لئے لایا گیا تو حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے حکیم ابن حزام نے ان کو خرید کر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ کو تحفہ کے طور پر پیش کردیا۔

جب نبی کریم ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہ سے ہوا تو ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے حضرت زیدؓ کو ایک غلام کی حیثیت سے آپ ﷺ کو ہبہ (Gift) کردیا۔ اس طرح حضرت زید کو حضور اکرم ﷺ کی خدمت کا شرف حاصل ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے بھی حضرت زیدؓ کی تربیت فرمائی اور آپ کی صلاحیتوں کو دیکھ کر ان سے محبت فرمائی۔

جب حضرت زید کے والدین کو یہ معلوم ہوا کہ ان کا بیٹا مکہ مکرمہ میں ہے تو ان کے والد اور چچا حضور اکرم ﷺ کی خدمت

میں حاضر ہوئے اور کہا کہ زید ہمارا بیٹا ہے آپ جو بھی معاوضہ طے کریں گے وہ ہم پیش کردیں گے۔ آپ زید کو آزاد کر دیجئے اور ہمارے ساتھ بھیج دیجئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آپ لوگ خود زید سے پوچھ لیں اگر وہ جانا چاہتا ہے تو مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے لیکن اگر وہ میرے پاس رہنا چاہتا ہے تو میں ایسا آدمی نہیں ہوں کہ کوئی میرے پاس رہنا چاہے اور میں اس کو نکال دوں۔ حضرت زید کے والد اور چچا نے کہا کہ یہ تو آپ نے بہت اچھی بات کہی ہے۔ آپ نے حضرت زید کو بلوادیا اور پوچھا کہ کیا تم ان کو جانتے ہو؟ عرض کیا جی ہاں یہ میرے والد اور یہ میرے چچا ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم مجھے اور ان کو جانتے ہو تو تمہیں مکمل اختیار ہے اگر تم ان کے ساتھ جانا چاہتے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اور اگر تم میرے پاس رہنا چاہتے ہو تو تمہاری مرضی۔ حضرت زیدؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کو چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔ والد اور چچا نے کہا کیا تم آزادی کے مقابلے میں غلامی کو پسند کرتے ہو۔ حضرت زید نے کہا میں نے آپ ﷺ کے اندر وہ کمالات، اوصاف اور عظمتیں دیکھی ہیں کہ اب میں کسی اور کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ حضرت زیدؓ کا یہ جواب سن کر ان کے والد اور چچا واپس چلے گئے۔ آپ نے اسی وقت حضرت زید کو آزاد کر کے قریش کے بھرے مجمع میں اعلان کر دیا کہ لوگو! تم گواہ رہنا میں نے زید کو اپنا بیٹا بنالیا ہے یہ مجھ سے وراثت پائے گا اور میں اس سے۔ اس کے بعد سب لوگ ان کو زید ابن محمد کہنے لگے کیونکہ اس زمانہ میں منہ بولا بیٹا حقیقی اور صلبی بیٹا سمجھا جاتا تھا جو وراثت کا حق دار بھی ہوا کرتا تھا۔ اگرچہ اس دور میں یہ ایک عام بات تھی جس کا رواج تھا مگر اس کے نقصانات بھی بہت زیادہ تھے۔ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کے ذریعہ اس رسم کو مٹانے کا فیصلہ فرمالیا تھا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جو دنیا سے رنگ و نسل اور آقا و غلام کے ہر فرق کو مٹانے کے لئے مبعوث فرمائے گئے تھے آپ نے حضرت زید کا نکاح بنو قریش کی ایک آزاد، خود مختار اور معزز خاتون جو آپ کی پھوپھی امیمہ بنت عبد المطلب کی صاحبزادی حضرت زینب تھیں ان سے کرنے کا فیصلہ فرمالیا۔ جب حضرت زینبؓ، ان کے گھر والوں اور قریش کو معلوم ہوا تو انہوں نے اس پر سخت اعتراض کیا کیونکہ حضرت زید ایک آزاد کردہ غلام تھے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کر کے فرمایا کہ جب اللہ اور اس کے رسول کسی مومن مرد یا مومن عورت کے لئے کوئی فیصلہ کر دیں تو پھر کسی کا اختیار باقی نہیں رہتا کیونکہ جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی ہوئی گمراہی میں جا پڑے گا۔ اس حکم کے آنے کے بعد حضرت زینب، ان کے بھائی اور خاندان کے لوگ اس نکاح پر راضی ہوگئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان دونوں کا نکاح خود پڑھایا اور حضرت زید کی طرف سے مہر ادا کیا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ مہر دس دینار سرخ (چار تولے سونا) اور ساٹھ درہم (اٹھارہ تولے چاندی) ایک بار برداری کا جانور، ایک زنانہ جوڑا، پچاس مُد آٹا (پچیس کلو آٹا) اور دس مُد (پانچ کلو) کھجوریں دے کر رخصت کیا۔ (ابن کثیر)

یہ دیکھا گیا ہے کہ اکثر میاں بیوی کے درمیان مزاجوں میں ہم آہنگی نہ ہو تو زندگی بے مزہ اور بے رونق ہو کر رہ جاتی ہے۔ حضرت زید ابن حارثہ کا نکاح ۴ھ میں ہوا تھا۔ مگر زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ دونوں میں بات بات پر اختلافات اور جھگڑے شروع ہوگئے یوں طلاق تک نوبت پہنچ گئی۔ حضرت زید نے روزانہ کے جھگڑوں سے تنگ آکر جب طلاق دینے کا فیصلہ کر لیا اور نبی کریم ﷺ کو ان حالات کا علم ہوا تو آپ نے ان دونوں کو اچھی طرح سمجھایا اور اللہ کے خوف سے ڈرایا مگر دونوں میں خلیج بڑھتی

چلی گئی اور ایک دن حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی۔ اس وقت آپ کے دل میں طرح طرح کے اندیشے پیدا ہونا شروع ہو گئے جس کو ظاہر کرنا بھی مشکل تھا۔ آپ سوچتے تھے کہ جب آپ نے بنو قریش کی ایک لڑکی کا نکاح آزاد کردہ غلام سے کیا تھا اور پورے خاندان نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے آگے اپنا سر جھکا دیا تھا مگر طلاق کے بعد یقیناً پورے خاندان پر اس کا گہرا اثر پڑے گا اور سب اپنی توہین محسوس کریں گے۔ دوسری طرف اللہ نے یہ فیصلہ فرما دیا تھا کہ اب اس رنج و غم سے نکلنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ نبی کریم ﷺ عدت گذرنے کے بعد حضرت زینبؓ سے خود نکاح کر لیں تا کہ بنو قریش جس غم سے نڈھال ہیں وہ اس سے باہر آسکیں۔ لیکن اس میں ایک زبردست دشواری یہ تھی کہ آپ نے حضرت زید کو اپنا بیٹا بنا رکھا تھا جو اس زمانے کے دستور کے مطابق حقیقی بیٹوں کی طرح ہوتا تھا۔ اپنے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کرنے میں کفار و مشرکین کی طرف سے زبردست پروپیگنڈے کا اندیشہ تھا۔ یہ تمام فکریں تھیں لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم یہ تھا کہ اس رسم کو آپ کے ذریعے ہی ختم کرایا جائے۔ چنانچہ حضرت زینبؓ کی عدت گذرتے ہی آپ نے حضرت زینب سے نکاح کر لیا۔ بنو قریش تو خوش تھے مگر منافقین، کفار و مشرکین نے آپ کے خلاف پروپیگنڈے کا ایک طوفان برپا کر کے رکھ دیا کہ (حضرت) محمد ﷺ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ پروپیگنڈہ اس قدر شدید تھا کہ پرانے رسم و رواج کے دل دادہ لوگوں نے طرح طرح کی باتیں بنانا شروع کر دیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیات نازل فرمائیں اور حکم دیا کہ جب اللہ کا حکم آ جائے تو پھر آپ کسی کی پروا نہ کریں کیونکہ آپ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ آپ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔ اگر آپ اس رسم کو نہ مٹائیں گے تو پھر قیامت تک کوئی اور نبی نہیں آئے گا جو اس بری رسم کو مٹا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ تمام باتوں کی حقیقت اور اس کے انجام سے پوری طرح واقف ہے۔ گویا یہ فرمایا گیا ہے کہ اے محمد ﷺ آپ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں جن پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے لہٰذا اگر قانون اور معاشرہ میں کوئی اصلاح آپ کے زمانہ میں نہ ہوئی تو پھر آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے جو اس کمی کو پورا کر سکے گا۔ لہٰذا آپ اپنے اوپر برداشت کر کے اس جاہلیت کی رسم کو مٹا ڈالیں اور کسی کے کہنے سننے کی پروا نہ کریں۔

ان آیات کے سلسلہ میں چند ضروری باتیں

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ ایک مومن مرد یا ایک مومن عورت کو جب اللہ اور اس کا رسول کوئی حکم دیں تو اس کے بعد سرتابی یا انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ یہ اختیار صرف اللہ اور اس کے رسول کو حاصل ہے اور کسی کو حاصل نہیں ہے لہٰذا اللہ و رسول کے سامنے اپنے آزادانہ اختیار کو چھوڑ دینا سب سے بڑی سعادت ہے۔

(۲) قرآن کریم میں بہت سے پیغمبروں کا نام لے کر ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ بڑے بڑے اکابر صحابہؓ کا اشاروں میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ لیکن ان کا نام نہیں لیا گیا صرف حضرت زیدؓ ابن حارثہ کا نام لے کر ان کا ذکر فرمایا گیا ہے جو ان کی عظمت کا بہترین اظہار ہے۔

(۳) حضرت زیدؓ ابن حارثہ پر رسول اللہ ﷺ کا یہ احسان تھا کہ آپ نے ان کی تعلیم و تربیت فرمائی۔ آپ نے ان کو اپنا

بیٹا بنایا ہوا تھا۔ خاندان کی شدید مخالفت کے باوجود آپ نے ان کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ سے کر کے حضرت زیدؓ کی طرف سے ان کا مہر ادا کیا۔ جب دونوں میاں بیوی میں اختلافات شدت اختیار کر گئے تو آپ نے ان دونوں کو اچھی طرح سمجھایا، اللہ کے خوف سے ڈرایا اور ہر اونچ نیچ کو سمجھانے کی کوشش کی حضرت زیدؓ پر اللہ کا یہ احسان تھا کہ اس نے ان کو دولت ایمان سے مالا مال کیا۔ قرآن کریم میں ان کا نام لے کر ذکر کرنے سے ان کی عزت کو چار چاند لگا دیئے۔

(۴) جب حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی تو حضرت زینبؓ کی ذہنی الجھنوں اور خاندان کی رسوائی سے آپ سخت پریشان تھے۔ جب اللہ کی طرف سے آپ کو اشارہ مل گیا کہ حضرت زینبؓ کی عدت گذرتے ہی آپ ان سے نکاح کر لیں تو آپ کو اس سے بھی زیادہ فکریں پیدا ہوگئیں کیونکہ آپ کو اس کا ڈر تھا کہ کفار و مشرکین اس نکاح پر یہ کہہ کر طعنے دیں گے کہ آپ نے اپنے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح کر لیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اللہ نے ایک چیز کا فیصلہ کر دیا ہے اور آپ کا نکاح حضرت زینبؓ سے کر دیا ہے تو آپ کی شان کے خلاف ہے کہ آپ اس کے بعد لوگوں کے طعنوں اور باتوں سے پریشان ہوں کیونکہ جس دل میں خوف الٰہی ہوتا ہے اس دل میں کسی دوسرے کا کوئی خوف نہیں ہوا کرتا۔

(۵) آپ اگرچہ روحانی اعتبار سے ہر ایک کے باپ سے بڑھ کر ہیں مگر مردوں میں سے آپ کسی کے باپ نہیں ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے حضرت زیدؓ کو زید ابن محمد کہنا چھوڑ دیا اور آپ کو پھر سے زیدؓ ابن حارثہ کہا جانے لگا۔

(۶) حضرت زید کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو حضرت خدیجہؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ کے بعد سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔

(۷) قرآن وحدیث اور اجماع امت کا یہ متفقہ فیصلہ اور عقیدہ ہے کہ نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ہر طرح کی نبوت و رسالت کی تکمیل ہو چکی ہے۔ لہٰذا آپ کے بعد کسی دوسرے نبی کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ اور اس کے ماننے والے تمام لوگ قطعاً کافر ہیں اور ملت اسلامیہ سے خارج ہیں اس پر تمام محدثین مفسرین اور علماء امت متفق ہیں۔ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کے سلسلہ میں امت کی کبھی دو رائے نہیں رہی ہیں بلکہ پوری امت آج بھی اور اس سے پہلے بھی اس بات پر متفق ہے کہ آپ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں اور آپ کے بعد کوئی کسی طرح کا نبی نہ آیا ہے اور نہ آئے گا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والے ''خاتم النبیین'' کی غلط تعبیر اور تشریح کر کے جس طرح لوگوں کو جہنم کا ایندھن بنا رہے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ خاتم کا لفظ اسٹیمپ (Stamp) کیلئے نہیں ہے بلکہ سیل (Seal) کر دینے کے لئے آیا ہے۔ جس طرح کسی لفافے کو سیل کر دیا جائے تو اس کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ اب یہ لفافہ بند ہو چکا ہے اور اس پر سیل لگ گئی ہے اب کوئی چیز نہ تو باہر سے اندر جا سکتی ہے اور نہ اندر سے باہر آ سکتی ہے۔ ختم نبوت پر پوری امت کا پختہ یقین ہے اور وہ ان لوگوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں جو مرزا غلام قادیانی یا اس جیسے کسی شخص کو نبی مانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پوری امت کو اس

عظیم فتنے سے محفوظ فرمائے۔ آمین

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۴

اے ایمان والو! اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اسی کی پاکیزگی بیان کرو وہی تو ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی دعائے رحمت کرتے ہیں تا کہ وہ اللہ تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لائے۔ اور وہ ایمان والوں پر بہت مہربان ہے۔ اور جس دن اس سے ملیں گے تو (ایک دوسرے کو) سلام کرنا ان کی دعا ہوگی۔ اور اس نے ان کے لئے بڑا اجر و ثواب تیار کر رکھا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۱ تا ۴۴

اُذْكُرُوْا	یاد کرو
سَبِّحُوْا	تسبیح کرو۔ پاکیزگی بیان کرو
بُكْرَةٌ	صبح
اَصِيْلٌ	شام
يُصَلِّيْ	وہ رحمتیں بھیجتا ہے
تَحِيَّتٌ	دعا

اَجْرٌ كَرِيْمٌ بڑا عزت والا اجر

تشریح: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۴

نبی کریم ﷺ کا نکاح حضرت زینبؓ سے ہوتے ہی کفار و مشرکین اور منافقین نے ہر طرف زبردست ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ انہوں نے اپنی تیز زبانوں سے اس طرح پروپیگنڈا کیا تا کہ اہل ایمان کے دلوں میں شک و شبہ پیدا ہو جائے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے ایمان والو! کفار و مشرکین جس طرح اسلام اور نبی کریم ﷺ کی ذات پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کر رہے ہیں تم اپنے عمل سے اس کا جواب اس طرح پیش کرو کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا سب سے بڑا احسان اور کرم مان کر ان کا بے انتہا ادب و احترام کرو اور خوب کثرت سے اللہ کا ذکر کر کے اپنی زبانوں کو اللہ کی یاد سے تر و تازہ رکھو تا کہ اللہ کی رحمتیں بھی نازل ہوں اور فرشتے بھی تمہارے لئے دعائیں کرتے رہیں۔ اس طرح تم نہ صرف دنیا میں کامیاب و بامراد ہو جاؤ گے بلکہ تمہاری زندگی کے اندھیرے دور ہو کر عشق و محبت کے چراغ روشن ہوتے چلے جائیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان اور کرم کرنے والا ہے۔ اللہ کے ذکر کی کثرت سے یہ تو دنیا میں فائدہ ہوگا اور آخرت میں ان کو ایسی جنتوں میں داخل کیا جائے گا جہاں ہر طرف سلامتی اور محبت کی صدائیں سنائی دیں گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر سلامتی بھیجیں گے۔ فرشتے ان کا استقبال کرتے ہوئے ان کو سلام کریں گے اور مومن جب بھی آپس میں ملیں گے تو وہ ایک دوسرے کو سلام کرتے اور سلامتی بھیجتے رہیں گے اور ان کو جنت میں عزت و احترام کا مقام تیار ملے گا۔

قرآن کریم اور احادیث میں کثرت سے ذکر اللہ کرنے کی بڑی فضیلتیں آئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم پڑھنے، کلمہ طیبہ کا ورد کرنے اور اس کی حمد و ثنا سے زبانوں کو تر و تازہ رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔

حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ چونکہ آپ ہر وقت اللہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے اسی لئے ''ذکر اللہ'' کے لئے کوئی خاص شرط نہیں ہے۔ آدمی پاک ہو یا نہ ہو، صحت مند ہو یا بیمار دن ہو یا رات لیٹے، بیٹھے، چلتے پھرتے، صبح و شام اللہ کا ذکر کرتا رہے اور اس کی پاکیزگی بیان کرتا رہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں گی اور فرشتے بھی دعا کریں گے جس کی برکت سے علم و ہدایت کا نور نصیب ہو جائے گا اور آخرت میں تو ساری رحمتیں اللہ کے نیک بندوں کے لئے مخصوص کر دی جائیں گی۔

ایک مرتبہ ایک صحابیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اسلام کے اعمال، فرائض اور واجبات تو

بہت ہیں مجھے آپ کوئی ایسی بات بتا دیجئے جس کو میں آسانی سے اختیار کرسکوں۔ آپ نے فرمایا کہ تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تروتازہ رہنی چاہیے۔ (مسند احمد۔ ابن کثیر)

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ
اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿٤٥﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿٤٦﴾ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿٤٧﴾ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿٤٨﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۵ تا ۴۸

اے نبی ﷺ! بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوش خبر سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اس کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ (بنا کر بھیجا ہے)

اے نبی ﷺ! آپ مومنوں کو خوش خبری سنا دیجئے کہ بے شک اللہ کا ان پر بڑا فضل و کرم ہے اور آپ کافروں اور منافقوں سے نہ دبیں اور نہ ان کی ایذا رسانی کا خیال کریں۔ اللہ پر بھروسہ کیجئے اور کام بنانے کے لئے اللہ ہی کافی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۵ تا ۴۸

شَاهِدٌ — گواہی دینے والا

مُبَشِّرٌ — خوش خبری دینے والا

نَذِيْرٌ — ڈرانے والا۔ آگاہ کرنے والا

دَاعِيٌّ — بلانے والا۔ پکارنے والا

سِرَاجٌ	سورج۔ چراغ
مُنِيْرٌ	روشن کرنے والا
لَا تُطِعْ	پیچھے نہ چل۔ نہ کسی سے دبو
دَعْ	چھوڑ دے
اَذٰى	تکلیفیں

تشریح: آیت نمبر ۴۵ تا ۴۸

امہات المومنینؓ اور ان کے بعد تمام اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ وہ پوری طرح اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری کرتے رہیں۔ کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے رہیں اور دشمنان اسلام کے غلط اور بے بنیاد پروپیگنڈے سے کسی شک وشبہ میں مبتلا نہ ہوں۔ اب ان آیات میں نبی کریم ﷺ کو کفار ومشرکین کی طرف سے دی گئی ذہنی اور فکری اذیتوں کے جواب میں تسلی دیتے ہوئے خطاب کیا گیا ہے کہ آپ ان باتوں سے رنجیدہ نہ ہوں کیونکہ ہر وہ شخص جو اپنے مقصد اور مشن کو پھیلانے میں پرخلوص ہوتا ہے اس کو اسی طرح کی تکلیفوں اور اذیتوں سے گذرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے گویا یہ فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! اے ہمارے حبیب اللہ نے آپ کو انتہائی بلند مقام، رتبہ اور اعلیٰ صفات کا پیکر بنایا ہے۔ یہ کفار، مشرکین اور منافقین کتنی ہی سازشیں کرڈالیں آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا آخری رسول بنا کر بھیجا ہے۔ آپ کی شان یہ ہے کہ جب سارے انبیاء کرامؑ اور ان کی امتیں سخت پریشانی میں ہوں گی تو قیامت کے دن آپ سب پر گواہی دینے والے ہوں گے۔ ہر نیک عمل کرنے والے کو خوش خبری دینے والے اور بدکاروں کو ان کے برے انجام سے ڈرانے والے، اللہ کے حکم سے لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے والے اور سورج کی طرح چمک کر روشنی بکھیرنے والوں میں سے ہیں۔ نہ تو آپ کفار ومشرکین سے دبیں نہ ان کی ایذارسانیوں پر رنجیدہ ہوں۔ آپ اللہ پر بھروسہ کیجئے کیونکہ وہی ایک ذات ہے جو ہر ایک کی مشکل کو حل کرنے والی اور ہر ایک کا کام بنانے والی ذات ہے۔ اللہ وہ ہے جو کسی کے سہاروں کا محتاج نہیں ہے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ اہل ایمان کو اس بات کی خوش خبری سنا دیجئے کہ ان کا اللہ ان پر بہت ہی فضل وکرم کرنے والا ہے۔

یوں تو قرآن کریم اور احادیث میں آپ کے بہت سے صفاتی نام آئے ہیں بعض علماء نے تو ان کی تعداد ایک ہزار تک بتائی ہے لیکن ان آیات میں آپ کی چند صفات کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

شَاهد: گواہی دینے والا۔ آپ جو کچھ کہتے ہیں وہی کرتے ہیں اور اپنے عمل سے اس کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ چونکہ آپ کو ہر روز امت کے احوال کا علم دیا جاتا ہے اس لئے آپ اپنی امت کے حالات کے بھی گواہی دینے والے ہیں۔ احادیث میں آتا ہے کہ آپ قیامت کے دن سارے پیغمبروں اور ان کی امتوں کی گواہی دینے والے ہوں گے کہ تمام پیغمبروں نے اللہ کا پیغام اپنی امتوں تک ٹھیک ٹھیک پہنچا دیا تھا۔ (بخاری وترمذی)۔ آپ اپنی امت کے لئے اس بات پر گواہی دیں گے کہ کون سیدھے راستے پر تھا اور کون کھلی ہوئی گمراہی میں بھٹکتا رہا تھا۔ غرضیکہ اللہ کی طرف سے دی گئی تمام معلومات کی بنیاد پر گواہی دینے والے ہوں گے۔

مُبَشِّرًا: خوش خبری دینے والا۔ وہ لوگ جو دنیا میں ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کریں گے ان کو جنت کی ابدی راحتوں اور بہترین انجام کی خوش خبری دینے والے ہیں اور آپ ﷺ ان کو اس بات کی خوش خبری دینے والے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے نیک اعمال کے سبب اعلیٰ ترین مقام عطا فرمائیں گے۔

نَذِيرًا: ڈرانے والا۔ یعنی آپ ﷺ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کفار، مشرکین، منافقین اور بدکاروں کو ان کی نافرمانیوں پر جو بدترین سزائیں دی جائیں گی ان کے برے انجام سے ڈرانے والے بھی ہیں۔ اور جو لوگ اس دنیا میں اپنے برے انجام سے بے خبر آنکھیں بند کئے ہوئے چل رہے ہیں آپ ان کو اس بات سے آگاہ کرنے والے ہیں کہ اگر انہوں نے توبہ نہ کی تو ان کو جہنم کا ایندھن بننے سے کوئی روک نہ سکے گا۔

دَاعِيُ اِلَى الله: اللہ کی اجازت سے اللہ کی طرف بلانے والا۔ یعنی آپ ﷺ لوگوں کو اللہ کے دین اور آخرت کی طرف بلانے اور بہتر انجام کی خوش خبری دینے والے ہیں۔ اس کا مفہوم یہ بھی ہے کہ آپ اگر لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے والے ہیں تو وہ اپنے ذاتی مفادات کی وجہ سے نہیں بلکہ محض اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے اللہ کی طرف بلا رہے ہیں۔

سِرَاجاً مُنِيراً: روشن چراغ، چمکتا سورج۔ یعنی آپ کی ذات اس روشن چراغ یا چمکتے سورج کی طرح ہے جو زندگی کے اندھیروں میں بھٹکنے والوں کو روشنی کی طرف بلاتے اور راہ ہدایت دکھاتے ہیں۔

ان تمام صفات کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو لاتعداد صفات کا مالک بنایا ہے جو اپنے مقصد اور مشن میں انتہائی مخلص ہیں لہٰذا ان کی اتباع اور پیروی کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ اہل ایمان کو خوش خبری سنا دیجئے کہ ان کا مالک اللہ ہے اور وہ انتہائی مہربان اور رحم و کرم کرنے والا ہے۔ دوسرے یہ کہ کفار و مشرکین سے دب کر بات نہ کریں نہ ان کی اذیتوں اور تکلیفوں پر پریشان ہوں بلکہ آپ اپنے اللہ پر بھروسہ کیجئے جو سب کے کام بنانے والا ہے اور ہر ایک کی مشکل کو دور کرنے والا ہے۔ تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ جب آپ اللہ پر بھروسہ کر کے آگے قدم بڑھائیں گے تو وہ وقت بہت دور نہیں ہے جب یہی کفار و مشرکین آپ کے قدموں میں جھکنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا
نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ
فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ
وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا
لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ
مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ
خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۫ وَامْرَاَةً
مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ
يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ قَدْ عَلِمْنَا
مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ
لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۹ تا ۵۰

اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو اور انہیں ہاتھ لگانے (صحبت کرنے) سے پہلے ہی طلاق دے دو تو تمہاری طرف سے ان پر کوئی عدت نہیں ہے جس کے پورا کرنے کا تم (ان سے) مطالبہ کر سکو۔ انہیں کچھ دے دلا کر نہایت اچھے طریقے سے رخصت کر دو۔

اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کے لئے ان بیویوں کو حلال کر دیا ہے جن کا مہر آپ نے ادا کر دیا ہے۔ اور آپ کی وہ کنیزیں جو آپ کو مال غنیمت میں دی گئی ہیں (وہ بھی حلال ہیں) اور آپ کی

چچازاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے۔ اور وہ مومن عورت جس نے خود اپنے آپ کو حوالے کر دیا ہو اگر آپ اس سے نکاح کرنا چاہیں (تو حلال ہے) لیکن یہ رعایت خاص آپ کے لئے ہے دوسرے مومنوں کے لئے نہیں ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ مومنوں پر ان کی بیویوں اور کنیزوں کے بارے میں ہم نے کیا اصول مقرر کئے ہیں تا کہ آپ پر تنگی نہ رہے۔ اور اللہ مغفرت کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۹ تا ۵۰

نَكَحْتُمْ	تم نے نکاح کرلیا
طَلَّقْتُمْ	تم نے طلاق دے دی
تَمَسُّوْا	تم نے ہاتھ لگایا (صحبت کی)
تَعْتَدُّوْنَ	تم نے عدت کی
مَتِّعُوْا	تم سامان دے دو
سَرِّحُوْا	تم چھوڑ دو
اُجُوْرٌ (اَجْرٌ)	مہر
اَفَآءَ	مال غنیمت حاصل ہوا۔ بغیر جنگ حاصل ہونے والا مال
وَهَبَتْ	سپرد کر دیا۔ ہبہ کر دیا

تشریح: آیت نمبر ۴۹ تا ۵۰

اسی سورت میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے کہ ہر وہ شخص جو اللہ کی رحمتوں اور آخرت کی زندگی پر یقین رکھتے ہوئے اللہ کا ذکر کرنے والا ہے اس کے لئے رسول اللہ ﷺ کی بے مثال زندگی میں بہترین اسوہ حسنہ ہے۔ آپ کی زندگی وہ مبارک و پاکیزہ زندگی

ہے جس کی اتباع اور پیروی ضروری ہے۔ اسی میں دنیا اور آخرت کی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستوں پر چلتے ہیں ان کو زندگی کی راہوں میں سوائے بھٹکنے کے اور کچھ نصیب نہیں ہوتا۔

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں ہر مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے اعلیٰ اور برتر رتبہ و مقام صرف سرکار دو عالم خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو حاصل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کا اسوہ حسنہ اور اللہ کے بعد رتبہ و مقام سب سے بلند ہے تو پھر آپ کی زندگی ہی اتباع و پیروی کے لائق ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ پر ان تمام کیفیات اور حالات کو طاری فرمایا جو امت کی رہبری و رہنمائی کے لئے ضروری ہیں۔ مثال کے طور پر

(۱) نبی کریم ﷺ کے لئے کتابیہ عورت (یہودی یا عیسائی) سے نکاح ممنوع تھا جب کہ قرآن کریم کے ارشادات کے مطابق عام مسلمانوں کے لئے کتابیہ عورتوں سے نکاح حلال ہے۔

(۲) آپ کے لئے اور آپ کے خاندان کے ہر فرد کے لئے صدقہ لینا حرام تھا اور ہے جب کہ دوسرے مومنوں کے لئے حرام نہ تھا اور نہ ہے۔

(۳) جب تک پانچ وقت کی نمازیں فرض نہ تھیں اس وقت تک ہر مومن پر نماز تہجد فرض کا درجہ رکھتی تھی لیکن جب پانچوں وقت کی نمازیں فرض کر دی گئیں تو تمام اہل ایمان مسلمانوں کے لئے نماز تہجد نفل اور سنت بن گئی جب کہ نبی کریم ﷺ پر فرض ہی رہی۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج (بیویاں) امت کی مائیں ہیں۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کی ازواج سے کوئی مسلمان نکاح نہیں کر سکتا یہاں تک کہ جو کنیز (باندی) آپ کے لئے حلال کی گئی ہے آپ کے وصال کے بعد وہ بھی کسی امتی کے لئے حلال نہیں ہے یعنی جس طرح آپ کے وصال کے بعد آپ کی لزواج مطہرات کا نکاح کسی سے جائز نہیں ہے اسی طرح ان باندیوں سے نکاح کرنا بھی جائز نہیں رکھا گیا جن کو آپ نے اپنی زوجیت میں لیا تھا۔

(۵) اگر کوئی مسلمان عورت نبی کریم ﷺ کے لئے اپنے آپ کو ہبہ کر دے یعنی بغیر مہر کے آپ سے نکاح کرنا چاہے اور آپ بھی اس سے نکاح کے خواہش مند ہوں تو بغیر مہر کے نکاح جائز ہے حالانکہ اوروں کے لئے نکاح میں مہر باندھنا شرط لازم ہے۔ یہ بھی آپ کی ایک خصوصیت ہے۔ یہاں اس بات کی وضاحت مناسب رہے گی کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بغیر مہر کے نکاح کرنے کی اجازت دی تھی مگر آپ نے نکاح میں آنے والی ہر زوجہ کا مہر نقد ادا فرمایا ہے۔

(۶) عام مسلمانوں کے لئے بیویوں کی تعداد کو چار تک محدود کر دیا گیا ہے یعنی چار بیویوں کی موجودگی میں پانچویں کی اجازت نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اس اصول کا پابند نہیں بنایا بلکہ آپ کو چار سے زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت کے ساتھ فرمایا تاکہ آپ کو بعض دینی مصلحتوں کی بنا پر تنگی محسوس نہ ہو اور اس سلسلہ میں وسعت حاصل ہو جائے۔

دشمنان اسلام نے اس آخری خصوصیت کو ایک ایسا رنگ دینے کی کوشش کی ہے جس سے آپ کی شخصیت پر کیچڑ اچھالا

جاسکے۔ حالانکہ ان شادیوں کی کثرت سے دین اسلام کے بنیادی اصولوں کی عظمتوں کو چار چاند لگ گئے ہیں۔ یہ موضوع تو بہت زیادہ وضاحت طلب ہے جس کے لئے بڑی سے بڑی کتابیں بھی ناکافی ہیں اس سلسلہ میں چند موٹی موٹی باتیں عرض ہیں تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ ان شادیوں کی کثرت میں کیا مصلحتیں پوشیدہ تھیں۔

☆ عربوں میں داماد بنانے کو برا سمجھا جاتا تھا اور بعض قبیلے تو اپنی بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی اس لئے قتل کردیا کرتے تھے کہ اگر یہ لڑکیاں زندہ رہیں گی تو داماد آئے گا۔ اور داماد کا آنا ان کے لئے توہین کا سبب تھا۔ اس دور میں قبیلوں کے دستور کے مطابق قبیلے کے کسی بھی فرد کا داماد پورے قبیلے کا داماد کہلاتا تھا اس لئے اس میں پورے قبیلے کی توہین سمجھی جاتی تھی مگر آپ نے عرب کے اکثر اہم قبیلوں میں شادیاں کرکے دامادیت کی کراہیت کے تصور کو عظمت سے تبدیل فرمادیا اور پیدا ہونے والی لڑکیوں کے ساتھ اس درندگی کو ہمیشہ کے لئے ختم فرمادیا۔

☆ ان شادیوں کے ذریعہ آپ نے بہت حد تک خاندانوں اور قبیلوں کی باہمی دشمنی اور جاہلانہ رسموں کا زور توڑ کر رکھ دیا تھا تاکہ انسانی معاشرہ کی عملی اصلاح ہوسکے۔ چنانچہ آپ نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ کا نکاح اپنے ایک آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ ابن حارثہ سے کرکے آقا اور غلام کے فرق کو مٹا کر رکھ دیا اور جب حضرت زیدؓ اور حضرت زینبؓ میں باہمی شدید اختلافات کی وجہ سے طلاق ہوگئی تو آپ نے اللہ کے حکم سے ان کی عدت گذرنے کے بعد ان سے نکاح کرلیا۔ چونکہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت زید کو اپنا بیٹا بنا رکھا تھا اور اس زمانہ میں منہ بولا بیٹا حقیقی اور صلبی بیٹوں کی طرح سمجھا جاتا تھا اس لئے حضرت زینبؓ سے نکاح پر کفار و مشرکین نے بہت زہریلا پروپیگنڈا کیا اور یہ کہنا شروع کیا کہ آپ ﷺ نے اپنے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے شادی کرلی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ اب قیامت تک کے لئے اس رسم کو مٹا دیا گیا ہے کہ جس کو منہ سے بیٹا کہہ دیا جائے وہ حقیقی بیٹا بن جاتا ہے۔ اس طرح حضرت زینبؓ سے نکاح کے ذریعہ اس رسم کو ختم فرمادیا گیا۔

☆ حضرت صفیہؓ، حضرت جویریہؓ اور حضرت ریحانہؓ یہودیوں کے مشہور قبیلوں کی بیٹیاں تھیں۔ جنگ میں گرفتار ہو کر آئیں۔ جب انہوں نے اسلام قبول کرلیا تو آپ نے ان کو آزاد کرکے ان سے نکاح فرمالیا۔ اس سے سب سے پہلے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ آپ کے خلاف یہودیوں کی سازشیں اور سرگرمیاں ٹھنڈی ہونا شروع ہوگئیں۔

☆ آپ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت حفصہؓ سے نکاح فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ سے آپ کا تعلق اور گہرا ہوگیا۔

☆ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت ام حبیبہ سے نکاح کیا تو حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت ابوسفیانؓ جو اسلام لانے سے پہلے نبی کریم ﷺ کے سب سے بڑے دشمن تھے ان کی مخالفتیں دم توڑ گئیں۔

☆ آپ نے آزاد کردہ باندیوں کو اپنی ازدواجی زندگی میں شامل کرکے اس تصور کو ہمیشہ کے لئے مٹا دیا کہ باندیوں سے

نکاح کرنا کوئی بری بات ہے بلکہ آپ نے آزاد خواتین کے ساتھ ساتھ باندیوں کو بھی انسانیت کے رتبہ میں برابر کر دیا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے چچازاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد اور خالہ زاد بہنوں سے یعنی بنی قریش میں سے جو ماں اور باپ کی رشتہ دار ہوں نیز انہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت بھی کی ہو تو آپ کو ان سے نکاح کی اجازت دے دی گئی چنانچہ ۷ھ میں آپ کا نکاح حضرت ام حبیبہؓ سے ہوا اور اس طرح چچازاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد اور خالہ زاد بہنوں کے ساتھ تمام مسلمانوں کو نکاح کی اجازت دے دی گئی۔

☆ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے علاوہ آپ کی جتنی بھی ازواج مطہرات ہیں وہ سب کی سب بیوہ تھیں بلکہ ان میں سے اکثر تو وہ تھیں جن کے کئی کئی نکاح ہو چکے تھے۔ آپ نے اس سنت کے ذریعہ ہر مومن کو اس بات کی تلقین فرما دی ہے کہ وہ عورتیں جو کسی وجہ سے اپنے شوہروں سے علیحدہ ہو جائیں تو ان کو معاشرہ میں اسی طرح بے سہارا نہ چھوڑا جائے بلکہ بیوہ عورتوں سے نکاح کرنے کو ایک عظیم نیکی اور سنت بنا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی جوانی کے دنوں میں بیوہ خاتون حضرت خدیجہؓ سے شادی کی اور جب اسلامی جنگوں میں بڑے پیمانے پر مسلمان شہید ہوئے تو آپ نے متعدد نکاح فرمائے جس پر دوسرے اہل ایمان نے بھی عمل کیا اور اس طرح بے سہارا اور بیوہ عورتوں کو عزت کی چھت اور ان کی اولاد کو نسب حاصل ہوا۔

نبی کریم ﷺ نے پچیس سال کی عمر میں ام المومنین حضرت خدیجہؓ سے نکاح فرمایا۔ اس وقت عام روایتوں کے مطابق حضرت خدیجہؓ کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔ حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کے نکاح میں ستائیس سال رہیں۔ اس عرصہ میں آپ نے کسی بھی عورت سے شادی نہیں کی۔ اللہ نے حضرت خدیجہؓ ہی سے آپ ﷺ کو اولاد عطا فرمائی۔

ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے وصال کے بعد آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ بنت زمعہ سے نکاح کیا۔ چار سال تک حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ کے علاوہ کوئی بیوی نہیں تھیں۔ اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو چھپن سال کی عمر تک آپ ﷺ کے گھر میں صرف دو بیویاں تھیں لیکن چھپن سال اور تریسٹھ سال کی عمر میں آپ ﷺ کے گھر متعدد بیویاں تھیں کیونکہ یہی وہ زمانہ ہے جب جنگوں میں بہت سی خواتین کے سروں سے ان کے شوہروں کا سایہ اٹھ چکا تھا۔ آپ ﷺ نے اور صحابہ کرامؓ نے کئی کئی شادیاں کر کے بیواؤں سے نکاح کئے۔

زیر مطالعہ آیات میں ان تمام باتوں سے پہلے ایک مسئلہ کی طرف بھی متوجہ فرمایا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان مرد کسی مسلمان عورت سے نکاح کرے اور پھر (صحبت یا خلوت صحیحہ سے پہلے) اس کو طلاق دیدے تو اس صورت میں عورت پر کوئی عدت واجب نہیں ہے اور نہ ہی مرد کو پورا مہر دینا پڑے گا۔ (خلوت صحیحہ تنہائی میں میاں بیوی کی ایسی ملاقات کو کہتے ہیں جس میں صحبت کرنا ممکن ہو)

اگر مہر مقرر ہو چکا تھا تو مرد پر واجب ہے کہ وہ آدھا مہر اس لڑکی کو ادا کرے لیکن اگر اپنے حسن اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے پورا مہر ہی ادا کردے تو زیادہ بہتر ہے۔ اگر نکاح کے وقت کوئی مہر مقرر نہیں ہوا تھا اور ایسی صورت میں طلاق ہو جائے تو کوئی مہر نہیں دیا جائے گا البتہ اپنی حیثیت کے مطابق مرد پر واجب ہے کہ کم از کم کپڑوں کا ایک جوڑا دے کر ہی احسن طریقے سے اس کو رخصت کردے تا کہ جس تعلق کی ابتداء محبت اور پیار سے ہوئی تھی وہ فضا زیادہ خراب نہ ہونے پائے۔

تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُهُنَّ وَلَا یَحْزَنَّ وَیَرْضَیْنَ بِمَاۤ اٰتَیْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَلِیْمًا ﴿۵۱﴾ لَا یَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَاۤ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا ﴿۵۲﴾

ع ۲ / ۳

ترجمہ: آیت نمبر ۵۱ تا ۵۲

(اے نبی ﷺ) آپ (ان بیویوں میں سے) جسے چاہیں اپنے سے دور رکھیں اور جسے چاہیں اپنے پاس رکھیں اور جسے چاہیں اپنے سے دور رکھنے کے بعد (دوبارہ) اپنے پاس بلالیں۔ اس میں آپ پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی۔ وہ رنجیدہ نہ ہوں گی اور وہ اس پر راضی رہیں گی جو آپ انہیں دیں گے۔ اللہ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے؟ اللہ جاننے والا اور برداشت کرنے والا ہے۔ اس کے بعد آپ کے لئے دوسری عورتیں حلال نہیں ہیں۔ اور نہ اس کی اجازت ہے کہ ان کی جگہ دوسری بیویاں لے آئیں خواہ ان کا حسن آپ کو کتنا ہی اچھا کیوں نہ لگتا ہو۔ البتہ کنیز (باندی) کی اجازت ہے اور اللہ ہر چیز پر نگران ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۱تا۵۲

تُرْجِیْ (اِرْجَاءٌ) موخر کرنا۔ دور رکھنا

تُؤْیْ (اِیْوَاءٌ) قریب کرنا

اِبْتَغَیْتَ تو نے تلاش کیا۔ طلب کیا

عَزَلْتَ تو نے الگ کر دیا

اَدْنٰی قریب

اَنْ تَقَرَّ یہ کہ ٹھنڈی رہیں

اَعْیُنٌ (عَیْنٌ) آنکھیں

لَا یَحْزَنَّ وہ ہرگز رنجیدہ نہ ہوں گی

رَقِیْبٌ نگران۔ گہری نظر رکھنے والا

تشریح: آیت نمبر ۵۱تا۵۲

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں عدل وانصاف کی بعض شرائط کے ساتھ اس بات کو واضح طور پر بیان فرما دیا ہے کہ ہر مومن زیادہ سے زیادہ چار بیویاں تک رکھ سکتا ہے۔ ان کے نان ونفقہ (کھانے پینے اور ضروریات زندگی) اور ہر ایک کے پاس شب باشی یعنی رات گذارنے کی باری مقرر کرنا لازمی اور ضروری ہے اس کے خلاف جائز نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بعض دینی مصلحتوں کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کو چار سے زیادہ شادیاں کرنے اور ان کے درمیان باری مقرر کرنے کو آپ کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو اس وقت آپ کے گھر میں نو بیویاں تھیں۔ یہ ایک قدرتی بات ہے کہ جب ایک ہی وقت میں اتنی زیادہ بیویاں ہوں گی تو بعض گھریلو مشکلات، پریشانیاں اور اختلافات کا پیدا ہونا لازمی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اس بات کا اختیار عطا کر دیا ہے کہ آپ اپنی ازواج مطہرات میں سے جس کو چاہیں اپنے سے دور رکھیں یعنی جس کی باری ہے آپ اس کے پاس نہ جائیں اور جانا موخر کر دیں۔ اور جس کو چاہیں قریب رکھیں اور اگر آپ نے کسی کو دور رکھا ہوا ہے اور پھر اس کو قریب لانا چاہیں تو آپ بلا سکتے ہیں۔ آپ پر اس سلسلہ میں کوئی پابندی نہیں ہے۔ اگر غور کیا جائے تو اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ

عام قاعدہ کو چھوڑ کر بعض عظیم دینی مصلحتوں اور تبلیغ دین میں رکاوٹوں کو دور کرنے کی وجہ سے آپ کو خصوصی اختیارات دیئے گئے ہیں تا کہ آپ کو اپنے گھر والوں کی طرف سے سکون واطمینان رہے اور اس سلسلہ کی تمام رکاوٹیں دور ہوتی چلی جائیں جن سے باہمی رنجشیں، شکایتیں اور اختلافات پیدا ہوتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو عظمتوں کا شاہکار ہے۔ خاص طور پر آپ کی گھریلو زندگی آپ کے شفیقانہ برتاؤ اور محبت بھرے انداز سے نہایت پرسکون زندگی تھی۔ آپ کی خواہش رہتی تھی کہ گھر میں سب ہنسی خوشی باہم مل جل کر محبت پیار سے رہیں اور کسی طرح آپ کے گھر پر غموں کے سائے نہ منڈلائیں۔ آپ کی طرف سے آپ کی ازواج مطہرات کو جو کچھ ملے وہ اس پر راضی رہیں کیونکہ اتنی بیویوں کی موجودگی میں کسی کو دور کرنے، کسی کو پاس بلانے، کسی کی باری میں دوسری بیوی کے پاس چلے جانے میں دلی رنجشیں پیدا ہو جانا کوئی انوکھی بات نہیں ہے لیکن جب ہر ایک کو یہ معلوم ہو گیا کہ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے سارے اختیارات آپ کو عطا کر دیئے ہیں کہ آپ جس طرح چاہیں جسے چاہیں اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ معاملہ اور سلوک کریں تو اب کسی کو شکایت کرنے اور اختلاف کرنے کا موقع نہ رہا کیونکہ سب کچھ اللہ کے حکم کے تحت ہو رہا ہے یہ ایک ایسا بہترین اصول تھا کہ جس سے ازواج مطہرات کے رنجیدہ رہنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ اس موقع پر اس کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ یہ تو وہ اختیارات تھے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو پرسکون گھریلو زندگی گذارنے کے لئے عطا فرمائے تھے کہ آپ جس طرح چاہیں جیسے چاہیں ان ازواج کے ساتھ سلوک کریں لیکن آپ نے ان اختیارات کا نہ ہونے کے برابر استعمال فرمایا ہے۔ آپ نے اپنی ازواج مطہرات کے درمیان پورا پورا عدل وانصاف کرنے کی ایک ایسی روایت چھوڑی ہے جو اپنی جگہ ایک بہترین مثال ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ ان آیات کے نازل ہونے کے بعد بھی آپ کا طرز عمل اور حسن سلوک کا یہ عالم تھا کہ ہم میں سے کسی کی باری کے دن اگر آپ کسی دوسری بیوی کے پاس تشریف لے جانا چاہتے تو جس کی باری ہوتی اس سے آپ اجازت لے لیا کرتے تھے۔ (بخاری۔ مسلم۔ نسائی)

دنیاوی حیات کے آخری دور میں جب آپ بہت کمزور ہو گئے اور سہولت کے ساتھ آنے جانے میں دشواری محسوس کرنے لگے تو آپ نے اپنی سب ازواج مطہرات سے یہ کہہ کر اجازت لی کہ مجھے عائشہؓ کے ساتھ رہنے دیں۔ جب سب نے خوشی سے اجازت دیدی تب آپ نے حیات دنیاوی کا آخری حصہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں گذارا۔ وہیں آپ کا وصال ہوا اور آج آپ اسی حجرے میں آرام فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے اس حجرے کو وہ عظمت کا مقام عطا فرمایا ہے کہ اس میں نہ صرف خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ آرام فرما رہے ہیں بلکہ بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰؑ جب آسمانوں سے دنیا میں تشریف لا کر اور عمر طبعی کو پہنچ کر وصال فرمائیں گے تو ان کو بھی نبی کریم ﷺ کے پہلو میں دفن کیا جائے گا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو وہ عظیم رتبہ عطا کیا ہے کہ جس سعادت میں کوئی ان کے برابر نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو گھریلو زندگی میں دینی مصلحتوں کے پیش نظر جہاں بہت سے اختیارات عطا فرمائے ہیں وہیں آپ کو چند احکامات کا پابند بھی بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کی بے مثال اور عظیم قربانیوں کو قبول کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اب جتنی ازواج مطہرات آپ کے گھر میں ہیں اب وہی رہیں گی ان کی موجودگی میں کسی دوسری بیوی کو لانے کی اجازت نہیں ہے یعنی باندیوں کے سوا اب مزید آزاد عورتوں سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے۔ اسی طرح آپ کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ آپ موجودہ ازواج مطہرات میں سے کسی کو طلاق دے کر اس کی جگہ دوسری بیوی لے آئیں خواہ وہ حسن و جمال کی پیکر ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ آپ نے اللہ کا حکم آنے کے بعد ان ازواج مطہرات کے بعد کسی سے نکاح نہیں فرمایا۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تمام احوال سے پوری طرح واقف ہے اور وہ ان کے اعمال کی نگرانی کر رہا ہے وہی جانتا ہے کہ کس بات میں کیا مصلحت ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔــلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾ اِنْ تُبْدُوْا شَـيْـــــًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۵۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۳ تا ۵۴

اے ایمان والو! جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے اس وقت تک نبی ﷺ کے گھروں میں

داخل نہ ہوا کرو۔ کھانے کے لئے اس کے پکنے کی راہ نہ تکا کرو۔ لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو تم داخل ہو سکتے ہو پھر جب تم کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو اٹھ کر چلے جاؤ اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھو۔ بے شک تمہاری یہ بات نبی (ﷺ) کو تکلیف پہنچاتی ہے۔ وہ تم سے (کہتے ہوئے) شرماتے ہیں لیکن اللہ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا اور جب تم (ان کی بیویوں) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو۔ یہ بات تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کا بہترین ذریعہ ہے۔ اور تمہارے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول (ﷺ) کو ایذا پہنچاؤ اور نہ یہ کہ ان کے بعد ان کی بیویوں (ازواج مطہرات) سے تم نکاح کرو۔ بے شک تمہاری یہ بات اللہ کے نزدیک بڑا (گناہ) ہے اگر تم کسی بات کو ظاہر کرتے ہو یا اس کو چھپاتے ہو تو (یاد رکھو) بے شک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۳ تا ۵۴

لَا تَدْخُلُوْا — تم داخل نہ ہو

اَنْ یُّؤْذَنَ — یہ کہ اجازت دے دی گئی ہو

غَیْرَ نٰظِرِیْنَ — نہ تکنے والے

اِنٰی — تیار ہو جانے کا وقت

دُعِیْتُمْ — تمہیں بلایا گیا

لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ — جی لگا کر نہ بیٹھنے والے

اِسْئَلُوْا — مانگو۔ سوال کرو

وَرَآءُ حِجَابٍ — پردے کے پیچھے

اَطْهَرُ — زیادہ پاکیزہ

تشریح: آیت نمبر ۵۳ تا ۵۴

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی گھریلو زندگی اور آپ کے ادب و احترام کے آداب سکھائے ہیں۔ چونکہ آپ کی محبوب ذات اور آپ کے گھرانے کے ہر فرد کی زندگی دوسروں کے لئے بہترین نمونہ زندگی ہے اس لئے آپ کے اور آپ کی ازواج مطہرات کے ذریعہ بعض وہ احکامات دیئے گئے ہیں جو ان کے لئے اور پوری امت کے لئے عام حکم کا درجہ رکھتے ہیں یعنی اگرچہ ظاہری طور پر ان آیات میں آپ کے لئے اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام اور ازواج مطہرات سے خطاب کیا گیا ہے لیکن یہ احکامات ان کی ذات تک محدود نہیں ہیں بلکہ امت کے ہر فرد پر ان احکامات پر عمل کرنا لازمی اور ضروری ہے۔

ان آیات میں اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے آپ کے میل جول اور ایک دوسرے کے گھروں میں آنے جانے کے آداب سکھائے گئے ہیں کیونکہ ہر انسان دن بھر محنت کرنے کے بعد اپنے گھر میں ایک ایسے بے تکلف ماحول کو پسند کرتا ہے جس میں کسی کی مداخلت نہ ہو اور وہ اپنی مرضی سے اپنے گھر میں آزادی سے رہے۔ اگر ہر شخص وقت بے وقت بغیر کسی پیشگی اجازت کے کسی کے گھر جائے تو ممکن ہے صاحب خانہ کو اس سے کوئی اذیت پہنچے اور اس کی گھریلو بے تکلفی میں فرق آ جائے۔ خاص طور پر نبی کریم ﷺ کا ادب یہ سکھایا گیا ہے کہ کوئی شخص آپ کے گھروں میں بے تکلف نہ گھس جایا کرے۔ اگر کسی ضرورت سے یا کھانے پر بلایا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن کھانے کی راہ تکتے رہنا اور کھانے کے بعد بے تکی باتیں کرنا اور جم کر بیٹھ جانا یہ ایک بری عادت ہے۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے وقت گھر بہت چھوٹے چھوٹے ہوا کرتے تھے کہ اگر کوئی مہمان آ جاتا تو گھر والوں کو کسی کونے میں سر چھپا کر بیٹھنا پڑتا تھا۔ اگر آنے والے مہمان جم کر بیٹھ جاتے تو اس سے گھر والوں کو سخت تکلیف پہنچتی تھی۔ اللہ نے اس سے منع فرمادیا۔ حضرت انسؓ کی روایت سے اس بات کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس آیت کی حقیقت سے میں سب سے زیادہ واقف ہوں کیونکہ میں اس واقعہ کے وقت وہاں موجود تھا۔ فرمایا کہ جب نبی کریم ﷺ کا نکاح حضرت زینبؓ بن جحش سے ہوا تو آپ نے ولیمہ کا کھانا بنوایا اور بعض صحابہ کرامؓ کو آپ نے اس میں شرکت کی دعوت دی۔ کھانے کے بعد کچھ لوگ وہیں جم کر بیٹھ گئے۔ آپس میں گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔ آپ ﷺ بھی موجود تھے۔ دوسری طرف ام المومنین حضرت زینبؓ اس جگہ شرم و حیا کا پیکر بنی ہوئی دیوار کی طرف منہ کر کے بیٹھی ہوئی تھیں۔ لوگوں کی لمبی چوڑی باتوں اور بیٹھنے سے نبی کریم ﷺ کو سخت تکلیف پہنچ رہی تھی لیکن آپ نے اپنے اخلاق کریمانہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان سے کچھ نہ کہا۔ جب آپ نے دیکھا کہ گفتگو کا سلسلہ دراز ہوتا جا رہا ہے تو آپ ﷺ گھر سے باہر دوسری ازواج مطہرات سے ملنے اور ان کی خیریت معلوم کرنے کے لئے اٹھ کر تشریف لے گئے تا کہ جم کر بیٹھ جانے والے سمجھ جائیں۔ جب آپ ازواج مطہرات سے مل کر واپس تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ وہ لوگ اسی طرح جمے بیٹھے ہیں۔ جب صحابہ کرامؓ نے اس بات کو محسوس کیا تو وہ اٹھ کر چلے گئے۔ ان

سب کے جانے کے بعد آپ ﷺ نے کچھ وقت گذارا اور پھر آپ باہر تشریف لائے اور میں بھی موجود تھا۔ اس کے بعد یہ مذکورہ آیات نازل ہوئیں جن میں اہل ایمان کو بتایا گیا ہے کہ وہ کوئی بھی ایسا کام نہ کریں جس سے اللہ کے رسول ﷺ کو ادنیٰ سی بھی تکلیف پہنچے۔ اسی بات کو ان آیات میں اہل ایمان سے فرمایا گیا ہے۔

(۱) ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جب تک تمہیں بلایا نہ جائے اس وقت تک نبی کریم ﷺ کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو۔ اب یہ حکم تمام مسلمانوں کے لئے لازمی ہے کہ ان کو جب کسی گھر میں بلایا جائے تو وہ ضرور جائیں لیکن بغیر اجازت اور دعوت کے کسی کے گھر جانا مناسب نہیں ہے۔

(۲) کھانے کی راہ نہ تکتے رہا کرو۔ مراد یہ ہے کہ کسی کے گھر اتنی دیر بیٹھنا کہ کھانے کا وقت ہو جائے تو ظاہر ہے کہ اہل خانہ کو ان کی تواضع کرنا پڑے گی جس سے گھر والوں کو تکلیف پہنچ سکتی ہے فرمایا کہ اس عادت سے بھی بچنا چاہیے۔

(۳) جی لگا کر جم کر نہ بیٹھ جایا کرو۔ فرمایا کہ جب تمہیں بلایا جائے تو دعوت کو قبول کر کے گھروں پر جاؤ لیکن کھانے کے بعد بہت دیر تک جم کر بیٹھ جانا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ صحابہ کرام کو نبی کریم ﷺ کا یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ آپ کے گھر (یا کسی کے گھر) اس طرح جم کر نہ بیٹھا کرو کہ جس سے نبی کریم ﷺ کو سخت اذیت پہنچتی ہے۔ فرمایا کہ آپ تو اپنے اخلاق کریمانہ کی وجہ سے شرم اور لحاظ میں کسی سے کچھ نہیں فرماتے لیکن اللہ کو کسی کے لحاظ کی ضرورت نہیں ہے لہٰذا ایسا کام نہ کرو جس سے نبی کریم ﷺ کو کسی طرح کی اذیت پہنچے۔

(۴) ازواج مطہرات سے کچھ مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو۔ مقصد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات اگرچہ روحانی ماں کا درجہ رکھتی ہیں لیکن آج کے بعد سے یہ پابندی لگا دی گئی ہے کہ ان قابل احترام ہستیوں سے اگر ضرورت کی کوئی چیز مانگی جائے یا کوئی سوال کیا جائے تو پردے کے پیچھے سے کیا جائے گا۔ یہ امہات المومنین کے لئے پردے کا حکم ہے جو ساری امت کی خواتین کے لئے قیامت تک پردہ کر لینے کا حکم عام ہے۔ اس میں یہ کہنا کہ یہ حکم صرف امہات المومنین کے لئے تھا اس سے زیادہ غلط بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ کیونکہ جن ازواج مطہرات کا درجہ ماں سے بھی بڑھ کر ہے ان سے بھی پردے کے پیچھے سے سوال کرنے کا حکم ہے تو عام خواتین سے تو اس سے بھی زیادہ پردے اور احتیاط کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ازواج مطہرات سے تو آپ کی وفات کے بعد بھی کسی کو نکاح کرنا حرام ہے لیکن عام عورتوں سے نکاح ہو سکتا ہے وہ پردے سے مستثنیٰ کیسے ہو سکتی ہیں۔ اس آیت سے اب قیامت تک یہ اصول مقرر کر دیا گیا ہے کہ امہات المومنین یا کسی بھی خاتون سے بات کی جائے تو درمیان میں پردہ ضروری ہے۔ البتہ وہ رشتہ دار جو عورت کے محرم ہیں وہ بے تکلف گھروں میں آسکتے ہیں ان سے کوئی پردہ نہیں ہے۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد تمام ازواج مطہرات نے اپنے دروازوں پر پردے لٹکا لئے۔ چونکہ آپ ﷺ کا گھرانہ ایک نمونہ تھا اس لئے تمام صحابیات نے بھی اپنے گھروں پر پردے لٹکا لئے اور محرموں کو بھی گھروں میں داخل ہونے کی خاص خاص شرطوں کے ساتھ اجازت دی گئی ہے۔

اصل میں ازواج مطہرات کے لئے آیت حجاب کی مزید تشریح کرتے ہوئے دو باتیں ارشاد فرمائی گئیں پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی امہات المومنین سے کسی کو نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے حالانکہ دنیا میں اللہ نے یہ قانون مقرر فرما دیا ہے کہ جب کسی عورت کا شوہر مرجائے تو وہ اس کی عدت گذارنے کے بعد اپنی مرضی سے شریعت کے اصولوں کے مطابق جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے لیکن حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے لئے یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی کسی کو اس کی اجازت نہیں ہے کہ وہ ازواج مطہرات میں سے کسی سے نکاح کرنے کا ارادہ بھی کرے کیونکہ یہ تصور بھی ایک گناہ ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر مبارک میں حیات ہیں آپ اس شوہر کی طرح ہیں جو کچھ عرصہ کے لئے چلا گیا ہو۔اسی لئے آپ کے بعد آپ کی میراث تقسیم نہیں کی گئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات اور دنیا بھر کی تمام خواتین کے لئے یہ اصول مقرر کر دیا گیا ہے کہ اگر خواتین سے کچھ مانگا جائے یا ان سے کچھ پوچھا جائے تو پردے کے پیچھے سے پوچھا اور مانگا جائے اور آپ کی ازواج مطہرات جوامت کی مائیں ہیں ان سے آپ کی دنیاوی حیات اور بعد میں نکاح کا تصور حرام ہے۔

آخر میں ایک اصول ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اے مومنو! تم اپنے دل میں کسی گناہ کا خیال تک نہ لاؤ کیونکہ دنیا میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی نظروں سے پوشیدہ یا چھپی ہوئی ہو وہ اللہ ہر بات کو اچھی طرح جانتا ہے۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾

ع ۷ ۶ ۴

ترجمہ: آیت نمبر ۵۵ تا ۵۸

عورتوں پر (پردہ نہ کرنے میں) کوئی گناہ نہیں ہے اپنے باپ دادا سے، اپنے بیٹوں سے، اپنے بھائیوں سے، اپنے بھائی کے بیٹوں سے، اپنی بہن کے بیٹوں سے، اپنے میل جول کی عورتوں سے اور اپنی کنیزوں سے۔ اللہ سے ڈرتی رہو۔ بے شک اللہ ہر چیز پر نگران ہے۔

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی (ﷺ) پر رحمتیں بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں ان پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لئے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اور وہ لوگ جو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ان کے کسی قصور کے بغیر ایذا پہنچاتے ہیں تو ایسے لوگوں نے اپنے سروں پر ایک بہت بڑا بہتان اٹھایا ہے جو کھلا ہوا گناہ ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۵ تا ۵۸

لَا جُنَاحَ — کوئی گناہ نہیں ہے

اِتَّقِیْنَ — ڈرتی رہیں

یُصَلُّوْنَ — رحمتیں بھیجتے ہیں۔ درود بھیجتے ہیں

سَلِّمُوْا — سلام بھیجو

تَسْلِیْماً — خوب سلام بھیجنا

یُؤْذُوْنَ — تکلیف پہنچاتے ہیں

لَعَنَ — اس نے لعنت کی۔ رحمت سے دور کر دیا

اِکْتَسِبُوْا — تم نے کمائی کی۔ تم نے کمایا

اِحْتَمَلُوْا — انہوں نے اٹھالیا

بُهۡتَانٌ — بہتان۔الزام

اِثۡمًا مُّبِيۡنًا — کھلا گناہ

تشریح: آیت نمبر ۵۵ تا ۵۸

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نبی کریم ﷺ کا بے انتہا ادب و احترام کرنے کے احکامات ارشاد فرمائے ہیں۔اور اس زمانہ کے رواج کے برخلاف یہ فرمایا تھا کہ جب تک ان کو گھروں پر آنے کی دعوت نہ دی جائے اس وقت تک وہ بغیر اجازت کے نبی کریم ﷺ کے گھروں میں داخل نہ ہوں اور اگر وہ آئیں اور ان کو ازواج مطہرات سے کچھ پوچھنا ہو تو پردے کے پیچھے سے سوال کریں۔حجاب کے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے تمام صحابیاتؓ نے بھی اپنے گھروں پر پردے لٹکا لئے تھے۔حجاب کے اس حکم کے تحت سوائے محرم رشتہ داروں کے ہر ایک رشتہ دار اور تعلقات والوں پر پردے کی پابندی لگا دی گئی تھی۔

زیر مطالعہ آیات میں سب سے پہلے ان محرم رشتہ داروں کی تفصیل بیان کی گئی ہے جن سے پردہ نہیں ہے اور پھر اس کے بعد نبی کریم ﷺ کی شان، عظمت اور آپ کا ادب و احترام سکھایا گیا ہے۔

فرمایا کہ باپ، بیٹا، بھائی، بھتیجہ، بھانجہ، مسلمان عورتیں اور کنیزیں ان سب کو گھروں میں آنے اور جانے کی اجازت ہے ان پر کوئی پابندی نہیں ہے۔اس کی کچھ تفصیل سورہ نور میں بھی گذر چکی ہے۔

ان ہی آیات میں نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات سے اور ان کے واسطے سے پوری امت کی خواتین سے فرمایا گیا ہے کہ وہ ہر حال میں خوف الٰہی کا دامن تھامے رہیں اور اپنے ہر عمل کی نگرانی کرتی رہیں کیونکہ اللہ سے ان کا کوئی عمل چھپا ہوا نہیں ہے۔ وہ ہر ایک کے احوال سے پوری طرح واقف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کا ادب و احترام اور تعظیم و تکریم کے آداب سکھاتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک آپ کی شان اور عظمت اتنی زیادہ ہے کہ اللہ ان پر دن رات اپنی رحمتوں کی بارش فرما رہا ہے اس کے پاکیزہ فرشتے ہر آن ان کے لئے دعائے رحمت کر رہے ہیں لہٰذا اہل ایمان کا یہ فرض ہے کہ وہ اللہ کے محبوب نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کثرت سے صلوٰۃ و سلام بھیجنے کی سعادت حاصل کریں اور کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے اللہ کو اور اس کے رسول کو ذہنی، جسمانی یا روحانی اذیت پہنچنے کا امکان بھی ہو کیونکہ جو لوگ ایسا کریں گے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنتیں برستی رہیں گی۔

ان آیات کی کچھ وضاحتیں:

(۱) باپ، بھائی، بھتیجے اور بھانجوں کے حکم میں وہ سب رشتہ دار شامل ہیں جو ایک عورت کے لئے محرم کا درجہ رکھتے ہیں خواہ وہ نسب کے اعتبار سے رشتہ دار ہوں یا رضاعی (دودھ شریک) لحاظ سے ہوں۔ (محرم اس کو کہتے ہیں جس سے ہمیشہ کے لئے نکاح کرنا حرام ہو) ان آیات میں دادا، چچا اور ماموں کا ذکر نہیں ہے حالانکہ وہ بھی ایک عورت کے محرم ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک عورت کے لئے ماں اور باپ کا درجہ رکھتے ہیں۔ جب بھانجوں اور بھتیجوں کا ذکر فرما دیا تو اب ان کا نام لینے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ بھتیجے اور بھانجے سے پردہ نہ کرنے کا جو سبب ہے وہی چچا اور ماموں سے پردہ نہ کرنے کی وجہ سے ہے۔

(۲) قرآن کریم میں لفظ صلوۃ آیا ہے جس کا ترجمہ ہم فارسی زبان کے ایک لفظ ''درود'' سے کرتے ہیں اور عام طور پر اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر خوب درود و سلام بھیجو۔

یہ ترجمہ ہم اس لئے کرتے ہیں کہ ہمارے نزدیک صلوۃ کا ترجمہ صرف درود شریف ہے حالانکہ لفظ ''صلوۃ'' اپنے اندر بہت سے معنی کی وسعت رکھتا ہے۔ رحمت، دعا، نماز، درود وغیرہ۔ اس لفظ کی نسبت اگر عبادت کی طرف کی جائے گی تو اس سے نماز مراد ہو گی۔ اسی طرح اگر اس لفظ کی نسبت اللہ کی طرف ہوگی تو اس سے مراد رحمتیں بھیجنا، فرشتوں کی طرف ہوگی تو اس کے معنی دعائے رحمت کے ہوتے ہیں اور جب اس لفظ کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف ہوگی تو اس سے مراد درود شریف ہوگا اور اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا جائے گا کہ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی کریم ﷺ پر رحمتیں بھیجتے اور فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں اے مومنو! تم بھی نبی کریم ﷺ پر خوب کثرت سے درود و سلام بھیجو۔ یہ ترجمہ کہ اللہ اور اس کے فرشتے حضور اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں یہ ترجمہ مناسب نہیں ہے کیونکہ اس سے فائدہ اٹھا کر اہل بدعت نے رسول اللہ ﷺ کا مقام اللہ سے بھی بڑھا کر پیش کرنا شروع کر دیا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی عظمت، شان اور رتبہ کا اظہار کرنے کے لئے فرمایا ہے کہ اللہ آپ پر بہت مہربان ہے اور آپ کی تعریف فرماتا ہے لہذا اب ہر مومن پر یہ واجب ہے کہ وہ آپ کے لئے ''صلوۃ'' یعنی دعا اور ان کی مدح و ثنا جتنی کر سکتا ہو وہ کرے اور آپ پر خوب سلام بھیجنے کی سعادت حاصل کرتا رہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا بلند رتبہ اور عظیم مقام عطا فرمایا ہے کہ اکثر نماز، اذان، اقامت اور کلمہ طیبہ وغیرہ میں آپ کا ذکر مبارک شامل فرمایا ہے۔

☆ اللہ نے آپ کو دین اسلام کے وہ زرین اصول عطا فرمائے ہیں جنہیں آپ نے تمام مذاہب پر غالب کر کے دکھایا اور ان اصولوں کو پھیلانے میں آپ نے دن رات جدوجہد فرمائی اور کفار و مشرکین کی شدید مزاحمت کے باوجود آپ نے صحابہ کرامؓ کی ایک ایسی پاکیزہ جماعت تیار فرمائی جن پر کائنات کی تمام طاقتوں کو ناز ہے۔

☆ اللہ نے آپ کو قرآن کریم کے ذریعہ جن زرین اصولوں کی تعلیم دی ہے اس کی حفاظت کا خود ہی ذمہ لیا ہے اور آپ کی برکت سے شریعت کے تمام اصولوں پر قیامت کے دن تک عمل ہوتا رہے گا۔

☆ آپ ﷺ کو سارے رسولوں اور نبیوں کے آخر میں بھیج کر آپ کے سر پر ختم نبوت کا تاج سجا دیا ہے جس سے آپ کا رتبہ و مقام اللہ کے بعد ساری مخلوق سے زیادہ ہو گیا ہے۔

☆ قیامت کے ہولناک دن جب ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوگی اور کوئی کسی کو نہ پوچھے گا اس وقت آپ نہ صرف اپنی امت کی بلکہ تمام انبیاء کرامؑ اور ان کی امتوں کی اللہ کی بارگاہ میں شفاعت فرمائیں گے۔

☆ اللہ نے آپ کو ایسا حوض کوثر عطا فرمایا ہے جس کے پانی کو آپ اپنے دست مبارک سے تقسیم فرمائیں گے اور جو بھی اس پانی کو پئے گا اس کو جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہ لگے گی۔

☆ اللہ نے آپ کو مقام محمود عطا فرمایا ہے جہاں آپ اپنی امت کی شفاعت فرمائیں گے۔

ایسے پیارے اور محبوب رسول ﷺ کی دن رات تعریف و توصیف نہ کرنا ایک بہت بڑی محرومی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی کریم ﷺ کے رتبہ اور مقام کو پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆ ان آیات کے آخر میں فرمایا کہ جو لوگ نبی کریم ﷺ کا ادب و احترام نہیں کرتے اور اپنے طرز عمل سے ان کو دکھ پہنچاتے ہیں تو ایسے لوگوں پر اللہ نہ صرف دنیا اور آخرت میں لعنت بھیجتا ہے بلکہ ان کے لئے ایک ایسا عذاب تیار کر رکھا ہے جو ان کو دنیا اور آخرت میں ذلیل و رسوا کر کے چھوڑے گا۔

☆ اسی طرح وہ مومن مرد اور مومن عورتیں جو بے قصور ہیں جن کو یہ کفار ستاتے، ان پر تہمتیں لگاتے اور انہیں دکھ پہنچاتے ہیں اور انہیں اپنی جھوٹی اور من گھڑت باتوں سے نیچا دکھانا چاہتے ہیں تو ایسے لوگ درحقیقت اپنی گردن پر گناہوں کے بوجھ رکھتے چلے جا رہے ہیں۔ دنیا اور آخرت میں ایسے لوگوں کی سزا مقرر کر دی گئی ہے جس سے بچنا ممکن نہیں ہے۔

(۴) نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ شخص ذلیل و رسوا ہو جائے جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ (ترمذی)

☆ اسی طرح ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ وہ شخص کنجوس ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ (ترمذی)

☆ پوری زندگی میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض اور واجب ہے۔ اور جب بھی آپ کا نام مبارک آئے تو اسی وقت آپ پر درود بھیجنا مستحب ہے۔ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کہنے سے بھی حکم کی تعمیل ہو جائے گی۔

☆ جو شخص نماز پڑھتا ہے وہ التحیات میں سلام بھیجتا ہے اور آخر میں درود شریف پڑھتا ہے لہٰذا جو شخص بھی نماز ادا کرتا ہے وہ اس حکم کی تعمیل کر کے درود و سلام بھیجتا ہے اور جو نماز نہیں پڑھتا یا نماز کا منکر ہے وہی درود و سلام کا منکر ہے۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۰﴾ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿۶۱﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۶۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۹ تا ۶۲

اے نبی ﷺ! آپ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنے اوپر اپنی چادریں ڈال لیا کریں۔ یہی بہتر طریقہ ہے جس سے وہ پہچان لی جائینگی اور ستائی نہ جائیں گی اللہ مغفرت کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ اگر یہ منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں جھوٹی افواہیں پھیلانے والے ہیں اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں ان پر مسلط کردیں گے۔ پھر وہ چند دنوں کے سوا تمہارے پاس نہ رہ سکیں گے۔

یہ لعنتی یعنی پھٹکارے ہوئے لوگ ہیں جہاں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور بری طرح مارے جائیں گے۔ ان سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں اللہ کا یہ طریقہ ان کے ساتھ بھی یہی رہا ہے اور (اے نبی ﷺ) آپ اللہ کے اس دستور میں ہرگز تبدیلی نہ پائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۹ تا ۶۲

يُدْنِيْنَ لٹکالیں۔ قریب کرلیں

جَلَابِيْبُ (جِلْبَابٌ) چادریں۔ لباس پر اوڑھی جانے والی چادر

اَلْمُرْجِفُوْنَ	افواہیں پھیلانے والے
نُغْرِيَنَّ	ہم چھوڑ دیں گے۔ہم مسلط کر دیں گے
لَا يُجَاوِرُ	ساتھ نہ رہیں گے
ثُقِفُوْٓا	پائے گئے
اُخِذُوْا	پکڑے گئے
لَنْ تَجِدَ	تو ہرگز نہ پائے گا

تشریح: آیت نمبر ۵۹ تا ۶۲

دین اسلام کے تقریباً تمام احکامات میں ایک خاص تدریج ہے جو آہستہ آہستہ تکمیل تک پہنچتے ہیں۔وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے وقت عرب کا پورا معاشرہ جہالتوں، تاریکیوں، زندگی کی بے اعتدالیوں اور کفر و شرک میں ڈوبا ہوا تھا۔ان کو اصول زندگی سکھانے کے لئے تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن کریم نازل کیا گیا جس کی وضاحت نبی کریم ﷺ نے اپنی عمل سے فرمائی تا کہ مسلمان دین اسلام کی سچائیوں کے خوگر بن جائیں مثلاً عرب معاشرہ میں عام طور پر عورتوں مردوں کا باہمی میل جول، ایک دوسرے کے گھروں میں بے تکلف آنے جانے، کھانے پینے اور ہر طرح کی محفلوں میں شرکت کو برا نہیں سمجھا جاتا تھا۔اس طرح کی بری عادتوں سے معاشرہ میں گندگی اور بے شرمی عام تھی۔اللہ تعالیٰ نے اس برائی کو ختم کرنے کے لئے سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھروں میں رہیں اور اگر کسی اجنبی غیر محرم کو ازواج مطہرات سے کچھ پوچھنا ہو یا مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کریں۔اس حکم کے آجانے کے بعد تمام ازواج مطہرات نے اپنے گھروں کے دروازوں پر پردے لٹکا لئے۔چونکہ تمام مسلم خواتین جو نبی کریم ﷺ پر نازل ہونے والے ہر حکم کی تعمیل پر دل و جان سے عمل کرنے کے لئے بے چین رہتی تھیں جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات نے اپنے گھروں پر پردے لٹکا لئے ہیں تو انہوں نے بھی اپنے گھروں کے دروازوں پر پردے لٹکا لئے اور سوائے محرم مردوں کے تمام لوگوں کے آنے جانے اور ملنے جلنے پر پابندی لگا دی۔اور اس طرح مسلم خواتین نے اپنے گھروں میں رہنا شروع کر دیا۔پھر آہستہ آہستہ پردے کے تمام احکامات آتے چلے گئے۔قرآن کریم کی سات آیات اور ستر سے زیادہ صحیح ترین احادیث میں تمام خواتین کو پردے کا حکم دے کر عادی بنا دیا گیا۔

زیر مطالعہ آیات میں دو باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ اپنی تمام ازواج مطہرات، اپنی تمام بیٹیوں اور مومن خواتین سے کہہ دیجئے کہ وہ جب باہر نکلیں تو اپنی چادروں

کو اچھی طرح اوڑھ لپیٹ کر باہر نکلیں اور اپنی چادر کے ایک پلو کو اپنے چہروں پر لٹکا لیا کریں تا کہ وہ پہچانی جائیں اور ان کو ستایا نہ جائے اور اگر ان سے اس سلسلہ میں کبھی کوئی کوتاہی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا مہربان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اول تو خواتین کو اپنے گھروں میں رہنا چاہیے لیکن اگر کسی ضرورت کے تحت اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو وہ اپنی چادروں سے اپنے جسم اور چہرے کو اس طرح چھپا کر نکلیں کہ کوئی بدنظر اور ذہنی مریض ان کو ستا نہ سکے۔ اسے اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ یہ ایک شریف زادی ہے جو اپنے کپڑوں، زیور اور جاہلیت کی سج دھج کے لئے نہیں بلکہ اپنی کسی ضرورت کے تحت باہر نکلی ہے اس طرح اوباش قسم کے لوگوں کو چھیڑ چھاڑ کی ہمت نہ ہوگی کیونکہ اس زمانہ میں کچھ یہودی اپنے مزاج کی گندگی کا اظہار کرتے تھے اور ہر آنے جانے والی باندیوں اور گھروں میں کام کرنے والیوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے تھے جس سے روکا گیا ہے۔ (۲) ان آیات میں دوسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ جو لوگ فساد کرنے اور غلط سلط افواہیں پھیلا کر اہل ایمان میں افراتفری پیدا کرنا چاہتے ہیں ان کو اپنی روش زندگی کو بدلنا ہوگا ورنہ اللہ کا یہ اٹل قانون اور دستور ہے کہ جو لوگ اپنی گندی ذہنیت اور شرارتوں سے باز نہیں آتے اللہ نے ان کے لئے سخت سزائیں مقرر کر رکھی ہیں۔ اگر انہوں نے اپنی حرکتوں کو نہ چھوڑا تو ان کے لئے سخت سزا مقرر کر دی گئی ہے جس سے بچنا ممکن نہ ہوگا۔

فرمایا کہ ایسے شرپسندوں اور فسادیوں کو اپنے سے پہلے گذری ہوئی قوموں کے بدترین انجام سے عبرت و نصیحت حاصل کرنا چاہیے۔ جس طرح ان لوگوں کو اللہ نے سخت سزائیں دے کر نشان عبرت بنا دیا ہے اسی طرح وہ بھی اپنے برے انجام سے نہ بچ سکیں گے کیونکہ اللہ کا یہ دستور ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اس میں کبھی کوئی تبدیلی نہ آئی ہے اور نہ آئے گی۔ یہ لعنتی پھٹکارے ہوئے لوگ پھر جہاں پائے جائیں گے ان کو سخت سے سخت سزا دی جائے گی اور وہ بہت عرصہ تک اپنے گھروں میں نہ رہ سکیں گے۔

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۚ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿۶۴﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۶۵﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِى النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿۶۶﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿۶۷﴾ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿۶۸﴾

ع ۸ / ۵

ترجمہ: آیت نمبر ۶۳ تا ۶۸

(اے نبی ﷺ) لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے۔ اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ قیامت (کی گھڑی) قریب ہی ہو؟

بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہ نہ تو کوئی دوست پائیں گے اور نہ مددگار۔

جس دن ان کو چہروں کے بل (جہنم میں) اوندھا ڈالا جائے گا تو کہیں گے کہ اے کاش ہم نے اللہ اور رسول کی اطاعت و فرماں برداری کی ہوتی۔ اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہا مانا پھر انہوں نے ہمیں راستہ سے بھٹکا دیا۔ اے ہمارے رب! ان کو دوہرا عذاب دیجئے اور ان پر زبردست لعنت بھیجئے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۳ تا ۶۸

مَایُدْرِیْ	(تجھے) کیا خبر ہے؟
سَعِیْرٌ	جہنم۔ بھڑکتی آگ
تُقَلَّبُ	الٹ پلٹ دی جائے گی
یٰلَیْتَنَآ	اے کاش کہ ہم
اَطَعْنَا	ہم نے اطاعت کی
سَا دَ تَنَا	ہمارے بڑے۔ ہمارے سردار
ضِعْفَیْنِ	دوگنا۔ دوہرا
اِلْعَنْ	لعنت کر۔ رحمت سے دور کر دے
کَبِیْرٌ	بڑا

تشریح: آیت نمبر ۶۳ تا ۶۸

کفار و مشرکین کو جب قیامت کے ہولناک دن سے ڈرایا جاتا تھا تو وہ قیامت کا کچھ علم رکھنے کے باوجود ڈھیٹ بن کر نبی کریم ﷺ کا مذاق اڑانے کے لئے کہتے تھے کہ تم جس قیامت کا بار بار ذکر کر کے ہمیں ڈراتے ہو وہ قیامت آخر کب آئے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ یہ کہہ دیجئے کہ مجھے یہ تو معلوم نہیں ہے کہ قیامت کب آئے گی کیونکہ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ ممکن ہے وہ قیامت بہت دور نہ ہو اور قریب آ گئی ہو۔ یہ سوال کرنے والے منافقین اور یہودی لوگ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قیامت قریب ہو یا دور بہر حال ایک دن آ کر رہے گی۔ اس کی فکر کی ضرورت نہیں ہے۔ جس بات پر غور کرنا چاہئے وہ یہ ہے کہ ان کفار و مشرکین نے اس دن کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے کیونکہ وہ دن بہت ہی ہیبت ناک ہوگا جس میں اپنے بھی غیر بن جائیں گے۔ کوئی کسی کی مدد نہ کر سکے گا ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوگی بلکہ وہ گمراہ سردار اور معاشرہ کے بڑے لوگ جن پر انہیں ناز تھا اور وہ ان کے کہنے پر چلتے تھے وہ بھی اپنے ماننے والوں کی مدد سے صاف انکار کر دیں گے اور اس کے بعد ان کو اوندھے منہ گھسیٹ کر جہنم کی بھڑکتی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ اس وقت انہیں افسوس ہوگا کہ کاش ہم اللہ اور اس کے رسول کی بات مانتے ان کی اطاعت کرتے تو یہ بدترین دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا اور ہم ہر طرح کی کامیابیاں حاصل کر لیتے۔ جب ساری حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی تو وہ اللہ کی بارگاہ میں عرض کریں گے کہ اے اللہ یہ ہمارے سردار اور بڑے لوگ وہ ہیں جنہوں نے ہمیں راہ حق سے بھٹکا کر سچائیوں سے دور کر دیا تھا۔ الٰہی ان کو دوگنا عذاب دیا جائے اور ان کو رحمت سے دور کر کے ان پر لعنتیں برسائی جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ وہ لوگ کہیں یا نہ کہیں اللہ کے دوگنے عذاب سے نہ یہ سردار بچ سکیں گے اور نہ وہ لوگ جو ان کا کہا مان کر کفر و شرک میں مبتلا تھے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿٦٩﴾ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿٧٠﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿٧١﴾ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ
حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿۷۲﴾ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ
الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ
اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۹ تا ۷۳

اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے موسیٰ کو (الزام لگا کر) ستایا تھا پھر اللہ نے ان کو ان باتوں سے بری کر دیا تھا جو انہوں نے الزام لگایا تھا اور وہ اللہ کے نزدیک بہت باعظمت تھے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی سچی بات کہا کرو۔ وہ تمہارے اعمال کو سنوار دے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی۔ بے شک ہم نے ایک امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی۔ انہوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور وہ اس کے (اٹھانے سے) ڈر گئے۔ اور اس کو انسان نے اٹھا لیا۔ بے شک وہ بڑا ظالم اور نہایت جاہل تھا۔ تا کہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں پر وہ متوجہ ہو (ان کی توبہ قبول کر لے) اور اللہ بہت مغفرت کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۹ تا ۷۳

لَا تَكُوْنُوْا	تم نہ ہو جانا
اٰذَوْا	تکلیف پہنچائی
بَرَّاَ	اس نے بری کر دیا

وَجِيهٌ	باعزت وعظمت
سَدِيْدٌ	سیدھا
فَازَ	کامیاب ہو گیا
عَرَضْنَا	ہم نے پیش کردیا
اَبَيْنَ	(سب نے) انکار کردیا
اَنْ يَّحْمِلُ	یہ کہ وہ اٹھائے
اَشْفَقْنَ	(سب) ڈر گئے
حَمَلَ	اٹھالیا
ظَلُوْمٌ	بہت ظالم
جَهُوْلٌ	بہت زیادہ جاہل
يَتُوْبُ	وہ متوجہ ہوتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۶۹ تا ۷۳

سورۃ الاحزاب جس میں زیادہ تر نبی کریم ﷺ کے ادب واحترام کے اصول سکھائے گئے ہیں اس سورت کے آخر میں اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جس طرح یہودیوں نے حضرت موسیٰؑ کو ستایا تھا اور طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی تھیں ان پر جھوٹے الزامات اور بے تکی تہمتیں لگائی تھیں تم اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ایسا معاملہ مت کرنا۔ کیونکہ جس طرح حضرت موسیٰؑ نہایت آبرومند اور معزز تھے اسی طرح حضرت محمد ﷺ بھی اللہ کے نزدیک بہت عظیم مقام رکھتے ہیں۔ جن لوگوں نے حضرت موسیٰؑ کو ستایا تھا اس سے حضرت موسیٰؑ کا تو کچھ نہیں بگڑا البتہ اس طرح کے لوگوں نے اپنی دنیا اور آخرت دونوں کو تباہ و برباد کر ڈالا تھا۔

مفسرین نے ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے ایک واقعہ کا حوالہ دیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے پاس کہیں سے کچھ مال آیا تھا آپ نے ہمیشہ کی طرح اس سارے مال کو صحابہ کرامؓ میں تقسیم کردیا تھا۔ جو لوگ اس سے محروم رہ گئے تھے ان میں

سے کسی انصاری صحابی کے منہ سے یہ نکل گیا کہ اللہ کی قسم آپ نے اس تقسیم میں اللہ تعالیٰ اور آخرت کا لحاظ نہیں رکھا۔ یہ بات حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے سن لی اور جا کر حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کر دیا کہ آج آپ پر یہ باتیں بنائی جا رہی ہیں آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ پر اللہ کی رحمت ہو انہیں اس سے زیادہ تکلیفیں دی گئیں مگر انہوں نے اس پر صبر کیا۔ (ترمذی۔ ابوداؤد، مسند احمد)

نبی کریم ﷺ جو ہر ایک کے ساتھ ہمدردی اور عدل وانصاف کا معاملہ کیا کرتے تھے اس واقعہ سے آپ کو اذیت پہنچی اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لئے یہ مذکورہ آیات نازل فرمائیں اور اہل ایمان سے فرمایا کہ وہ ان یہود بنی اسرائیل جیسی روش اختیار نہ کریں جنہوں نے حضرت موسیٰؑ پر الزامات لگا کر انہیں ستایا تھا۔ حالانکہ وہ تمام الزامات غلط تھے اسی لئے اللہ نے ان کو ان الزامات سے بری کر دیا تھا کیونکہ وہ اللہ کے نزدیک نہایت باعظمت تھے۔

ان آیات میں دوسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ ایمان والوں کو صرف اللہ سے ڈرنا چاہیے اور ہمیشہ ایسی بات کہنا چاہیے جو سیدھی اور سچی ہو محض جذبات میں آ کر ایسی بات منہ سے نکالنا جو بے بنیاد ہو وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرماں برداری کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ سیدھی سچی بات کریں گے ان کے نہ صرف تمام اعمال درست کر دیئے جائیں گے بلکہ اگر ان سے کچھ گناہ سرزد ہو گئے ہوں گے تو وہ ان کو معاف فرما دے گا۔ اصل چیز اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنا ہے اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

ان آیات میں تیسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے رکھ کر فرمایا کہ یہ ہماری ایک امانت ہے کیا تم اس کی ذمہ داری قبول کرتے ہو تو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں نے اس امانت کا بوجھ اٹھانے سے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ ڈر کر پیچھے ہٹ گئے لیکن جب انسان کے سامنے اس بار امانت کو پیش کیا گیا تو اس نے اس کو اٹھا لیا۔

یہ بار امانت کیا ہے؟ اس کے لئے حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اس امانت کو انسان (آدم) کے سامنے رکھا تو اس نے عرض کیا کہ امانت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم اچھا کرو گے تو تمہیں اس کا ثواب ملے گا اور اگر تم نے برا کیا تو اس پر تمہیں سزا ملے گی۔ (تفسیر ابن کثیر)

قرآن کریم میں امانت کا ذکر ہے لیکن امانت کیا ہے اس کی کوئی تفصیل نہیں ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سے اچھے برے اعمال مراد ہیں۔ بعض کے نزدیک اس امانت سے مراد "خلافت" ہے جس کی ذمہ داری انسان پر رکھی گئی ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ اختیار ہے جو انسان کو اس دنیا میں وقتی طور پر امانت کے طور پر دیا گیا ہے تاکہ انسان اپنے اختیار سے نیکی اور برائی کے دونوں راستوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لے۔ بہرحال جو مضامین اس سورت میں بیان کئے گئے ہیں وہ زیادہ تر نبی کریم ﷺ کے ادب واحترام اور آپ کی اطاعت وفرماں برداری سے متعلق ہیں اس لئے حضرت ابن عباسؓ کی روایت کا مفہوم سمجھ میں آتا ہے۔

ان آیات میں بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وہ بار امانت جو انسان کے کاندھوں پر رکھا گیا ہے۔ اس سے مراد ''علم و عدل'' ہے۔ علم ایک روشنی ہے اور عدل ایک راستہ ہے جو انسان کو علم کی روشنی میں منزل تک پہنچاتا ہے۔ یا یوں کہئے کہ قرآن کریم علم ہے اور نبی کریم ﷺ کی زندگی عدل واعتدال کا نام ہے اس لئے ہر وہ شخص جو آخرت کی حقیقی کامیابی چاہتا ہے اس کے لئے قرآن کریم کی تعلیمات اور نبی کریم ﷺ کی پاکیزہ زندگی ایک امانت کے طور پر اہل ایمان کو دی گئی ہے جو بھی قرآن وسنت پر چلنے والا ہوگا وہی کامیاب وبامراد ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو نبی کریم ﷺ سے ایک والہانہ محبت اور ان کی مکمل اطاعت وفرماں برداری کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

الحمدللہ سورۃ الاحزاب کا ترجمہ اور تشریح مکمل ہوئی۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۲

ومن یقنت

سورۃ نمبر ۳۴

سَبَا

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ سبا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	34
کل رکوع	6
آیات	54
الفاظ وکلمات	896
حروف	3636
مقام نزول	مکہ مکرمہ

سورۃ سبا میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ ، حضرت سلیمانؑ اور قوم سبا دونوں کے واقعات زندگی کو بیان کر کے کفار عرب کو آگاہ کیا ہے کہ وہ ان میں سے جس کی زندگی کو بھی اپنائیں گے دونوں کا انجام واضح ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان واقعات کے ذریعہ ہر ایک کے ضمیر سے ایک ہی سوال کیا ہے کہ وہ اس بات پر اچھی طرح غور کر کے فیصلہ کرے کہ جب اللہ کے فرمانبرداروں اور نافرمانوں کا ایک جیسا انجام نہیں ہے تو اب وہ ان دونوں میں سے کونسا راستہ اختیار کر کے کامیاب یا ناکام ہونا چاہتا ہے۔

اللہ کا یہ اٹل قانون ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کی اور دین کے بنیادی اصولوں کی پابندی اختیار کی اللہ نے ان کو دنیا میں بھی کامیاب کیا اور آخرت کی ہر نعمت ان کو دی جائے گی لیکن جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کا طریقہ اختیار کیا اور انہوں نے اپنی دولت اور عالی شان عمارتوں پر بے جا فخر وغرور کیا تو ان کو دنیا میں تو یہ سزا دی گئی کہ ان کا سب تباہ و برباد کر دیا گیا اور آخرت میں ان کو سخت سزا دی جائے گی۔

حضرت داؤدؑ اور ان کے صاحبزادے حضرت سلیمانؑ کو اللہ تعالیٰ نے زبردست حکومتیں اور سلطنتیں عطا فرمائی تھیں مگر انہوں نے اور ان کے ماننے والوں نے کفر وشرک اور غرور وتکبر کے بجائے اللہ کا شکر اور مصائب پر صبر کرنے کو زندگی بنایا تو آج بھی ان کا نام عزت سے لیا جاتا ہے اور قیامت تک ان کو یہ عظمتیں حاصل رہیں گی۔

اس کے برخلاف قوم سبا جس کو اللہ نے ایک ہزار سال تک دنیا پر حکومت کرنے کا موقع عنایت فرمایا۔ شوکت، حشمت، عزت سربلندی، مال ودولت سے مالا مال فرمایا۔

ان کی ہدایت ورہنمائی کے لئے بے شمار انبیاء کرام کو بھیجا مگر انہوں نے اللہ سے بغاوت کر کے نافرمانی کا طریقہ اختیار کیا۔

بت پرستی اور جہالت کے ہزاروں وہ طریقے اختیار کیے جن سے اللہ کا غضب جوش میں آگیا اور ان کو اتنی سخت سزا دی گئی کہ آج ان کا کوئی نام لیوا تک موجود نہیں ہے۔ ان کی عالی شان عمارتوں اور مکانات کے کھنڈرات

رزق میں وسعت اور تنگی یہ دونوں اللہ کی طرف سے ہیں وہ جس کو چاہتا ہے اس کو رزق دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس کی روزی کو تنگ کر دیتا ہے وہی سب سے بہتر رازق ہے وہی برے حالات کو بہتر حالات میں تبدیل کر دیتا ہے۔

بھی پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اللہ تو اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے لیکن جو لوگ نافرمانی کا طریقہ اختیار کرتے ہیں ان کو دنیا سے اس طرح مٹا دیا جاتا ہے کہ پھر ان کا ذکر صرف قصے کہانیاں بن کر رہ جاتا ہے۔ یہ اللہ کا ایسا دستور اور طریقہ ہے جو ہمیشہ سے جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا۔

فرمایا گیا کہ شیطان جو انسان کا ازلی دشمن ہے وہ لوگوں کو بہکا کر غلط راستے پر ڈال دیتا ہے اور اس طرح وہ عذاب الٰہی کا شکار ہو جاتے ہیں لیکن جو اللہ کے نیک بندے ہیں وہ شیطان کے پھیلائے ہوئے جال میں کبھی نہیں پھنستے۔

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن میدان حشر میں کفار و مشرکین اور ان بتوں کا ذکر کیا ہے جنہیں انہوں نے دنیا میں اپنا سفارشی اور معبود بنا رکھا تھا کہ وہ ایک دوسرے پر الزامات لگائیں گے اور لعنتیں بھیجیں گے مگر اس وقت ان کا پچھتانا ان کے کام نہ آسکے گا اور ان دونوں کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔

نبی کریم ﷺ کو کفار مکہ کی باتوں سے شدید رنج پہنچتا تھا اللہ نے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے ماننے والوں کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر آج یہ کفار و مشرکین اپنی ہٹ دھرمی اور ضد پر اڑے ہوئے ہیں اور آپ کی تعلیمات کو جھٹلا رہے ہیں تو یہ ایسی نئی بات نہیں ہے آپ ﷺ سے پہلے جتنے بھی انبیاء کرام تشریف لائے ہیں ان کو اسی طرح جھٹلایا گیا، تنگ کیا گیا مگر اللہ نے ان انبیاء کو اور ان کے ماننے والوں کو کامیاب فرمایا۔ آپ بھی اسی طرح کامیاب و بامراد ہوں گے۔

فرمایا کہ جو لوگ اپنے مال و دولت اور چھوٹی چھوٹی سرداریوں پر اس قدر اترا رہے ہیں ان کو تاریخ سے سبق سیکھنا چاہیے کیونکہ اللہ کا دستور یہ ہے کہ اگر انہوں نے اللہ کی نافرمانی کا طریقہ اختیار کیا تو یہ مال و دولت اور حکومت و سلطنت ان کے کسی کام نہ آسکے گی اور اگر انہوں نے اللہ و رسول کا کہا مانا اور ان کے راستے پر چلے تو ان کے لیے جنت کے وہ بہترین اور حسین و خوبصورت باغات ہوں گے جن میں وہ آرام و سکون اور چین و اطمینان سے ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

ان کی ہر نیکی کا ان کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا لیکن جن لوگوں نے اپنے مال و دولت اور عظیم الشان عمارتوں پر بے جا فخر و غرور کر کے کفر و شرک کا راستہ اختیار کیا تو ان کو جہنم کی ابدی اور ہمیشہ رہنے والی آگ کا ایندھن بننا پڑے گا۔

فرمایا کہ رزق کی وسعت اور رزق میں تنگی یہ سب اللہ کی طرف سے ہے وہ جس کا چاہتا ہے رزق بہت زیادہ وسیع کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے اس کے حالات کو اس پر تنگ اور محدود کر دیتا ہے۔ اگر کسی کو اللہ نے مال و دولت سے نوازا ہے تو یہ اس بات

کی دلیل نہیں ہے کہ وہ اللہ کا بہت پیارا ہے اور وہ اللہ کے ہاں بہت مقبول ہے۔

اس سورۃ میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ کفار مکہ نبی کریم ﷺ کو کبھی دیوانہ کبھی شاعر اور کبھی جادوگر کہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ کفار سب کے سب سر جوڑ کر بیٹھ جائیں اور پھر غور کریں کہ وہ جتنے الزامات نبی کریم ﷺ پر لگا رہے ہیں جنہوں نے پوری زندگی مکہ ہی میں گزاری ہے کیا ان میں سے ان کے متعلق ایک بات بھی درست اور صحیح ہے۔

اگر ان کے الزامات غلط اور بے بنیاد ہیں تو انہیں اللہ سے توبہ کرنا چاہیے تاکہ آخرت کی کامیابیاں انہیں نصیب ہوسکیں اگر انہوں نے ضد اور ہٹ دھرمی کا یہی انداز جاری رکھا تو پھر وہ دنیا و آخرت کی ہر نعمت سے محروم کردیئے جائیں گے۔

سورۃ سبا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ وَ لَہُ الۡحَمۡدُ فِی الۡاٰخِرَۃِ ؕ وَ ہُوَ الۡحَکِیۡمُ الۡخَبِیۡرُ ﴿۱﴾ یَعۡلَمُ مَا یَلِجُ فِی الۡاَرۡضِ وَ مَا یَخۡرُجُ مِنۡہَا وَ مَا یَنۡزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا یَعۡرُجُ فِیۡہَا ؕ وَ ہُوَ الرَّحِیۡمُ الۡغَفُوۡرُ ﴿۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۲

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ اسی کی ملکیت ہے۔ اور آخرت کی ہر تعریف بھی اسی کے لئے ہے۔ وہی حکمت والا اور (ہر چیز کی) خبر رکھنے والا ہے۔ جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے اور جو کچھ اس سے نکلتی ہے اور جو کچھ آسمانوں سے نازل ہوتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے وہ ہر چیز سے واقف ہے۔ وہ نہایت رحم کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۲

یَلِجُ — داخل ہوتا ہے

یَخۡرُجُ — نکلتا ہے

یَنۡزِلُ — اترتا ہے

یَعۡرُجُ — چڑھتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۲

اللہ جو کامل و مکمل ہستی ہے اس نے اپنی قدرت کاملہ سے اس کائنات کے ذرے ذرے کو پیدا کر کے ہر چیز میں ایک ایسا حسن وخوبی، کمال وجلال اور ان کے درمیان حسین توازن پیدا کیا ہے کہ اگر اس میں ذرا بھی غور وفکر کیا جائے تو انسان بے ساختہ کہہ اٹھتا ہے فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِین. وہ اللہ کتنی برکتوں والا ہے جو سارے پیدا کرنے والوں میں سب سے بہترین خالق ہے۔ اللہ ہر چیز کی حکمت کو جانتا ہے اور وہ اپنی بنائی ہوئی کائنات سے بے خبر نہیں ہے۔ بلکہ وہ ہر چیز کی کیفیات اور حالات سے پوری طرح باخبر ہے۔ اسے اپنی مخلوق کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ کہاں اور کس حالت میں ہے۔ اس کی ضروریات کیا ہیں اور کیسے مہیا کی جاتی ہیں۔ زمین میں بارش کے پانی کی طرح کیا چیز داخل ہو رہی ہے، درختوں، کھیتوں، پودوں، معدنیات اور سبزہ وغیرہ کیا کچھ چیزیں زمین کے اندر سے نکل رہی ہیں۔ اسے معلوم ہے کہ جو فرشتے لوگوں کی دعائیں اور اعمال آسمانوں کی طرف بلند کر رہے ہیں اور شریعت، وحی اور دوسری چیزوں کی طرح کون کون سے احکامات نازل ہو رہے ہیں۔ اللہ کو معلوم ہے کہ انسان کے لئے آخرت میں کون سی چیزیں اس کو فائدہ اور کون سی نقصان دینے والی ہیں۔ غرضیکہ کائنات اور آخرت کی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جو اس سے پوشیدہ ہو۔ کائنات میں جو بھی حسن و جمال ہے وہ اسی اللہ کی طرف سے ہے۔ وہی ہر طرح کی تعریفوں اور حمد وثنا کا مستحق ہے۔ اس کے علاوہ کوئی دوسری ہستی ایسی نہیں ہے جس کو اس کے برابر لا کر کھڑا کر دیا جائے۔ وہی اللہ ہر طرح کی عبادتوں کا حق دار ہے۔ اللہ وہ ہے جو اپنے بندوں کے قصوروں، گناہوں اور خطاؤں سے اچھی طرح واقف ہے وہ جانتا ہے کہ کون حسن عمل کا پیکر ہے اور کون نافرمانی کی زندگی گذار رہا ہے۔ اللہ کے فیصلے انسانوں کے فیصلوں کی طرح نہیں ہوتے کیونکہ ہر صفت اور حکمت پر اس کی رحمت غالب ہے اس لئے وہ گناہ گاروں کو ایک دم سے نہیں پکڑتا بلکہ ان کو سنبھلنے، سمجھنے اور اصلاح کے ہزاروں مواقع عطا فرماتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے گناہوں اور خطاؤں پر نادم وشرمندہ ہو کر توبہ کر لیتا ہے تو اس سے زیادہ معاف کرنے والا اور درگذر کرنے والا کوئی دوسرا نہیں ہے اور اگر وہ کسی کو پکڑ لیتا ہے تو اس سے چھڑانے والا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ غرضیکہ جو شخص بھی اس کائنات اور اس کی پیدا کی ہوئی مخلوق میں غور وفکر کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے جذبات سے سرشار ہو جائے گا اور اس کو یقین کرنا پڑے گا کہ کائنات کی ابتداء سے انتہا تک تمام تعریفوں اور عظمتوں کا صرف وہی مستحق ہے۔ وہی دنیا اور آخرت میں ہر شخص کا مشکل کشا ہے۔۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَأْتِيْنَا
السَّاعَةُ ۗ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَأْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ
مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ
ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣﴾ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۗ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٤﴾ وَالَّذِيْنَ
سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعْجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ
اَلِيْمٌ ﴿٥﴾ وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ
رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳ تا ۶

کافر کہتے ہیں کہ قیامت نہیں آئے گی۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ ہاں میرے رب کی قسم جو عالم الغیب ہے کہ تم پر قیامت ضرور آئے گی۔ اس سے آسمانوں اور زمین میں ایک ذرہ بھی چھپا ہوا نہیں ہے۔ اس سے کوئی چھوٹی بڑی چیز پوشیدہ نہیں ہے کیونکہ وہ ایک کھلی ہوئی کتاب (لوح محفوظ) میں موجود ہے۔ تا کہ وہ لوگ جو ایمان لے آئے اور انہوں نے عمل صالح کئے ان کو بخشش اور عزت کا رزق دیا جائے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے ہمیں ہماری آیتوں میں عاجز و بے بس کرنے کے لئے بھاگ دوڑ کی ان کے لئے سخت اور دردناک عذاب ہے۔ اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ کے رب کی طرف سے جو کچھ نازل کیا گیا ہے وہ برحق ہے اور وہ اللہ جو تمام تعریفوں کا مستحق اور زبردست طاقت وقوت والا ہے وہی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳ تا ۶

لَا يَعْزُبُ	دور نہیں کرتا۔ دور نہیں ہے
مِثْقَالٌ	برابر
اَصْغَرُ	چھوٹا
رِزْقٌ كَرِيْمٌ	عزت کا رزق
سَعَوْا	انہوں نے کوشش کی
مُعٰجِزِيْنَ	بے بس اور عاجز کرنے والے
رِجْزٌ	سخت عذاب
يَهْدِيْٓ	وہ ہدایت دیتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۳ تا ۶

کفار مکہ رسمی طور پر قیامت کا انکار نہیں کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت کو اپنے اوپر قیاس کر کے اس بات کو ناممکن سمجھتے تھے کہ جب انسان مرنے کے بعد گل سڑ جائے گا اور اس کے ذرات کائنات میں بکھر جائیں گے یا کائنات ٹوٹ پھوٹ کر بکھر جائے گی تو دوبارہ انسان اور کائنات کیسے پیدا ہو سکے گی؟ وہ اپنی بے عقلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انسان کے دوبارہ پیدا ہونے، اس کے ذرات جمع ہونے اور دنیا کے دوبارہ بن جانے کے بارے میں طرح طرح کے شبہات کا شکار تھے اور وہ کہتے تھے کہ یہ سب باتیں ناممکن ہیں قیامت کوئی چیز نہیں ہے یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میرے اس رب کی قسم جو عالم الغیب ہے کہ قیامت ضرور آئے گی اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن وہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ اللہ ہر غیب کا جاننے والا ہے وہ ایک ایک ذرے کی حالت سے اچھی طرح واقف ہے، درخت سے ایک پتہ بھی گرتا ہے تو اس کا علم اللہ کو ہو جاتا ہے۔ اس کی نظروں سے کوئی بات، کیفیت اور حالت پوشیدہ نہیں ہے۔ ہر چیز ”کتاب مبین“ یعنی لوح محفوظ میں موجود ہے۔ جب عدل و انصاف کا وہ دن آئے گا جس کو قیامت کہتے ہیں تو کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہ ہوگی۔ جن لوگوں نے کفر و شرک، ظلم و زیادتی اور لوگوں سے مکر و فریب کیا ہوگا ان کو سخت سزا دی جائے گی اور جنہوں نے

ایمان، عمل صالح اور نیکی کے ساتھ زندگی گذاری ہوگی اور اللہ و رسول کے تمام احکامات کی پابندی کی ہوگی ان کو ان کی محنت سے زیادہ، بہتر اور اچھا بدلہ دیا جائے گا۔ انہیں مغفرت، سکون قلب اور عزت کے رزق سے نوازا جائے گا۔ فرمایا کہ جو لوگ علم رکھنے والے ہیں وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر اللہ کی طرف سے جو کلام نازل کیا گیا ہے وہ برحق ہے اور وہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہے جو زبردست اور تمام تعریفوں کا حق دار ہے ہدایت دینے والا ہے۔ اس کی قدرت ہر چیز پر حاوی ہے وہ انسانی ذرات کو جب چاہے گا جمع کر کے پھر سے اس کو جیتا جاگتا انسان بنا دے گا اور ایک ایسی نئی دنیا تعمیر فرما دے گا جس میں ہر انسان کے ہر عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۚ ﴿٧﴾ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ﴿٨﴾ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۠ ﴿٩﴾

ع ۹ ۱ ۷

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۹

اور کافروں نے کہا ہم تمہیں ایک ایسے آدمی کا پتہ بتائیں جو تمہیں یہ خبر دیتا ہے کہ جب تم ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو تمہیں نئے سرے سے پیدا کیا جائے گا۔ نہیں معلوم کہ اس نے اللہ پر جھوٹ گھڑا ہے یا اسے جنون ہے۔ (اللہ نے فرمایا بات یہ ہے کہ) جو آخرت پر ایمان نہیں لائے وہ عذاب میں مبتلا ہوں گے اور گمراہی میں دور جا پڑے ہیں۔ کیا انہوں نے زمین و آسمان کی تخلیق کی طرف دھیان نہیں دیا جو ان کے سامنے اور ان کے پیچھے ہے۔ اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دیں۔ اس میں ہر اس شخص کے لئے نشانی ہے جو اللہ کی طرف رجوع کرنے والا بندہ ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۹

نَدُلُّ ہم بتائیں گے

یُنَبِّئُ وہ بتاتا ہے

مُزِّقْتُم تم ریزہ ریزہ ہو گئے

جِنَّةٌ جنون۔ دیوانگی

اَلضَّلَالُ گمراہی

نَخْسِفُ ہم دھنسا دیں گے

نُسْقِطُ ہم گرا دیں گے

کِسَفٌ ایک ٹکڑا۔ ایک حصہ

اٰیَةٌ نشانی۔ نشان عبرت

مُنِیْبٌ لوٹنے والا۔ رجوع کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۹

بنیادی طور پر جانور اور انسان میں یہ فرق ہے کہ جانور فکر اور تدبر سے محروم ہے جب کہ انسان تفکر اور تدبر کر سکتا ہے۔ مال و دولت اور دنیاوی اسباب میں کمی اتنی بڑی بدقسمتی اور محرومی نہیں ہے جتنی یہ بات کہ انسان فکر و تدبر اور ہدایت سے محروم ہو جائے۔ جب نبی کریم ﷺ مکہ کے کافروں سے یہ فرماتے تھے کہ ایک دن یہ دنیا اور اس میں بسنے والی مخلوق ختم کر دی جائے گی اور انسان کو اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا تو کفار بڑی حقارت سے مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ لوگو! آؤ آج ہم تمہیں ایک حیرت انگیز بات بتاتے ہیں اور ایک ایسے شخص کے متعلق بتاتے ہیں جو یہ ان ہونی بات کہتا ہے کہ جب ہم ریزہ ریزہ ہو جائیں گے یا ہمارے باپ دادا جن کے وجود کا آج پتہ بھی نہیں ہے وہ سب کے سب زندہ کئے جائیں گے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے؟ ایسا لگتا ہے کہ اس شخص نے یہ باتیں خود ہی گھڑ لی ہیں یا وہ کسی جنون میں مبتلا ہے۔ یہ سب باتیں وہ رسول اللہ ﷺ کا نام لئے بغیر کہا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ان کا آخرت پر ایمان ہوتا تو وہ ایسی باتیں نہ کرتے ان کی ایسی باتوں کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ شدید ترین عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو گمراہی میں بہت دور تک جا چکے ہیں۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ انسان کی

سب سے بڑی بدنصیبی یہ ہے کہ وہ سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیتوں سے محروم ہوجائے تو اس کا انجام بڑا بھیانک ہوتا ہے۔ حالانکہ اگر وہ اپنے اردگرد پھیلی ہوئی کائنات اور اس کے نظام پر غور وفکر کرتا تو یہ بات اس کی سمجھ میں آسکتی تھی کہ اللہ نے اس نظام کائنات کو بنا کر اس میں ایک خاص توازن اور اعتدال پیدا کیا ہے۔ اگر وہ اس توازن کو ذرا بھی ڈھیلا چھوڑ دے تو یہی زمین و آسمان جو انسان کے لئے راحت و آرام کا بہترین ذریعہ ہیں اس کے لئے قہر الٰہی بن سکتے ہیں۔ فرمایا کہ وہ زمین جس سے انسان اپنی غذا اور لباس تک حاصل کرتا ہے اور وہ انسانوں کے بوجھ کو اٹھائے ہوئے ہے ہم اسی زمین کو ایسا بنا سکتے ہیں کہ اس زمین میں سارے انسان دھنس جائیں یا آسمان جو انسانی خیر و برکت کے لئے ایک چھت کی طرح ہے اس کے ایک ٹکڑے کو گرا کر ساری دنیا کو ختم کردیں۔ آخر میں فرمایا کہ یہ سب چیزیں عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی نشانیاں ہیں لیکن ان سے وہی فائدہ حاصل کرتے ہیں جو ہر آن اللہ ہی سے امید لگا کر اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ﴿١٠﴾ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿١١﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿١٢﴾ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاۗءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿١٣﴾ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰي مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَاۗبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿١٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰ تا ۱۴

بے شک ہم نے داؤدؑ کو فضل وکرم عطا کیا تھا اور حکم دیا تھا کہ اے پہاڑو اور پرندو اس کے ساتھ تسبیح کرو۔ اور ہم نے ہی ان کے لئے لوہے کو نرم کر دیا تھا (اور کہہ دیا تھا کہ) کشادہ زرہیں بناؤ اور (زرہوں کی) کڑیاں جوڑنے میں اندازہ قائم رکھو عمل صالح کرتے رہو تم جو کچھ کرتے ہو اسے میں دیکھنے والا ہوں۔ اور ہم نے ہی سلیمانؑ کے لئے ہوا (کو ان کے تابع کر دیا تھا) اس کی صبح کی منزل ایک مہینے کی ہوتی اور شام کی منزل بھی ایک مہینے کی ہوتی۔ اور ہم نے ان کے لئے تانبے کا چشمہ بہا دیا تھا اور جنات میں سے بعض اپنے رب کے حکم سے ان کے سامنے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم کی خلاف ورزی کرتا تو ہم اس کو سخت سزا کا مزہ چکھاتے تھے اور سلیمان جو چاہتے وہ ان کے لئے قلعے، تصویریں اور لگن جیسے بڑے بڑے حوض اور ایک جگہ جمی ہوئی بھاری دیگیں بنایا کرتے تھے۔ اے آل داؤدؑ تم شکر گذاری کے ساتھ عمل کرو اور میرے بندوں میں سے بہت کم شکر ادا کرتے ہیں۔ اور پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم جاری کیا تو (جنات کو) ان کی موت کا پتہ نہ دیا مگر ایک گھن کی طرح کیڑا جو ان کے عصا کو کھا رہا تھا (اس نے ان کے عصا کو کھالیا) جب وہ گر پڑے تو جنوں پر حقیقت حال کھل گئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو ذلت کے اس عذاب میں مبتلا نہ ہوتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰ تا ۱۴

اَوِّبِیْ	چلو۔ پڑھو
اَلَنَّا	ہم نے نرم کر دیا تھا
اَلْحَدِیْدُ	لوھا
سٰبِغٰتٌ	کشادہ زرہیں
قَدِّرْ	اندازہ کر
قُدُوْرٌ (قِدْرٌ)	دیگیں۔ پتیلے

رَا سِیٰتٌ	ایک جگہ جمنے والیاں
قَضَیْنَا	ہم نے فیصلہ کر دیا
مَا دَلَّ	نہیں بتایا
دَآبَّةُ الْاَرْضِ	زمین کا جانور۔ زمین کا کیڑا
مِنْسَاَ ةٌ	عصا۔ لاٹھی
خَرَّ	وہ گر پڑا
تَبَیَّنَتْ	واضح ہوگئی۔ کھل گئی
مَا لَبِثُوْا	لگے نہ رہتے
اَلْمُهِیْنُ	ذلت والا

تشریح: آیت نمبر ۱۰ تا ۱۴

زیر مطالعہ آیات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ کائنات میں ہر طرف پھیلی ہوئی نشانیوں سے وہی عبرت و نصیحت حاصل کرتے ہیں جو "عبد منیب" ہیں یعنی اللہ کے وہ بندے جو ہر حال میں اللہ کی طرف جھکنے والے اس کی طرف رجوع کرنے والے اور اچھے یا برے جیسے بھی حالات ہوں اللہ کی عبادت و بندگی کے ساتھ شکر ادا کرتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی زندگیاں دنیا بھر کے لوگوں کے لئے ایک بہترین مثال ہوا کرتی ہیں۔ حضرت داؤدؑ اور ان کے بیٹے حضرت سلیمانؑ کی مثالیں بیان کی گئی ہیں۔ ان دونوں کو اللہ نے اتنی بڑی، بے مثال اور عظیم الشان سلطنتیں عطا فرمائی تھیں جو ان سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں۔ حضرت داؤدؑ جو بنی اسرائیل کے اولوالعزم پیغمبروں میں سے ہیں ان کو زبور جیسی کتاب دی گئی تھی جو لوگوں کے لئے ہدایت و رہبری کا ذریعہ تھی۔ جب وہ اپنی خوبصورت آواز میں آیات کی تلاوت اور اللہ کا ذکر کرتے تو اللہ کے حکم سے پہاڑ اور پرندے بھی ان کے ہم نوا ہو کر جھومنے لگتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے لوہے کو اس قدر نرم بنا دیا تھا کہ وہ لوہے کے تار بنا کر حلقے اور چھلے بناتے پھر ان کو جوڑ کر نہایت تناسب سے کشادہ زرہیں بناتے تھے تاکہ جنگ میں کام آسکیں۔ یہی ان کا ذریعہ معاش بھی تھا جس سے وہ اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ بھرا کرتے تھے۔ جب حضرت داؤدؑ کے بیٹے حضرت سلیمانؑ ان کے جانشین بنے تو اللہ نے ہوا کو ان کے لئے اس طرح مسخر

کر دیا تھا کہ وہ ان کے تخت کو ان کی مرضی کے مطابق ہوا کے دوش پر تیز رفتاری سے لے کر اڑ جایا کرتا تھا اور جہاں چاہتے وہ وہاں پہنچ جایا کرتے تھے۔ رفتار اس قدر تیز تھی کہ صبح سے دوپہر تک چلنے میں ایک مہینے کے سفر کے برابر فاصلہ طے کر لیتے تھے۔ پھر شام سے رات تک ایک مہینے کی مسافت طے کرتے تھے اس طرح دو مہینے کا سفر ایک دن میں طے کر لیا کرتے تھے۔ تانبہ ایک سخت دھات ہے لیکن اللہ نے ان کے لئے تانبے کو پانی کی طرح بہنے والا سیال بنا دیا تھا۔ وہ اتنا مناسب گرم ہوتا تھا کہ آسانی سے اس کے برتن بڑی بڑی دیگیں اور ضروریات کی دوسری چیزیں بنالی جاتی تھیں۔ اللہ نے جنات کو اس طرح ان کے تابع کر دیا تھا کہ وہ ان کے سامنے ان کے حکم سے بڑے سے بڑا کام سرانجام دیا کرتے تھے۔ وہ جنات کو جیسا حکم دیتے وہ ان کی تابع داری کرنے پر مجبور تھے۔ ان کے حکم کے خلاف چلنے والوں کو سخت سزا دی جاتی تھی۔ اونچی اونچی عمارتیں، خوبصورت محل تانبے کی بنی ہوئی بڑی بڑی دیگیں جو چولہوں پر جمی رہتی تھیں پرندوں اور غیر جان داروں کی تصاویر بنایا کرتے تھے۔ بیت المقدس جیسی عظیم مسجد ان جنات کے ذریعہ تعمیر کرائی گئی۔ حضرت سلیمانؑ کا معمول یہ تھا کہ وہ ہر روز ایک عصا پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو جاتے اور جنات کے کاموں کی نگرانی کیا کرتے تھے۔

ایک دن آپ اسی طرح بیت المقدس کی تعمیر کی نگرانی کر رہے تھے کہ ان کی وفات ہوگئی۔ چونکہ اللہ کو اس مسجد کی تعمیر کو مکمل کرانا تھا اس لئے حضرت سلیمانؑ کی وفات کے باوجود وہ اسی طرح اپنے عصا کے سہارے کھڑے رہے۔ جنات یہ سمجھتے رہے کہ حضرت سلیمانؑ ان کے کام کی نگرانی کر رہے ہیں۔ جب بیت المقدس کی تعمیر مکمل ہوگئی تب ان کے عصا کو دیمک نے چاٹنا شروع کیا اور اس عصا کو کھوکھلا کر دیا جس سے حضرت سلیمانؑ گر پڑے۔ اس وقت جنات کو معلوم ہوا کہ حضرت سلیمانؑ وفات پا چکے ہیں۔ وہ جنات کہنے لگے کہ اگر ہمیں معلوم ہو جاتا کہ حضرت سلیمانؑ وفات پا چکے ہیں تو ہم اتنی ذلت اور سخت محنت کیوں برداشت کرتے۔ کاش ہمیں غیب کا علم ہوتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کو اس قدر عظیم نعمتوں سے نوازا تھا جس پر وہ تکبر اور غرور کرنے کے بجائے ہر وقت اللہ کا شکر ادا کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی آل اولاد کو بھی اسی طرح شکر ادا کرنا چاہیے۔ لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ اکثر لوگ نعمتیں پانے کے بعد ناشکری ہی کرتے ہیں۔

ان آیات کی مزید وضاحت کے لئے چند باتیں

(۱) گھریلو زندگی میں خاص طور پر تقویٰ، طہارت، پاکیزگی، عبادت، بندگی اور رزق حلال کی طلب اور تڑپ ایسی عظیم صفات ہیں جن کے بہترین اثرات نہ صرف اولاد اور گھر والوں پر پڑتے ہیں بلکہ ان کی نیک خصلتوں کے لوازمات سے سارا ماحول خوش گوار اور روشن و منور ہو جاتا ہے۔ اس ماحول پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور کائنات کی ناممکن قوتوں کو انسان کا خادم اور غلام بنا دیا جاتا ہے۔ حضرت داؤدؑ ان پیغمبروں میں سے ہیں جن کے گھر میں یہی پاکیزگی اور شکر گذاری کا ماحول تھا۔ بنی اسرائیل نافرمانیوں کی وجہ سے جب ساری دنیا میں ذلیل و خوار ہو گئے اور ظالم بادشاہوں اور حکمرانوں نے ان کا جینا حرام کر دیا تب اللہ نے حضرت طالوت کو بنی اسرائیل کا سربراہ مقرر کیا تا کہ جالوت جیسے ظالم اور طاقت ور بادشاہ سے مقابلہ کیا جا سکے جس نے بنی اسرائیل

اوران کی سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی تھی۔ جالوت اوراس کے زبردست لشکر سے مقابلہ ہوا، جالوت جوایک قوی ہیکل اور لمبا چوڑا آدمی تھا اس کے مقابلے سے ہرایک گھبرا رہا تھا۔ حضرت داؤدؑ جو اس وقت ایک غیر معروف نوجوان تھے انہوں نے جالوت پر اتنا زبردست حملہ کیا کہ اس کو ڈھیر کر دیا جس سے جالوت کے لشکر کے قدم اکھڑ گئے اور انہوں نے میدان سے بھاگنا شروع کر دیا۔ یہ اتنا بڑا کارنامہ تھا کہ حضرت داؤدؑ بنی اسرائیل کی آنکھوں کا تارا بن گئے۔ حضرت طالوت نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت داؤدؑ سے کر دیا جن سے حضرت سلیمانؑ پیدا ہوئے۔ حضرت طالوت کے بعد وہ سلطنت یہودیہ کے سربراہ مقرر کر دیئے گئے۔ پھر چند سال نہ گذرے تھے کہ پوری بنی اسرائیل کی قوم نے ان کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔

حضرت داؤدؑ نے زبردست عزم وحوصلے سے قوم بنی اسرائیل کو ایک نئے جذبے سے سرشار کر دیا جس سے ان کے قدم آگے بڑھتے چلے گئے۔ یروشلم کو فتح کر کے اس کو سلطنت بنی اسرائیل کا مرکزی شہر بنا دیا۔ اس طرح ان کی سلطنت خلیج عقبہ سے دریائے فرات کے کناروں تک پھیل کر عدل وانصاف، امن وسکون اور خوش حالی کا گہوارہ بن گئی۔ لیکن اتنی زبردست سلطنت کے بادشاہ ہونے کے باوجود وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے اپنا گذر بسر کرتے تھے۔ وہ راتوں کو خاموشی سے سلطنت کے لوگوں کے حالات معلوم کرنے کے لئے گشت کرتے تا کہ کوئی حاکم کسی مظلوم پر کسی طرح کا ظلم وزیادتی نہ کر سکے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت داؤدؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انسان کا بہترین رزق اس کے اپنے ہاتھ کی کمائی سے حاصل ہونے والا رزق ہے اور بلا شبہ داؤدؑ اپنے ہاتھ کی کمائی سے اپنا اور اپنے بچوں کا گذارہ فرماتے تھے۔ آپ نے دوسری جگہ فرمایا کہ نمازوں میں اللہ کے نزدیک پسندیدہ نماز حضرت داؤدؑ کی ہے جو آدھی رات سوتے پھر ایک تہائی رات میں اللہ کی عبادت وبندگی کرتے اور رات کے آخری حصے میں آپ آرام فرمایا کرتے تھے۔ فرمایا کہ سب روزوں میں محبوب ترین اللہ کے نزدیک حضرت داؤد کے روزے ہیں جو ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہ رکھتے (قرطبی)۔ ان پر اللہ کا یہ خاص فضل وکرم تھا کہ اللہ نے ان کو علم وحکمت، عدل وانصاف اور عام لوگوں کی خدمت کا ایک عظیم جذبہ عطا فرمایا تھا۔ آپ نے بیت المقدس کی تعمیر کا آغاز فرمایا جس کو ان کے صاحبزادے حضرت سلیمانؑ نے تکمیل تک پہنچایا۔ حضرت داؤدؑ نے اللہ کے فضل وکرم سے لوہے کی صنعت کو ایک خاص رخ دیا۔ اللہ نے ان کے ہاتھ میں لوہے کو موم کی طرح نرم کر دیا تھا جس سے وہ نہایت باریک کڑیوں میں زرہیں بناتے تھے۔ جس کو لوگ جنگ میں لباس کے طور پر پہنتے تھے اور آسانی سے دشمن کے وار سے بچ کر مقابلہ کر سکتے تھے۔ پہلے اس صنعت سے لوگ واقف نہیں تھے۔ اللہ نے فرشتوں کے ذریعے آپ کو یہ علم سکھایا۔ اللہ نے آل داؤد سے فرمایا ہے کہ ان کے خاندان کو اتنی عظیم نعمتوں سے نوازا گیا ہے لہذا وہ اس پر صرف زبان سے ہی نہیں بلکہ عمل سے بھی شکر ادا کریں۔ حضرت داؤدؑ کے اہل خاندان نے قول وعمل سے اس طرح شکر ادا کیا کہ ان کے گھر میں کوئی ایسا وقت نہ گذرتا تھا جس میں ان کے گھر کا کوئی نہ کوئی فرد عبادت وبندگی میں لگا ہوا نہ ہوتا۔ خاندان کے افراد پر دن رات کے اوقات کو اس طرح تقسیم کیا گیا تھا کہ حضرت داؤدؑ کا مصلی کسی وقت بھی نماز پڑھنے والوں سے خالی نہ رہتا تھا۔ اللہ نے آپ کو اس

قدر خوبصورت آواز عطا فرمائی تھی کہ جب آپ زبور کی آیات کی تلاوت کرتے تو پہاڑ اور پرندے بھی آپ کے ساتھ تلاوت اور ذکر میں ہم نوا بن کر نغمہ سرا ہو جاتے تھے۔ حضرت داؤدؑ کی پیغمبرانہ شان اور ان کے گھریلو ماحول کا یہ اثر تھا کہ حضرت سلیمانؑ نے صرف تیرہ سال کی عمر میں ایک عظیم الشان سلطنت کی ذمہ داریاں سنبھال لی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کو اس سے بھی زیادہ نعمتیں عطا فرمائیں۔ ہوا کو ان کے اس طرح تابع کر دیا تھا کہ ہوا ان کے تخت کو اڑا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی تھی۔ تیز رفتاری کا یہ حال تھا کہ صبح وشام کے دو مہینے کے سفر کو ایک دن میں مکمل کر لیا جاتا تھا۔ تانبہ جیسی سخت دھات کو ان کے لئے پانی کی طرح بہنے والا سیال بنا دیا تھا جس سے بڑی بڑی دیگیں، برتن اور دوسرا ضروری سامان بڑی سہولت سے بنا لیا جاتا تھا۔ جنات کو ان کے لئے اس طرح مسخر کر دیا گیا تھا کہ ان کے حکم سے یہ جنات بڑے بڑے کاموں کو انجام دیا کرتے تھے۔ ان کی خلاف ورزی کی کسی میں ہمت نہ تھی۔ اگر کوئی نافرمانی کرتا تو اس کو زبردست سزا دی جاتی تھی۔ وہ جنات ان کے حکم سے اونچی اونچی عمارتیں، مسجدیں، غیر جانداروں کی تصاویر، پانی بھرنے کے بڑے برتن جن میں چھوٹے حوض کے برابر پانی آسکتا تھا اور چولہوں پر جمی ہوئی بھاری بھاری دیگیں بنایا کرتے تھے۔

(۲) بیت المقدس کی تعمیر کا آغاز حضرت داؤدؑ نے کیا تھا جس کو حضرت سلیمانؑ نے مکمل فرمایا۔ تعمیر کا کام جنات کے سپرد کیا گیا تھا۔ حضرت سلیمانؑ ہر روز اس تعمیر کی نگرانی فرمایا کرتے تھے اپنے عصا کے سہارے کھڑے ہو جاتے اور کام کرنے والے جنات کو دیکھتے رہتے تھے۔ ایک دن وہ اسی طرح عصا کے سہارے کھڑے ہوئے تھے کہ اللہ نے ان پر موت کو طاری کر دیا لیکن وفات کے باوجود وہ اس عصا کے سہارے اسی طرح کھڑے رہے تاکہ بیت المقدس کا کام مکمل ہو جائے اور جنات جو ان کے خوف سے کام کر رہے تھے وہ فوراً کام نہ چھوڑ بیٹھیں۔ جب تعمیر بیت المقدس کا کام مکمل ہو گیا تو اللہ کے حکم سے گھن کے کیڑے (دیمک) نے عصائے سلیمانی کو اندر سے کھا کر اس طرح کھوکھلا کر دیا تھا کہ ایک دن حضرت سلیمانؑ گر پڑے اس وقت جنات کو علم ہوا کہ حضرت سلیمانؑ وفات پا چکے ہیں۔ جنات کہنے لگے کہ اگر ہمیں غیب کا علم ہوتا تو ہم اتنی محنت، مشقت اور ذلت کیوں اٹھاتے۔ اس میں کفار مکہ کے اس عقیدے کی تردید ہے کہ جنات کو غیب کا علم دیا گیا ہے۔

(۳) کفار اس بات کا انکار کرتے تھے کہ جب انسان مر کر مٹی ہو جائے گا اور اس کے اجزا کائنات میں بکھر جائیں گے تو وہ دوبارہ کیسے پیدا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے واقعات اور ان کو دی گئی نعمتوں کے ذریعہ بتایا ہے کہ جس طرح یہ لوگ اس بات کو ناممکن سمجھتے ہیں کہ لوہا موم کی طرح نرم ہو جائے، تانبہ سیال اور پانی کی طرح بہنے لگے، جنات اور ہوا حضرت سلیمانؑ کے حکم کے تابع ہو جائیں۔ بتایا گیا ہے کہ جو اللہ ایسی ناممکن چیزوں کو ممکن بنا سکتا ہے کیا وہ انسانوں کے اجزاء کو جمع کر کے اس کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟ یقیناً اللہ کی قدرت و طاقت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ۚ
كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ
غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ
بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ
قَلِيْلٍ ﴿۱۶﴾ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾
وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً
وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ؕ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ﴿۱۸﴾
فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ
اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ
صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۱۹﴾ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ
اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ
اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ؕ وَ
رَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۲۱﴾ ع

٢ ع ١٢ ٨

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵ تا ۲۱

البتہ قوم سبا کے لئے ان کی آبادی ہی میں ایک نشانی موجود تھی۔ دو باغ دائیں اور بائیں (اور ان سے کہا گیا تھا کہ تم) اپنے پروردگار کے (دیئے ہوئے) رزق سے کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو، عمدہ اور پاکیزہ شہر اور بخشنے والا پروردگار ہے۔ پھر انہوں نے نافرمانی کی تو ہم نے

ان پر (بند کو توڑ کر) ایک زبردست سیلاب بھیج دیا۔ اور ان کے باغوں کو دو ایسے باغوں سے بدل ڈالا جس میں بدمزہ اور کڑوے کسیلے پھل اور کچھ جھاڑ جھنکاڑ اور تھوڑے سے بیریوں کے درخت تھے۔ یہ ہم نے (ان کو) ان کے کفر کی وجہ سے سزا دی تھی اور ہم ناشکرے لوگوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ اور ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان برکتیں رکھ دی تھیں جو ایک دوسرے سے ملی ہوئی تھیں۔ ہم نے ان میں کھلی ہوئی بستیاں آباد کر دی تھیں۔ اور ان میں سفر کی مسافتوں کو ایک اندازے پر رکھ دیا تھا اور (ان سے کہہ دیا تھا کہ) تم دن رات بے خوف و خطر ان میں چلو پھرو۔ وہ کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے سفروں کے درمیان دوری پیدا کر دے۔ اور جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا تو ہم نے (ان کی زندگی کو) افسانہ بنا دیا اور ہم نے ان کو بری طرح توڑ کر رکھ دیا تھا۔ ان میں ہر ایک صبر و شکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ البتہ ان پر ابلیس نے اپنا گمان سچا کر دکھایا۔ مومنوں کے ایک گروہ کے علاوہ سب نے اس کی پیروی کی۔ حالانکہ شیطان کا ان پر کوئی غلبہ نہ تھا (مگر ہم چاہتے تھے کہ) جو آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور شک میں مبتلا ہے دونوں کو اچھی طرح جان لیں۔ اور (اے نبی ﷺ) آپ کا پروردگار ہر چیز پر نگہبان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵ تا ۲۱

مَسْكَنٌ	رہنے کی جگہ (آبادی)
جَنَّتٰنِ	دو باغ (دو رویہ باغ)
يَمِيْنٌ	داہنے
شِمَالٌ	بائیں
طَيِّبَةٌ	پاکیزہ۔ صاف ستھری
سَيْلٌ	سیلاب
اَلْعَرِمِ	بند۔ ڈیم
اُكُلٌ	پھل

خَمْطٌ	کڑوا۔کسیلا
اَثْلٌ	جھاؤ
سِدْرٌ	بیری
قُرًا	بستیاں
ظَاهِرَةٌ	نظر آنے والی۔کھلی ہوئی
بٰعِدْ	دور کردے۔دراز کردے
اَحَادِيْثُ	باتیں
صَبَّارٌ	بہت صبر کرنے والا
صَدَّقَ	سچ کردکھایا
سُلْطٰنٌ	طاقت ور۔زوردار

تشریح: آیت نمبر ۱۵ تا ۲۱

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "سبا" عرب کے ایک شخص کا نام تھا جس کی نسل سے عرب میں کندہ، ازد، اشعریین، مذحج، عاملہ، جذام، لخم، غسان اور انمار (جس کی دوشاخیں ہیں (خثعم اور بجیلہ) قبیلے تھے۔(ترمذی)

قوم سبا جنوبی عرب یمن کی ایک بہت بڑی قوم کا نام ہے جو چند بڑے بڑے قبائل پر مشتمل تھی۔ حضرت داؤدؑ کے دور سلطنت میں مال و دولت اور خوش حالی کی حیثیت سے اس کو بڑی شہرت حاصل تھی۔ یہ قوم کفر وشرک میں مبتلا تھی جو سورج کو اپنا معبود سمجھ کر اس کی عبادت و بندگی کرتی تھی۔ اس قوم کی اصلاح کے لئے اللہ نے تقریباً تیرہ پیغمبروں کو بھیجا۔ جب سبا کی ملکہ بلقیس نے حضرت سلیمانؑ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا تو ساری قوم توحید پر آگئی اور انہوں نے کفر وشرک اور بت پرستی سے توبہ کرلی۔ یہ گیارہ سو قبل مسیح کا زمانہ تھا بعد میں قوم پھر سے کفر وشرک کی طرف لوٹ گئی اور مال و دولت کی کثرت نے قوم سبا کو انتہائی مغرور اور متکبر بنا دیا تھا۔ یہ قوم نہایت ذہین، دولت مند اور دنیاوی ترقیات میں بہت آگے تھی جس کی آبادی یمن میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا سب سے بڑا اور مشہور شہر مارب (Marib) تھا۔ وہ خشکی اور سمندری راستوں سے دنیا پر ایک ہزار سال تک حکومت کرتی رہی۔ ایک طرف تو وہ خشکی اور سمندری تجارت کے ذریعہ دنیا پر چھائے ہوئے تھے اور دوسری طرف انہوں نے آس پاس

کے علاقوں میں ایک سو سے زیادہ ایسے بند (Dam) تعمیر کئے ہوئے تھے جس سے پورے یمن کو پانی سپلائی کیا جاتا تھا۔ ہر طرف درختوں کی اتنی کثرت تھی کہ جہاں تک نظر جاتی باغ ہی باغ اور سرسبزی وشادابی نظر آتی تھی۔ انہوں نے مارب کے قریب چودہ سو میٹر اونچا اور چھ سو میٹر لمبا ایک زبردست ڈیم بنا رکھا تھا جس میں ندی، نالوں اور پہاڑوں سے آنے والے پانی کو روکنے کا بہترین انتظام کیا گیا تھا۔ جس سے نہریں نکال کر پانی کو ہر شہر تک پہنچایا جاتا تھا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم تھا جس پر قوم سبا کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے تھا مگر وہ مال و دولت کی ریل پیل، عیش وعشرت کے اسباب، بلند و بالا بلڈنگوں اور شہروں کی خوبصورتی میں اتنے گم ہو چکے تھے کہ اللہ کو بھلا کر بے حقیقت بتوں کی عبادت اور طرح طرح کے شرک میں مبتلا ہو گئے تھے۔ وہ اپنے گھروں میں سونے اور چاندی کے برتن استعمال کرتے۔ ہاتھی دانت جو افریقہ کے دور دراز علاقوں سے منگواتے اس سے اپنے مکانوں، چھتوں، دیواروں اور دروازوں کو مزین کرتے تھے۔ وہ لکڑی کی جگہ دار چینی، صندل، عود اور خوشبودار لکڑیوں کو جلاتے تھے۔ انہوں نے بڑی اونچی اونچی بلڈنگیں بنانے میں ایک خاص مہارت حاصل کر رکھی تھی۔ ''قصر غمدان'' کے متعلق مورخین نے لکھا ہے کہ یہ بلڈنگ بیس منزلوں تک بلند تھی جس کی ہر منزل 36 فٹ اونچی تھی۔ غرضیکہ ان کا ملک بلند و بالا بلڈنگوں، سرسبزی وشادابی، باغات کی کثرت، کھیتوں اور مویشیوں سے بھرا ہوا تھا۔

زراعت کی اس ترقی کے ساتھ ساتھ وہ تجارت کے ذریعہ ساری معلوم دنیا سے رابطہ رکھتے تھے۔ ان کی بندرگاہ دنیا کے مالوں سے بھری ہوئی تھی۔ چین، انڈونیشیا، ہندوستان، مالا بار، مصر، شام، اردن اور یونان کے جہاز بہترین اور قیمتی سامان لے کر دن رات آتے اور جاتے رہتے تھے۔ ان کے بازار ساری دنیا کے جدید سامانوں سے بھرے ہوئے تھے۔ لیکن جب اس قوم کی نافرمانیاں اور کفر وشرک حد سے زیادہ بڑھ گیا تو اللہ نے ان کے برے اعمال کے سبب ان کے ڈیموں پر ایسے اندھے چوہے مسلط کر دیئے جنہوں نے ان کے ڈیموں کی بنیادوں کو اندر سے اس قدر کھوکھلا اور کمزور کر دیا تھا کہ جب پہاڑوں اور ندی نالوں سے تیز پانی آیا تو وہ ڈیم زیادہ پانی کے دباؤ کو برداشت نہ کر سکے اور شہر مارب کے پاس جو سب سے بڑا بند (ڈیم) تھا جس کو سد مارب یا عرم کہا جاتا تھا وہ بند ٹوٹ گیا۔ اس بڑے ڈیم کے ٹوٹنے سے نیچے کے تمام ڈیم ٹوٹتے چلے گئے یہ اتنا زبردست سیلاب تھا کہ ملک کا نظام آب پاشی تباہ و برباد ہو کر رہ گیا جو پھر کبھی بحال نہ ہو سکا۔ تمام پھلوں سے لدے ہوئے باغات، ہرے بھرے کھیت، شہر کی بلند و بالا بلڈنگیں اور مکانات اس پانی میں ڈوب گئے۔ پھلوں سے لدے باغات اور شہر پانی میں غرق ہو گئے۔ ان میوہ دار درختوں کی جگہ کڑوے کسیلے پھل، جھاؤ کے درخت اور جنگلی کانٹے دار بیریوں کے درخت رہ گئے۔ ان کی آبادیاں اجڑ گئیں، ہر جگہ دھول اڑنے لگی، گرم ہوائیں خاک دھول کے سوا کچھ بھی باقی نہ بچا اس طرح ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کی تہذیب، ان کا تمدن، تجارت اور زراعت خاک میں مل گئے اور ان کا نام صرف ایک افسانہ بن کر رہ گیا۔

ان آیات میں دوسری بات یہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ نے یمن سے شام تک کا وہ علاقہ جو ناہموار پہاڑیوں اور غیر آباد صحراؤں سے گذرتا تھا اس میں ایسی نمایاں بستیاں عطا کی تھیں جو شاہراہ عام پر واقع تھیں۔ جن کے درمیان فاصلے نہ تھے ایک بستی

ختم ہوتی تو دوسری بستی کی بلڈنگیں اور آبادی نظر آنے لگتی تھی اس طرح ایک مسافر کا سفر مسلسل آباد علاقوں کی وجہ سے انتہائی آسان اور خوش گوار ہو گیا تھا۔ ہر طرف امن و سکون تھا۔ راستے میں خوب چہل پہل رہتی تھی کسی کو چوری ڈاکہ یا بھوک پیاس کا کوئی خطرہ نہ ہوتا تھا۔ یہ بھی ان کے لئے ایک عظیم الشان نعمت تھی جس پر شکر ادا کرنے کے بجائے وہ سفر کی ان سہولتوں سے اکتا گئے اور تکلیفیں مانگنے لگے۔ وہ یہاں تک کہنے لگے تھے کہ اے ہمارے رب ہمارے سفر کی منزلوں کے درمیانی فاصلوں کو اور بڑھا دیجئے۔ یعنی اس سفر میں کیا لطف اور مزہ ہے جس میں کوئی تکلیف نہ ہو۔ مزہ تو یہ ہے کہ سفر ہو اور اس میں کچھ مشقتیں اور تکلیفیں ہوں تا کہ ہم پوری طرح سفر سے لطف اندوز ہو سکیں۔

قوم سبا کو اللہ نے ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا تھا اگر وہ ان پر اللہ کا شکر ادا کرتے اور اسی کی بندگی کرتے تو ان کی نعمتوں میں اور اضافہ کر دیا جاتا مگر وہ شیطان کے جال میں پھنس کر اپنی دنیا اور آخرت کو گنوا بیٹھے۔ کیونکہ شیطان کا کام ہی یہ ہے کہ وہ انسانوں کو بہکا کر ان کو اللہ کی یاد اور عبادت سے غافل کر دیتا ہے اور اس عارضی دنیا کا اس کو دیوانہ بنا دیتا ہے لیکن وہ لوگ جو انبیا کی بات سن کر ان کی اطاعت و فرماں برداری کرتے ہیں اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے وہی کامیاب و بامراد ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر شیطان اپنا غلبہ حاصل نہیں کر سکتا اور اس طرح اللہ پر ایمان لانے والے نجات پا لیتے ہیں اور اس کی نافرمانی کرنے والے اور اس کی ذات میں شرک کرنے والے دنیا سے مٹا دیئے جاتے ہیں اور ان کی زندگی صرف ایک قصہ کہانی بن کر رہ جاتی ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کی نگرانی اور حفاظت کرنے والا ہے۔ وہ تمام انسانوں کے تمام اعمال و افعال سے پوری طرح واقف ہے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۲ تا ۲۳

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ تم اللہ کے سوا جن کو اپنا معبود سمجھتے ہو ان کو پکارو۔ وہ تو ایک ذرہ برابر چیز کے بھی مالک نہیں ہیں۔ نہ تو آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ نہ ان دونوں میں

ان کا کوئی ساجھا (شرکت) ہے۔ نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔ نہ اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کسی کے کام آسکتی ہے۔ یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جائے گی تو وہ پوچھیں گے کہ تمہارے رب نے کیا جواب دیا ہے؟ تو (فرشتے) کہیں گے کہ سچ بات کا حکم دیا ہے۔ وہی بلند و برتر ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۲ تا ۲۳

اُدْعُوْا	پکارو۔ بلاؤ
زَعَمْتُمْ	تم نے گمان کیا۔ تم نے سمجھا
ظَهِيْرٌ	مددگار
فُزِّعَ	گھبراہٹ دور کر دی گئی
اَلْحَقُّ	سچ

تشریح: آیت نمبر ۲۲ تا ۲۳

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کا واقعہ اور اللہ کو ماننے اور اس کا شکر ادا کرنے والوں کا حال سنا کر بتایا ہے کہ جو لوگ صبر و شکر سے کام لیتے ہیں ان کو دنیا میں کیا صلہ اور بدلہ ملتا ہے اور آخرت میں ان کا کتنا عظیم مقام ہوگا۔ اس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اس کے برخلاف قوم سبا کے واقعات زندگی کو سامنے رکھ کر فرمایا کہ جب وہ قوم جو ایک ہزار سال تک دنیا پر حکومت کرتی رہی تھی اس نے اللہ کے پیغمبروں کی بات نہ سن کر اور شیطان کے جال میں پھنس کر اپنی دنیا اور آخرت کو برباد کر ڈالا تھا تو ان کا انجام کتنا بھیانک ہوا تھا۔ درحقیقت ہمیشہ شیطان نے انسانوں کو اس دھوکے میں ڈالے رکھا ہے کہ وہ دنیا میں جو چاہیں کریں۔ بس اپنے (من گھڑت) معبودوں کی عبادت و بندگی کرتے رہیں وہ ایسی عظمت و قدرت والی ہستیاں ہیں کہ اپنی سفارش سے جس کو چاہے بخشوالیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تو ان کے ہاتھوں کے بنائے ہوئے بے حقیقت بت ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اللہ کے وہ فرشتے جو بہت قریب ہیں وہ بھی اس وقت تک سفارش کی جرات نہیں کر سکتے جب تک ان کو اس کی اجازت نہ دے دی جائے گی۔

جب نبی کریم ﷺ نے کفار مکہ کے سامنے اللہ کے ایک ہونے اوراس کی قدرت وطاقت کو مان کراسی کی عبادت وبندگی کرنے کی تعلیم دی تو کفار جواللہ کی ذات کے متعلق طرح طرح کے گمان رکھتے تھے وہ کہتے تھے کہ یہ بت، فرشتے اور نیک لوگوں کی روحیں ہماری سفارش کر کے ہمیں ہر طرح کے عذاب اور تکلیفوں سے بچالیں گی۔ ان نادانوں کا ایک خیال تو یہ تھا کہ ہمارے بت اللہ کے معاملات میں پوری طرح شریک اور مددگار ہیں اسی لئے ہم اپنی حاجتیں اور مرادیں ان سے مانگتے ہیں کچھ لوگوں کا خیال یہ تھا کہ یہ بت ہمارے خالق ومالک تو نہیں ہیں البتہ ان کو اللہ کے ہاں بڑا مقام حاصل ہے اگر وہ ہماری سفارش کردیں گے تو ہمارا کام بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے نادانوں سے فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے کہئے کہ وہ جن کو اپنا معبود سمجھتے ہیں ان کو پکار کر تو دیکھیں ان پر یہ حقیقت کھل جائے گی کہ وہ تو ایک ذرہ برابر چیز میں بھی شریک نہیں ہیں۔ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں نہ تو وہ شریک ہیں اور نہ کسی طرح سے اللہ کے مددگار ہیں کیونکہ اللہ نے ہی زمین وآسمان اور ساری مخلوق کو پیدا کیا ہے وہ ان تمام چیزوں میں کسی کے سہارے کا محتاج نہیں ہے۔ رہا یہ گمان کہ یہ فرشتے اور بت اس کے پاس ان لوگوں کی سفارش کریں گے تو اس بات کو غور سے سن لیں کہ وہ فرشتے جو اللہ کے مقرب فرشتے ہیں وہ بھی اس وقت تک سفارش کرنے کی جرات نہیں کر سکتے جب تک اللہ کی طرف سے ان کو اجازت نہ دی جائے گی۔ فرمایا کہ جب اللہ کی ایسی نورانی مخلوق کی یہ مجال نہیں ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اپنے لب بھی ہلاسکیں تو ان بے حقیقت بتوں کی کیا حیثیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کے سامنے کسی کو دم مارنے تک کی اجازت نہیں ہوگی۔ اس کے سامنے سب ہی سر جھکائے ہوئے ہیں فرشتے بھی اتنا ہی بول سکتے ہیں جتنی ان کو اجازت دی جائے گی۔ فرشتوں کا کام یہ ہے کہ وہ تمام حالات کو اللہ کے سامنے رکھ دیتے ہیں اور اللہ کے حکم کے منتظر رہتے ہیں۔ پھر جب حکم الٰہی نازل ہوتا ہے تو اس کی عظمت وجلال کی آہٹ سے ان کے دل لرز اٹھتے ہیں اور سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ اس کے بعد جب خوف اور رعب کا اثر دل پر سے اللہ کے حکم سے دور ہو جاتا ہے تو نیچے والے فرشتے اوپر والے فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا حکم دیا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے جو کچھ فرمایا وہ بالکل حق اور سچ فرمایا ہے اور بس۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رب العالمین جب کوئی حکم دیتے ہیں تو عرش کو اٹھانے والے فرشتے اللہ کی تسبیح وتقدیس کرنے لگتے ہیں۔ ان کی تسبیح کو سن کر ان کے قریب والے آسمان کے فرشتے بھی تسبیح پڑھنے لگتے ہیں یہاں تک کہ بات ''سماء دنیا'' یعنی نیچے کے فرشتوں تک پہنچ جاتی ہے (اور سب فرشتے اللہ کی تسبیح وتقدیس کرنے میں مشغول ہو جاتے ہیں) پھر وہ فرشتے جو عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں ان کے قریب والے فرشتے پوچھتے ہیں آپ کے رب نے کیا فرمایا۔ وہ اللہ کے دیئے ہوئے حکم کو بتا دیتے ہیں۔ پھر اسی طرح نیچے کے آسمان والے اوپر والوں سے سوال کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ سوال وجواب کا یہ سلسلہ ''سماء دنیا'' تک پہنچ جاتا ہے۔ (صحیح مسلم)

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ
وَاِنَّاۤ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ
عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ
بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ اَرُوْنِىَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ
بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَاۤفَّةً
لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيَقُوْلُوْنَ
مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا
تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع

النصف

ع ۹ ۳

ترجمہ: آیت نمبر ۲۴ تا ۳۰

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ آسمانوں اور زمین سے تمہیں کون رزق دیتا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ بے شک ہم یا تم دونوں میں سے کوئی ایک ہدایت پر ہے یا کھلی ہوئی گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔

آپ (ان لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ (اگر ہم مجرم ہیں) تم سے اس گناہ کے بارے میں کچھ نہ پوچھا جائے گا جو ہم نے کیا ہے اور نہ ہم سے اس بارے میں پوچھا جائے گا کہ جو تم کرتے رہے ہو۔

آپ کہہ دیجئے کہ ہمارا پروردگار (قیامت کے دن) ہم سب کو جمع کرے گا۔ پھر وہ ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے گا۔ وہ بہترین فیصلہ کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

آپ کہہ دیجئے جنہیں تم نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرا رکھا ہے ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اللہ ہی غالب ہے اور حکمت والا ہے۔

(اے نبی ﷺ) ہم نے آپ کو تمام بنی نوع انسانی (کی ہدایت کے لئے) خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ مگر اکثر لوگ (اس بات کو) نہیں جانتے۔

وہ پوچھتے ہیں کہ وہ (قیامت کا) وعدہ کب پورا ہوگا۔ اگر تم سچے ہو؟
آپ کہہ دیجئے اس وعدہ کا (ایک) دن مقرر ہے اس سے تم نہ تو ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ تم آگے بڑھ سکتے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۴ تا ۳۰

یَرْزُقُ	وہ دیتا ہے
اِنَّآ	بے شک ہم
اِیَّاکُمْ	تم ہی
لَا تُسْئَلُوْنَ	تم سوال نہ کئے جاؤ گے
اَجْرَمْنَا	ہم نے گناہ کیا
یَفْتَحُ	وہ کھولتا ہے
اَلْحَقْتُمْ	تم نے ملا دیا
کَلَّا	ہرگز نہیں
کَآفَّۃٌ	تمام۔ سب
مَتٰی	کب؟
مِیْعَادٌ	مقرر
لَا تَسْتَاْخِرُوْنَ	تم پیچھے نہ ہٹو گے
لَا تَسْتَقْدِمُوْنَ	تم آگے نہ بڑھو گے

تشریح: آیت نمبر ۲۴ تا ۳۰

کفار مکہ اللہ کا نام لیتے، اس کی ہستی کو مانتے، اس کے اختیار اور قدرت کے قائل تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ رزق کی تمام کنجیاں اسی کے دست قدرت میں ہیں لیکن ان کا گمان یہ تھا کہ اللہ نے ساری دنیا اور اس کے نظام کو پیدا کر کے اس کے چلانے کا اختیار ان کے بتوں اور کاہنوں کو دے دیا ہے۔ اب اگر ہم ان کے سامنے نذر و نیاز پیش کرتے رہیں گے تو وہ ہماری دنیا کے کام بنا دیں گے اور آخرت میں بھی جہنم کے عذاب سے بچالیں گے۔ اس کے برخلاف نبی کریم ﷺ کی تعلیم یہ تھی کہ اس کائنات اور اس کے ذرے ذرے کا مالک اللہ ہے وہی سب کو رزق پہنچاتا ہے اور اس کے اختیارات و قدرت میں دوسرا کوئی شریک نہیں ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے راہ سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو سیدھے راستے پر لانے کے لئے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ان لوگوں کو یہ سمجھایئے کہ تمہیں زمین اور آسمان سے رزق کون دیتا ہے؟ آپ صاف صاف کہہ دیجئے کہ یہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے جو رزق دیتا ہے وہی سب کا رازق ہے۔ ہم تو اللہ کو ہر شریک سے پاک سمجھ کر اسی کی عبادت و بندگی کرتے ہیں اور تم اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہو۔ اس واضح فرق کے بعد یہی ہو سکتا ہے کہ ہم میں سے کوئی ایک ہی صراط مستقیم پر ہوگا اور دوسرا گمراہی کے راستے پر، اب یہ سوچنا تمہارا کام ہے کہ دلیل اور حالات کس کے برحق ہونے کا فیصلہ کر رہے ہیں اور کون اس اصول کی موجودگی میں گمراہ ہے۔ ہر شخص اپنے اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔ اگر ہم گناہ کے راستے پر ہیں تو تم سے نہیں پوچھا جائے گا اور تم غلط راستے اور عقیدے پر جمے ہوئے ہو تو ہم سے نہ پوچھا جائے گا۔ اس کا فیصلہ اس دنیا میں تو ہونا مشکل ہے لیکن آخرت میں جب اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر کے ان سے پوچھیں گے تو اس دن ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا کہ کون صحیح راستے پر تھا اور کون گمراہی کے گڑھے میں جا گرا تھا۔ وہی ہر چیز کی حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے وہی بہتر اور دوٹوک فیصلہ فرما سکے گا۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ آپ ان سے پوچھئے کہ آخر میں بھی دیکھوں کہ وہ کون ہیں جنہیں تم اللہ کا شریک بنائے ہوئے ہو؟ فرمایا کہ ان مشرکین کا یہ کہنا ہی بہت گھٹیا اور لچر بات ہے کہ اس کا کوئی شریک بھی ہو سکتا ہے یا اس نے کسی کو اپنے اختیارات میں شریک کر رکھا ہے یا وہ کائنات کے نظام کو چلانے میں کسی کا محتاج ہے۔ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے وہی ساری قوتوں کا مالک ہے وہی رازق ہے اور وہی ہر چیز کی حکمت اور بھید سے واقف ہے۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہم نے آپ کو موجودہ اور قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے پیام حق دے کر بھیجا ہے خواہ وہ انسان ہوں یا جنات، عرب ہوں یا عجم، کالے ہوں یا گورے، ہر قوم، ہر ملک اور تمام انسانی طبقوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے بھیجا ہے۔ آپ کو اور انبیاء کی طرح کسی خاص ملک و قوم اور زمانے کے لئے نہیں بلکہ ساری انسانیت کے واسطے آخری نبی اور آخری رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور آپ کی ہدایت کا یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اللہ نے آپ پر نازل کئے ہوئے قرآن کریم اور شریعت کی حفاظت کا ذمہ لوگوں کے بجائے اپنے ذمے لے رکھا ہے لہٰذا آپ کی نبوت و رسالت اور پیام

حق وصداقت کے لئے کسی نئے نبی اور رسول کی ضرورت نہیں ہوگی۔ بلکہ اگر آپ کے بعد کوئی اپنی نبوت کا دعوئ کرتا ہے تو اس سے بڑا جھوٹا شخص دوسرا نہیں ہوسکتا کیونکہ جس طرح اس کائنات کے نظام کو چلانے میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے وہ خود ہی اس نظام کائنات کی حفاظت فرما رہا ہے وہ اللہ اپنے بھیجے ہوئے قرآن حکیم کی خود حفاظت فرماتا رہے گا اس میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ وہ جس سے چاہے گا اپنے وعدے کو پورا کراتا رہے گا۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں (۱) میری مدد مجھے ایسا رعب اور دبدبا دے کر فرمائی کہ ایک مہینے کی مسافت تک لوگوں پر میرا رعب چھا جاتا ہے۔ (۲) دوسری خصوصیت یہ ہے کہ میرے لئے پوری زمین کو مسجد اور پاک قرار دیا گیا ہے یعنی مجھ سے پہلی امتوں کو یہ حکم تھا کہ وہ اپنی خاص عبادت گاہوں میں عبادت و بندگی کریں۔ کھلے میدان اور گھروں میں عبادت نہ ہوتی تھی اللہ نے آپ کی امت کے لئے پوری روئے زمین کو اس معنی میں مسجد بنا دیا کہ ہر پاک زمین پر نماز ادا کی جاسکتی ہے اور پانی نہ ملنے کی صورت میں پاک مٹی پر مسح کر کے تیمّم کیا جاسکتا ہے جو وضو کے قائم مقام ہوگا۔ (۳) تیسری خصوصیت یہ ہے کہ میرے لئے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا ہے کیونکہ اس سے پہلی امتوں کے لئے مال غنیمت حلال نہ تھا بلکہ جب ان کو مال غنیمت ہاتھ آتا تو وہ اس کو ایک میدان میں جمع کر دیتے آسمان سے ایک بجلی اس کو آ کر کھا جاتی یہ اس بات کی علامت تھی کہ ان کا جہاد قبول کر لیا گیا ہے۔ (۴) چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ مجھے شفاعت کبریٰ کا مقام عطا کیا گیا ہے کیونکہ آپ سب کی شفاعت فرمائیں گے۔ (۵) اور پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ مجھ سے پہلے ہر نبی اور رسول کو کسی خاص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا لیکن مجھے دنیا کی تمام قوموں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔

(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

ان حقائق کی موجودگی میں ان کفار کا یہ پوچھنا کہ قیامت کی وہ گھڑی جس کا وعدہ کیا گیا ہے وہ کب آئے گی؟ تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اللہ نے قیامت کے جس دن کا وعدہ کیا ہے وہ دن مقرر ہے جس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے لیکن جب وہ گھڑی آئے گی تو وہ لوگ اس سے ایک گھڑی اور لمحے پیچھے نہ ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے بلکہ اپنے وقت پر وہ اللہ کے سامنے حاضر ہو کر اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دیں گے۔

نبی کریم ﷺ کی بعثت اور قیامت کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہے بلکہ آپ کی بعثت کے بعد صرف قیامت ہی کو آنا ہے اس کے لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری بعثت اور قیامت اس طرح ہیں یہ فرماتے ہوئے آپ نے اپنی دو انگلیاں اٹھائیں۔ (بخاری ومسلم) یعنی جس طرح ان دو انگلیوں کے درمیان کوئی تیسری انگلی نہیں ہے اسی طرح میرے اور قیامت کے درمیان بھی کوئی نبوت نہیں ہے۔ میرے بعد قیامت ہے اور قیامت تک میں ہی نبی رہوں گا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ

كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚۖ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ِۨالْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۱ تا ۳۳

اور وہ کافر کہتے ہیں کہ نہ تو ہم اس قرآن پر ایمان لائیں گے اور نہ ہی ان کتابوں پر جو اس سے پہلے نازل کی گئی تھیں۔ کاش آپ ان ظالموں کو اس وقت دیکھیں جب یہ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے جب ان میں سے ہر ایک دوسرے پر بات ٹالتا ہوگا۔ کمزور اور ناتواں لوگ غرور و تکبر اختیار کرنے والوں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو یقیناً ہم صاحب ایمان ہوتے۔ وہ متکبرین کمزوروں سے کہیں گے کہ جب تمہارے پاس ہدایت آچکی تھی تو کیا ہم نے تمہیں (زبردستی اس سے) روک رکھا تھا۔ اصل میں تم خود ہی مجرم ہو۔ کمزور لوگ تکبر اور بڑائی اختیار کرنے والوں سے کہیں گے کہ تمہاری دن رات کی چالوں نے ہمیں روک رکھا تھا جب تم ہمیں سکھاتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے ساتھ دوسرے معبودوں کو شریک کریں۔ لیکن جب وہ (دونوں)

اللہ کے عذاب کو دیکھیں گے تو شرمندگی سے (اپنا منہ) چھپالیں گے اور ہم کافروں کے گلے میں طوق (زنجیریں) ڈال دیں گے اور جو کچھ وہ کرتے تھے اس کی ان کو سزا ملے گی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۱ تا ۳۳

مَوْقُوْفُوْنَ	کھڑے کئے گئے
يَرْجِعُ	وہ لوٹتا ہے
اِسْتُضْعِفُوْا	کمزور کردیئے گئے
لَكُنَّا	البتہ ہم ہوتے
صَدَدْنَا	ہم نے روک دیا
تَاْمُرُوْنَ	تم حکم دیتے ہو۔ تم سکھاتے ہو
اَسَرُّوْا	انہوں نے چھپایا
اَغْلَالٌ	طوق۔ زنجیریں
اَعْنَاقٌ (عُنُقٌ)	گردنیں

تشریح: آیت نمبر ۳۱ تا ۳۳

جب نبی کریم ﷺ نے کفار عرب کے سامنے قرآن کریم کی آیات کو پیش کر کے بتایا کہ قرآن کریم اور اس سے پہلے نازل کی ہوئی کتابیں توریت، زبور اور انجیل وغیرہ یہ سب اللہ تعالیٰ نے انسانی ہدایت و رہنمائی کے لئے نازل فرمائی ہیں تو کفار بڑی ڈھٹائی اور بے شرمی سے کہتے تھے کہ ہم نہ تو اس قرآن کو مانتے ہیں اور نہ اس سے پہلی کتابوں کو مانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ اس دنیا میں حقیقت کا انکار کر کے ایک بہت بڑے جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں ان کو انکار حق کے بھیانک انجام کا اندازہ نہیں ہے۔ وہ دن کس قدر حسرت ناک ہوگا جب اللہ تعالیٰ سارے انسانوں کو جمع کر کے ان سے ان کی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب لے گا اس وقت چھوٹے بڑوں کو اور بڑے چھوٹوں کو الزام دیں گے اور ہر ایک

دوسرے کو قصور وار ٹھہرائے گا عام لوگ جو اپنے رہبروں اور رہنماؤں کی ہر بات کو آنکھیں بند کر کے مانتے تھے ان سے چیخ چیخ کر کہیں گے کہ تم نے ہمیں راستے سے بھٹکایا تھا۔ ہماری ان مصیبتوں کے ذمہ دار تم ہو۔ اگر تم ہمیں غلط راستے پر نہ ڈالتے تو ہم رسولوں کی بات مانتے اور آج کے دن ہم نجات پا لیتے۔ جو ان کے بڑے لوگ ہوں گے وہ ان کو جواب دیں گے کہ اپنے آپ کو شرمندگی سے بچانے کے لئے ہمیں الزام نہ دو کیونکہ تمہیں تمہاری خواہشوں اور بری تمناؤں نے گمراہ کیا ہے۔ تم نے اگر ہماری بات کو مانا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ تمہاری یہی خواہشیں تھیں۔ وہ ہم نے تمہیں فراہم کر دیں اس طرح تم نے خود ہی اپنے گلے میں اس پھندے کو ڈالا ہے ورنہ ہمارے پاس ایسی کون سی طاقت تھی کہ ہم زبردستی تمہاری گردنوں میں گمراہی کے پھندے ڈال دیتے۔ اس طرح یہ لوگ ایک دوسرے کو الزام دے کر اپنی شرمندگی کو مٹا رہے ہوں گے لیکن اپنے دل میں اپنے کئے ہوئے غلط فیصلوں پر پچھتا رہے ہوں گے اور اپنے آپ کو قصور وار سمجھ رہے ہوں گے مگر شرم و ذلت کی وجہ سے ایک دوسرے پر ظاہر نہ ہونے دیں گے۔ اس کے بعد اللہ کا فیصلہ آ جائے گا اور ان سب کے ہاتھوں کو گردنوں سے ملا کر طوق اور زنجیروں سے جکڑ دیا جائے گا اور فرمایا جائے گا کہ اب ہر ایک کو اس کے اپنے کئے ہوئے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔ گمراہ کرنے والے ہوں یا گمراہ ہونے والے دونوں کو پورا پورا عذاب دیا جائے گا اور اس طرح سارے گمراہ لوگ اپنے کیفر کردار کو پہنچ جائیں گے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ

مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ قَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَ الَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِكَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۴ تا ۳۸

اور ہم نے جب بھی کسی بستی میں کسی ڈرانے والے کو بھیجا تو وہاں کے خوش حال لوگوں نے کہا کہ تم جو کچھ (ہدایت) دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کو نہیں مانتے۔ اور انہوں نے کہا کہ ہم مال اور اولاد کی کثرت رکھتے ہیں۔ ہم (ان لوگوں میں سے) نہیں ہیں جنہیں عذاب دیا جائے گا۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار جس کے لئے چاہتا ہے رزق وسیع کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے رزق تنگ کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں مانتے۔ تمہارے مال اور تمہاری اولادیں ایسی چیزیں نہیں ہیں جو تمہیں ہم سے قریب کر دیں گی۔ البتہ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے ایسے لوگوں کے لئے ان کے کئے ہوئے کاموں کا دوگنا اجر و ثواب ملے گا۔ اور وہ (جنت کی) بلند و بالا عمارتوں میں اطمینان و سکون سے رہیں گے۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں میں ہمیں عاجز و بے بس کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو عذاب میں حاضر کئے جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۴ تا ۳۸

مُتْرَفُوْنَ	مال دار۔ عیش پسند لوگ
يَبْسُطُ	وہ کھولتا ہے
يَقْدِرُ	اندازے سے دیتا ہے
تُقَرِّبُ	قریب کر دے گی
زُلْفٰى	درجہ۔ مقام
اَلضِّعْفُ	دوگنا
اَلْغُرُفَاتُ (غُرْفَةٌ)	بالا خانہ۔ بلند و بالا
مُعٰجِزِيْنَ	عاجز و بے بس کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۳۴ تا ۳۸

جن لوگوں کے پاس دنیا کی قوت و طاقت، حکومت وسلطنت اور مال و دولت ہوتی ہے اور اس وجہ سے ان کو عزت کی نظروں سے دیکھا جانے لگتا ہے تو ان کے اندر ایک غلط اور جھوٹا اعتماد سا آجاتا ہے اور وہ سمجھنے لگتے ہیں کہ جب انہیں دنیا کی دولت و حشمت اور مال وزر اور عزت وسربلندی دی گئی ہے تو وہ آخرت میں ذلیل ورسوا کیوں ہوں گے؟ یہی وہ غلط اور گمراہ کن خیال ہوتا ہے جو ان کو دنیا میں اور پھر آخرت میں ہدایت ونجات سے محروم کر دیتا ہے۔

جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو جن لوگوں پر دھن دولت، عیش وعشرت اور قوت واقتدار کا نشہ سوار تھا انہوں نے آپ کی تحریک کی زبردست مخالفت صرف اس بنا پر کی تھی کہ جب ان کے پاس دنیا کی دولت وعزت، سرداری اور رہنمائی کے تمام سامان واسباب موجود ہیں تو آخر ان کو دوسری دنیا میں عذاب کیوں دیا جائے گا؟ وہ دنیا اور آخرت کی تمام عزتوں کا مستحق اپنے آپ ہی کو سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ ان کی ان باتوں کی پرواہ نہ کیجئے کیونکہ یہ لوگ مال و دولت کے نشے میں بدمست ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ان چیزوں کی وجہ سے اللہ کے مقرب بندوں میں سے ہیں حالانکہ مال و دولت کی کثرت، رزق میں وسعت اور پھیلاؤ اس بات کی علامت نہیں ہے کہ وہ اللہ کے پسندیدہ اور محبوب لوگ ہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ اگر وہ اپنے ان ہی اعمال اور خوش فہمیوں میں مبتلا رہے تو آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جو ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے والے ہیں وہ آخرت میں جنت کے مستحق لوگوں میں سے ہوں گے جن کے لئے جنت کے بلند و بالا اور اطمینان وسکون اور عزت وسربلندی والے گھر تیار ہوں گے۔ ایسے لوگوں کے کئے ہوئے کاموں پر دوگنا اجر وثواب عطا کیا جائے گا۔ لیکن جو لوگ اللہ اور اس کے محبوب پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو عاجز و بے بس کر دینا چاہتے ہیں ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ سب لوگ ایک دن اللہ کے عذاب میں گرفتار ہو کر برے انجام سے دوچار ہوں گے اور پکڑ کر اللہ کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔

قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ۚ وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ ۖ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿٣٩﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهَٰؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ﴿٤٠﴾

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿٤١﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٤٣﴾ وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ﴿٤٤﴾ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿٤٥﴾

ع ۹ ۵ / ۱۱

ترجمہ: آیت نمبر ۳۹ تا ۴۵

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق وسیع کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ (محدود) کر دیتا ہے۔ اور تم جو کچھ خرچ کرو گے تو وہ اس کا بدلہ دے گا اور بہترین رزق دینے والا تو وہی ہے۔ اور جس دن اللہ ان سب کو (قیامت کے دن) جمع کرے گا تو فرشتوں سے کہے گا کہ کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے۔ وہ کہیں گے آپ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے۔ آپ ہی ہمارے کارساز ہیں یہ تو نہیں ہیں۔ بلکہ (بات یہ ہے کہ) وہ جنات کی عبادت و بندگی کرتے تھے۔ ان میں سے اکثر وہ ہیں جو ان پر یقین و اعتقاد رکھا کرتے تھے۔

(فرمایا جائے گا کہ) آج کے دن تم میں سے کوئی کسی دوسرے کے نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا اور ہم ان ظالموں سے کہیں گے کہ تم جہنم کی اس آگ کا مزہ چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔

اور جب ان پر ہماری صاف صاف آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ تو وہ آدمی ہے جو چاہتا ہے کہ تمہیں ان کی عبادت و بندگی سے روک دے جن کی تمہارے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے۔

وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن گھڑا ہوا جھوٹ ہے۔ اور جب ان کافروں کے پاس حق اور سچائی آ گئی تو کہنے لگے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ اور ہم نے ان (مشرکین عرب) کو ایسی کتابیں نہیں دی تھیں کہ وہ انہیں پڑھتے ہوں اور نہ آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اور جو ان سے پہلے تھے انہوں نے جھٹلایا اور یہ (مشرکین عرب) ان کے دسویں حصے تک بھی نہیں پہنچے جو ہم نے ان کو دیا تھا۔ انہوں نے ہمارے رسولوں کو جھٹلایا تو دیکھو ہمارا عذاب کیسا تھا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۹ تا ۴۵

یُخْلِفُ	کسی چیز کے بعد دیتا ہے
تُتْلٰی	تلاوت کی گئی
یَصُدُّ	وہ روکتا ہے
اِفْکٌ	جھوٹ
مُفْتَرًی	گھڑا ہوا۔ بنایا ہوا
یَدْرُسُوْنَ	وہ پڑھتے ہیں
بَلَغُوْا	وہ پہنچے
مِعْشَارٌ	دسواں حصہ
نَکِیْرِ	عذاب

تشریح: آیت نمبر ۳۹ تا ۴۵

اللہ تعالیٰ عزت و سربلندی اور قربت و نجات ان لوگوں کو عطا کرتا ہے جو اپنی زندگی کے ہر لمحے میں اس بات کا ثبوت پیش کرتے ہیں کہ انہیں جو کچھ دیا گیا ہے اس کی وہ قدر کرتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے جو احکامات نازل کئے گئے ہیں اس کی پابندی کرتے ہیں اور اسی کے مطابق اپنی زندگی گذارتے ہیں۔ وہ مال و دولت کی کثرت اور کمی کو ایک آزمائش سمجھتے ہیں اللہ کے نزدیک یہی کامیاب اور بامراد لوگ ہیں لیکن جو لوگ ناشکری کرتے ہوئے کفر و شرک کی روش اختیار کرتے ہیں وہ دنیا والوں کی نظر میں کتنے ہی کامیاب کیوں نہ سمجھے جاتے ہوں وہ اللہ کے نزدیک ناکام لوگ ہیں۔ جن کو آخرت میں سوائے ناکامی اور حسرت کے کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا۔ لہٰذا ایمان والوں کا اس بات پر یقین کامل ہوتا ہے کہ رزق کی وسعت یا رزق کی تنگی سب اللہ کی طرف سے ہے۔ اگر وہ تنگی کے باوجود اللہ کی راہوں میں خرچ کریں گے تو ان کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا کیونکہ اللہ ہی وہ ہے جو بہترین رزق عطا کرنے والا ہے۔

شیطان جو انسان کا ازلی اور کھلا ہوا دشمن ہے وہ لوگوں کو گمراہی کے راستے پر ڈالنے کے دو طریقے اختیار کرتا ہے۔ (۱) سب سے پہلے تو لوگوں کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے کہ اگر وہ اللہ کا قرب چاہتے ہیں تو وہ (نعوذ باللہ) اللہ کی بیٹیوں یعنی فرشتوں کی عبادت و بندگی کریں اسی میں ان کی کامیابی ہے۔ تاریخ انسانی گواہ ہے کہ شیطان کے جال میں پھنس جانے والے نادانوں نے فرشتوں کے بت بنا کر ان کو معبود کا درجہ دے دیا تھا اور ان کی عبادت و بندگی شروع کردی تھی۔ جو فرشتے اللہ کے حکم سے بارش برسانے پر مقرر کئے گئے تھے ان کو رزق اور بارش کا دیوتا، جو فرشتے ہواؤں اور فضاؤں پر متعین تھے ان کو ہواؤں اور فضاؤں کا دیوی دیوتا مان کر ان کے سامنے سر جھکانا اور ان کو مشکل کشا ماننا شروع کردیا۔ چنانچہ قیامت کے دن فرشتوں کے سامنے جھکنے والوں، ان کو اپنا سفارشی ماننے والوں اور ان کی عبادت و بندگی کرنے والوں کو بے نقاب کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ فرشتوں سے سوال فرمائیں گے کہ کیا تم نے ان لوگوں سے کہا تھا کہ وہ تمہیں اپنا معبود اور سفارشی سمجھ کر تمہاری عبادت و بندگی کریں؟ فرشتے نہایت ادب و احترام سے عرض کریں گے الٰہی! آپ کی ذات اس عیب سے پاک ہے کہ آپ کی شان معبودیت میں کسی کو شریک یا برابر کا سمجھا جائے۔ ہمارا ایسے لوگوں سے کوئی واسطہ یا تعلق نہیں ہے۔ ہم تو آپ کے فرماں بردار بندے اور غلام ہیں ہم اس بات کا کیسے دعویٰ کرسکتے ہیں کہ آپ کو چھوڑ کر وہ ہمیں اپنا معبود سمجھیں۔ ہمارے سامنے سر جھکائیں اور ہماری اطاعت، عبادت اور بندگی کریں۔ اصل میں یہ لوگ ہمارا نام لے کر شیطان کی عبادت کرتے تھے جس نے ان کے ذہنوں اور دلوں میں یہ بات بٹھادی تھی کہ وہ اللہ کی عبادت و بندگی کو چھوڑ کر اس کے عاجز و بے بس بندوں کو اپنا معبود اور مشکل کشا مان لیں گے تو وہ کامیاب ہوجائیں گے۔ فرشتوں کے اس صاف، واضح اور دوٹوک جواب کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ یاد رکھو! اس کائنات میں سارا اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے اس کی اجازت کے بغیر کوئی نہ تو کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان پہنچانے کی قوت رکھتا ہے۔ تم نے

جن ہستیوں کو یا فرشتوں کو اپنا معبود اور مشکل کشا مان رکھا ہے وہ اس کے سامنے محتاج اور عاجز بندے ہیں جو اپنی مرضی اور خوشی سے اپنے لب بھی نہیں ہلا سکتے اور کسی کی سفارش بھی نہیں کر سکتے۔ چونکہ تم نے کفر اور شرک اختیار کیا ہے اس لئے اب تمہیں جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ اور اس مشکل وقت میں کوئی تمہارا ساتھ نہ دے سکے گا۔

(۲) شیطان کے گمراہ کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جب عام لوگوں کے سامنے اللہ کی صاف اور واضح آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ ان پر ایمان لانے کے بجائے الٹی سیدھی اور فضول باتوں پر اتر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لوگو! اس شخص (حضرت محمد ﷺ) کی باتوں میں مت آنا کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ وہ معبود جن کی تمہارے باپ دادا عبادت و بندگی کرتے آئے ہیں ان سے تمہیں روک دے۔ وہ یہاں تک کہہ ڈالتے کہ (نعوذ باللہ) یہ جس قرآن کو اللہ کا کلام کہتا ہے وہ ایک کھلا ہوا جھوٹ ہے۔ جب عام لوگ ان کے مکروہ اور بے بنیاد پروپیگنڈہ کے باوجود قرآن کریم کی سچائیوں کو دل سے قبول کر کے آگے بڑھتے تو کہنے لگتے کہ یہ قرآن ایک جادو ہے یا جادو کی کتاب ہے جس نے لوگوں کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں جادو کے زیر اثر کہہ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو ایسی لچر اور فضول باتوں کے بجائے نبی کریم ﷺ اور ان پر اتاری گئی آیات کو ایک نعمت کے طور پر قدر کرنا چاہیے تھی کیونکہ جس طرح بنی اسرائیل کو ان کی ہدایت کے لئے کتابیں دی گئی تھیں سیکڑوں سال سے جزیرہ نمائے عرب والوں کو نہیں دی گئی تھیں جن کو وہ پڑھتے پڑھاتے اور اسی طرح صدیوں سے نہ ان کے پاس کوئی ڈرانے اور برے انجام سے آگاہ کرنے والا نبی اور رسول آیا۔ ان کفار مکہ کو ان نعمتوں کی دل سے قدر کرنا چاہیے تھی کیونکہ اسی میں ان کی فلاح اور کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مکہ والے جو اپنی چھوٹی چھوٹی سرداریوں اور معمولی سے مال و دولت پر فخر کرتے ہیں انہیں ان لوگوں کے حالات کا علم نہیں ہے جو دنیا کی بہت بڑی اور خوش حال قومیں تھیں جن کو دنیا کی ہر نعمت دی گئی تھی جن کا دسواں حصہ بھی اہل مکہ کے حصے میں نہیں آیا جب ان خوش حال قوموں نے اللہ کی نافرمانی کی اور اس کے رسولوں اور ان کی تعلیمات کو جھٹلایا تو اللہ کا زبردست قہر نازل ہوا۔ ان کے مال و دولت اور ترقیات ان کو اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکیں اور وہ دنیا سے اس طرح مٹ گئے کہ آج ان کی زندگیاں قصہ اور کہانی بن کر رہ گئیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ

☆ مال و دولت اور دنیاوی اسباب کوئی فخر کی چیز نہیں ہیں کیونکہ یہ تو اللہ کے نظام کا ایک حصہ ہیں۔ وہ کسی کو خوب مال و دولت اور راحت و سکون کے اسباب سے نواز دیتا ہے اور کسی کو فقر و فاقہ کی زندگی دے دیتا ہے بعض لوگ مال و دولت کو جہنم کے انگارے بنا لیتے ہیں اور بعض لوگ ہر حال میں اللہ کے بندوں پر خرچ کر کے اس بات کی امید اور توقع رکھتے ہیں کہ ہم اللہ کے بندوں پر جتنا بھی خرچ کریں گے اس سے دلی سکون و اطمینان اور خوشی و مسرت کی دولت ہاتھ آئے گی اور اللہ ایسا بہترین رزق عطا کرنے والا مہربان آقا ہے کہ وہ اس کا بہترین بدلہ ضرور عطا فرماتا ہے۔

☆ایک مومن کو اس بات پر یقین کامل ہوتا ہے کہ اللہ ہی سب کی مشکلوں کو آسان بنانے والا ہے اس کے سوا کوئی مشکل کشا نہیں ہے اس نے اپنی ذات سے مانگنے کے طریقے خود ہی بتا دیئے ہیں لہذا اس سے مانگنے کے لئے مختلف واسطوں اور وسیلوں کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اکثر یہی دیکھا گیا ہے کہ جب آدمی اللہ سے براہ راست مانگنے کے بجائے وسیلوں کے چکر میں پڑ جاتا ہے تو وہ اور اس کی آئندہ نسلیں سب کچھ بھول کر ان وسیلوں ہی کو معبود کا درجہ دے دیتے ہیں جس طرح کفار مکہ بتوں کو اور فرشتوں کو اللہ سے مانگنے کا وسیلہ سمجھتے تھے۔

البتہ علماء مفسرین نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی اس طرح اللہ سے مانگتا ہے کہ ''اے اللہ فلاں بزرگ جو تیرے نیک اور متقی بندے تھے آپ نے جس طرح ان پر کرم فرمایا تھا اسی طرح میرے اوپر بھی عنایت فرما دیجئے۔ اس طرح کا وسیلہ اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ اس کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ اسی طرح دعا کرنے کو لازمی نہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس کے بغیر دعا کرنے سے اس کی دعا قبول نہ ہوگی۔ کیونکہ تمام انبیاء کرام اور اللہ کے نیک بندے صرف اللہ ہی سے مانگتے تھے۔ ہمیں بھی یہی طریقہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

☆اس سے پہلے بھی اس بات کی اچھی طرح وضاحت کر دی گئی ہے کہ جزیرۃ العرب کے رہنے والوں کو اگرچہ مختلف انبیاء کرام کی تعلیمات تو پہنچتی تھیں لیکن جس طرح بنی اسرائیل کو ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے کتابیں دی گئیں تھیں اس طرح عرب والوں کو براہ راست کوئی کتاب نہ دی گئی تھی۔ نیز اسی طرح سیکڑوں سال سے ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے کوئی نبی اور رسول نہ آیا تھا۔ کفار مکہ سے کہا جا رہا ہے کہ یہ تمہارا کتنا بڑا اعزاز ہے کہ تمہیں اللہ نے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد ﷺ اور ان کی لائی ہوئی کتاب قرآن مجید جو آخری کتاب ہے وہ نعمت کے طور پر عطا کی ہے انہیں اس کی قدر کرنا چاہیے۔ وہ ایسے عظیم المرتبت نبی ہیں جن پر کائنات کا ذرہ ذرہ ناز کرتا ہے عرب والوں کو ان کی قدر کرتے ہوئے ایمان لانا چاہیے اسی میں ان کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

☆ نبی کریم ﷺ سے پہلے بہت زبردست اور طاقت ور قومیں گذری ہیں جو اپنی دولت اور بلند و بالا بلڈنگوں اور اپنے تہذیب و تمدن پر ناز کیا کرتی تھیں لیکن انہوں نے نافرمانی کی بھی حد کر دی تھی ان کو انبیاء کرام کے ذریعہ ہر طرح آگاہ اور خبردار کیا گیا لیکن جب وہ اپنی ضد، ہٹ دھرمی اور کفر و شرک کے طریقوں کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوئے تو ان پر اللہ کا فیصلہ آ گیا۔ اللہ نے ان کی بستیوں اور ان کے تہذیب و تمدن کو اس طرح تباہ و برباد کر دیا کہ آج ان کا نام و نشان تک مٹ چکا ہے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی عظمت کو نہ ماننے والے عرب جن کو گذشتہ قوموں کا دسواں حصہ بھی نہیں دیا گیا اگر وہ اسی طرح نافرمانی میں لگے رہے تو ان کا انجام بھی گذشتہ قوموں سے مختلف نہ ہوگا کیونکہ جب اللہ کے رسول اور اس کی تعلیمات کو جھٹلایا جاتا ہے تو پھر اللہ کے فیصلے اور قہر سے بچنا ممکن نہیں ہوتا۔

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَ فُرَادٰى ثُمَّ
تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ
بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿۴۶﴾ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ
فَهُوَ لَكُمْ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
شَهِيْدٌ ﴿۴۷﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۴۸﴾
قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ﴿۴۹﴾ قُلْ اِنْ
ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ
اِلَيَّ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿۵۰﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ
وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۵۱﴾ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ
التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَ
يَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا
يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴿۵۴﴾

ع ٦ / ١٢

ترجمہ: آیت نمبر ۴۶ تا ۵۴

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں یہ کہ تم اللہ کے واسطے دو دو اور اکیلے اکیلے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر تم غور کرو کیا تمہارے ان صاحب میں کوئی جنون کی بات ہے؟ حالانکہ وہ صرف سخت عذاب کے آنے سے پہلے تمہیں اس سے آگاہ کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ میں نے اس (فریضہ تبلیغ) پر تم سے کوئی اجر تو نہیں مانگا۔ اگر مانگا ہوتا تو وہ

تمہارا ہے۔ میرا اجر تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ اور وہ ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔

آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار تو حق بات کو غالب کر کے رہے گا۔ اور وہ ہر طرح کے غیب کا جاننے والا ہے۔ آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ حق آ گیا۔ حق نہ تو باطل کو پیدا کرتا ہے اور نہ لوٹائے گا۔

آپ ﷺ کہہ دیجئے اگر میں بہکا ہوا ہوں تو اس کا نقصان مجھے ہی پہنچے گا اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا رب میری طرف وحی بھیجتا ہے۔ بے شک وہ سننے والا اور قریب ہے۔

کاش آپ دیکھتے کہ جب (قیامت کے دن) یہ گھبرائے ہوئے پھر رہے ہوں گے اور بچ کر بھاگ بھی نہ سکیں گے اور قریب ہی سے پکڑ لئے جائیں گے۔ اور وہ یہ کہیں گے کہ اب ہم (اس نبی ﷺ پر) ایمان لے آئے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ) اور یہ کہاں ممکن ہے کہ جو چیز ہاتھ سے نکل جائے وہ دوبارہ ہاتھ میں آ جائے۔ بے شک جنہوں نے پہلے ہی سے کفر کیا تھا وہ بے تحقیق باتیں اور دور کی کوڑی لاتے تھے۔ جو وہ جانتے تھے اس چیز کے اور ان لوگوں کی خواہشوں کے درمیان ایک آڑ کر دی جائے گی جیسا کہ ان جیسے لوگوں کے ساتھ پہلے سے کیا گیا تھا۔ بلاشبہ وہ شک میں پڑے ہوئے تھے جس نے انہیں کشمکش میں ڈالا ہوا تھا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۶ تا ۵۴

اَعِظُ	میں نصیحت کرتا ہوں
مَثْنٰى	دو دو
فُرَادٰى	ایک ایک
صَاحِبٌ	ساتھی
يَقْذِفُ	وہ پھینکتا ہے
مَا يُبْدِئُ	وہ ابتدا نہیں کرتا

فَزِعُوا	وہ گھبرا گئے
اَلتَّنَاوُشُ	جھپٹ کر پکڑ لینا
یَشْتَهُوْنَ	وہ خواہش رکھتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۴۶ تا ۵۴

اعلان نبوت سے پہلے بھی عرب کا بچہ بچہ نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی متانت و سنجیدگی، عقل و دانش، دیانت و امانت، حسن عمل اور خاندانی شرافت سے نہ صرف اچھی طرح واقف تھا بلکہ ہر شخص آپ سے ملنے کے بعد صرف آپ ہی کی تعریف کرتا نظر آتا تھا لیکن جیسے ہی آپ ﷺ نے اللہ کا پیغام پہنچایا اور ان کی رسموں اور طریقوں کو غلط بتایا بت پرستی، جہالت اور بہت سی حماقتوں پر اہل عرب کو آگاہ کیا تو دل جان سے عزت و احترام کرنے والوں نے آپ ﷺ کو شاعر، جادوگر اور دیوانہ کہنا شروع کر دیا کیونکہ وہ اپنے باپ دادا کی رسموں کی توہین برداشت نہ کر سکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ اپنے تمام مخالفین سے کہہ دیجئے کہ میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں اور وہ یہ کہ تم سب مل کر یا الگ الگ ذرا اس بات پر غور کرو کہ حق و صداقت کی دعوت دینے والا کیا مجنوں یا دیوانہ ہو سکتا ہے جب کہ وہ ایک طویل عرصہ تک تمہارے درمیان رہا ہے۔ جو تمہارے ہی شہر کا رہنے والا ہے جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ تمہارے سامنے ہے۔ دن رات کا کوئی گوشہ تم سے پوشیدہ نہیں ہے، جو تمہیں قیامت کے آنے والے شدید عذاب سے آگاہ اور خبردار کرنے والا ہے۔ جس کا یہ حال ہے کہ وہ تم سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرتا بلکہ اللہ سے اجر و ثواب کی امید رکھتا ہے۔ کیا ایسا شخص مجنوں یا دیوانہ ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ حق و صداقت کی آواز ہے جو آخر کار ساری دنیا پر غالب آ کر رہے گی کیونکہ جب بھی حق نکھر کر سامنے آتا ہے تو باطل اپنی جڑوں سے اکھڑ جاتا ہے اور اپنی حیثیت کھو بیٹھتا ہے۔ فرمایا کہ آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ باطل اور جھوٹ نہ کسی چیز کی ابتداء کرتا ہے نہ کسی چیز کو دوبارہ پیدا کرنے کی اس میں صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ نیز آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ اگر میں تمہارے غلط گمان کے مطابق راہ سے بھٹکا ہوا ہوں تو اس کا نقصان مجھے ہی پہنچے گا اس سے تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے گا اور اگر میں ہدایت اور سچائی پر ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا پروردگار میری طرف وحی بھیجتا ہے۔ وہی قریب اور دور سے ہر ایک کی بات سننے والا اور ہر ایک کی دعا کو قبول کرنے والا ہے۔ فرمایا کہ یہ لوگ آج بڑی بڑی باتیں بنا رہے ہیں کل قیامت میں ان کا یہ حال ہوگا کہ وہ عذاب الٰہی سے بچنے کے لئے گھبرائے ہوئے کسی کونے میں چھپ جانے کی کوشش کریں گے۔ لیکن وہ جہاں بھی جائیں گے تو اللہ کے فرشتے انہیں اسی جگہ سے پکڑ کر لے آئیں گے اور جہنم میں جھونک دیں گے اور وہ عذاب

الٰہی سے کسی حال میں بچ نہ سکیں گے۔اس وقت ان کی آنکھیں کھلیں گی اور وہ کہیں گے کہ اب ہم اس نبی پر ایمان لاتے ہیں۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ گذرا وقت کسی کے ہاتھ میں نہیں آتا۔جو چیز اس کے ہاتھ سے نکل جائے اس کو لوٹانا ممکن نہیں ہوتا۔جب وہ اپنی خطاؤں کا اقرار کرلیں گے تو انہیں اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ ایمان کا مقام ان سے بہت دور جا چکا ہے اب اس پر پچھتانے اور شرمندگی کا اظہار کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ ایمان اس وقت تک معتبر تھا جب تک وہ دنیا کے دارالعمل میں تھے لیکن جب انہوں نے اس وقت کو گنوا دیا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ دولت ایمان کو ہاتھ بڑھا کر اٹھالیں گے اگر وہ دنیا میں شک اور کشمکش میں زندگی نہ گذارتے تو یقیناً ان کو راہ نجات حاصل ہو سکتی تھی لیکن وقت نکلنے کے بعد اس اعتراف واقرار کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس دنیا میں اپنے گناہوں سے معافی مانگنے اور حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے اور آخرت میں ہر طرح کی رسوائیوں سے محفوظ فرمائے۔آمین

الحمدللہ ان آیات کے ساتھ ہی سورہ سبا کا ترجمہ اور اس کی تشریح مکمل ہوئی۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆